

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملاحقہ حقوق بحق نامہ شہر محفوظ ہے

عقائد الاسلام

مع جی ایچ حقانی

مولانا عبدالحق حقانی



علوم شرعیہ - کراچی

کی زندگی

سائنس اور فوج کرنے کے لئے یہ نادر کتاب ہے
بہت کم اور ایک نہایت عمدہ اور اعلیٰ کتاب ہے
اس کتاب سے مراد ہے چھپی کثرت طالبین کے لئے

135295

عرضِ ناشر

الحاد و دہریت کے ہلاکت خیز سیلاب نے اسلام اور اصول اسلام کے متعلق نئے نئے شکوک و شبہات اور عجیب و غریب اہلیسانہ اعتراضات پیدا کر دیے ہیں اور حقیقت مذہب سے ناواقف مسلمان اس سے متاثر ہو کر الحاد و دہریت کی طرف مائل ہو رہے ہیں اس فتنے کا سد اور وقت کا سب سے اہم فریضہ ہے کیونکہ عقائد پوری زندگی کے دھماچھے کے لئے ایک بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ان کی طرف سے لاپرواہی نے اصلاحِ عمل کی ہر کوشش کو نامکام بنا رکھا ہے۔ مولانا عبدالحق حقانی ان فتنوں کے مقابلہ میں حریفانہ جذبہ رکھتے تھے اس لئے انہوں نے اس کی تردید میں کتابیں اور تراجم سے کام نہیں لیا۔ اہل فتنہ کی تباہ کاریاں اگرچہ اپنے حدود سے تجاوز کر چکی تھیں مگر مولانا عبدالحق حقانی نے انہیں نے اس نئی مخلوق کو میدان پر قابض نہیں ہونے دیا موصوف کی تمام تصانیف کا نصب العین علوم و معارف اسلامیہ کی شناخت اور ان کے ذریعہ اس فتنہ الحاد کو روکنا ہے جو عقل سلیم اور اصول فطرت کی روشنی میں اسلامی عقائد اور نظریات کو حق ثابت کرنے کی ضامن ہیں۔

عقائد اسلام کے متعلق کچھ لکھنا شاید تحصیل حاصل ہو۔ کیونکہ مولانا عبدالحق حقانی کے علم و کمال اور جامعیت پر قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی اور امام العصر مولانا سید نور شاہ کاشمیری جیسے لوگوں نے اتفاق کیا ہے۔ اور عقائد اسلام پر تعارلیظ لکھی ہیں۔ اس کے بعد مولانا عبدالحق حقانی کی کوئی تصنیف کسی مزید تعارف کی محتاج نہیں رہتی۔

ہمارے ہاں اس کتاب کی طباعت کا اصل سبب مولانا حکیم محمد اسحاق حقانی مصنف حیات حقانی ہیں جو مولانا عبدالحق حقانی کے بھتیجے اور پروردہ ہیں۔ آپ باوجود پیرانہ سالی کے متعدد بار تشریف لائے اور مجدد سے فرمایا کہ مولانا مرحوم کی تصانیف اس دور کے تقاضوں کو پورا کر سکتی ہیں سب سے پہلے عقائد اسلام چھاپ دیجائے جو درستی عقائد اور تہت معنوی اور ابتدائی دور میں خیالات کو صراطِ مستقیم پر رکھنے میں بہت مفید ثابت ہوگی میں حکیم محمد اسحاق صاحب حقانی مدظلہ کا بھتیجی ہوں کہ جنہوں نے میری زندگی میں ایک نئے اور اہم باب کا اضافہ کیا ہے میں نے ان کے ایسا پرہی عقائد اسلام اور مولانا عبدالحق حقانی کی عقائد

کتابوں کا مطالعہ کیا آج میں نے اندر وہ وسعت خیالی پاتا ہوں جو پہلے نہ تھی اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرما رہوں اور ساتھ ہی میں سلیم صاحب حقانی ایڈوکیٹ (سینئر) مولانا عبدالحق حقانی کا نام بعت تحریری طور پر مجھے عنایت فرمائے۔

قاضی عبد

عقائد اسلام کے متعلق بزرگان دین کی رائے

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نالوتوی کا ارشاد

اردو میں یہ کتاب لاجواب میں نے اول سے آخر تک دیکھی۔ سچ یہ ہے کہ ایسی کتاب اس زبان میں دیکھی نہ سنی مضمون کی خوبی مصنف کی دلیل ہے اور کیوں نہ ہو جس فہم الرجال بالمقال زیادہ لکھنا فضول ہے دیکھنے والے خود یہ دیکھ لیں گے کہ کتاب کیسی ہے

مولانا حبیب الرحمن سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کا ارشاد

کتاب عقائد اسلام مصنف حضرت مولانا عبدالحق صاحب حقانی میرے پاس پہنچی ہے میں حضرت مولانا کے علم و فضل اور سب سے بخوبی واقف ہوں مولانا مرحوم جامع علوم اور عالم المتبحر تھے آپ کے تبحر علمی کو اس زمانہ کے مستند علماء نے تسلیم کیا ہے مولانا کی سب سے مفید تصانیف ملک میں شائع ہو چکی ہیں۔ نحمدان کے اصول فقہ کی مشہور و معروف کتاب حسامی کی شرح نامی اور تفسیر حقانی کے میں عام مقبولیت حاصل ہو چکی ہے میں نے ان مذکورہ تصانیف کو دیکھا۔ اور ان سے استفادہ کیا ہے لیکن کتاب عقائد اسلام دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ ضرورت ہے کہ یہ کتاب ہر مسلمان کے پاس مسلمانوں کا ہر طبقہ علماء و غیر علماء اور بولوں استفادہ کر سکتے ہیں۔

احقر حبیب الرحمن عفی عنہ مہتمم دارالعلوم دیوبند مفتی عدالت عالیہ حیدرآباد دکن یکم صفر المظفر ۱۳۵۵ھ

امام المحدثین حضرت مولانا سید ابوالشامہ صاحب کشمیری کا ارشاد

عقائد اسلام مصنف مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب تفسیر حقانی رحمۃ اللہ علیہ احقر نے مواضع کثیرہ سے مطالعہ کیا ہے۔ پنے موضوع میں یہ کتاب بے نظیر ہے۔ اوسطاً ناسرا ہی کو اس کی ضرورت نہیں۔ بلکہ فہمرا اور مدرسین کو بھی اس کی حاجت ہے۔ عقائد اور حدیث اور حقائق صوفیہ اور بشارات عبدعقید اور متوسط کا اس میں کافی ذخیرہ موجود ہے۔ حق اللہ علیہ کرائے والوں کو ہڈائے خیر دے کہ کتاب پھر موجود ہو جائے گی۔ اور ایک اسلامی ضرورت ادا ہوگی۔

احقر محمد الزور عفی عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کا ارشاد

علوم اسلامیہ شریعیہ میں علم عقائد نہایت ضروری اور اہم ہے کیونکہ سب عقائد پر ایمان کی تکمیل اور اعمال کے ثمرات۔ نتیجہ آخرت میں عربی زبان میں اس علم کی بہت سی کتابیں علماء اسلام و فہمرا کرام نے لکھی ہیں۔ اور مدارس اسلامیہ میں اہل درس میں اردو زبان میں عقائد کی کوئی مفصل اور معتبر کتاب نہ تھی حضرت واجل اجل مولانا محمد عبدالحق حقانی دہلوی مرحوم و فقیر نے اردو زبان میں اس علم کو لورفع کرنے کے لئے یہ نادر کتاب مسمیٰ بعقائد اسلام تصنیف فرمائی تھی مصنف مدح کی وسعت نظر اور کمال فن اور تبحر علمی سے بے شک و راجح نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی کتاب قرار پائی اہل علم نے پسند و راجحی اچھی تقریریں کھیں مقبول عام ہوئی اور مصنف کی زندگی میں متعدد مرتبہ چھپی کثرت طالبین سے مطبوعہ نسخے بہت جلد ختم ہو گئے۔

محمد کفایت اللہ عفی عنہ مدرسہ امینیہ دہلی ۱۳۵۵ھ

عقائد الاسلام کے متعلق بزرگان دین کی رائے

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نالوتوی کا ارشاد

اردو میں یہ کتاب لاجواب میں نے اول سے آخر تک دیکھی۔ سچ یہ ہے کہ ایسی کتاب اس زبان میں دیکھی نہ سنی مفہوم کی خوبی مصنف کی دلیل ہے اور کیوں نہ ہو جس فہم الرجال بالمقال زیادہ لکھنا فضول ہے دیکھنے والے خود یہ دیکھ لیں گے کہ کتاب کیسی ہے

مولانا حبیب الرحمن سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کا ارشاد

کتاب عقائد الاسلام مصنفہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب حقانی میرے پاس پہنچی ہے میں حضرت مولانا کے علم و فضل اور سب سے بخوبی واقف ہوں مولانا مرحوم جامع علوم اور عالم المتبحر تھے آپ کے تبحر علمی کو اس زمانہ کے مستند علماء نے تسلیم کیا ہے مولانا کی بہت سی مفید تصانیف ملک میں شائع ہو چکی ہیں۔ مجملہ ان کے اصول فقہ کی مشہور و معروف کتاب حسامی کی شرح نامی اور تفسیر حقانی ہے۔ اس میں عام مقبولیت حاصل ہو چکی ہے۔ میں نے ان مذکورہ صدر کتابوں کو دیکھا۔ اور ان سے استفادہ کیا ہے لیکن کتاب عقائد الاسلام دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ ضرورت ہے کہ یہ کتاب ہر مسلمان کے گھر میں رہے اس کتاب سے مسلمانوں کا ہر طبقہ علماء وغیر علماء دونوں استفادہ کر سکتے ہیں۔

احقر حبیب الرحمن عفی عنہ مہتمم دارالعلوم دیوبند مفتی عدالت عالیہ حیدرآباد دکن یکم صفر المنظر ۱۳۲۵ھ

امام المحیثین حضرت مولانا سید اورشاد صاحب کاشمیری کا ارشاد

عقائد الاسلام مصنفہ مولانا ابو محمد عبدالحق صاحب تفسیر حقانی رحمۃ اللہ علیہ احقر نے مواضع کثیرہ سے مطالعہ کیا ہے۔ اپنے موضوع میں یہ کتاب بے نظیر ہے۔ اوساط ناس ہی کو اس کی ضرورت نہیں۔ بلکہ فضلاء اور مدرسین کو بھی اس کی حاجت ہے۔ عقائد اور حدیث اور حقائق صوفیہ اور بشارات عمیق اور متوسط کا اس میں کافی ذخیرہ موجود ہے، حق تعالیٰ اطبع کرانے والوں کو جزائے خیر دے کہ کتاب پھر موجود ہو جائے گی۔ اور ایک اسلامی ضرورت ادا ہوگی۔

احقر محمد انور عفی عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کا ارشاد

علوم اسلامیہ شرعیہ میں علم عقائد نہایت ضروری اور اہم ہے کیونکہ صحت عقائد پر ایمان کی تکمیل اور اعمال کے ثمرات۔ نتائج آخرتہ میں عربی زبان میں اس علم کی بہت سی کتابیں علماء اسلام و فضلاء کرام نے لکھی ہیں۔ اور مدارس اسلامیہ میں اس علم کی تعلیم اور ترویج عقائد کی کوئی مفصل اور معتبر کتاب نہ تھی حضرت فاجل اجل مولانا محمد عبدالحق حقانی دہلوی مرحوم و مخفون نے اردو زبان میں اس علم کی ترویج اور فہم کرنے کے لئے یہ نادر کتاب مسمیٰ بعقائد الاسلام تصنیف فرمائی تھی مصنف مدوح کی وسعت نظر اور کمال فن اور تبحر علمی سے یہ کتاب نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی کتاب قرار پائی اہل علم نے پسند کی اور اچھی اچھی تقریریں کہیں مقبول عام ہوئی اور مصنف کی زندگی میں متعدد مرتبہ چھپی کثرت طالبین سے مطبوعہ نسخے بہت جلد ختم ہو گئے۔

محمد کفایت اللہ عفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی ۱۳۲۵ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت شمس العلماء ابو عبد الحق تفسیر حقانی کی زندگی کے جستہ جستہ حالات

از حکیم محمد اسحق حقانی

قبل اس کے کہ میں حضرت قبلہ شمس العلماء مولانا ابو عبد الحق محدث و مفسر تفسیر حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اور آپ کی دینی و ملی خدمات پر قلم اٹھاؤں یہ عرض کر دوں کہ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے اپنے فرض میں کوتاہی برتی اور آج تک احساس نہ ہوا کہ جس ہستی نے میری پرورش کی تعلیم و تربیت دی اور جن کی نسبت و ناس سے دنیا میں متعارف ہوا ان کی زندگی کے اہم واقعات اور وہ قومی و ملی خدمات جو مشعل راہ ہونے کے قابل ہیں قوم کے سامنے پیش کرنا بھرا سی حالت میں کہ آپ کے فرزند ان گرامی مولانا عبد الغنیوم مولانا ابوالحسن۔ مولانا ابوالخیر رحمہم اللہ تعالیٰ ابھی اس دار فانی سے رخصت ہو چکے ہیں میری یہ غفلت اور بھی سنگین ہو جاتی ہے اور اس لئے بھی کہ میرے والدین کا انتقال میری خود رسالی میں ہو گیا تھا۔ میرا دنیا میں کوئی سہارا نہ تھا۔ یہ ہی برگزیدہ ہستی تھی کہ ہونے لگے میری پرورش و تربیت کا حق ادا کیا کہ سوائے خاندان کے چند افراد کے کسی کو یہ بھی علم نہ ہو سکا کہ یہ بدنام کنندہ حضرت علامہ حقانی کا فرزند نہیں بلکہ برادر زادہ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت کی حیات میں مجھے خود بھی یہ احساس نہیں ہوا چنانچہ عام ذہن دہلے مجھے مولانا کا فرزند ہی سمجھتے رہے اور سمجھتے ہیں۔

اس حقیقت کے واضح کر دینے کے بعد یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ میں اس فرض کو ایسے ہی ناسان و وقت میں انجام دینے پر آمادہ ہوا ہوں کہ حضرت کے حالات زندگی لکھنے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت تھی ان سے محروم ہوں۔ یہ کام مجھے تقیم منہد سے بہت پہلے کر لینا چاہئے تھا جیسا کہ میرے پاس اس سلسلہ کا تمام مواد موجود تھا۔ اب جو کچھ میں قلم بند کر رہا ہوں اس کی بنیاد مولانا جان محمد عارف مرحوم حضور کی وہ کتابوں ہے جس میں آپ کے مختلف نوٹ ہیں۔ مولانا جان محمد عارف خدان کو غریق رحمت فرمائے میرے شفیق استاد تھے جن سے میں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی اور جو حضرت قبلہ مولانا حقانی کے ایسے شاگرد رہے تھے جو سفر و حضر میں کمال نین آسان تک حضرت کی خدمت میں رہے جب کہ حضرت قبلہ اپنی زندگی کے کچھ حالات بیان فرماتے تو مولانا جان محمد اپنی کاپی میں درج کر لیا کرتے تھے۔ جس پر کتب خانہ محمد تھری ہے اس سے ان کی یہ عرض تھی کہ کسی وقت ان حالات کو ترتیب دے کر سوانح کی شکل دی جا سکے۔ حضرت قبلہ کی وفات کے بعد آپ کے منجملے فرزند مولانا ابوالحسن حقانی طویل عمارت میں مبتلا ہو گئے جن کو مولانا جان محمد اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے مولانا ابوالحسن کے انتقال کے بعد مولانا جان محمد خود طویل عمارت میں مبتلا ہو گئے اور ۱۹۴۵ء میں جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو میں ایشیہ ریٹ میں تھا کہ مجھے مولانا میرے صرف کا دہلی سے ایک کارڈ موصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ میرے پچاس سالہ رشتہ میں اپنی زندگی سے مالپس بچ چکا ہوں صرف تم کو دیکھنے کی آرزو ہے۔ فوراً چلے آؤ جان محمد ۲۴ ستمبر ۱۹۴۵ء۔ اس کارڈ کے دیکھتے ہی میں دہلی پہنچا اور اپنے شفیق استاد کی قدم بوسی حاصل کی۔ بخوشی دیر بعد اپنے فرمایا کہ الماری سے میری کتب خانہ نکالو۔ میں نے

وہ کا پی لگا لیا تو فرمایا کہ اس کا آخری صفحہ نکال کر پڑھو۔ تحریر تھا۔

”یہ فسوس میں حیات حقانی نہ لکھ سکا اب اس خدمت کو حکیم محمد اسحاق سلمہ انجام دیں۔“

۳۱ اگست ۱۹۴۴ء

میں نے عرض کیا انشاء اللہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کر دیں گا۔ اس واقعہ کے چار روز بعد ہی مولانا موصوف کا انتقال ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

مگر فسوس کہ اس واقعہ کو بھی ۷۰ سال گزر گئے۔ بارہا ارادہ کیا مگر نامساعد حالات کی بنا پر کچھ نہ کر سکا۔ اس عرصہ میں ہندو پاکتان کی تقسیم بھی ہو گئی اور میں ہنگامی حالات میں کراچی چلا آیا۔ یہاں آنے کے بعد بھی سکون میسر نہ ہو سکا اب جبکہ میں خود چراغ سحری ہوں عمر کے پچھتر سال سے زائد گزر چکے ہیں۔ عزیز القدر میر سلیم حقانی اید کیٹ نمبرہ حضرت مولانا حقانی رحمت اللہ علیہ نے زور دیا کہ آپ حیات حقانی اس نظر سے لکھ دیجئے کہ حضرت قبلہ کی تصانیف کے ساتھ لگا دی جائے تاکہ قارئین کرام حضرت مولانا حقانی کے حالات زندگی اور ان کی ملی خدمات سے بھی استفادہ حاصل کر سکیں۔ اس وقت مولانا قاضی عبدالرحمن صاحب عقائد الاسلام طبع کر رہے تھے اس میں شامل کی جاسکے۔ اس لئے اس پر ان سالی میں جستہ جستہ حالات قلمبند کرتے گئے۔ داتا توفیقی (الابالہ) الحمد للہ کہ اس کی توفیق اور کرم سے یہ خدمت انجام پاگئی۔

سلسلہ نسب آپ کا سلسلہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے منجھلے فرزند سیدنا عباس سے ملتا ہے جو مہین بنت خرم کے لطن سے ہیں یوں تو صفائے راشدین و صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد میں بھی ان بزرگوں کی اولاد بلکہ بعض صحابہ تابعین و تبع تابعین اور ان کے اولاد و احفاد دور دراز ملکوں میں پھیل گئے تھے۔ مثلاً سیدنا ابی کبشہ صحابی رسولؐ ہیں تشریف لے گئے عبدالرحمن مہتمی انصاری اطراف مالابار میں اسی طرح تبع تابعین کا جزائر شرقیہ میں سکونت پذیر ہونا کتب سیر و تواریخ سے ثابت ہے۔ کچھ حضرات۔ شام، عراق، بغداد، حبشہ اور ایران میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ جن کا مطبع نظر صرف خدمت خلق اللہ اور تبلیغ و اشاعت اسلام تھا جنہوں نے اپنی روحانی قوت اور اخلاق سے لاکھوں افراد کو جو فضیلت اور کمراہی کے گڑھے میں پڑے ہوئے تھے مطیع اور اسلام کا فدائی بنایا اور ایک عالم کو منور کر دیا۔ ان ہی نفوس قدسیہ کی اسلامی خدمات کے اثرات ہیں۔ تاہم ہندو چین وغیرہ ممالک میں کر ڈر ہا مسلمان موجود ہیں جو بیانگ دل فدائے وحدۃ لا شریک کی تقدیس و تہلیل کر رہے۔

اسی طرح سیدنا عباسؓ ابن علی کرم اللہ وجہہ کے اہل مختلف ممالک میں پھیل گئے ہیں چنانچہ شیخ ہادی علوی فارسی اور نوائے اردبیل میں خواجہ شرف الدین احمد علوی ترمذی ہیں۔ نور الدین قاسم علوی تبریزی سکونت پذیر تھے ان کی تیسری پشت خواجہ شاہ نظام الدین محمد علوی تبریزی جن کے علوم معقول و منقول کا ڈنکا ملک ایران وغیرہ میں بج رہا تھا ان کے پوتے خواجہ مظفر الدین علوی بن شاہ محمد تبریزی اس خاندان کے پہلے بزرگ ہیں جو بسبب تعصب سلاطین صفویہ بجز طرغٹ

حج بیت اللہ زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحکم سیرونی الارض ہندوستان تشریف فرما ہوئے۔ مسند
 وملتان وغیرہ ہوتے ہوئے بعد خلیفۃ المسلمین محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی دہلی شاہجہاں آباد تشریف
 لے آئے اور وہی کہنہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔ جب آپ کی تشریف آوری کی اطلاع علمائے عہد کو ہوئی تو آپ کا پرچوش
 وپرتیاگ خیر مقدم کیا گیا۔ پھر کیا تھا علماء اور مشائخ اور طلباء کا آپ کے در پر جھبکٹا رہنے لگا۔ مقہور نے ہی عرصہ میں مدبر
 شاہی میں طلبی ہوئی اور منسب و خلعت خاصہ سے سرفراز کئے گئے اور مسند صدارت دارالافتاء آپ کو تفویض کی گئی۔ خود
 حضرت مولانا نے مقدمہ تفسیر حقانی کے صفحہ ۱۵۲ پر سید احمد خاں کی تفسیر القرآن کا ذکر کرنے کے بعد اپنے لڑکے
 متعلق تحریر فرمایا ہے:-

فتح المنان تفسیر القرآن مشہور تفسیر حقانی اس بیوقوف کم استعداد ابو محمد عبدالحق بن محمد امیر بن شمس الدین بن
 نور الدین بن خواجہ جعفر بن خواجہ سلیم بن مظفر الدین بن شاہ محمد تبریزی کی تصنیف ہے۔

عہد شاہ عالم تک مولانا کے بزرگ دہلی میں اعلیٰ مناصب پر فائز رہے اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری
 رہا۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارا مکان دہلی میں لال لڑکی کے قریب ”باب السلام“ کے نام سے مشہور تھا۔ جس میں
 ایک طرف دارالحدیث اور ایک طرف دارالافتاء بھی تھا۔ ہمارے خاندان کے بیشتر افراد اسی میں رہا کرتے تھے۔ ہنگامہ دہلی
 ۱۸۵۶ء کے بعد لال لڑکی اور جملہ شہزادگان کے مکانات کو سماد کر کے میدان بنا دیا گیا۔ جواب ”پر پٹیکے میدان“ کے
 نام سے مشہور ہے اس میں ”باب السلام“ بھی سماد ہو گیا اور ہمارے خاندان کے لوگ منتشر ہو گئے۔

ریاست کینٹھل کی سکونت | مولانا کے بزرگوں نے ریاست کینٹھل کی سکونت کیوں اور کیسے اختیار کی۔
 اس کا باعث یہ ہوا کہ راجہ لال سنگھ والی کینٹھل بہ زمانہ ولیعہدی قلعہ معلیٰ میں شاہ عالم بادشاہ دہلی کے ظل عافیت
 میں پرورش پا رہے تھے۔ سن بلوغ کو پہنچے تو ان کو سند اور فرمان راجائی مرحمت ہوا۔ اسی وقت حسب بی فرمان شاہی
 و سند دیوانی ریاست کینٹھل بنام خواجہ شمس الدین لعل محمد خاں ابن خواجہ نور الدین خاں صادر ہوا:-

”حسب الحکم جہاں مطاع رفعت دعوانی پناہ خواجہ شمس الدین لعل محمد خاں موردمرامم باد۔ اعلام آنکہ خدمت
 دیوانی راجہ لعل سنگھ والی کینٹھل بشما مفوض گشتہ است خود را آنجا سائندہ خدمت دیوانی باسلوب انجامندہ“
 چنانچہ خواجہ لعل محمد خاں نے اپنی خداداد قابلیت اور ذہانت سے ریاست کے بگڑے ہوئے نظام کو جس میں خانگی
 تنازعات، باہمی کشیدگی اور ریاست کی انفرادی شائبہ یعنی درست کر کے ریاست کے وقار کو بحال کر دیا جس کی وجہ
 سے راجہ لعل سنگھ والی کینٹھل آپ کی بے حد عزت کرتے تھے اور ریاست کا کوئی کام بغیر استمراجہ نہ کرتے تھے۔

خواجہ لعل محمد خاں کے بعد ان کے فرزند محمد امیر خاں اس عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے اور اور ریاست با حسن الوجہ
 انجام دیتے رہے کہ ۱۸۵۱ء میں راجہ لعل سنگھ کے فرزند اور دھے سنگھ جاس وقت ریاست کے فرما زول تھے لا دلہ

فوت ہو گئے۔ رانی صاحبہ نے اپنے برادرزادہ کو گدی نشین کرنا چاہتی تھیں۔ جب تمام انتظامات مکمل ہو گئے اور گدی نشین کی رسم ادا ہو رہی تھی کہ اس وقت لیک ایک سکھوں کے ایک بڑے گروہ نے حملہ کر کے رانی کے اس برادرزادے کو قتل کر دیا مغذ پر دیا سکھ رانی صاحبہ کو بھی گزند پہنچانا چاہتے تھے۔ اس لئے امیر محمد خاں رانی صاحبہ کو ساتھ لے کر لڑتے بھڑتے قلعہ پہنچوا میں لے آئے جو گنچیل سے ۳۳ میل جنوب مشرق سرسوتی ندی کے کنارے واقع ہے اور ہندوؤں کی بڑی تیرتھ گاہ ہے۔ سکھوں نے یہاں آکر کبھی قلعہ کو گھیر لیا محمد امیر خاں نے قصبہ گنچیل کے مسلم راجپوتوں سے امداد چاہی۔ اس قصبہ کے سردار رانا بہادر علی خاں قرب و جوار کے کئی ہزار راجپوتوں کو لے کر پہنچا پہنچ گئے اور مغذہ پر دیا سکھوں کو ان کے لپٹاگ مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ اس اثناء میں کرنال چھاؤنی سے انگریزوں کی فوج آگئی اور تمام ریاست پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ رانی صاحبہ کو پرگنہ ارتولی جو ان کا میکہ تھا پہنچا دیا گیا۔ یہ پرگنہ رانی صاحبہ کو واکنداشت ہوا۔ اور ایک چھوٹی سی ریاست بن گئی جو تقسیم ہند تک قائم رہی اور امیر محمد خاں کی مدد و معاش کے لئے تین گاؤں قریب۔ چاجرا، خنجر لوہا اور عثمان پور دیئے گئے۔ چونکہ سکھ امیر محمد خاں کے دشمن ہو گئے تھے۔ اس لئے بہادر راجپوت ان کو گنچیل گڑھ دانا بہادر الدین جو قلعہ پہنچا سے تین میل کے فاصلہ پر تھا لے آئے یہ قصبہ گنچیل گڑھ کے نام سے مشہور ہے

یہ قصبہ ان بہادر اور شریف راجپوتوں کی بستی ہے جن کے جدِ اعلیٰ رانا بہادر الدین بعد دولت فیروز شاہ مارک مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ رانا بہادر الدین ثنور راجپوت تھے اور راجہ جے پال دالمی دہلی کے خاندان سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔ مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد جو بہادریاں اور کارہائے نمایاں جنگی موافقہ پر رانا بہادر الدین نے دکھائے وہ تاریخ سے بخوبی واضح ہیں۔

کچھ عرصہ کے بعد رانا بہادر علی خاں کی دختر نیکا اختر سے خواجہ محمد امیر خاں کی شادی ہو گئی اور مستقل سکونت اسی قصبہ میں اختیار کر لی اور وسط قصبہ میں ایک بہت بڑی حویلی تعمیر کرائی جس کو ایک چھوٹا سا قلعہ کہا جاسکتا ہے اور جو فن تعمیر کے لحاظ سے بھی ایک اعلیٰ نمونہ ہے جس کو دیکھنے کے لئے اکثر انجینیئر آیا کرتے تھے تقسیم ہند کے بعد اس قصبہ کے تمام مسلمان پاکستان آ گئے اور یہ حویلی ایک سکھوں کے ہاں کوالاٹ ہو گئی۔

ولادت اور ابتدائی تعلیم | مولانا عبدالحق حقانی اسی قصبہ گنچیل گڑھ (رانا بہادر الدین) میں ۲۴ رجب

۱۲۵ھ میں پیدا ہوئے چونکہ والدین اور اہل قصبہ حضرت میراں شاہ بہیک رحمۃ اللہ علیہ سے خاص عقیدت رکھتے تھے ان کے خلیفہ اور سجادہ نشین حضرت مولانا سیدنا عبدالحمید عرف عبداللہ شاہ بڑے باخدا بزرگ تھے اور اس قصبہ میں ایک خانقاہ تھی جس میں شیخ اقامت فرماتے تھے۔ مولانا حقانی کو شاہ صاحب موصوف کے کنار عاطفت میں دیدیا گیا۔ گویا حضرت شاہ صاحب نے پرورش کیا۔ بسم اللہ خوانی کے بعد کلام ربانی اور ابتدائی کتب اردو فارسی صرف و نحو وغیرہ خود شاہ صاحب نے پڑھائیں ۱۲۷۷ھ میں جب آپ کی عمر بارہ سال تھی شاہ صاحب کی ہدایت کے

بہارِ اسلامیہ

جلد حقوق بحق نامہ محفوظ ہے

عقائدِ اسلام

مع جی ایم حَقَّانی

مولانا عبدالحق حَقَّانی



علوم شرعیہ - کراچی

سائنس اور فح کرنے کے لئے یہ ناؤر کم لے لے
بیا نکور ایک نہایت عمدہ اور اعلا تہا ہوں
ہاں ہر مشورہ مرتبہ چھپی کثرت طالبین

کی زندگی

ہیں، عقیدہ عقد سے مشتق ہے، عقد کا معنی باندھنا اور گرہ لگانا ہوتا ہے۔ چند بنیادی حقائق کے بارہ میں یقین اور تصدیق قلبی کو سچتہ کرنا اور خیالات کو ایسا مضبوط بنانا جس طرح گرہ باندھی جاتی ہے، یہ عقیدہ اور ایمان ہوتا ہے، جو اس کے وجود دل اور دماغ کے ساتھ اس طرح پیوست ہوتا ہے، کہ اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اور ایمان لغت (عربی زبان) میں تصدیق کو کہتے ہیں، اور شریعت میں ایمان کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ اس کی کتابیں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت کی تصدیق کرنا، اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی توحید اس کے اسماء پاک اس کی صفات اس کے احکام کی تصدیق کرنا، اللہ تعالیٰ کی ذات کو واجب الوجود ماننا اور تمام زمانیات و مکانیات اور مادیات سے ماوراء تسلیم کرنا، اور اس کو وحدہ لا شریک یقین کرنا اور اس کو صفات کمال کے ساتھ متصف ماننا اور صفات نقص سے پاک اور منزہ یقین کرنا، اس کے اسمائے پاک کو پہچاننا، ان پر یقین کرنا ان کا ورد کرنا، ان کے ساتھ اس کو پکارنا، اور اس کے ملائکہ پر یقین رکھنا کہ ملائکہ موجود ہیں ان کے اجسام لطیف اور نورانی ہیں۔ اور ان کو گناہوں سے معصوم اور پاک جاننا اور ملائکہ ایسے خواہر ہیں جن میں نشوونما اور شہوت اور غضب نہیں ہوتا۔ اور مادی حوائج کھانا پینا، اہل و عیال وغیرہ سے مبرا ہوتے ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام اور اس کے قرب کے طالب ہوتے ہیں۔ اور یہ ملائکہ تمام مخلوق تک فیض رسانی کا ذریعہ ہیں، اور تمام کتب سماویہ پر

مطابق مولینا کو تحصیل علم کے لئے دہلی حضرت آخوند شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں بھیجا تجویز ہوا۔ مولینا کی پیدائش سے پہلے کئی بچے فوت ہو چکے تھے اور آپ کے بھائیوں کے نام غلام نبی اور غلام حسین تھے ان ناموں کی مناسبت سے مولانا کا نام غلام جہاں رکھا گیا تھا جب تسلیم کے لئے آپ کو دہلی بھیجا جا رہا تھا تو آپ نے اپنے شفیق استاد حضرت عبداللہ شاہ صاحب سے عرض کیا کہ میرا نام غلام جہاں رکھا گیا ہے جو مجھے پسند نہیں میں چاہتا ہوں کہ میرا نام تبدیل کر دیا جائے چنانچہ شاہ صاحب نے آپ کا نام عبدالحق رکھا۔ آخوند شاہ عبدالعزیز صاحب کے مولینا کے والد خواجہ محمد امیر اور اہل تفسیر سے خاص تعلقات تھے اور ہنسنگامہ دہلی ۱۸۵۶ء میں آخوند صاحب اسی تفسیر میں خواجہ محمد امیر صاحب کے مکان میں رہ چکے تھے جب مولینا حقانی کو

آخوند صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا تو ان تعلقات کی بنا پر آپ نے بڑی شفقت سے اپنے پاس رکھا اور کتب درسیہ پڑھائیں۔
تحصیل علم کے لئے مولینا کا سفر | آخوند صاحب کی اجازت سے مولینا سہارنپور تشریف لے گئے اور

شیخ الحدیث مولینا احمد علی کی خدمت میں رہ کر تحصیل علم کی۔ اذان بعد آپ کے کانپور حضرت شیخ عبدالحق قادری مہاجر لہی کی خدمت میں حاضر ہو کر تحصیل علم اور سیویں و برکات سے استفادہ حاصل کیا۔ حضرت شیخ نے مولینا کی قابلیت اور زہد و اتقاد دیکھ کر سند کے ساتھ خلافت سلسلہ قادریہ ہی عطا فرمائی۔ وہاں سے رخصت ہو کر آپ جو پور تشریف لے گئے اور مختلف اساتذہ سے پڑھ کر علوم معقول و مفقول کی تکمیل کی اذان بعد مع اپنے رفقاء درس مولینا محمد علی صاحب مونگیری، مولینا احمد حسن صاحب کانپوری، مولینا آل حسن صاحب مزدوری امردھوی بغرض حصول حدیث نبوی مراد آباد حضرت شیخ الحدیث عالم علی شاہ رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اتفاقاً زمانہ اس وقت شیخ الحدیث سحت علی تھے اس لئے چند روز وہاں قیام کے بعد علی گڑھ استاد اساتذہ حضرت مولانا مفتی لطف اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کامل دو سال رہ کر تعلیم حاصل کی اور وہاں سے دہلی تشریف لے گئے۔

مراجعت وطن | ۱۸۸۴ء میں والدین اور حضرت عبداللہ شاہ صاحب کی قدیم سوسی کا شوق آپ کو رکھنے لگا۔ لے گیا والدین اور حضرت شاہ صاحب کی قدیم سوسی سے مشرف ہوئے گیارہ سال کی جدائی کے بعد فارغ التحصیل ہو کر مولینا کا وطن واپس پہنچ کر کوئی معمولی بات نہ تھی۔ والدین اور حضرت شاہ صاحب کے علاوہ تمام تفسیر میں بھی خوشی و انبساط کی لہر دوڑ گئی ہر شخص ملنے اور دیکھنے کے لئے دوڑا چلا آتا تھا گریبا طر
 یوسف گم گشتہ بہ کنعان آمد

حضرت شاہ صاحب اور والدین خوشی کے مارے جلے میں نہ سماتے تھے شاہ صاحب موصوفی نے اطراف و اکناف کے علماء و مشائخ کو مدعو کر کے جلسہ کیا جس میں مولانا حقانی سے چند علمی سوالات کئے گئے۔ مولینا نے جس انداز میں جواب دیتے اس سے علماء و مشائخ پیک خاص مانر ہوا۔ حضرت شاہ صاحب نے اس جلسے میں مولینا کے فرق مبارک پر اپنے مقدس اور پاک مکتول سے دستار فضیلت باندھی جواب تک بطور تبرک ہمارے پاس موجود

ہے۔ اس جلسے میں حضرت شاہ صاحب نے ایک قطعہ بتایا فرغت علمی بھی تحریر فرمایا جو درج ذیل ہے :-
 عبدالحق از علوم برے خود و گل بچیند
 دلوش سپر نژدہ دلش باع باع باد
 چوں کردن کس سال تمام فضیلتش
 ہاتف دعا گفت و در لفظ فرغ باد

اس کے بعد مولانا شاہ ۱۳۴۸ھ میں والدین اور حضرت شاہ صاحب سے رخصت ہو کر دہلی تشریف لائے اور وہاں سے حضرت شیخ العلام مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب کج مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریباً ایک سال خدمت میں رہ کر علوم طرفیت کی تکمیل کی اور فرقہ خلافت حاصل کر کے دہلی آئے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ نذیر حسین صاحب حسینی رحمۃ اللہ علیہ و العفران کی خدمت بابرکت میں رہ کر حدیث نبوی کی قرأت و سماع مختصر فرمائی کتب حدیث تحقیق و تدقین کی نظر سے لفظاً لفظاً شیخ الحدیث کے سامنے قرأت کیں مولانا حقانی کی خدا داد قابلیت و نیت کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث غایت درجہ آپ پر شفقت فرمایا کرتے تھے جب طلبہ اسے دوران درس مسائل فقہ و غیرہ میں گفتگو ہوتی تھی تو حضرت شیخ الحدیث فرمایا کرتے تھے۔ ذرا توقف کرو حنفیوں کا شیر علیٰ حق آتا ہوگا وہ تمہارا جواب دیکھا مولانا کو دیکھتے ہی خاص انداز میں فرماتے تھے: آؤ جان عبدالحق تمہارے ان بھائیوں کو چند مقامات پر شبہ ہو گیا ہے تمہارے سامنے ان کا جواب دو۔ شیخ الحدیث نے مولانا حقانی کو اجازت مطلق اور سند موثق عطا فرمائی جسکی نقل درج ذیل ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ اصحابہ اجمعین
 اما بعد فیقول العبد الفقیر طالب المحسنین محمد نذیر حسین عافاه اللہ تعالیٰ فی الہداریں ان الہوی
 محمد عبد الحق ابی آخرہ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ

مدرسی جامع الاسلامیہ فتح پوری شعبان ۱۳۹۰ھ ہی میں آپ نے مدرسہ اسلامیہ فتح پوری دہلی میں مدرسہ کی خدمت حاصل کی اور درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اسی زمانہ میں آپ کو خیال پیدا ہوا کہ مشکل درسی کتب کی شرح کی جائے۔ چنانچہ ۱۳۹۱ھ میں آپ نے اپنی کتابی شرح حاشیہ عربی زبان میں لکھی جس کو اساتذہ نے بہت ہی پسند کیا اور درس میں شامل کر لیا جو تا اس دم عربی مدارس کے درس میں حتیٰ کہ جامع ازہر مصر میں بھی پڑھائی جاتی ہے اور مدرسہ کی تعداد میں مصر میں طبع ہوتی ہے اسی سال کے آخر میں آپ مدرسہ فتح پوری کی مدرسہ سے مستعفی ہو گئے اور مکان ہی پر درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر دیا صبح کو درس حدیث کے بعد تالیف و تصنیف اور استفتاؤں کے جوابات میں زیادہ وقت صرف فرمایا کرتے تھے بعد نماز عصر اساتذہ ملامذہ مدرسہ فتح پوری اور شہر کے معزز حضرات تشریف لاتے تھے اور مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ یہ سلسلہ عشاء تک جاری رہتا اس دور کے علماء علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ طرفیت کے بھی خواص ہوتے تھے۔ چنانچہ اس کنٹریں کو اس عہد کے جن علماء کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے وہ سب محدث

عالم شریعت اور صاحب طرقت تھے۔ چنانچہ مولینا ابوالحسن علی صاحب بدایینی مولوی تھیں صاحب نقشبندی بہاری مولانا عبدالحق صاحب قادری جہانگیروی۔ مولینا عبدالرشید صاحب ابن مولینا عبدالعظیم صاحب بانی مدرسہ نعمانیہ دہلی مولینا شاہ اخوند محمد عمر صاحب قادری دہلی، مولینا شاہ ابوالخیر صاحب نقشبندی وغیرہ کو

میں نے دیکھا ہے۔ یہ وہ بزرگ ہستیاں تھیں جو فاصل اجل ہونے کے علاوہ اعلیٰ پایہ کے صاحب سلسلہ اور سیر طرقت بھی تھے جن کے فیوض و برکات سے لاکھوں مسلمان فیضیاب ہوئے ہیں ان بزرگوں کی زیارت کا شرف مجھے حقانی منزل ہی میں ہوا ہے مولینا حقانی کے تبحر علمی اور آپ کی غداد و ذراعت اور قابلیت کی وجہ سے اس عہد کے علماء میں آپ کا ایک خاص و قارئین ایک شیعہ مجتہد کی فتنہ انگیزی | اگلی قاسم جان دہلی میں ایک بہت بڑی حویلی یعنی جوڑی ہادی حسین خاں کے نام سے موسوم تھی یہاں محرم الحرام میں تیرہ دن تک مجالس ہوتی تھیں جن میں علاوہ شیعہ حضرات کے اہل سنت والجماعت بھی بکثرت شرکت فرماتے تھے۔ اسی زمانہ کا ذکر ہے کہ لکھنؤ سے ایک نو عمر مجتہد صاحب تشریف لائے تقریر منہایت سلیس اور لچھے دار کرتے تھے اور اشعار بھی خاص انداز میں پڑھتے تھے لیکن اپنی تقریروں میں صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ عنہم پر سبک شتم بھی کرتے تھے ان مجتہد صاحب کے دعویٰ کیا کہ جو قرآن مجید حضرت نبی کریم صلعم پر نازل ہوا تھا موجودہ قرآن مجید وہ نہیں ہے بلکہ ابو جعفر کا تحریف کردہ قرآن مجید ہے جن میں آیات کو مقدم موخر کر کے تحریف کی گئی ہے اصل قرآن مجید مولانا علی نے ابو بکر کے سامنے پیش کیا تھا جو کاتبِ وحی خاص تھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ قرآن مجید لینے سے انکار کر دیا تو حضرت یہ فرماتے ہوئے اس قرآن مجید کو لیکر چلے گئے کہ اب یہ قرآن مجید تم کو قیامت تک نہ ملے گا یہ سنتے ہی لوگوں میں غم و غصہ کی آگ بھڑک اٹھی اور جھگڑا ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تمام شہر میں یہ آگ بھڑک گئی۔ سخت فساد کا اندیشہ ہو گیا۔ مولانا حقانی نے پنجاب سے کچھ شیعہ مجتہدین کو بلایا جن میں سید علی الحارثی بھی تھے انہوں نے مستفقہ طور پر ایک بیان شائع کیا جس میں اعلان کیا کہ شیعوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ وہ موجودہ قرآن مجید کو وہی اصلی قرآن مجید ملتے ہیں جو نبی کریم صلعم پر نازل ہوا تھا جس میں کوئی تحریف نہیں ہوئی اور نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔

ابھی پورے طور پر یہ فتنہ زبانہ تھا کہ مرزا احتیاج مرجم نے خروج کیا اور اپنے اخبار گزن گزٹ میں مضامین لکھنے شروع کر دیے کہ واقعہ کہ بلا غلط ہے اور امام حسینؑ شہید نہیں ہوئے نیز بدین معاویہ رضی اللہ عنہ کے صحیح اور مسلمہ خلیفہ تھے اور اس کا کردار صحابہ کے کردار سے کسی طرح کم نہ تھا امام حسینؑ نے خروج کیا تھا جس کی شرعی سزا ان کو مل گئی۔ اور وہی دلائل پیش کئے گئے تھے جو کل محمود احمد عباسی نے اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید میں پیش کئے ہیں جن کو تاریخ کے نام بہار و ریسرچ کے عنوان سے موسوم کیا گیا ہے میرا ذاتی خیال ہے کہ شاید عباسی صاحب کو گزن گزٹ کے وہی پرچہ مل گئے ہیں جن کو دیکھ کر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ الغرض مرزا صاحب کے اس خروج سے مسلمانان ہند میں عہدِ مآ اور مسلمانان دہلی میں خصوصاً سخت ہیجان پیدا ہو گیا اس موقع پر بھی مولینا حقانی نے جو کردار ادا کیا وہ یہ تھا کہ مرزا حیرت کو نجی طور پر بلا کر سمجھایا کہ آپ اس سلسلہ کو بند کر دس آپ کا

خیال غلط ہے آپ نے مسئلہ شہادت کو مہنایت مختصر الفاظ میں مرزا صاحب کے سامنے بیان کیا۔ مجھے یاد ہے کہ مرزا صاحب مرحوم نے جو ابا کہا کہ مولانا میرا عقیدہ یہ نہیں بلکہ میں تو دیکھتا ہوں کہ شیعہ صاحبان جو صحابہ کبار کی ذات پر ایک اور بے بنیاد الزامات لگانے کے عادی ہو گئے ہیں وہ شہادت امام حسینؑ کو کینہ ثابت کرتے ہیں مولانا حقانی نے مجھ پر کیا کہ وہ اس سلسلہ کو بند کر دیں اور بیان بذریعہ شہاد جاری کیا کہ مرزا حیرت صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ ان کا عقیدہ نہیں بلکہ ایک ناعاقبت اندیش اور نام نہاد مجتہد اور جاہل شیعہ کی اشغال انگیزوں کا نتیجہ ہے۔

تالیفات اور تصنیفات مولانا حقانی کی بہت ساری تصانیفات ہیں جن میں سے میں خاص خاص کا ذکر کرنا گا۔ نامی شرح حسامی جو تالیف درم عربیہ مدارس کے درس میں شامل ہے اس کے بعد آپ نے امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف حجۃ اللہ بالغنہ کی شرح حجۃ اللہ — لکھی جس کو علمائے ہند نے استحسان کی نظر سے دیکھا مابعد اسکولوں کی تعلیم کو دیکھتے ہوئے جس کو آپ پسند نہیں فرمایا کرتے تھے کہ یہ تعلیم مسلمان بچوں کو اسلام سے بیگانہ بنا دے گی۔ دہریہ اور الحاد پیدا کر دے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم لوگوں کو کبھی ایک دن کے لئے بھی سرکاری اسکولوں میں نہیں بھیجا اور مخالفین اسلام کی دریدہ دہنی کا خیال فرماتے ہوئے آپ نے علم الکلام میں عقائد اسلام کے نام سے ایک مبسوط کتاب لکھی یہ کتاب سرزدی الحجہ ۱۲۹۱ھ کو لکھنی شروع کی اور ۲۴ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ کو اس قطعہ تاریخ پر ختم ہوئی۔

چوں درس روزہ بفضل خدا

دشتم فکر سال آں کہ کیسے

گفت با من تمام گشت کلام

اس کتاب کو مسلمانوں کے ہر طبقہ میں قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا گیا اور طبقہ علمائے میں جو مقبولیت ہوئی اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ استاد العلماء محدث و مفسر بانی مدرسہ دیوبند حضرت مولانا شیخنا محمد فاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی تعریف میں حسب ذیل الفاظ تحریر فرمائے۔

اردو میں یہ کتاب لا جواب میں نے اول سے آخر تک دیکھی۔ سچ یہ ہے کہ ایسی کتاب اس زبان میں نہ پہلے

دیکھی نہ سنی مضمون کی خوبی مصنف کے کمال کی دلیل ہے اور کیوں نہ ہو عرفا لرجال بالمتقال زیادہ لکھنا

فضول ہے دیکھنے والے خود دیکھ لیں گے کہ یہ کتاب کیسی ہے۔

اس زمانہ میں سرسید احمد خاں صاحب کی تفسیر القرآن شائع ہوئی جس میں دوزخ جنت ملائکہ وغیرہ کی وہ تاویلات پیش کی گئیں جن سے قرآن کا مفہوم ہی بدل گیا اس تفسیر کی اشاعت سے مسلمانوں میں ایک سہان سا پیدا ہو گیا بالخصوص طائفہ علماء میں عم و عصہ کے جذبات بھڑک گئے۔ اس تفسیر کا اندازہ اس زمانہ میں پروردگار صاحب کی تصانیف سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ دہلی کے علماء خصوصاً ملا مذہ مدرسہ عربیہ مستطیع پوری "حقانی منزل" میں جمع ہوئے اور درخواست کی کہ اس کا جواب آپ لکھیں آپ نے اس کے جواب میں دو سو صفحات پر ایک کتاب لکھی جو بعد میں مقدمہ "تفسیر حقانی" کے نام سے

موسم ہوئی اس میں سرسید مرحوم کی لغزشوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ مخالفین اسلام کے اعتراضات کے عقلی و نقلی دلائل سے جوابات دیئے گئے تھے چنانچہ یہ کتاب سب سے بڑی شاعت پذیر ہوئی جسے طبقہ علمائے بے حد پسند فرمایا اس کے بے لگے تفسیر حقیقی کی تالیف پر توجہ دی جو تقریباً دو سال میں مکمل ہوئی یہ تفسیر ٹرے ساڑھے پانچ جلدوں میں لکھی گئی تفسیر حقیقی اردو زبان میں سب سے پہلی تفسیر ہے جو مخالفین کے اعتراضات کو سامنے رکھ کر لکھی گئی۔ ترجمہ قرآن عام فہم سلیس اردو میں ہے جسکو خاص دعاء آسانی سے سمجھ سکتے ہیں قرآن مجید کی صوفی و نحوی تفسیر بھی دی گئی ہے تاکہ ترجمہ کرنے میں کسی کو معطل نہ ہو پھر تفسیر القرآن جس میں مخالفین اسلام کے مسکت اور نڈان شکن جواب عقلی و نقلی دلائل سے دیئے گئے ہیں۔ تفسیر حقیقی کی اشاعت کے بعد آپ کی شہرت کو چار چاند لگ گئے یہ تفسیر طبقہ علمائے بے حد مقبول ہوئی۔

حیدرآباد میں طلبی اور تیسرا منصب تفسیر حقیقی کی اشاعت کے بعد ہی آپ کو اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خاں صاحب خسرو دکن نے حیدرآباد مدعو فرمایا مولینا نے تفسیر نذر کی جسے اعلیٰ حضرت نے کھڑے ہو کر سرپرست مولینا حقیقی کو کسی مادہ تک سرکاری مہمان رکھا۔ خلعت خاصہ اور دو سو تیس روپے ماہوار منصب سے سرفراز فرمایا۔ دہلی آنے کے بعد آپ نے مفہم تالیف تفسیر حقیقی البیان فی علوم القرآن تقریباً چھ صد صفحات پر مشتمل ایک کتاب لکھی جو طبقہ علمائے بالخصوص انگریزی داں حضرات میں نہایت زیادہ مقبول ہوئی۔ مولینا شفقت اللہ بدایونی نے اس کا انگریزی ترجمہ کیا جو تھیکر گسپی کلکتہ میں شائع ہوا اور یورپ میں بہت مقبول ہوا اسکے بعد ہی آپ درس تدریس کے ساتھ تصنیفات میں مشغول رہے۔ چنانچہ چھوٹی بڑی بکس کے قریب تصانیف ہیں۔ رد آریہ اور رد نصاریٰ میں بہت سے رسائل تصنیف فرمائے رد آریہ میں احقاق حق اور شہاب ثاقب وہ رسائل ہیں جن کے جوابات گئے مولینا حقیقی نے دو ہزار روپے انعام دینے کا اعلان کیا تھا لیکن فر فر آریہ کی طرف سے اس کا اب تک کوئی جواب نہیں لکھا گیا۔ انجمن ہدایت الاسلام دہلی اور جمعیت مرکزی تبلیغ الاسلام انبارہ نے ان کو مسترد و مرتب طبع کرنا شروع کیا ہے۔

مناظرہ مولینا حقیقی کو فن مناظرہ میں بھی خاص ملکہ حاصل تھا اگر آپ کو امام المناظرین کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا میر استاد مولینا جان محمد عارف جنہیں سالانہ تک آپ کی خدمت میں رہے ہیں اپنی کشکول میں لکھتے ہیں کہ جو کمال میں نے مناظروں میں مولینا حقیقی میں دیکھا ہے وہ کسی مناظرین نہیں دیکھا گیا۔ بیشتر مناظرین اپنے مخالف پر اثر اور رعب جمانے کے لئے خستہ کی صورت بنا کر بھیتیاں کستے ہیں اور تہذیبی گروے ہوئے الفاظ استعمال کرتے ہیں لیکن مولینا مدوح اپنے مخاطب سے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ انسانیت اور تہذیبی گفتگو کرتے تھے کیا مجال کہ کوئی فقرہ خلاف تہذیب زبان سے نکلے سچ ہے الحق بے لہو و لالیجی۔ میں متور و مناظروں میں ساخدا ہوں میں نے کوئی مناظرہ ایسا نہیں دیکھا کہ جس میں اس دگلی اسلام کو شکست ہوئی ہو یا مخالف نے آپ کے اخلاق اور قابلیت کا اعتراف نہ کیا ہو۔ چنانچہ سال ۱۳۱۷ھ میں ایک مناظرہ مرشد آباد بنگال میں مابین اہل حدیث و اہل فقہ بہت طویل پیمانہ پر منعقد ہوا جس میں ہندوستان بھر کے علما

اور دوس کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ مناظرہ کا فیصلہ کرنے کے لئے ہائی کورٹ کلکتہ کے دو وکیل اور ایک جج حکم
منتخب کیے گئے تھے اس مناظرہ کا سبب یہ تھا کہ اس زمانہ میں علماء اپنے وعظوں میں اختلافیہ مسائل زیادہ بیان کرتے تھے
جو عوام کی فہم سے بالاتر ہونے کی وجہ سے جھگڑے فتنہ و فساد بلکہ عدالتوں میں مقدمات تک کی فوجت آرہی تھی جس کی وجہ سے
سنجیدہ مسلمانوں کا طبقہ بہت پریشان تھا۔ بنگال کے بعض رؤسائے خیال کیا کہ ان اختلافیہ مسائل کا فیصلہ کیوں نہ ایک
مناظرہ کے ذریعہ کرالیا جائے تاکہ یہ اختلافات دور ہو جائیں چنانچہ راجہ ظل الرحمن صاحب رئیس طالب پورا بنگال نے
مرشد آباد میں ایک مناظرہ کا اہتمام کیا مولوی محمد ابراہیم صاحب اہل حدیث مع ایک بڑی جماعت علمائے اہل حدیث
کے مرشد آباد پہنچ گئے۔ ہزار ہا کی تعداد میں اطراف و اکناف ہند سے مسلمان بھی پہنچ گئے۔ مقابلے کے لئے مولوی عبدالحق صاحب
اہل فقہہ دہلی مع مولوی احسان علی و مولوی سعید الدین صاحب مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ بھی مرشد آباد پہنچ گئے
سامعین کے اجتماع کا اندازہ پندرہ ہزار کیا گیا تھا کئی روز تک مناظرہ ہوتا رہا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اہل حدیث
حضرات نے دہلی سے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب کو شرکت کی دعوت دی مگر مولانا مرحوم نے
مناظرہ کی شرکت سے انکار فرما دیا۔ علماء احناف نے مولانا حقانی کو مدعو کیا۔ مولانا کچھ علیل تھے اس لئے آپ نے بھی اپنی
معدوری کا اظہار کر دیا آخر مولانا ہدایت الرسول اور مولانا سعید الدین صاحبان دہلی آئے اور مولانا کو مجبور کر کے مرشد آباد
لے گئے۔ یہ خادم اور مولانا عبد الرشید نعمانی ہمراہ تھے یہ مناظرہ ایک بڑے ہڈال میں ہو رہا تھا۔ مولانا حقانی کے پہنچنے پر خوشی
اور مسرت کے نعرے بلند ہو گئے مولانا حقانی نے کھڑے ہوتے ہی فرمایا کہ میں ابھی آیا ہوں مجھے علم نہیں کہ بحث کا موضوع
کیا ہے اور کون کون سے مسائل زیر بحث ہیں جن کو مجھے ثابت کرنا ہے میں ثالث حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ اسپر
رہنوی ڈالیں تاکہ اسی کے مطابق گفتگو کی جاسکے ثالثوں میں سے جج صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ بحث کچھ ایسے طریقہ پر ہو رہی ہے
کہ جس کو ہم ایک پورے طور پر سمجھ ہی نہیں سکے لہذا آپ ہی فریقین سے مشورہ کے بعد بحث کا موضوع قرار دے لیں اور اس
قلمبند کرادیں جن پر بحث کرنی ہے تاکہ ہم کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں مولانا نے فرمایا اگر آپ حضرات مقررہ وقت سے علاوہ دس
دیس تو میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں چنانچہ وقت دیا گیا مولانا نے فرمایا کہ ہم دونوں فریق مسلمان ہیں اطمیناناً و طوعاً و
ہم دونوں کا ایمان ہے۔ ہمارا ایک شان اور ایک سبیل ہے۔ اصول اسلام نماز روزہ حج زکوٰۃ کو ہم دونوں فرض سمجھتے ہیں
اس لئے ہم میں کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے صرف ایک پھولے سے مسئلے پر اختلاف ہے جس کی وجہ سے یہ اختلافیہ مسائل پیدا ہو
ہیں اور وہ ہے تقلید شخصی اگر اس مسئلے پر متفق ہو جائیں تو جملہ مسائل خود بخود حل ہو جائے ہیں پھر ہم میں کوئی اختلاف باقی
نہیں رہتا میں اپنے فاضل مخاطب سے دریافت کرتا ہوں کہ میں نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ کہاں تک درست ہے مولانا ابراہیم صاحب
بنگال نے فرمایا کہ مولانا حقانی نے جو کچھ فرمایا وہ بالکل درست ہے اصل جھگڑے کا باعث تقلید شخصی ہے۔ اس پر حکم
صاحبان نے کہا کہ پھر اسی مسئلے پر کیوں نہ بحث ہو جائے تاکہ یہ جھگڑے ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں اس پر فریق ثانی کی طرف سے آواز

اٹھیں کہ تقلید شخصی کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس پر مولانا حقانی نے فرمایا کہ میں انشاء اللہ تقلید شخصی ہی کو ثابت کروں گا میرا دعویٰ ہے کہ بغیر تقلید شخصی ذہنی کوئی کام درست ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ تقلید شخصی پر بحث شروع ہوئی مولانا حقانی نے دو گھنٹے کی بحث میں تقلید شخصی کو اس خوبی سے ثابت کیا کہ دانشوروں نے بے ساختہ شخصیں دآفریں کے نعرے بلند کئے اور اعلان کیا کہ حقیقتاً بغیر تقلید شخصی کے چارہ کار نہیں مولانا حقانی نے اسکو ثابت کر دیا ہے۔ جان محمد عارف

حمیت اسلام اور تبلیغی خدمات

ذات باری نے مولانا حقانی کی رگت گت میں حمیت اسلامی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ادا تل عمری سے آپ زندگی کے ہر شعبے کو اسلامی زاویہ نظر سے دیکھتے تھے تبلیغ اور اشاعتِ اسلام سے آپ کو کچھ خاص شفقت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تبلیغی شعبہ قائم کرنے پر زور دیا تھا جب کبھی اعدائے اسلام نے اسلام کے مقاصد و مسود چہرے کو اپنے مہودہ اور اعتراضات سے گردا گرد کرنا چاہا آپ سینہ سپر ہو گئے اور زندان شکن جواب دیتے تھے کہ اسکو راہ فراری اختیار کرنا پڑی سنہ ۱۸۸۰ء کا آخری دور مسلمانوں کے لئے ایسا نامساعد دور تھا کہ انگریزی حکومت ہندوؤں سے تو کچھ زیادہ مخالف نہ تھی مگر مسلمانوں کو ہر وقت وہ خطرے کی نظر سے دیکھتی تھی گو حضرت شاہ اعلیٰ شہید حضرت سید احمد کا علم جہاد سکھوں کے خلاف تھا مگر مسلمانوں کے جوش جہاد کو حکومت نے بغور دیکھا تھا اس لئے وہ یہ چاہتی تھی کہ انہیں اس قدر دبا دیا جائے کہ یہ سہراٹھانے کے قابل نہ رہیں۔ جا بجا عیسائی مشن لکھو گئے عیسائی مشنریوں کو خفیہ ہدایت تھی کہ مسلمانوں کو جس طرح بھی ہوزیادہ سے زیادہ عیسائی بنایا جائے مسلمان عورتوں کو بے پردہ اور آزاد ہونے کی ترغیب اور تعرض دیا کہ عیسائی بنایا جائے چنانچہ دہلی میں نجیب الدولہ کی حویلی میں جو بارہ روزی نواب وزیر کے متصل بہر سعادت خاں کے کنارے پر تھی مشن قائم ہوا۔ عیسائی عورتیں تعلیم دینے اور بچوں کے علاج معالجے کے حیلے سے مسلمان گھروں میں جاتی تھیں اور بھولی بھالی لڑکیوں کو نکال کر کے مشن بیانی تھیں اور عیسائی مبلغ مسیحی فچپوری کے سامنے منہز کی پٹری پر کوچہ نیاں کے مقابل گھنٹہ گھر کے نیچے اور فوارہ پر کھڑے ہو کر علی الامان اسلام پر ریکہ حملے کرتے تھے اگر کوئی مسلمان مقابلہ پر آتا تھا تو وہ پولیس کے شکنجے میں آسا جاتا تھا کئی مسلمان خاندان عیسائی ہو گئے جن میں عماد الدین احمد مسیح بھی تھے جو پارسی کے لقب سے مشہور ہوئے تھے انہی کے ذریعہ اسلام سے ناواقف مسلمانوں کو گمراہ کیا جاتا تھا دہلی کے ایک معزز خاندان کی دو لڑکیاں غور موگر مشن پہنچ گئیں جس سے مسلمانوں میں سخت ہیجان پیدا ہو گیا اس وقت مولانا حقانی نے شہر کے معزز اور ذہنی ہوش مسلمانوں کو مدعو کر کے اس فتنہ کے سدباب کی طرف توجہ دلائی چنانچہ ایک دفعہ حافظ عزیز الدین وکلی مرحوم کی سرکردگی میں رحمن گتے ناہ سے کوچہ پنڈت دہلی میں گلی عزیز الدین گورنر پنچا کے پاس پہنچا اور مسلمانوں میں یہ تحریک چلائی کہ عیسائی عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ آنے دیں اسی دور میں کچھ عیسوی مسلمان ایک دم مشن میں آ گئے اور کئی لڑکیوں کو بزدستی لگا لیا اسے پولیس نے بہت سے مسلمانوں کو گرفتار کر کے ٹری سختی کی مولانا نے ایک جماعت بنائی تاکہ ان بے گناہ مسلمانوں کے مقدمات کی پیروی کرے اور کچھ مسلمان ایسے تیار کئے جو عیسائی مبلغوں کی تقریروں میں رکاوٹ ڈالتے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کو اپنی پالیسی بدلنا پڑی مسلمانوں کو

کر دیے گئے اور عیسائی عورتوں کو حکومت کی طرف سے یہ ہدایت ہو گئی کہ جب تک مسلمان ان کو طلب نہ کریں ان کے گھروں میں نہ جائیں۔

ابھی یہ عیسائی فتنہ پورے طور پر دبا نہیں تھا کہ ہندوؤں میں سوامی دیانند پیدا ہو گئے۔ پہلے دیانند جہلزے سناتن دھرم میں کو آریہ بنانے کی کوشش کی جب ان کو قدیم ہندوؤں میں کامیابی نہ ہوئی بلکہ قدیم ہندوؤں کے دشمن ہو گئے تو آریوں کو مایوس ہو کر سوچنا پڑا کہ ہندوؤں میں مقبول ہونے کے لئے کیا قدم اٹھایا جائے چنانچہ دیانند کی کتاب ستیا رتھ پرکاش میں چودھویں باب کا اضافہ کیا گیا جس میں اسلام اور حضور رسول کریم پر بیک حملے کئے گئے نتیجہ یہ ہوا کہ کسی دل چلنے والے امرتسر میں سماجی دیانند کے جانشین لیکچرر ام کو قتل کر دیا جس روز لیکچرر ام کا قتل ہوا مجھے یاد ہے کہ رات کو بارہ بجے کے قریب حقانی منزل میں پولیس آگئی اور مولینا حقانی کے خاص کرے کو سر بمبر کر دیا گیا دوسرے روز معلوم ہوا کہ حافظ عزیز الدین وکیل مولوی اموجان اور حافظ عبدالعزیز پوراکر چرم کے یہاں بھی پولیس نے انتہائی کوشش کی کہ سازش کا الزام لگا کر ان تینوں بزرگوں کو گرفتار کرے مگر محمد لٹہرہ کہ پولیس کی تلاشی میں ان حضرات کے ہاں سے کوئی چیز ایسی برآمد نہیں ہوئی جس کی بنا پر یہ تھوڑا سا جتا لیکچرر ام کے قتل کے بعد آریوں نے یہ طے کیا کہ قدیم ہندوؤں کو چھوڑ کر صرف مسلمانوں کے خلاف ہم چلانی جائے تاکہ جیسے آریہ مسلم سوال کے ہندو مسلم سوال پیدا ہو جائے اس قرارداد کے بعد اسلام کے خلاف تحریک اور تقریریں لاف گداز شروع ہو گیا۔ چنانچہ گردن کا ٹکڑے کا ایک پنڈت جو شرمہا جی کے نام سے پکارا جاتا تھا دہلی آیا اور اسلام پر سخت حملے شروع کر دیے جس سے ہندو مسلم فساد کا اندیشہ ہو گیا حکومت کو توجہ دلائی گئی حکومت نے زمین گھنٹے کے ٹولس سے اسکو دہلی سے نکال دیا اب ایک بڑی جماعت آریوں کی ریاست بھرت پور متھرا وغیرہ اضلاع میں پہلی گئی تاکہ ملک اندر چوٹوں کو مزید بنایا جائے ملک اندر چوٹوں کو اس لئے سب سے پہلے نشانہ بنایا گیا کہ وہ اسلام سے قطعی واقف نہ تھے صرف ناک کے مسلمان تھے جو کنیش محمد اور رام خاں جیسے نام رکھتے تھے پہلے تو انہی ناکوں کو اتنا متھرا پور میں پھیرے کرانا تھا مرنے کے بعد فتنہ کرتے اور منہ جلس کر دین کرتے تھے بجائے مسلمانوں کے اپنے آپ کو اور متھرا پور کہتے تھے یعنی نصف ہندو نصف مسلمان جو بھرت پور، اگرہ متھرا وغیرہ اضلاع میں چھ لاکھ سے زائد کی تعداد میں آباد ہیں سب پہلے محاذ آریوں نے ڈیک ریاست بھرت پور کو بنایا اور جہ بھرت پور کی امی اڑھی حاصل کر لی مولینا کو جب یہ علم ہوا تو مولوی محمد حسین گنگھی والوں کو جو ایک چھے مناظر اور سماجی عالم تھے گئی اور مبلغوں کے ساتھ ریاست بھرت پور بھیجا اور وہی میں خاص خاصا علماء اور صاحب دردمسلمانوں کو جمع کر کے تمام کیفیت سنا کر آریوں کے ہنس فتنہ کا مقابلہ کر کے طرف سے توجہ دلائی یہ واقعہ ۱۹۱۳ء کلکتہ مولینا حقانی کی تحریک کامیاب ہوئی اور وہی میں مولینا حقانی کی زیر سرپرستی انجمن ہدایت الاسلام قائم ہو گئی۔

انجمن ہدایت الاسلام دہلی | انجمن ہدایت الاسلام کا شعبہ مالیات دہلی کے بہت ہی باخیر بزرگ حاجی محمد سخی سوری اور شیخ محمد عثمان آزاد میرا نجام کے والد حاجی عبدالصمد کے سپرد ہوا اور قرار پایا کہ فی الحال کم از کم پیشی ذی علم اور صاحب تہذیب مبلغ متحرک کے فوراً ملک اندر چوٹوں میں بھیجے جائیں اور ان کو سفر خرچہ کے علاوہ ان کے اہل و عیال کے گزارے کے لئے ذیلی آف بھی

دیے جائیں چنانچہ مولانا مفتی کفایت اللہ مرحوم مغفور کی خدمات دفتر کے اہم کے لئے حاصل کی گئیں مولانا موصوف کے مشورے سے مبلغین فریج کے گئے اور مبلغین کو یہ بھی ہدایت تھی کہ خاص خاص موضع میں مکاتب بھی قائم کریں تاکہ ملکاتہ راجپوتوں کے بچوں کو اپنی تعلیم دیکھنے کے لئے خود آریوں کا مقابلہ کر کے اپنی قوم کو ارتداد سے بچانے کے لئے تیار ہو سکیں جا بجا ملکاتوں کی بیچہمتی قائم کر کے ان کو آمادہ کر لیں کہ آریہ کے گاؤں میں نہ آسکیں۔ یہ سب شعبے میں ایسے مبلغ رکھے گئے جو آریہ مبلغین کے مقابلہ میں جا کر مناظرہ کر سکیں۔ مولانا کی تحریک پر ۱۹۰۸ء میں انجمن کی زیر سرپرستی ایک مہینہ دار اخبار "الہدایت" جاری ہوا۔

اخبار الہدایت اخبار "الہدایت" کا اہتمام میرے سپرد تھا۔ ادارت مولوی عبد الوہاب بکراہی کے سپرد۔ اس اخبار میں نیا نیا اسلام کے جوابات کے علاوہ انجمن ہدایت الاسلام کی خدمات مبلغین کی رپورٹوں کا خلاصہ اور انجمن کے آمد و خرچہ کا ماہوار گوشوارہ بھی شائع ہوتا تھا۔ جہاں تک میری معلومات میں کہہ سکتا ہوں کہ ۱۹۰۸ء میں بچپن کے قریب ملکاتہ دہلی میں اس انجمن کے مکاتب تھے۔

ہدایت الاسلام دہلی اس انجمن کے زیر اہتمام آریوں سے مختلف مقامات اور دہلی میں سترہ مناظرے بھی ہوئے۔ دہلی میں دو مناظرے بڑے بہیمانہ ہوئے۔ آخری مناظرہ سوامی دیانند سرتوئی کے دوسرے جانشین سوامی درشناند سے بارہ ہندو راویوں میں ہوا۔ اس وقت مولانا حقانی کلکتہ گئے۔ اس مناظرہ میں علامہ دہلی مولانا ثناء اللہ مٹھری اور مولانا معین الدین جمہیری کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ اس وقت انجمن کے اہتمام مولانا محمد یونس صاحب مدرس دارالعلوم معینہ اور خطیب شجاعی مسجد جمہیر تشریف لے گئے۔ یہ مناظرہ گئی روز تک ہوا۔ آخر کلکتہ سے مولانا حقانی تشریف لائے۔ ہونگہ ورتنا سچ کی بحث کو ختم کر کے مناظرے کو اثباتِ توحید پر لے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ سوامی دیانند جی نے ستیا رتھ پر کاش میں بڑے شدید مدد سے دعویٰ کیا ہے کہ وہ مذہب سماں مذہب نہیں ہو سکتا جس میں توحید نہ ہو اور وہ ایک دھرم ہی توحیدی دھرم ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس وقت سوامی اسلام کے دنیا میں کوئی توحیدی مذہب نہیں ہے۔ ساڈھی میرا یہ دعویٰ ہے کہ وہ بڑے صاحبِ اعصاب پرستی اور عناصر پرستی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ روز ذریعہ بحث میں مولانا نے اپنے دعوے کو ثابت کر دیا۔ اس انجمن کی اسمبلی کا اندازہ اس کے دفتر ہستین کی شخصیتوں سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ انجمن کے اہتمام کی خدمت جن ہاتھوں میں رہی وہ یہ ہیں :-

(۱) مولانا مفتی کفایت اللہ

(۲) مولانا محمد یونس صاحب مدرس دارالعلوم معینہ و خطیب جمہیر تشریف

(۳) مولانا رفعت اللہ بدایونی

(۴) مولانا محسن الدین مستشرق لاہوری وغیرہ

مدرسہ عالیہ کلکتہ کی مدرسہ ۱۹۱۱ء میں مولانا حقانی کو مخبر کیا گیا کہ وہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کی مدرسہ

کی خدمت انجام دیں مولانا موصوف اس وقت زیادہ کمزور ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ نے عذر و معذرت کی۔ مگر آخر

مجبور ہو کر اس خدمت کو قبول کر لیا اور کلکتہ تشریف لے گئے۔ وہاں کی آپ نے ہونے کی صحت پر برا اثر ڈالا چنانچہ ۱۹۱۶ء

کے آخر میں علیل ہو کر دہلی تشریف لے آئے اور ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۶ء کو اکثر سال کی عمر میں آپ کا

وصال ہوا۔ انالشیہ راتاً البیہ را حجون۔ ۱۳ جمادی الاول کی صبح کو مولانا امین الدین بانی مدرسہ

امینیہ دہلی مولانا کفایت اللہ اور مولانا کرامت اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہم نے آپ کو غسل دیا۔ تقریباً ایک لاکھ

مسلمانوں نے جنازے میں شرکت کی۔ حضرت مولانا اخوند محمد عمر نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت خواجہ باقی باللہ

نور اللہ مرقدہ کے مزار اقدس کے قریب مدفون ہوئے۔

حکیم محمد اسحق حقانی

۲۹ جنوری ۱۳۳۷ھ

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۰	نہ اس کے لئے کوئی مکان ہے	۱۸	حجۃ اول بہ برہان تمانع	۱	مقدمہ
۳۱	شکل و صورت ہے	۱۸	حجۃ دوم	۲	وجہ تسمیہ علم کلام
۳۱	نہ پورے ہے نہ جوان ہے	۱۸	حجۃ سوم	۳	شرف کلام
	کھانے پینے پیشاب و پاخانے	۱۹	حجۃ چہارم	۴	آئمہ علم کلام
	اور صحت و مرض خوشی و رنج	۲۰	قدیم	۳	اشاعرہ
۳۲	وغیرہ سے پاک ہے۔	۲۰	حی	۳	ذکر حدیث معتزلہ
	وہ کسی کا ہم جنس اور نہ کسی کے	۲۰	قدیر	۵	رائے میں غلطی ہونے کا سبب
۳۲	ساتھ مشابہ نہ کسی کے ساتھ ہے	۲۱	حکمائے یونان، نصاریٰ اور منبر	۱۰	فصل اول
۳۲	وحدت الوجود	۲۲	مرید	۱۱	مقدمہ اول
	وہ نہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے اور	۲۲	علیم	۱۱	مقدمہ دوم
۳۳	نہ کوئی چیز اس میں حلول کر سکتی ہے	۲۳	سمیع	۱۲	دلیل برحدیث اعیان
	اس کی ذات و صفات کو کبھی فنا	۲۳	بصیر	۱۲	دلیل ازقرآن
	اور تغیر نہیں نہ وہ کسی کی اولاد سے	۲۶	صفت تکوین	۱۳	ازاحادیث
۳۴	ہے نہ کوئی اس کی اولاد ہے		ازل سے ابد تک اس کی سب	۱۳	تصرف عالم اللہ کی دلیل ہے
۳۴	کوئی چیز اس پر واجب ضرور نہیں	۲۷	صفات بے تفاوت اس میں موجود ہیں	۱۴	ترتیب عالم
	کوئی چیز اس کے علم اور قدرت	۲۸	فصل سوم تشریحات کی بیان ہیں	۱۴	تدبیر عالم
۳۶	سے باہر نہیں۔	۲۸	وہ کسی کا محتاج نہیں	۱۷	فصل دوم صفات کے بیان ہیں
۳۶	اس حکم کو کوئی پھیر نہیں سکتا۔	۳۰	نہ اس کے لئے کوئی زنگہ ہے بولہ	۱۷	وصف وحدت

۷۷	دلیل عقلی	۵۲	امر چہارم	۳۵	سب علیوں سے پاک ہے
۷۸	وجہ اول	۵۲	امر پنجم	۳۵	خدا تعالیٰ کے نام
۷۸	وجہ دوم	۵۵	امر ششم	۳۵	فصل چہارم رسالت عامہ کے اثبات میں
۷۸	وجہ سوم	۵۶	امر ہفتم	۳۶	دلیل اول
۷۸	مشبہ	۵۶	پہلی بشارت	۳۶	دلیل دوم
۷۸	جواب اول	۵۷	وجہ اول	۳۶	دلیل سوم
۷۹	جواب دوم	۵۷	وجہ دوم	۳۶	وہ راست باز نیکو کار اور کبیرہ صغیرہ
۷۹	آنحضرت تمام خلق کے	۵۸	وجہ سوم	۳۸	گناہ سے پاک تھے۔
۷۹	بنی میں	۵۸	وجہ چہارم	۳۸	احکام الہی کے پہنچانے میں کوتاہی نہ
۸۱	معراج	۵۹	وجہ پنجم	۴۱	کرتے تھے۔
۸۱	سوال	۵۹	وجہ ششم	۴۲	کوئی نبی اپنی بتوت سے معزول نہیں ہوا،
۸۲	جواب	۵۹	بشارت دوسری	۴۲	اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے
۸۲	سوال	۶۰	بشارت تیسری	۴۲	اور موافق مقبول اور مخالف مردود ہے
۸۳	جواب	۶۱	بشارت چوتھی	۴۲	فصل پنجم حضور کی شان میں
۸۳	اسی طرح آپ کی اُمت	۶۱	بشارت پانچویں	۴۲	مقدمہ
۸۴	سب امتوں سے افضل ہے	۶۲	بشارت چھٹی	۴۳	معجزہ قرآن
۸۵	اجماع کے سند ہونے میں	۶۶	بشارت ساتویں	۴۵	دوسری برہان
۸۵	سوال و جواب	۶۷	بشارت آٹھویں	۴۶	تیسری برہان
۸۶	تمام انبیاء پر ایمان	۶۸	مقدمہ اولیٰ	۴۶	اعجاز قرآن ہر دلائل
۸۶	چھٹی فصل کتب الہیہ کے	۷۲	تبیخ از ابو محمد عبدالحق مصنف کتاب	۴۹	دوسری دلیل
۸۶	بیان میں۔	۷۵	خطاب بہ اہل کتاب	۵۰	تیسری دلیل
۸۷	کتب سماوی	۷۷	بحث دوسری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۵۰	چوتھی دلیل
۸۹	قرآن مجید	۷۵	کے خاتم النبیین ہونے میں	۵۱	پانچویں دلیل
۹۳	ترتیب قرآن مجید	۷۷	سوال	۵۲	حضور کی رسالت کے مسئلہ میں ہو کر ہی
۹۵	عثمان غنی رضی	۷۷	جواب	۵۲	اہل اول
۹۷	جو کچھ قرآن میں ہے حق ہے	۷۷	تیسری بحث آپ کے سب انبیاء	۵۳	امر دوم
۹۷	قرآن کے ظاہری معنی	۷۷	سے افضل ہونے کے بیان میں	۵۳	امر سوم

۱۲۲	قدریہ کے دلائل	۱۲۱	بحث دوم	۹۸	اول قرآن
۱۲۲	اعمال کا تخلیقی قضا و تقدیر کے	۱۲۲	بحث سوم	۹۹	دوم سنت
۱۲۲	انسان اپنے افعال میں مختار ہے	۱۲۳	بحث چہارم	۱۰۱	تدوین کتب احادیث
۱۲۴	اللہ کی رضا اور نازاگی	۱۲۴	ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہے	۱۰۲	طبقات کتب احادیث
۱۲۴	قدرت عباد کا ذکر	۱۲۴	عذاب موت کے بعد ایمان	۱۰۲	طبقہ اولیٰ
۱۲۵	انسان استطاعت پر مکلف ہے۔	۱۲۵	مقبول نہیں	۱۰۳	طبقہ دوم
۱۲۸	بلا استطاعت مکلف نہیں	۱۲۵	کبیر گناہ سے ایمان نہیں جاتا	۱۰۳	طبقہ سوم
۱۲۹	خالق افعال	۱۲۶	گناہ صغیرہ	۱۰۴	طبقہ چہارم
۱۲۹	انسان کی بے دخلی	۱۲۶	مومن کامل بلا عذاب جنت میں جائے گا۔	۱۰۴	وضا عین حدیث
۱۲۹	ہدایت و گمراہی کا اختیار	۱۲۶	مومن ناقص کا بلا عذاب جانا	۱۰۵	حدیث سے متعدد علوم پیدا ہوئے
۱۵۱	اولیاء کرام کی کرامتیں حقیقی ہیں	۱۲۸	مشیت پر ہے۔	۱۰۶	اجماع امت
۱۵۳	کرامت میں حکمتیں	۱۲۹	خوارج اور معتزلہ	۱۰۸	قیاس مجتہدین
۱۵۴	اولیاء کرام اللہ کے محتاج ہیں	۱۲۹	کافر اور مشرک ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔	۱۱۰	ائمہ مجتہدین
۱۵۴	اطلاع غیب یا کشف	۱۳۱	کفر کسے کہتے ہیں۔	۱۱۰	تعلیق پر دلیل اول
۱۵۵	اولیاء اللہ مستجاب لدعوات ہوتے ہیں۔	۱۳۱	مشرک کسے کہتے ہیں۔	۱۱۱	دوسری دلیل
۱۵۵	نبی اور ولی میں فرق	۱۳۲	بدعت کسے کہتے ہیں۔	۱۱۳	طبقات فقہاء
۱۵۵	احکام شرعی کسی کو معاف نہیں کرتا ہے۔	۱۳۳	فرقہ ناجیہ	۱۱۴	طبقات مسائل حنفیہ
۱۵۶	توبہ کا بیان	۱۳۵	خوارج کا وجود	۱۱۵	اعتراض شخص اور اس کا جواب
۱۵۶	دنیا میں سب کی حاجت روائی کرتا ہے۔	۱۳۶	شیعہ کا وجود	۱۱۵	تنبیہ
۱۵۸	شرط قبولیت دعا	۱۳۹	وجہ اول اہل سنت کے حق ہونے کی	۱۱۶	معتبر کتب
۱۶۰	دعا کا اثر نہ ہونے میں حکمت	۱۳۹	دوسری وجہ	۱۱۶	جمہد سے اجتہاد میں کبھی خطا بھی ہو جاتی ہے۔
۱۶۰	وہ کسی چیز کا پابند و مجبور نہیں	۱۴۰	مسائل جزئیہ میں اختلاف کی وجہ	۱۱۶	فرشتے
۱۶۱	منظر ابوالحسن ابوعلی جانی	۱۴۱	انسان کے تمام افعال کا خالق اللہ ہے۔	۱۱۸	مشغول عبادت میں
				۱۱۸	نافرمانی نہیں کرتے
				۱۱۹	سب سے مقرب چار ہیں
				۱۱۹	ایمان کی برائیت پر بحث اول

۲۲۵	نثر الطامامت	۱۹۱	ذکر خلافتِ حججہ	۱۶۱	موت کی تخلیق
۲۲۶	عقیدہ سنیہ امامیہ	۱۹۱	ذکر ردخان	۱۶۲	مہنود کا عقیدہ
۲۲۸	امام کی تعریف	۱۹۲	طلوع آفتاب کا بیان	۱۶۲	اہل کتاب کا عقیدہ
۲۲۸	امام کی معزولی	۱۹۲	دابۃ الارض کا بیان	۱۶۲	اہل اسلام کا عقیدہ
۲۲۹	امامت ابو بکرؓ	۱۹۳	ہوا کا بیان	۱۶۳	تنبیہ
۲۳۰	امام عمرؓ	۱۹۳	کفار حبشہ کا بیان	۱۶۳	قبر کے متعلق
۲۳۰	امامت عثمانؓ	۱۹۴	آتش کا بیان	۱۶۴	دلیل عقلی
۲۳۱	امامت علیؓ	۱۹۵	صور پھونکنے کا بیان	۱۶۴	عالم برزخ اور عالم حشر
۲۳۲	امامت حسنؓ	۱۹۶	دوسری مرتبہ صور پھونکا جانا	۱۶۴	عالم برزخ کے ثواب و عذاب کا ثبوت
۲۳۲	شہادت حسینؓ	۱۹۸	تفصیل حشر	۱۶۶	احادیث سے
۲۳۳	ترتیب خلافت	۱۹۹	مومن و کافر کے اعمال کا محاسبہ	۱۶۸	علیین اور سجنین
۲۳۴	خلافت کے بعد	۲۰۲	ذکر میزان	۱۶۹	محدودوں کے چند شبہات اور ان کے جوابات
۲۳۵	نماز جنازہ	۲۰۳	حشر پر سوالات و جوابات	۱۶۹	سب کفار کو اور بعض کفار کو مومنوں
۲۳۶	موزوں پر مسح کرنا درست ہے	۲۰۴	خدا پرست بت پرست اور دہریوں میں	۱۷۲	کو قبر میں عذاب ہوگا۔
۲۳۶	مبشر حبت	۲۰۵	حوض کوثر	۱۷۳	مومنین کو وہاں عیش و آرام ہوگا
۲۳۸	عظمت صحابہ	۲۰۶	پل صراط	۱۷۳	صنفظہ قبر کا بیان
۲۲۶	مناقب صحابہ از حدیث	۲۰۸	ذکر شفاعت	۱۷۴	ایصال ثواب
۲۲۶	مناقب ابو بکرؓ	۲۱۱	اعراف کا بیان	۱۷۶	معتزلہ اور ان کا جواب
۲۲۶	مناقب عمرؓ	۲۱۲	دوزخ کا بیان	۱۷۶	فقہی تفصیل
۲۲۸	مناقب عثمانؓ	۲۱۶	جنت کا بیان	۱۷۸	علامات قیامت میں
۲۲۹	مناقب علیؓ	۲۱۹	انجیل سے جنت کا بیان	۱۷۹	علامات نسغری
۲۵۱	کفر کے بیان میں	۲۲۰	دوزخ اور جنت اب بھی موجود ہیں	۱۸۱	علامات کبریٰ
۲۵۲	کلمات کفریہ کی قسم اول	۲۲۱	اہل جنت کو فنا نہیں	۱۸۲	اہم مہدو کے متعلق تفصیل
۲۵۳	قسم دوم	۲۲۲	جنت میں دیدار الہی	۱۸۶	دجال کا حال
۲۵۳	قسم سوم	۲۲۲	معتزلہ کا شبہ	۱۸۷	دجال سے استدراج کا طریقہ
۲۵۳	قسم چہارم	۲۲۳	دوسرا شبہ	۱۸۷	علیؓ علیہ السلام کا نزول
۲۵۵	وصیت	۲۲۴	خاتمہ الکتاب	۱۸۹	یا جوج و ماجوج کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَىٰ ذَوَالِهِ - وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ بِقَدْرِ حُسْنِهِ وَبِحَمْدِهِ وَعَلَىٰ اَهْلِ بَيْتِهِ وَآلِهِ

مقدمہ انسان خیال کرے کہ دنیا میں ہمیشہ کوئی نہیں رہا آخر ہر شخص ایک روز یہاں سے جائیگا اور آخرت میں اپنا کیا پائے گا پس ضرور ہے کہ یہاں سے کمال حاصل کرنے جاوے تاکہ وہاں کے عذابوں سے بچے اور عیش و آرام دائمی پاوے اور وہ کمال یہ ہے کہ اپنے خالق کے سب احکام کو جانے اور ماننے اور ان احکام کی دو قسم ہیں ایک وہ کہ جن میں ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء کے عمل کی حاجت ہو جیسے نماز۔ روزہ۔ حج و زکوٰۃ دوسرے وہ کہ جن میں اعضاء کے عمل کی احتیاج نہ ہو بلکہ ان کا صرف مان لینا ہی کافی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا اور اس کو سمیع و علیم و بصیر سمجھنا یا قیامت اور جنت و دوزخ کو حق سمجھنا۔ علماء رحمہم اللہ نے لوگوں کی آسانی کے لئے قرآن و احادیث سے پہلی قسم کے احکام کو نکال کر تفصیل سے جدا مرتب کیا اور اس علم کا نام فقہ رکھا اور دوسری قسم کے احکام کو الگ تفصیل سے لکھا اور اس کا نام عقائد رکھا۔ سوال۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں یہ علم تدریس نہ ہوئے تھے پھر کیونکر دینی علوم ہو گئے جو اب اس وقت خیر میں کہ جس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بول فرمایا ہے۔

خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ۔ ان علوم کی تدریس اور ترتیب کی احتیاج نہ تھی کس لئے کہ حضرت کی برکت صحبت سے ان لوگوں کے ذہن صاف اور طبیعتیں پاک تھیں کج طبع اور اہل فساد بھی کم تھے۔ پھر جب اس زمانہ کے بعد طرح طرح کے واقعات پیش آئے علماء نے انہیں احکام کو جو مجملاً قرآن اور احادیث میں مذکور تھے مرتب اور مدلل کر کے باب اور فصول وار حسب احتیاج ان کے مواقع پر تفصیل سے

۱۰ اچھا دور میرا ہے پھر ان لوگوں کا دور کہ اس کے بعد ہے پھر وہ کہ اس کے بعد ہے رواہ البخاری ۱۲ منہ

الگ الگ جمع کر دیا علیٰ ہذا القیاس روز بروز اور بہت سے علوم کہ جن کی طرف حاجت پڑتی گئی تدریس ہوتے گئے۔

وجہ تسمیہ علم کلام | اور اس علم عقائد کو علم کلام بھی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب یہ علم تدریس ہوا تو ہر مسئلے کے اول میں بجائے لفظ بیان اور بحث کے لفظ کلام لایا کرتے اور یوں کہا کرتے تھے اَلْکَلَامُ فِیْ کَذَا یعنی کلام شروع ہے فلاں مسئلہ میں پس اس سبب سے اس کو علم کلام کہنے لگے یا اس وجہ سے کہ اس علم کی بنا اکثر نقلی اور عقلی دلیلوں پر ہے لہذا اس سے مخالف کے دل میں بڑی تاثیر ہوتی ہے بخلاف ان علوم کے کہ جو فقط عقلی یا نقلی ادلہ پر مبنی ہوں اور کلام مشتق کلم سے ہے کہ جس کی معنی لغت میں زخم کرنے کے ہیں چونکہ یہ علم مخالف کے دل میں بسبب زیادتی تاثیر کے زخم کرتا ہے اس کو کلام کہنے لگے۔ یا یہ وجہ ہے کہ کلام الہی کی اس علم میں زیادہ تحقیق ہے اس لئے اس کو کلام کہنے لگے۔ یا یہ وجہ ہے کہ جس طرح حکما ریونان نے منطق کو رد کہ جس کے مقابل کے رد کرنے کو منطق یا گویائی پیدا ہو جاتی ہے (تدریس کیا اس کے مقابلہ میں حکمائے اسلام نے مخالفوں کے رد کرنے کے واسطے علم کلام (کہ جس کے سبب سے مخالف کے سامنے کلام کرنے کی قدرت پیدا ہو جاتی ہے) تدریس کیا پس جس طرح منطق کو بسبب قوت دینے منطق کے منطق کہنے لگے اسی طرح اس علم کو بسبب قادر کرنے اور کلام کرنے کے کلام کہنے لگے۔

شرف کلام | یہ علم سب دینی علموں سے اشرف ہے کیونکہ اس میں عقائد دینی کا ذکر ہے اور عقیدے کی صحت پر سب عبادات کا مدار ہے کیونکہ اگر عقیدہ خراب ہے تو کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی اور یہ سب علوم دینیہ کی اصل بھی ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات خصوص کلام اور ثبوت وغیرہ ایسی چیزوں کا ثبوت ہے جن پر سب علوم دینیہ کا مدار ہے پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ اول اس علم کو حاصل کرے تاکہ عقائد درست ہو جائیں اس کے بعد سب عبادات درجہ قبولیت پاویں فائدہ اس علم کا یہ ہے کہ اپنے عقائد درست کر کے جنت الفردوس میں ہمیشہ آرام پاوے اور دوزخ کے سخت عذابوں سے کہ جو بسبب فساد عقیدے کے ہوں گے چھوٹ جاوے۔

ائمہ علم کلام | ابو منصور ماتریدی کہ جو تین واسطے سے امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں اور

جو ستین سو تینتیس ہجری میں فوت ہوئے اور ماتریدہ عقائد کے قریب ایک گاؤں ہے وہاں کے رہنے والے تھے اور ابو حسن اشعری کہ جو قریب اسی زمانے کے تھے یہ دونوں شخص اہل سنت و الجماعت کے عقائد میں امام ہیں مسئلہ تکوین وغیرہ چند تحقیقات میں ان کا باہم اختلاف ہے باقی ہر مسئلہ میں متفق ہیں۔

اشاعرہ | سو مسئلہ اختلافیہ میں شافعیہ، امام ابو حسن اشعری کے تابع ہیں اس وجہ سے ان کو اشعریہ کہتے ہیں اور حنفی امام ابو منصور کے تابع ہیں اس سبب سے ان کو ماتریدیہ کہتے ہیں اور اہل سنت شافعی حنبلی مالکی حنفی ہیں اور اہل حدیث بھی ان ہی میں داخل ہیں ان متقدمین کے عہد میں علم عقائد میں وہ عقائد دینیہ کہ جو قرآن و احادیث سے ثابت تھے مذکور ہو کر تھے منطق اور فلسفہ کو دخل نہ تھا جس طرح کہ فقہ اکبر امام ابو حنیفہ کی کتاب ہے البتہ متقدمین فرقہ معتزلہ کے رد کرنے کا زیادہ اہتمام کرتے تھے تاکہ عوام ان کے دام میں نہ آویں۔

ذکر حدوٹ معتزلہ | معتزلہ کے حدوٹ کا یوں قصہ ہے کہ ایک شخص واصل بن عطاء شیخ حسن بصری کی مجلس میں یہ کہنے لگا کہ کبیرہ گناہ کرنے سے نہ مومن رہتا ہے نہ کافر ہوتا ہے حسن نے فرمایا قَدْ اِعْتَزَلَ عَنَّا بَعِيْنٌ یہ شخص ہم جمہور اہل اسلام سے الگ ہو گیا سو اسی روز سے واصل کے گروہ کو معتزلہ کہنے لگے۔ علیٰ ہذا القیاس جو لوگ جمہور اہل اسلام سے عقائد میں مخالف ہوتے گئے ان کے فرقوں کے جدا جدا نام بھی مقرر ہوتے گئے یہاں تک کہ نبی صلعم کی خبر کے مطابق جمہور اہل اسلام میں سے بہتر فرقے نکلے وہ سب کے سب گمراہ ہیں اگر ان کے عقائد کفر تک نہ پہنچے ہوں گے تو انجام کار دوزخ سے نجات پاویں گے بہتر واں فرقہ جمہور اہل اسلام کا کہ جس کا نام اہل سنت و فرقہ ناجیہ ہے اور وہ خاص نبی صلعم اور ان کی آل اصحاب کے طریقہ پر ہے، راہ راست پر ہے چنانچہ اس کی تحقیق آگے آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ معزلاً اور شیعہ بجز بعض مسائل کے جیسا کہ مسئلہ امامت ہے اکثر عقائد میں متفق ہیں واصل کے بعد اس کے پیرومدت دراز تک اپنے عقائد کو اولہ فلسفیہ سے مدلل کر کے لوگوں کو بہکانے رہے جمہور اہل اسلام میں سے کسی نے کما فیبعی ان کے رد کرنے کا اہتمام نہ کیا یہاں تک کہ امام ابو حسن اور ان کے اسناد ابو علی حنبلی معتزلی کی مسئلہ اصلاح میں کہ جس کا ذکر آگے آویں گا گفتگو شروع

ہوئی ابو علی نے الزام فاش کھایا اور سکوت اختیار کیا اس وقت سے ابوحسن اور ان کے پیروؤں نے عقائد حقہ کا اثبات اور مخالفین خصوصاً معتزلہ کا رد کرنا شروع کیا گویا متقدمین میں مخالفین کا رد کرنا انہیں سے شروع ہوا ہے پھر جب کہ خلفائے عباسیہ کے عہد میں منطق اور فلسفہ کا یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ تو متاخرین نے منطق اور فلسفہ (تاکہ مخالفین اور خصوصاً حکما کا انہیں کی ادلہ سے خوب رد ہو) علم کلام میں بھر دیا اس لئے محققین نے علم کلام اور اس کے اشتغال کی ذمت کی ہے کیونکہ عقلی اور حسنی تحقیق کسی حد تک کیوں ہو شکوک و شبہات کی آلائش سے پاک نہیں ہوتی اور جس قدر چھانا جاتا ہے اسی قدر کبریا ہوتا ہے بنا فلسفہ کیا اطمینان دلا سکتا ہے کہ آئندہ چل کر اس کے موجودہ مسائل میں غلطی ثابت نہ ہوگی کہ آج سے بیس برس پیشتر جن تحقیقات پر ناز تھا ان میں سے بعض کے اغلاط کا اشتهار نہیں دیا گیا مگر وہاں متاثر اذہان ان طئی تحقیقات کو یقینی سمجھ کر ان کے ایسے دلدادہ ہو جاتے ہیں کہ اس کے مقابلہ میں الہامی امور کو رد کہ جہاں وہیم و خیال کی لغزشوں اور حواس کے اختلال اور عقل و استدلال کے متزلزل کو دخل نہیں) کمزور جان کر ترک مذہب یا ترک اسلام کا عار تو نہیں اٹھاتے پرا الہامی مسائل کو بچھن تان کر تاویلات رکبکہ کے ذریعہ سے ان طئی تحقیقات کے مطابق کرنے میں کوشش کرتے ہیں تاکہ الہامی مسائل فلسفی مسائل کی ٹکر سے چکنا چور نہ ہو جاویں بسا کر نے کو وہ اسلام کی حمایت اور جہاد اکبر جان کر مسلمانوں بلکہ ان کے پیغمبر علیہ السلام بلکہ ان کے خدائے پاک پر احسان سمجھتے ہیں کس لئے کہ انہوں نے خدائے تعالیٰ کی بگڑی بات بنادی اور اس کی غلطی کی اصلاح کر دی (معاذ اللہ) یونانی فلسفہ کے سبب فرقہ معتزلہ نکلا تھا اور اب نئے فلسفہ کے سبب فرقہ نیچر یہ پیدا ہوا گو دار مدار تکلیف شرعی عقل پر ہے اور اسی لئے جہاں رسول نہیں آئے وہاں لوگوں پر صرف توحید ہی فرض ہوئی کیونکہ توحید کا حق ہونا عقل سے دریافت ہو سکتا تھا۔

۱۔ چنانچہ ایک شخص اپنی تصانیف میں قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے مسائل کے خلاف فلسفہ فرنگ کی تاویلات میں بنوت کو ایک جسمانی ملک بمنزلہ لوہار، بڑھئی کے کام کے ملک کے کہتے ہیں حضرت جبریل بلکہ کل فرشتوں کا انکار اور کبھی ان کو قوائے ناری بتلاتے ہیں انبیاء کے معجزات کا بھی انکار ہے جنت و عقوبات دوزخ جو نصوص قرآن میں وارد ہیں سب کا صاف انکار بندریہ تاویل اسی طرح معراج جسمانی اور عرش و کرسی و قلعہ آدم جو قرآن میں موجود ہے اس کا بھی انکار ہے۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

رائے میں غلطی واقع ہونے کا سبب | لیکن ہر وقت ہر شخص کی عقل بھی تو صواب پر نہیں ہوتی اور کیونکر ہو سکتی ہے کس لئے کہ عقل نامعلوم چیز کا ادراک چند معلومات سے ترتیب دے کر کرتی ہے اور وہم جو باعث غلطی ہے بسا اوقات عقل کا مزاجم ہو جاتا ہے پس کبھی ان معلومات کو کہ جو اس مطلوب کے واسطے مبادی نہیں تھے ان کو مبادی بنا لیا اور کبھی تو اس ترتیب میں غلطی ہو جاتی ہے کہ جس کو مقدم کرنا تھا موخر کر دیا یا کسی مقدمے کی کوئی شرط فوت ہو گئی علیٰ ہذا القیاس اور یہی وجہ ہے کہ کبھی ایک عاقل کی رائے دوسرے کی رائے کے برخلاف ہوتی ہے بلکہ کبھی ایک ہی عاقل کی رائے اس کی دوسری رائے کے مخالف ہو جاتی ہے پھر کبھی وہ ایک نتیجہ صحیح قرار دیتا ہے پھر کبھی اسی کو غلط بتاتا ہے چنانچہ اس امر میں ہمارے بیان کا یہ شاہد ہے کہ کل حکماء یونان اور فرنگ وغیرہ دو فریق ہو کر ان میں سے ایک فریق جس میں حکیم بطلمیوس بھی ہے انکی یہ رائے ہے کہ سات آسمان اور شش کرسی کہ جن کو فلک ثامن اور فلک افلاک کہتے ہیں ترتیب موجود ہیں اور دوسرا فریق کہ جس میں حکیم فیلسافوس ہے اس کا انکار کرتا ہے اور دونوں فریق اپنے اپنے مدعا پر آدہ لاتے اور مشاہدات پیش کرتے ہیں پس دونوں فریق میں سے ایک تو ضرور غلطی پر ہو گا پھر جب کل حکماء میں سے ایک فریق کا فریق قطعاً غلطی پر ہوا تو دوسرے فریق کا کسی اور جگہ غلطی پر ہونا کچھ بھی بعید نہیں اور جب بہت سے حکماء ایک ظاہر چیز میں غلطی کھا گئے تو پھر ایک دو کی رائے کا خصوصاً امور آخرت میں کیا اعتبار ہے لہذا رائے اس قابل نہیں کہ اس کے اعتماد پر نبیاری علیہم السلام کے اقوال یا قرآن وغیرہ کتب الہیہ میں شک کیا جاوے یا ان کے ظاہر معنی کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ وحی میں کسی طرح کی غلطی واقع نہیں ہوتی جب نبی علیہ السلام کا کوئی قول بسند صحیح ثابت ہو جائے اس پر یقین لانا چاہیے اور ہر امر میں قول نبوی علیہ السلام کو کسوٹی تصور کرنا چاہیے جس کی رائے اس کے مطابق ہو وہ صحیح ورنہ غلط الحاصل متاخرین کے کلام میں مصروف رہنا اچھا نہیں ہاں متقدمین عقائد دینیہ کو قرآن اور احادیث سے مدلل کیا کرنے اور مخالفوں کے شبہات کا جواب بھی دیا کرتے تھے قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اثبات حشر کے لئے بہت سے آدہ قائم فرمائے ہیں اور مشرکوں کو رد شرک میں بہت سے الزام فاش دیئے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔ اور نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے بھی ابن زبیری کو الزام دیا تھا لیکن وہ منطق اور فلسفہ کو چنداں دخل نہ دیتے تھے سو ہم بھی اپنی اس کتاب میں متقدمین ہی کے طریقہ کو اختیار کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ مرتبہ اس کتاب کا یہ ہے کہ پہلے کچھ ضروری لکھنا پڑھنا کہ جس سے یہ کتاب خوب سمجھ میں آدے اور اس کا ہر ایک مسئلہ ذہن نشین ہو جائے حاصل کر لے پھر اس کتاب کو دیکھے پھر اگر علائق دنیاوی میں مصروف ہو جائے گا یا غیر جنس لوگوں کی صحبت کا اتفاق پڑے گا تو عقائد میں کسی طرح کا فتور نہ آدے گا۔ اور ملاحظہ فرمادو نصاریٰ کے بہکانے اور گمراہ کرنے سے دین میں کچھ قصور نہ آدے گا مسلمانوں کو واجب ہے کہ اس علم کو سیکھیں اور اپنی بیویوں اور بچوں کو سکھاویں تاکہ بلیات دنیوی اور آخری سے نجات پاویں اور لڑکوں کی فطرت سلیمہ محفوظ رہے اور اوائل عمر میں عقائد حقہ نقش کا بحر ہو جائیں بالخصوص اس زمانہ میں کہ ہر طرف سے گمراہی کا زور اور گمراہ لوگوں کا کہ شیاطین اللہ ہیں ہر گلی و کوچہ میں غل و شور ہے **اللَّهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ بِوَجْهِ نَبِيِّكَ الْكَرِيمِ**۔ واضح ہو کہ وہ عقائد جو کتب اسلامیہ میں مندرج کئے جاتے ہیں تین قسم ہیں قسم اول وہ ہیں جو یقینی اور قطعی ہیں اور پھر ان کی تین نوع ہیں نوع اول وہ کہ جو قرآن کی ظاہر عبارت سے ثابت ہیں نوع دوم وہ کہ جن کا مضمون نبی علیہ السلام سے بہ نقل متواتر ثابت ہو خواہ لفظ حدیث متواتر ہوں یا نہ ہوں نوع سوم وہ کہ جن پر امت کا اجتماع ہو گیا خواہ وہ دلیل کہ جس کی وجہ سے امت نے اس مسئلہ پر اتفاق کیا ہے قطعی ہو یا نہ ہو یا ہم کو معلوم ہو یا نہ ہو کیونکہ امت بالخصوص صحابہ و تابعین کا کسی ایسے امر پر اتفاق کرنا کہ جو شارع کی مراد کے برخلاف ہونا ممکن ہے ان مسائل کا منکر نہ تنہا دائرہ اسلام سے خارج بلکہ احاطہ فطرت سلیمہ سے بھی خارج شمار کیا جاتا ہے کیونکہ یہ مسائل منصف کے نزدیک قانون فطرت کے بھی مطابق ہیں قسم دوم وہ عقائد ہیں کہ جو دلائل عقلیہ سے ثابت ہیں جن کے ثبوت پر شریعت کا مدار ہے یا اکثر باتیں شارع کی ان پر موقوف ہیں ان کی تائید میں کوئی شرعی دلیل ہو

۱۔ ابن زبیری ایک شخص کا نام ہے اس نے نبی صلعم سے آکر کہا کہ اللہ فرماتا ہے **انکم وما تعبدون من دون اللہ خصب حتم** تم اے مشرکین اور جن کو تم پوجتے ہو جہنم کا ایندھن ہو حالانکہ لوگ انبیاء کو بھی پوجتے تھے پس چاہیے کہ وہ بھی جہنم میں جاویں حضرت نے فرمایا کہ تجھ کو اپنی زبان کے محاورے کی بھی خبر نہیں تو نہیں جانتا کہ لفظ ما جو قرآن میں آیا ہے اس سے غیر ذی عقل چیزیں مراد ہو کرتی ہیں پس انبیاء ذی عقل تھے وہ مراد نہیں بلکہ حجر و شجر مراد ہیں کذا فی شرح المواقف ۱۲ :

یاد رہے جیسا کہ ثبوت باری تعالیٰ مسئلہ ثبوت صفات باری تعالیٰ مسئلہ ثبوت نبوت مسئلہ عصمت
انبیاء و مسئلہ عصمت ملائکہ ثبوت حقائق الاشیاء و مسئلہ علم حقائق الاشیاء و مسئلہ حدوث عالم یہ
مسائل بھی قسم اول کے قریب ہیں جو ان کا حکم ہے وہی ان کا اور ان مسائل کے متعلق اور تحقیقات علمیہ
بھی ہیں جیسا کہ صفات باری کا عین یا غیر ہونا یا مسئلہ قدم و حدوث ارجح و غیرہ اور اسی طرح ان کے
متعلق اور مسائل اور ابحاث ہیں کہ جو ان مسائل قسم دوم کے مبادی ہیں جیسا کہ مسئلہ اثبات جزلائجزی کی
کہ اس سے ہیولی کی نفی ہو جاتی ہے پھر قدم مواد اجسام جیسا کہ حکما کا قول ہے باطل اور حدوث ثابت
ہو جاتا ہے اسی طرح مسئلہ نلا و ملار و لائتا ہی الیہ و غیرہ ہیں یہ تحقیقات علمیہ اور مسائل مبادیہ کہ
جو اول کتب کلام میں مذکور ہوتے ہیں ان میں جو لوگ جمہور اہل اسلام کے مخالف ہیں وہاں
ان کو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں البتہ جمہور اہل اسلام کے مخالف ہیں قسم سوم
وہ مسائل ہیں کہ جو اخبار احاد سے ثابت ہیں یا علمائے ان کو قرآن و حدیث سے بطور استنباط ثابت
کیا ہے لیکن ان میں باہم فرقہ اسلامیہ کا اختلاف ہے کہ جس کی وجہ سے جدا جدا ناموں سے
نامزد کئے گئے اس لئے ان کو باہمی امتیاز کے لئے ہر ایک فریق نے اپنی کتب عقائد میں درج کیا۔
جیسا کہ مسئلہ قدم قرآن و مسئلہ فضیلت انبیاء بر ملائکہ و مسئلہ فضیلت صحابہؓ یکے بر دیگر و مسئلہ
الاعمال الصالحہ جزو الایمان و مسئلہ الایمان و الاسلام و احد و مسئلہ کرامات الاولیاء حق و مسئلہ
ایصال ثواب و مسئلہ امامت و مسئلہ جبر و قدر و غیر ذلک من الخلائیات ان مسائل
میں اہلسنت سلف صالحین صحابہ و تابعین کے پردہ ہیں اور ان کے مخالف لوگ محض اپنے خیالات
سے ان نصوص کا انکار یا تاویل کرتے ہیں جیسا کہ شیعہ مسئلہ امامت میں غلو کی وجہ سے اکثر صحابہ خصوصاً
حضرت ابو بکرؓ و عمر فاروقؓ و عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہم کو خاطر اور برا کہتے ہیں اور اپنے مختراع
کو جو بیشتر افراط و غلو پر مبنی ہیں ثابت کرنے کے لئے بہت سی احادیث صحیحہ کا انکار اور قرآن مجید کی
آیات کی تاویل کرتے ہیں پھر یومیہ و ما فیوما ان کے بھی باہم ائمہ کے تعین کرنے میں متعدد فرقے ہو گئے یا
جس طرح کہ خوارج و نواصب جو آج کل مسقط میں رہتے ہیں حضرت علیؓ کو اللہ وجہ اور امام حسینؓ رضی
عنه اور عثمانؓ اور ان صحابہ کو کہ جن کا باہم سردار قائم کرنے میں اختلاف ہو کر قتل و جدال کی نوبت پہنچی سب کو
برا کہتے ہیں جن میں معاویہؓ اور ان کے اعوان و انصار بھی آگئے اور پھر ان میں بھی کئی فرقے ہو گئے جیسا کہ بعض

نے صفات باری تعالیٰ کہ جو قرآن مجید میں وارد ہیں جیسا کہ استنوی علی العرش وقدّم وساق ووجه ویدان
سب کو ظاہری معانی پر محمول کیا اور جمالیات کے ساتھ ملا دیا یا بعض نے محض انکار کر دیا اور تاویل کر دی
اسی طرح اسی قسم کے مسائل میں لوگوں نے اختلاف کئے اور ان کے گروہ ان کے ناموں سے نامزد ہو گئے
مسلمانوں کے بہتر فریق کا اکثر باہم ایسی باتوں میں اختلاف ہے ان جہلا کا ذکر نہیں کہ جنہوں نے
انصوح صریحہ کا انکار کیا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان بہتر فریق میں سے غالباً شیعہ و خوارج
بھی موجود ہیں باقی تو چند روزہ کر مٹ مٹا گئے اور جمہور و سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا فریق
ہے روئے زمین پر جہاں مسلمان آباد ہیں وہ سب اسی اہل سنت و الجماعت کے لوگ ہیں شیعہ و
خوارج کی تعداد ان کے مقابلہ میں ایسی ہے کہ جیسے دریا کے مقابلے میں ایک دو قطرے لہذا الحمد للہ
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ آج تک اصول دینیہ کے اختلاف سے پاک و میرا ہے
اور ان کا قرآن مجید تحریفیات و تغیرات سے محفوظ ہے اب رہا باہم اہل سنت کا بعض جزئیات قرآنیہ
میں اختلاف جیسا کہ امام شافعی و امام ابو حنیفہ کا بعض مسائل فقہیہ میں اختلاف ہے سو یہ کچھ
ایسا نہیں کہ جس سے دونوں کو الگ الگ فریق سمجھا جاوے کس لئے کہ اصول سب کا ایک مسئلہ
اجہتاویہ میں اپنی اپنی سمجھ اور عادیث کی صحت و ضعف و اعتبار و عدم اعتبار اور ان کے معانی
سمجھنے کا فرق ہے ایسا اختلاف صحابہ و تابعین میں بھی تھا اور ہونا بھی چاہیے تھا کس لئے کہ ہر
ایک کی سمجھ اور علم اور حفظ یکساں نہیں۔ اہل اسلام کے وہ فریق کہ جن کو سنت و الجماعت سے
خارج کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ شیعہ و خوارج جبرئیل و قدریہ و معتزلہ باسنتیہ بعض جہاں کہ جو کسی شمارہ
تظار میں نہیں سب کے سب گو بعض اعتقادات میں باہم مخالف ہیں جس لئے ان کو اہلسنت و
جماعت سے خارج کیا گیا مگر اصل الاصول اعتقادات میں کہ جن پر ایمان و اسلام کی بنیاد ہے
متفق ہیں وہ اصل الاصول کہ جن پر اعتقاد رکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے یہ ہیں اول یہ
کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے وہ ازلی وابدی ہے عالم کا وہی پیدا کرنے والا ہے وہ سب
نبیوں سے پاک اور صفات حمیدہ سے منصف ہے اسی کا عالم پر ہر طرح سے قبضہ و تصرف
و دم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور اس کے رسول برحق ہیں جو کچھ اس
نے اپنے رسول پر نازل کیا اور جو کچھ آپ سے فرمایا وہ سب برحق ہے یہ خلاصہ ہے اَشْہَدُ

اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ کا جس نے زبان سے یہ کلمہ پڑھا اور
 دل میں اس کا یقین لایا وہ مومن ہو گیا اس کی یقیناً نجات ہے اور اسی کو ایمان اجمالی کہتے ہیں
 سوم فرشتے اللہ کے پاک بندے ہیں ان میں سے بعض وحی لانے پر مامور ہیں یعنی جبرئیلؑ چہارم
 قرآن مجید اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب برحق ہے اور اسی طرح اس سے پہلے جو کچھ کتابیں اس نے
 اگلے نبیوں پر نازل کی تھیں جیسا کہ تورات حضرت موسیٰ پر انجیل حضرت عیسیٰ پر زبور حضرت
 داؤد پر علیہم السلام وہ بھی برحق تھیں۔ پنجم۔ اس کے جس قدر بھی ہوئے رسول اور نبی دنیا میں
 آئے وہ سب برحق ہیں ششم قیامت آدگی مگر لوگ بارگزر زندہ ہوں گے اپنی نیکی اور بدی کا
 بدلہ پادیں گے نیک بہشت میں بددوزخ میں رہیں گے یہ ترجمہ ہے اَمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَا لَنَا اَنْ
 وَكُنْتُمْ وَرُسُلُهُ وَاَيُّوْمِ الْاٰخِرِ کا یہ اصل الاصول اعتقادیات کے ہیں اسی طرح اصول عبادت
 احکام میں بھی تمام فرقے متفق ہیں اور وہ یہ ہیں اول اقرار کاہرے توجہ کرنا۔ دوم نماز پچگانہ پڑھنا
 سوم رمضان کے روزے رکھنا چہارم مال ہو تو زکوٰۃ دینا۔ پنجم استطاعت ہو تو سوچ کرنا۔
 اس کے سوا نماز کی تعداد رکعات بلکہ پانچوں احکام کے متعلق وہ باتیں جو قرآن سے صاف
 ثابت ہیں ان میں بھی کسی کا اختلاف نہیں۔ اسی طرح جو چیزیں بہ نص قطعی حرام ہیں جیسا کہ زنا،
 چوری، جھوٹ بولنا، ناحق قتل کرنا۔ غیبت کرنا وغیرہ اس میں بھی کسی کا اختلاف نہیں اگرچہ
 کتب عقائد میں ہر بات جو نص قطعی سے ثابت ہے عقیدہ بنا کے لکھنی چاہیے تھی لیکن اس کی
 ضرورت نہ سمجھی گئی صرف انہیں تینوں قسم کے عقائد درج کرنے کی ضرورت ہوئی جن کا ہم ذکر
 کر چکے ہیں یعنی اول تو وہی چھ عقیدے جو ابھی مذکور ہوئے ہیں دوم وہ مبادی کہ جن کی
 طرف (دلائل لانے کے وقت ان عقائد پر) حاجت پڑتی ہے سوم وہ عقائد جو بیہ کہ جن میں
 اختلاف کر کے اور فرقے اہل سنت والجماعت سے جدا ہوئے واضح ہو کہ جن چیزوں سے
 عقیدہ منعلق ہے یا تو وہ ایسی ہیں کہ عالم برزخ یا آخرت میں ان کا پایا جانا خاص نہیں ہے
 وہ اول باب میں مذکور ہوں گی یا وہ خاص عالم برزخ ہی میں پائی جاتی ہیں وہ دوسرے
 باب میں درج ہوں گی یا وہ خاص عالم حشر و نشر میں پائی جائیں گی وہ تیسرے باب میں
 لے بشرطیکہ کسی نص کا منکر نہ ہو ۱۲ ف برخلاف یہود و نصاریٰ و ہنود و مجوس کے فرقوں کے ان کا اصول میں بھی بلکہ اصل الاصول
 میں بھی اختلاف ہے فرعیات و عملیات کا تو کچھ ٹھکانہ ہی نہیں ۱۲ مہ۔

لکھی جائیں گی۔ اور جن چیزوں میں کچھ عمل کو بھی دخل ہے لیکن اہل حق اور فرق ضالہ میں ماہ الامتیاز اور متنازع فیہ ہیں ان کو اور کلمات کفر کو خاتمہ میں ذکر کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب اول - اس میں چند فصلیں ہیں

فصل اول | خالق جہاں کے اثبات میں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے میں کسی عقلمند کو شک نہیں ہے بلکہ اس کا موجود ہونا ہر شخص پر آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور اس امر کا یقین کرنا ہر شخص کی فطرت میں داخل ہے کما فی القرآن فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔
الآن فی الحدیث وَمَا مِنْ مَّوَدِّ إِلَّا يُؤَدُّ عَلَى الْفِطْرَةِ الْحَدِيثُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ لِهَذَا ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اپنی امتوں کو توجید سکھایا کرتے تھے اور اللہ کے موجود ہونے میں گنگوڑہ کیا کرتے تھے کیونکہ اس کا تو ہر ایک شخص کو اقرار تھا پس عاقل کے لئے اس کے ہونے پر دلیل کی حاجت نہیں وہ خود عالم کے احوال میں نظر کر کے یقین کر لے گا بیشک کسی کے پیدا کرنے سے یہ زمین و آسمان حجر و شجر انسان و حیوان پیدا ہوئے ہیں آخر کوئی تو ہے کہ جس نے ان کو معدوم سے موجود کر دیا۔ اور نیستی سے ہستی میں لایا ہے اور پھر جس طرح چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے جس طرح سے کسی تخت کے دیکھنے سے یقین کامل ہو جاتا ہے کہ کوئی نہ کوئی اس کا بنانے والا ضرور ہے کیونکہ خود بخود اس کا ہونا محال ہے۔ کس لئے کہ سبز درختوں کے تختوں اور لوہے کی کیلوں کی آپ سے آپ بہ ترتیب جمع ہونے کی کیا مجال پس جس طرح کہ تخت کے بنانے والے کا بن آنکھ کے دیکھے یقین کامل ہو جاتا ہے اسی طرح مخلوقات کو دیکھ کر ان کے خالق اللہ رب العالمین کے ہونے کا یقین کامل ہو جاتا ہے اور بن دیکھے دل کو یقین آتا ہے کیا خوب کہا ہے ایک اعرابی نے البعۃ قد دل علی البعیر و اثر الاقدام علی المسیر فسماء ذات ابراج والارض ذات فجاج لا تدلان علی الصانع اللطیف الخبیر۔ جب کہ اونٹ کی مینگنی دیکھ کر بن دیکھے اونٹ کے ہونے کا یقین کامل ہو جاتا ہے اور اسی طرح آدمی یا کسی اور کے نقش پا دیکھنے سے یقین آتا ہے کہ بلاشبہ یہ نقش پا کسی نہ کسی کے پاؤں سے ہوا ہے تو پھر کیا برجوں والے بلند آسمان اور کشادہ راستوں کی سرزمین دیکھنے سے اللہ صانع

سے تراش اللہ کی جس پڑاؤں کیا لوگوں کو - سورہ روم - رکوع ۳ - ۱۲ - منہ

عالم لطیف و خمیر کے ہونے کا یقین نہ ہو گا الغرض جس طرح کہ مصنوعات کو دیکھ کر ان کے
صانعوں کا یقین ہر عاقل کو آتا ہے اسی طرح اللہ کے مصنوعات زمین و آسمان حجر و شجر و بحر و ہر
جوان و انسان کے دیکھنے سے ان کے بنانے والے اللہ تعالیٰ کا یقین ہر ہوشمند کو حاصل ہوتا
ہے پس ان کے واسطے اور دلیل کی ضرورت نہیں لیکن ملحدوں کو کہ ان کی چشم حق بین نابینا
ہے بدون دلیل و مذاں شکن کے تسکین نہیں ہوتی ہے گو اس کے ہونے پر دلیل لانا عین دوہر
ہے آفتاب کے موجود ہونے پر دلیل لانا ہے لہذا دلیل بیان کرتا ہوں وہ ہوندا۔

مقدمہ اول | ہر ایک چیز کی اصل میں حقیقت موجود ہے مثلاً جو چیزیں کہ ہمیں دکھائی دیتی
ہیں جیسا کہ انسان و حجر و شجر وغیرہ وہ واقع میں موجود ہیں محض وہم و خیال ہی نہیں ہے جیسا
کہ عناد یہ کہتے ہیں اور یہ بھی نہیں ہے کہ جس چیز کو ہم نے جیسا خیال کر لیا وہ چیز وہی ہے۔
مثلاً درخت کو اگر ہم انسان سمجھ لیں تو وہ انسان ہے اور اگر اس کو کچھ اور سمجھ لیں تو وہ
اور ہی ہے چنانچہ بعض احمقوں کی یہ رائے ہے اور ان کو سوفسطائیہ عنادیہ کہتے ہیں۔

مقدمہ دوم | اشیاء کے حقائق موجود ہونے پر ہم کو ان کا علم بھی حاصل ہو جاتا ہے یعنی
ہم ان چیزوں کو جانتے ہیں یہ نہیں ہے کہ ہم کو کوئی چیز معلوم نہیں جیسا کہ بعض نادان کہ
جن کو سوفسطائیہ لا اور یہ کہتے ہیں اسی کے قائل ہیں پس جب یہ ثابت ہوا تو ہم کہتے
ہیں کہ کل عالم (اعنی سوائے ذات و صفات اللہ تعالیٰ کے) زمین و آسمان حجر و شجر وغیرہ
سب کے سب حادث ہیں (اعنی پہلے نہیں تھے پھر موجود ہوئے ہیں) پس جب تمام
عالم حادث ہوا تو ضرور ہے کہ اسی کے لئے کوئی محدث یعنی کوئی پیدا کرنے والا بھی ہو
کس لئے کہ پیدا کرنا بدون کسی پیدا کرنے والے کے ممکن نہیں ہے کیونکہ فعل بدون فاعل
کے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور وہ پیدا کرنے والا تمام عالم کا اللہ تعالیٰ ہے کس لئے کہ اس کے
ماسوائے ہر چیز عالم میں داخل ہے اور یہی مدعا ہے اب رہا عالم کے حادث ہونے کا ثبوت

۱۰ حکمائے یونان میں سے ایک گروہ کا سوفسطائیہ نام ہے ان میں تین فریق ہیں ایک عنادیہ کہ بسبب عناد کے
خفاق اشیا کے منکر ہیں دوسرا عنادیہ کہ اپنے عنادیہ یعنی خیال کے تابع ہر شے کو کہتے ہیں منسوب الی العند تیسرا لا ادبیہ وہ
کہتے ہیں کہ ہم کو کسی چیز کا علم نہیں ۱۲ اس لئے کہ عالم سوائے ذات و صفات اللہ کے سب کو شامل ہے ۱۳۔

سو وہ اس طور پر ہے کہ کل عالم یا عین ہے یا عرض کیونکہ اگر نبات خود پایا جاتا ہے جیسے کہ حجر و شجر۔ زمین و آسمان تو عین ہے اور جو ہر اگر نبات خود نہیں پایا جاتا بلکہ کسی اور میں ہو کر پایا جاتا ہے جس طرح سیاہی سفیدی کہ کسی کپڑے اور بدن میں ہو کر پائی جاتی ہے اور خود بخود نہیں پائی جاتی تو یہ عرض ہے اور کل اعراض حادث ہیں بعض کا حادث ہونا مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے مثلاً سیاہی کے بعد سفیدی یا گرمی کے بعد سردی یا نور کے بعد ظلمت پیدا ہو جاتی ہے اور بعض کا حادث ہونا اس دلیل سے ثابت ہے کہ عرض عدم کو قبول کرتا ہے یعنی فنا ہو جاتا ہے مثلاً سفیدی جا کر سیاہی آ جاتی ہے یا کسی بدن میں سردی آ جانے سے گرمی دور ہو جاتی ہے علیٰ ہذا القیاس اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جو چیز قدیم ہوتی ہے وہ کبھی فنا نہیں ہوتی پس ثابت ہوا کہ اعراض قدیم نہیں ہیں اور یہی مدعا ہے۔

دلیل بر حدوث اعیان | اور اعیان بھی سب حادث ہیں کیونکہ عین یا تو جسم ہے یا جوہر فرد کہ جن کو جز لا یتجزی کہتے ہیں یعنی نہایت چھوٹا ٹکڑا کہ پھر اس کے ٹکڑے نہ ہو سکیں پس ہر جسم اور جوہر کو حرکت و سکون عارض ہے کس لئے کہ ان کے واسطے مکان یا چیز یعنی پھرنے کی جائے تو ضرور ہے پس اگر اس آن سے پہلے بھی اس چیز یا مکان میں تھے تو ساکن ہیں ورنہ متحرک اور حرکت اور سکون بسبب عرض ہونے کے حادث ہیں پس یہ جسم اور جوہر کہ جن کو یہ حرکت اور سکون عارض ہے حادث ہیں ورنہ لازم آوے کہ حوادث ازل میں پائے جاویں اور قدیم کہلاویں۔ اور یہ محال ہے قائل پس جب کل اعیان کل اعراض کا حادث ہونا ثابت ہوا تو کل عالم کا حادث ہونا بھی ثابت ہو گیا کیونکہ کل عالم انہیں دو میں منحصر ہے۔

دلیل از قرآن | قرآن مجید کی آیات سے عالم کا حادث ہونا ثابت ہوتا ہے از انجملہ یہ آیت ہے۔ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ لَعْنَةُ عَصَى
مُوسَى الَّذِي نَسِيَ مَا كَانَتْ آيَاتُهُ لِلرَّاسِخِينَ اور زمین کو بنایا از انجملہ یہ آیت خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَقَدَرَهُ لَاقْدِيرًا۔ کہ

۱۔ عین کا انحصار جسم اور جز لا یتجزی میں امتناعی بات ہے کس لئے کہ عقول عشرہ اور نفوس مجرودہ بھی خواہر ہیں نہ وہ جسم ہیں نہ جز لا یتجزی ۱۲۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اندازہ کیا اور کل شئی عین عالم ہے ازاںجملہ یہ آیت ہے
 اللہ خالق کل شیئی یعنی ہر چیز کو اللہ نے بنایا ہے اور ہر شئی کو ہستی میں لایا ہے ازاںجملہ یہ
 آیت ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ اللَّهُ لَعَالَمُونَ
 اور زمین کو اور جس قدر چیزیں کہ ان میں ہیں سب کو چھ دن کی مقدار میں بنایا ہے۔

ازاںحدیث | اور حدیث میں آیا ہے کہ ان دنوں میں جس قدر چیزیں تھیں ان دنوں میں
 ازل میں ایک اللہ تھا اور کوئی چیز اس سے پہلے نہ تھی ماسوائے اس دلیل کے عالم کے جس قدر
 حالات ہیں ان میں سے ایک ایک اس کے لئے دلیل ہے۔

تصرف عالم اللہ کی دلیل ہے | ازاںجملہ تصرف ہے تمام جہان کسی کے قبضہ قدرت میں
 ہے کیونکہ ہواؤں کا بدل دینا پھر بادلوں کا ان پر سوار کر کے جس جگہ چاہے لے جانا پھر کہیں
 مدینہ پر سانا کہیں نہ پر سانا آسمانوں کو ہر وقت گردش میں رکھنا۔ کسی ستارے کو بڑا کسی کو
 چھوٹا کر دینا۔ آفتاب اور ماہتاب کو نور اور جسم میں کم اور زیادہ بنانا شب و روز میں
 اختلاف ہونا جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاجْتِلَافِ اللَّيْلِ
 وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ
 فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا دَلِيلٌ لِّمَنْ كَانَ مِنَ الْغَافِلِينَ وَتَصَوُّفِ السَّيْلِ وَالسَّمَابِ الْمُسْتَمِرِّ
 بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَتَّبِعُ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن
 کے بدلنے میں اور کشتیوں میں جو انسانوں کے فائدہ کی چیزیں لے کر دریا میں چلتی ہیں اور
 اس پانی میں کہ جس کو اللہ نے آسمان سے اتارا اور پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا اور اس
 میں ہر قسم کے جانور پھیلانے اور ہواؤں کے بدلنے اور بادلوں میں کہ جو آسمان اور زمین کے
 درمیان ادھر ہیں مسخر ہیں البتہ ان میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں باوجودیکہ سب افلاک
 کا مقتضی طبعی ایک ہے پھر قطبین کی جائے سے بالکل ساکن اور منطقہ کی جائے سے نہایت تیز
 رفتار ہونا علیٰ ہذا القیاس سب بسائط کا مقتضی طبعی ایک ہے پھر اختلاف بعید ہونا کہ مثلاً
 زمین کہیں سے نرم اور کہیں سے نہایت سخت کہیں بلند اور کہیں پست کہیں کوئی رنگ کہیں اور
 رنگ اسی طرح شب و روز کا کم زیادہ ہونا انسان وغیرہ اشیاء کا باوجود اتحاد شکل نوعی کے

شخصیات میں ایسا اختلاف ہونا کہ ایک دوسرے سے ممتاز اور پھر ایک دوسرے کے ساتھ نوع یا جنس میں متحد اور مشارک ہے صاف دلالت کرتا ہے کہ یہ امور قادر مختار کے اختیار سے واقع ہوئے ہیں کس لئے کہ خود بخود ان کا اس طرح ہونا ایسا محال ہے کہ جیسا پتھر کا بدون کسی کے ہلامے ہلتا جلتا ہے عالم کے یہ تصرفات دیکھ کر عاقل کو یقین کامل ہوتا ہے کہ کسی مختار کے کرنے سے یہ امور ہوتے ہیں جس طرح کہ پتلی کے حرکات و سکنات دیکھ کر عاقل جان لیتا ہے کہ پس پر وہ کوئی شخص اس کو حرکت دے رہا ہے اور وہ تصرف کر نیوالاتام عالم کے لئے اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ اس کے سوا ہر چیز عالم میں داخل ہے اور عالم باجزر عالم کا تصرف کرتا عالم یا جزر عالم میں محال ہے پس ضرور ہوا کہ وہ تصرف کرنے والا غیر عالم کے ہونا چاہیے اور وہ غیر عالم کے اللہ ہے اور یہی مدعا ہے۔

تشریح عالم | از انجملہ تشریح ہے کہ ہر شے کو درجہ بدرجہ اس کے کمال تک پہنچاتا ہے اور شئیاً نشئیاً پرورش کرتا ہے اس لئے قرآن میں سب سے اول اللہ تعالیٰ کی یہی صفت مذکور ہوئی ہے لکھا قال اللہ تعالیٰ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہ سب تعریفیں اللہ کو ہیں کہ جو تمام عالم کا مرنی ہے ہذا ہر ممکن کو ہر وقت اپنی ہستی میں اسکی طرف عاجت رستی ہے پس اگر یہ ممکنات خود بخود ہوتے تو ایک ہی بار ہوجاتے اور اپنے کمالات حسب و نحوہ حاصل کرتے اور کوئی کسی سے کسی بات میں کم نہ ہوتا کیونکہ جو اپنی ذات میں کسی کا محتاج نہیں ہے تو وہ اپنی صفات میں بھی کسی کا محتاج نہیں ہے اور کبھی کوئی چیز فنا بھی نہ ہوتی کیونکہ جو اپنے وجود میں اور جمیع صفات میں کسی کا محتاج نہیں اور وہ خود بہ خود ہے تو وہ فنا نہیں ہوتا ہے اور نہ کوئی چیز کبھی متغیر ہوتی کیونکہ تغیر غیر کی طرف احتیاج سے ہوا کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عالم میں پانچوں اوصاف پائے جاتے ہیں کیونکہ عالم دفعۃً نہیں ہوا جیسا کہ سنتہ ایام کا لفظ اس پر صاف دلالت کرتا ہے اور بہت سی چیزوں کا تدریجاً پیدا ہونا مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے اور کمالات میں بھی ہر ایک چیز دوسری سے متفاوت ہے آفتاب کا نور زیادہ مہتاب کا کم ایک آدمی دوسرے سے قوت میں کم زیادہ ہے ایک درخت دوسرے سے بڑا جھوٹا ہے علی ہذا القیاس اور صد ہا چیزیں عالم کی بالمشاہدہ فنا ہوتی ہیں اور روز بروز متغیر ہوتی ہیں پس معلوم ہوا کہ عالم خود بخود نہیں ہوا ضرور ہے کہ اس کے لئے کوئی اور شخص خالق اور مرنی اور موجد ہے وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

تدریج عالم | از انجملہ انتظام و تدبیر عالم ہے آسمان سے زمین تک اور عرش سے فرش تک تمام عالم

میں ایک عجیب انتظام رکھا ہوا ہے کہ عاقل کی عقل حیران اور دانشمند کا فہم سرگرداں ہے جیسا کہ
 قرآن شریف میں آیا ہے خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِالْحَقِّ يَكُوِّرُ اللَّيْلُ عَلَى النَّهَارِ وَيَكُوِّرُ النَّهَارُ عَلَى
 اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ
 ٹھیک بنایا لپیٹا ہے رات کو دن پر اور دن کو رات پر مسخر کیا سورج اور چاند کو کہ ہر ایک چلتا ہے ایک
 وقت معین تک وقال يُدَبِّرُ الْأُمُورَ إِلَى الْأَرْضِ أَوْتَدْبِيرُ كَرْتَانِ هِيَ هِرْكَامِ كِي آسْمَانِ سَي
 زَمِينِ تَنَكِ وَقَالَ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُعْزِجُكُمْ طِفْلًا
 ثُمَّ لِيَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِيَكُونُوا شِيُوخًا وَمِنْكُمْ مَنْ يَتُوفَىٰ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَبْلُغُوا أَجَلَ الْمُسَمًّى
 وَتَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ طہ کہ اللہ وہ ہے کہ جس نے تم کو اول خاک سے بنایا پھر نطفہ سے پھر علقہ سے پھر لڑکا
 بنا کر باہر لایا پھر بعض تم سے جوانی کو پہنچا ہے پھر لڑکا ہوتا ہے اور بعض تم سے پہلے ہی مرجاتا ہے یہ اسلئے
 کہ اپنی اجل مقرر نہایت پہنچا اور سمجھو پس گردشِ افلاک سے شب و روز کا ہونا پھر ہر موسم کا بدلنا اول
 مہینے میں ماہتاب کا اول شب میں لکھنا موسم پر برسات کا ہونا یہی انتظام ہے اگر ان میں سے کسی چیز
 میں فتور آوے تو سب کا رخا نہ درہم برہم ہو جائے۔ علیٰ ہذا القیاس اول النسان کا مادہ منی غذا
 سے ہونا پھر چالیس روز کے بعد رحم میں اس کا علقہ ہونا پھر مضعہ پھر بڈیوں پر گوشت کا پہننا پھر
 چند روز کے بعد اس کو باہر لاکر سمیع و بصیر کرنا عین تدبیر ہے پھر ہزار ہا لوگوں کو ایک شخص کا مال بھارا
 کر دینا اور حیوانات کو انسان کا مسخر کرنا اور لوگوں کو مختلف الاحوال کرنا کہ کوئی حکیم ہے اور کوئی
 سوداگر اور کوئی اہل حرفہ اور کوئی کاشتکار اور کوئی نوکری پیشہ اور کوئی غنی اور کوئی فقیر اور
 پھر ہر شخص کے دل میں ایک جداگانہ غرض پیدا کرنا سب انتظام اور تدبیر ہے پس ضرور ہے کہ اس
 انتظام اور تدبیر کا کریم والا سوائے عالم کے کوئی اور ہووے کیونکہ عالم کا ہر ایک جزو اس انتظام اور تدبیر
 کے لئے مجبور اور مقصور ہے کیونکہ اشرف المخلوقات انسان ہی کو دیکھو کہ وہ اپنے تدریجاً پیدا ہونے اور
 فنا ہونے میں بے اختیار ہے چنانچہ جماع کے بعد معلوم نہیں ہوتا کہ رحم میں نطفہ کب رہا اور کس وقت
 علقہ اور مضعہ بنا اور پھر نر ہے یا مادہ اور بعد پیدا ہونے کے ایام طفولیت کے گزرنے اور جوانی کے
 آنے اور شباب کے جانے اور بالوں کے سیاہ اور سفید ہونے اور بیمار و تندرست ہونے میں اور غنی
 اور فقیر ہونے میں محض مجبور ہے علیٰ ہذا القیاس غذا کے کھانے کے بعد یہ علم نہیں کہ ہضم کب ہوا اور

عصرِ سودا بلغمِ خون بن کر عروق میں کس طرح سے کس وقت گیا پس جب اس کو اپنے وجود بقا میں نہ اختیار ہے نہ ان کے اسباب کا علم ہے تو مدبرِ عالم تو کیا اپنے نفس کا بھی مدبر نہیں ہے پس جب اثراتِ المخلوقات کا یہ حال ہے تو اور چیزوں کا کیا ذکر ہے سوہ عالم کا مدبر اور منظم اللہ ہے ازراہِ تجلہ یہ ہے کہ کسی حیوان کے گوشت کو برتن میں ڈال کر آگ میں جلانے سے اس کے اجزاء خاک اور پانی وغیرہ جدا جدا ہو جایا کرتے ہیں لہذا عظام ہر حیوان کے بلکہ حجر و شجر وغیرہ اجسام کے اربع عناصر یعنی آگ و ہوا خاک و پانی کو جز قرار دیتے ہیں پس ضرور ہے کہ کوئی ان کا ایک جائے جمع کرنے والا ہو کس لئے کہ خود بخود ایسی ایسی مخالف طبائع چیزوں کا اس طرح سے ایک جگہ جمع ہونا اور اپنا اپنا چیز اصلی چھوڑنا محال ہے سو وہ جمع کرنے والا اگر لغور دیکھے تو اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ پہلے گزرا قرآن مجید میں عالم کے بہت سے احوال سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا ثبوت ہے لہذا اس امر میں بہت سی آیات ہیں کہ ان میں سے ایک ایک آیت اس کے وجود کیلئے برہان قاطع اور حجت ساطع ہے لیکن طوالت کے خوف سے قدرے قلیل پر اکتفا کیا گیا۔ فائدہ - اللہ لطیف انجیر نہ جو ہر ہے نہ عرض پس وہ ان حواس سے کہ جو خاص جو اہر اور اعراض کے دریافت کے واسطے مخصوص ہیں ہرگز محسوس نہیں ہو سکتا ہے بلکہ بعض جو اہر لطیفہ بھی لطافت کے سبب آنکھ سے نظر نہیں آتے جیسا کہ ہوا لطافت کے سبب دکھلائی نہیں دیتی حالانکہ اس کے موجود ہونے میں کسی کو بھی شک نہیں پس اس طرح ممکن ہے کہ وہ لطیف جو سرے سے جو ہری نہیں سب حواس سے محسوس ہو سکے اور بدون چشم باطن کے دنیا میں نظر نہ آسکے اور یہ بھی وجہ ہے کہ جب کوئی چیز نہایت ظہور کرتی ہے تو نظر نہیں آتی جیسا کہ خفاش کو عین دوپہر میں آفتاب کہ اس وقت اس کا نہایت ظہور ہوتا ہے نظر نہیں آتا یا جب کوئی

فائدہ اگر کہو اجسام میں طبیعت جسمیہ پھر حیوان میں حیوانیہ اور انسان میں انسانیہ مدبر ہے تو میں کہتا ہوں طبیعت کو ادراک نہیں اگر یہ ہے بھی تو ایک کل ہے کسی کی نہائی ہوئی اور کام پر لگائی ہوئی ہے سو وہی اللہ ہے ۱۲۔ کیونکہ اس کے سوا جو ہے سب عالم میں داخل ہے فائدہ بعض فلسفی کہتے ہیں کہ دنیا کا باقی اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ طبائع اجسام جب تک اپنا کام کرتے ہیں وہ نشہ ترقی پاتی اور باقی رہتی ہے در نہ فنا پذیر ہوتی ہے بعض کہتے ہیں کہ مادہ ایشیہ ہر نشہ کی اصل ہے اور وہ مادہ قیام ہے اس سے آسمان و ستارے یعنی علویات و سفلیات مجرد بر تدریج بنے ہیں آج کل یورپ کے فلاسفہ اکثر اس خیال کے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو چیز حواس خمسہ سے محسوس نہ ہو اس کے وجود کا اقرار کر لینا خیال باطل یا تغلیبِ آرائی ہے مگر طبیعت اجسام اور مادہ ایشیہ سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ دونوں تمہارے نزدیک بھی حواس خمسہ سے محسوس نہیں پھر یہاں کیوں خیال باطل کا ابتداء ہے سوائے سکوت کے اور کچھ جواب نہیں آتا اس مسئلہ میں اکثر حکما بھی ٹھوکر کھٹکتے ہیں ہنود میں آریہ فریق جو پرانے مذہب کی بے شمار پیلیڈگی و در کرنے کا پیرا اٹھائے ہوئے ہیں انہوں نے بھی عالم اور اس کے اشیاء مادہ اور روح وغیرہ کو قدیم مانا ہے حالانکہ بارگاہِ وجود میں مجرد

چیز آنکھ کے نہایت قریب ہوتی ہے تو باوجود قرب کے دکھائی نہیں دیتی اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کمال ظہور اور کمال قرب مانع آرہا ہے اس لئے اس کے دیکھنے سے دنیا میں ہر شخص عاجز ہے پس یہ شبہ کرنا کہ اگر اللہ تعالیٰ موجود ہے تو دکھائی کیوں نہیں دیتا شخص نادانی ہے فائدہ۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مکان یا چیز خاص جو اہر یا اجسام کے واسطے ہوتا ہے پس وہ اللہ تعالیٰ جو جو اہر اور جسم ہونے سے پاک وہ کسی مکان یا جگہ میں پائے جانے سے بھی پاک ہے دیکھو جب کسی کو غم یا خوشی ہوتی ہے تو اس شخص کو اپنے غم یا خوشی کے موجود ہونے میں کسی طرح کا شک نہیں ہوتا۔ لیکن غم یا خوشی نہ جسم ہے نہ جوہر اس سبب سے اس کے لئے اس کے بدن میں کوئی جائے مقرر نہیں۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے سر میں یا سینہ میں یا پیٹ یا آن میں غم یا خوشی ہے گو مجازاً دل کو قرار دے لیکن حقیقت میں کوئی جائے اس کی خاص نہیں کہ غم یا خوشی وہاں ہو۔ اور اگر اس عضو کو چھیر کر دیکھیں تو وہیں ملے اسی طرح اللہ تعالیٰ نہ جوہر ہے نہ جسم نہ عرض سو وہ بھی مکان کا محتاج نہیں پس اس کے لئے بھی کوئی جائے مقرر نہیں کہ وہ وہاں رہتا ہو۔ ہاں اس کا ظہور ہر جگہ ہے۔ پھر یہ کہنا کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کس طرف ہے بالکل فضول ہے اس کے آگے تمام علم ایک ذرہ کی مانند ہے پس جس طرح ذرے یا گولہ کے اندر کی مخلوقات کا باہر کی موجودات کا ہونا محال سمجھنا اور یوں خیال کرنا کہ اس فضا سے کوئی چیز باہر نہیں ہے اور وہی متحدہ الجہات ہے غلط ہے ایسا ہی بعض نادانوں کا اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسے شبہات اور شکوک کرنا غلط ہے اس کی حقیقت کسی کو کیونکر معلوم ہو سکے حالانکہ نہ کوئی اس کی نظیر ہے نہ ہم جنس ہے ممکنات کی حقیقت تو دریافت کرنی مشکل ہے چہ جائیکہ واجب الوجود کی حقیقت معلوم ہو سکے پس اس امر میں زیادہ عقل دورانا موجب تباہی اور سبب گمراہی ہے کیا خوب فرمایا ہے۔ سعدی نے

نہ ہر جائے مرکب تو ان تہا ختن کہ جا با سپر یا پیدا اندر ختن

فصل دوم صفات کے بیان میں (اور وہ عام کا بنا ہوا جس کا نام اللہ ایک ہے)

وصف وعدت میں [کمانی القرآن قل هو اللہ احد یعنی لے نبی لوگوں کو خبر دے کہ اللہ ایک ہے اگر وہ ہوں گے تو ان کے آپس میں مخالفت ممکن ہوگی۔ اگرچہ بالفعل اتفاق ہو مثلاً ان میں سے ایک کے

لے ہاں آخرت میں خدا ایسی بصارت دے گا کہ جس سے اس کا دیکھنا میسر آئے گا۔ ۱۲

مارنا چاہے اور دوسرا اسی وقت اس کے لئے زندگی چاہے پس ضرور ہے کہ یا اس کے لئے موت ہوگی یا زندگی کیونکہ دونوں کا ایک وقت میں پایا جانا محال ہے۔

حجت اول مشہور بہ برہان تمناع | پس اگر اس کو موت ہوئی تو جس نے اس کی زندگی چاہی تھی وہ عاجز ہو گیا اور اگر وہ زندہ رہا تو جس نے اس کے لئے مرنا چاہا وہ عاجز ہوا بہر تقدیر دونوں میں سے ایک کو ضرور عاجز ہونا پڑا اور جو عاجز ہے وہ علم کا پیدا کر نہیں والا اور واجب الوجود بھی نہیں ہے۔ عاجز نہ گزردن نہیں ہو سکتا ہے۔ سوال ہو سکتا ہے کہ دونوں اتفاق کریں یا آپس میں یہ مخالفت ہی ممکن ہو کیونکہ اس سے محال لازم آتا ہے یا دونوں کے ارادے ایک شخص پر جمع نہ ہو سکیں جو اب بالفعل اگرچہ اتفاق ہو لیکن مخالفت بھی ممکن ہے کس لئے کہ ہر ایک کو زید کے مارنے اور زندہ کرنے کا ارادہ ممکن بالذات ہے کمالاً مخفی اور یہی معنی امکان کے ہیں اور محال دو خدا فرض کرنے سے لازم آتا ہے نہ امکان اختلاف سے اور دونوں کے ارادے کا جمع ہونا بھی ممکن ہے ہاں دونوں کی مرادیں جمع نہیں ہو سکتی ہیں کہ زید زندہ بھی رہے اور سبقت میں مر بھی جاوے یہ برہان تمناع قرآن کی اس آیت سے مستفاد ہوتی ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا یعنی اگر آسمان و زمین میں کئی خدا ہوتے تو آسمان و زمین خراب ہو جاتے۔

حجت دوم | اگر دو خدا ہوں تو ہم پوچھتے ہیں کہ ان میں سے ایک کو دوسرے کی مخالفت کرنے کی قدرت ہے یا نہیں اگر کہو قدرت ہے تو دوسرے کا عاجز ہونا ثابت ہوتا ہے کس لئے کہ جس کا دوسرے کو قدرت ہوئی تو وہ کیا خدا ہو سکتا ہے اور اگر کہو قدرت نہیں ہے تو اب یہ کیا خدا رہا جس میں اپنے مثل کی مخالفت کرنے کی قدرت نہیں ہے ایسا کمزور اور ضعیف کیا خدائی کرے گا۔

حجت سوم | یہ ظاہر ہے کہ خالق کو اپنے مخلوق پر قبضہ و تصرف کامل ہو کرتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک شخص کا قبضہ اور تصرف کامل جب ہی ہوتا ہے کہ دوسرے کا وہاں قبضہ اور تصرف کامل نہ ہو کیونکہ ایک شے پر دو قبضہ کامل کا جمع ہونا ظاہر البطلان ہے۔

۱۱۲-۲۶ رکوع ۱۱۲-۲۶ اگر کوئی یوں شبہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخالفت کی قدرت ہے بلکہ بالفعل مخالفت کرے ہے پس اس سے اس کی خدائی میں ضعف لازم آیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن امور میں کفار اس کے ساتھ مخالفت کرتے ہیں ان امور میں اس نے ان کو مختار کر رکھا ہے اور جن امور کا وہ ارادہ کرتا ہے اور ان کا جبراً ہونا چاہتا ہے تو ان میں کسی کو خیال مخالفت نہیں جیسا کہ کفار وغیرہ ہم کو موت و حیات اور غرض وغیرہ امور میں کچھ اختیار نہیں ہے بلکہ اللہ چاہتا ہے ویسا ہی ہوتا ہے۔

سوال دو شخصوں کا قبضہ و تصرف کامل ایک جگہ ہو سکتا ہے جیسا کہ ایک مکان یا غلام کے دو مالک ہوں اور دونوں کا اس پر قبضہ و تصرف ہو۔

جواب مطلق قبضہ و تصرف میں کلام نہیں ہے۔ بلکہ قبضہ و تصرف کامل میں گفتگو ہے اور بلا شک جہاں ایک غلام یا مکان کے کئی مالک ہونگے وہاں قبضہ و تصرف کامل کسی کا بھی نہ ہوگا کیونکہ وہاں ایک دوسرے کی مرضی بدون تصرف نہیں کر سکتا ہے۔ پس جب دوسرے کی رضا کے تابع ہو تو قبضہ اور تصرف کامل کہاں ہاں تصرف ناقص اور قبضہ غیر کامل ہر ایک شریک کو حاصل ہے جب یہ ثابت ہو چکا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر عالم کے دو خالق ہوں تو بموجب مقدمہ مذکورہ کے دونوں میں سے کسی کا بھی قبضہ اور تصرف کامل عالم میں نہ ہوگا۔ پس جب تصرف کامل اور پورا قبضہ نہ ہو تو بموجب مقدمہ اولیٰ کے خالق ہونا بھی باطل ہو گیا۔ فتاویٰ ہذا ما سنخ لی عندا لمتحریر بعون اللہ القدیر۔

حجت چہارم | اگر دو خدا ہوں تو تمام عالم خراب ہو جائے بلکہ سرے سے عالم کا پیدا ہونا ہی ناممکن ہو جائے کیونکہ ظاہر ہے کہ دو شخصوں کا کسی چیز میں اختلاف اس پر موقوف ہے کہ دو شخص ہوں اور کوئی چیز بھی ہو کہ جس میں ان کی مخالفت ثابت ہوے کس لئے کہ اگر دو شخص نہ ہوں گے بلکہ ایک ہی ہوگا تو بھی مخالفت نہ پائی جاوے گی کیونکہ مخالفت ایک شخص سے بدو متقابل کے ناممکن ہے اور اسی طرح اگر کوئی چیز ہی نہ ہوئی اگرچہ دو شخص ہوں تب بھی مخالفت ثابت ہوگی۔ کیونکہ مخالفت کسی نہ کسی چیز میں ہو کر تھی ہے پس جب یہ ثابت ہو تو اگر علم کے لئے دو خدا ہوں اور پھر علم کو موجود ممکن بھی کہیں تو بموجب مقدمہ مذکورہ کے ان میں مخالفت پائی جائے یا ممکن ہو جائے اور یہ محال ہے کمالا یخفی علی العاقل پس اب دفع مخالفت کے لئے یا تو دو خدا نہ کہو گے پس مدعا حاصل ہوگا یا علم کو موجود یا ممکن نہ کہو گے سو یہ باطل ہے کیونکہ علم موجود اور یہی مقصود ہے پس ثابت ہوا کہ دو خدا کا ہونا باطل ہے اور یہ دلیل بعینہ اس آیت میں مذکور ہے

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا تَوْحِيدَ كَلِمَةِ اللَّهِ فِيهِمَا آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

لیکن اس مقام میں عام فہم سمجھ کر انہیں چند دلیلوں پر اکتفا کیا اور کلام کو طول نہ دیا فائدہ اللہ تعالیٰ کو ایک سمجھنا ہر عقل کی طبیعت میں دخل ہے اور مخلوق میں سے ہر چیز کی توحید سے یہ امر حاصل ہو گیا تو کہا ہے کسی نے سے

فہی کل شئی لہ شاہد یدل علی انه واحد

یعنی اگر بغور دیکھے تو ہر ایک چیز اس علم کی زبانِ حال سے اس کے ایک ہونے کی گواہی دے رہی ہے۔ اس لئے جس جگہ انبیاء نہیں آئے اور احکامِ شریعت وہاں نہیں پہنچے وہاں کے لوگوں پر صرف توحید یعنی اللہ تعالیٰ کا ایک سمجھنا اور خاص اس سے معاملات عبودیت برتنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا فرض ہے اور قیامت کے روز اسی امر کا ان سے سوال ہوگا اور مشرکوں کے لئے شرک وبال ہوگا۔ کیونکہ اس امر کو وہ اپنی عقل سے جان سکتے تھے۔ اگرچہ اور احکام کو انبیاء علیہم السلام کے نہ آنے کے سبب سے نہ پہچان سکتے تھے اور اسی وجہ سے شرک اللہ کے نزدیک ایسا سخت جرم ہے کہ اس کے کرنے والے کو ہمیشہ جہنم میں جلا یا جاویگا قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ یعنی اللہ شرک کو ہرگز نہ بخشنے گا اور اس کے سوائے جسے چاہے گا بخشے گا۔ اور اسی سبب سے جس مذہب میں شرک ہے وہ بالاتفاق سب اہل عقل کے نزدیک رد ہے اور سب ائمہ کبار کے نزدیک نہایت بد ہے۔

قدیم اور وہ قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے یہ نہیں کہ کبھی پہلے نہ تھا پھر پیدا ہو گیا چنانچہ قرآن میں آیلے ہے هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ یعنی وہ اللہ تعالیٰ اول حقیقی ہے کہ اس کے لئے ابتدا نہیں اور آخر حقیقی ہے کہ اس کے لئے انتہا نہیں ہے کیونکہ اگر وہ ازلی اور قدیم نہ ہو بلکہ عدم کے بعد موجود ہو تو بالضرور کسی اور کے پیدا کرنے سے پیدا ہوگا اور وہ پیدا کرنے والا جملہ علم میں داخل ہوگا۔ کیونکہ اس کی ذات و صفات کے سوائے جو ہے عالم میں داخل ہے۔ حالانکہ کل عالم کا پیدا کرنے والا اللہ ہے جیسا کہ ابھی ثابت ہو چکا ہے علاوہ اس کے حقیقت میں عالم کا خالق وہی ہوگا کہ جس نے اللہ کو پیدا کیا پس لازم آوے گا کہ بعض علم نے علم کو پیدا کیا ہے اور یہ محال ہے۔

حی اور حی یعنی اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور صفت حیات اس کے لئے ثابت ہے جیسا کہ قرآن میں آیا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ یعنی وہ زندہ ہے اور ہر چیز کا قائم رکھنے والا ہے کس لئے کہ مردہ صانع علم نہیں ہو سکتا ہے۔

قدیر اور قدیر یعنی اس کو صفت قدرت کی حاصل ہے کہ جس کے سبب مقدورات پر اثر کرتا ہے موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود کر سکتا ہے۔ آسمان کو زمین اور زمین کو آسمان اور کافر کو ولی اور ولی کو کافر بادشاہ کو فقیر اور فقیر کو ہفت اقلیم کا بادشاہ بنا سکتا ہے غرض کہ کسی چیز سے وہ عاجز نہیں ہے ہر چیز کی اس کو قدرت ہے جیسا کہ قرآن میں آیلے ہے

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کس لئے کہ اگر اس میں صفت قدرت حاصل نہ ہو تو لازم آوے کہ وہ عاجز محض اور بیکار ہو جائے پس عالم کا پیدا کرنا باطل ہو جاوے کیونکہ عاجز سے علم کا پیدا ہونا محال ہے پس جب تمام علم اُس کا پیدا کیا ہوا ہے تو اُس کو مقدر پر قدرت بھی فائدہ اہل اسلام کے ماسوائے اکثر فرقوں نے اپنے عقائد میں اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھ رکھا ہے۔ حکمائے یونان نصاریٰ یہود اور ہنود اچنانچہ حکمائے یونان نے اُس کو اس کی مخلوقات میں تصرف کرنے سے عاجز سمجھ رکھا ہے کہ آسمانوں کا فنا کرنا یا بلا واسطہ عقول عشرہ کے علم پیدا کرنا وغیرہ ذک کو اس سے محال جانتے ہیں اور کہتے ہیں ایسے امور کی اس کو قدرت نہیں ہے نصاریٰ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے پھانسی دی اور نہایت ذلت سے مارا اور عیسیٰ خدا سے بہت آہ و زاری کے ساتھ فریاد کرتے تھے کہ مجھے بچا اور ان کے ہاتھ سے چھڑا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ اور روح القدس اور خدائے تعالیٰ تینوں مل کر ایک ہیں پس جب عیسیٰ عین خدا یا ہمہ خدا ہی ہو خدا نے آپ کو نہ بچا سکا، اور خدا یہود کے ہاتھ سے قتل ہوا تعالیٰ انہ عن ذلک علواً کبیراً یہود کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام شب یعقوب سے کشتی لٹا رہا اور اندر جانے سے یعقوب مانع آتے تھے۔ ہنود کہتے ہیں کہ اوتار میں اللہ تعالیٰ حلول کرتا ہے اور اوتار خود خدا ہوتا ہے حالانکہ رام چندر اوتار کی بوری کو زبردستی سے راؤن لنکا کا راجہ چھین کر لے گیا تھا پھر مدت تک رام اُس کے عشق میں سرگرداں رہے اور پتہ نہ لگا۔ آخر جب حال معلوم ہوا تو راؤن کو شکست دینا چاہا۔ لیکن ہنومان وغیرہ لوگوں کی مدد بغیر شکست نہ دے سکا۔ معاذ اللہ گویا ان کے اعتقاد کے بموجب خدا ایک عورت کے عشق میں مبتلا رہا۔ اور اُس کو اُس عورت کا حال معلوم نہ ہوا پھر راؤن کو بغیر امداد کے نہ مار سکا علیٰ ہذا القیاس و بہت سے ان کے عقائد ہیں کہ جن سے جمیع عیوب اللہ تعالیٰ میں ثابت ہوتے ہیں۔

۱۱ آج کل یورپ کے حکما نے بھی خدا کو صرف علت العلل اور انتظام عالم میں عاجز تصور کر رکھا ہے کہ جوہر خلاف قائلو عادتاً ہی کوئی کام کر سکتا ہے نہ کسی کی دعا قبول کر سکتا ہے نہ کسی کو اسباب بغیر کچھ دے سکتا ہے نہ کسی کو اسباب اور ہمد با تو سرے سے خدا تعالیٰ کے قائل ہی نہیں کہتے ہیں کیونکہ ایک تو ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو تسلیم کیا ہے کہ عالم کو پیدا کر کے بیکار ہو گیا اب کچھ نہیں کر سکتا ۱۲ منہ ۱۱ قدرت کا سلسلہ ممکنات پر ختم ہوتا ہے نہ معاملات یہ ہیں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنا مثل بنانے اور اپنی ذات کو ہلاک کرنے یا سقائت بشریہ میں ملوث نہ ہونے پر قادر نہ ہونا محض غلط خیال ہے ۱۲ منہ

مرید اور مرید یعنی اُس کو صفت ارادے کی حاصل ہے کہ جس سے موجود یا معدوم کرنے میں کسی مقدر کو باوجود اس کے کہ قدرت سب پر برابر ہے جس وقت اور جس طرح چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔ پس جو چیز ہوتی ہے اُس کے ارادے سے ہوتی ہے ازل میں جو ارادہ کر لیا تھا۔ اب اسی کے مطابق ہو رہا ہے اس کا ارادہ ازل سے اور تعلقات حادث ہیں اور مشیت اور ارادہ ایک ہی ہیں قال اللہ تعالیٰ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ یعنی جس چیز کا وہ ارادہ کرتا ہے اُس کو اسی وقت کر لیتا ہے یہ نہیں کہ وہ کسی چیز کا ارادہ کرے پھر وہ چیز نہ ہو ورنہ عجز لازم آوے کس لئے کہ یہ عالم کہ جس کے نظام سے عقلاً کی عقل حیران اور یہ گونا گوں عجائب اُس میں کہ جن سے حکما سرگردان ہیں بدون ارادے کے پیدا کرنا محال ہے کیوں کہ جو افعال کہ بے ارادے کے خود بخود مثل مرعش کے ہاتھ کی حرکت کے سرزد ہوتے ہیں ان میں یہ انتظام عجیب اور یہ نظام غریب نہیں ہوتا پس حکما کا یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ سے یہ عالم بدون ارادے اور اختیار کے خود بخود باجباب سرزد ہوا ہے اور بعض اہل کتاب و ہنود کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض چیزوں کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے لیکن اُس سے ہو نہیں سکتیں بالکل غلط اور خلاف تحقیق ہے اور ان کے قائلین کے قصور فہم پر دلالت کرتا ہے المختصر یہ عالم اور ہر چیز اُس کے ارادے ازل سے ہوتی ہے۔

علیم اور علیم یعنی اس کو وصف علم حاصل ہے کہ جس سے ہر چیز کی اُس کو خبر ہے کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی خبر ہے پس جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوا ہے اور ہوگا سب کو ذرا تفصیل سے روز ازل میں جان لیا تھا کہ فلاں وقت فلاں شخص یہ کام کر لگیا اور فلاں وقت میں یہ کچھ ہوگا یہاں تک کہ اگر ساتویں آسمان پر یا تحت الثریٰ میں لپٹا اپنے پر کو ملائے یا کوئی شخص اپنے دل میں کسی طرح کا وسوسہ لاوے وہ بھی اس کو معلوم ہے بیت برون علم یک ذرہ پوشیدہ نیست کہ پیدا و پہاں بہ نردش یکے است؛ کس لئے کہ علم کا پیدا کرنا اور پھر اُس کو باقی رکھنا اور تربیت کرنا اور حسب حال ہر شخص کے حاجت روا کرنا بدون علم کے محال ہے بعض حکماء نے یونان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زید و عمر وغیرہ جنسیات کو علی وجہ کلی عام طور سے جانتا ہے اور تفصیل سے ان کو اوقات مخصوصہ میں نہیں جانتا بالکل غلط ہے فائدہ یہود و ہنود و

نصاری وغیرہ کے عقائد سے بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بعض چیزوں کی خبر نہیں ہو بلکہ اللہ سميع
سمیع یعنی اس کو شنوائی کا وصف حاصل ہے کہ اُس سے ہر چیز کی آواز اور ہر کسی کی پکار سن لیتا
 ہے خواہ ساتویں زمین پر چیونٹی کے پاؤں کی آواز ہو خواہ ساتویں آسمان پر پتھر سے مگر جانور کے
 پر کی آواز ہو خواہ کوئی آہستہ سے کچھ کہے یا پکار کر کہے وہ سب سنتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے
 اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ یعنی اللہ تعالیٰ سنتے والا اور خبردار ہے کس لئے کہ ایسے صنایع علم اور جہان
 کے مالک کا بہرہ ہونا بڑا عیب اور سخت نقصان ہے۔

بصیر اور بصیر یعنی اُس کو وصف بصارت حاصل ہے کہ جس کے سبب سے ہر چیز کو دیکھتا ہے خواہ
 کوئی چیز اندھیرے میں ہو خواہ اُجالے میں خواہ نزدیک خواہ دور خواہ رات میں خواہ دن میں خواہ کسی
 قدر چھوٹی ہو خواہ بڑی سب کو ہر وقت بلا تفاوت یکساں دیکھتا ہے کسی وقت میں کوئی شے اُس سے
 چھپی ہوئی نہیں ہے کیونکہ اگر اس میں یہ وصف نہ ہو تو وہ اندھا کہلائے اور اندھا ہونا ایسے صنایع
 علم کے لئے عیب اور سخت نقص ہے لہذا قرآن مجید میں بھی یہ صفت اس کے واسطے اکثر آیات میں
 ثابت ہے اِذَا نَجَّیْتَهُ مِنْ اَبْرٰہِیْمَ لَمَّا کَانَ مِنَ الْغَمَامِ اَنْتَ اَبْصِرُ الْعَالَمِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے کوئی
 شے اس کی نظر سے غائب نہیں ہے قائدہ معترکہ کہتے ہیں کہ اللہ کے سمیع اور بصیر سے کہ جو اُس نے
 اپنی ذات کے لئے ثابت کی ہے اور قرآن میں اس کا ذکر فرمایا ہے علم مراد ہے پس اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ
 بَصِیْرٌ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ خبردار ہے کیونکہ سمیع اور بصیر اعضاء سے تعلق رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ
 اعضاء اور جسم سے پاک ہے ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور جمیع صفات
 مخلوقات کی ذات اور صفات سے غیر ہے اسی طرح اس کی سماعت اور بصارت بھی خلق کی سماعت اور بصارت
 سے بالکل غیر ہے لہذا مخلوقات کو سماعت اور بصارت میں اعضاء کی حقیقت ہے نہ اس خالق کو اخصال اس کے لئے
 ایسی سمیع و بصیر نہیں ثابت کرتے ہیں کہ جو ممکنات میں ہے پس اس ضعیف شبہ سے قرآن کی آیات صریحہ کی تائید
 کرنا جائز ہے (اور تکلم ہے) یعنی اس کو کلام کرنے کی صفت حاصل ہو کہ جس سے کلام کر سکتا ہو پس جس طرح
 چاہتا ہے کلام کرتا ہے جس چیز سے چاہتا ہے منع کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے حکم کرتا ہے اور جس چیز کی چاہتا ہے

۱۔ ان صفات میں مخلوق میں سے کوئی بھی بالذات شریک نہیں بلکہ اس نے جس کو جس قدر چاہا علم دیا اور جس قدر چاہا قدرت لئے

اس پر بھی اس کا علم اس کی قدرت ذاتی مخلوق کی اس کی طرف سے عطا شدہ ہے دونوں کی حقیقت غیر ہے ۱۲ منہ

خبر دیتا ہے کیونکہ گونگا ہونا ایسے صانع عالم فاعل مختار کے انتظام عالم کے واسطے مخلوق و نخل
اُس کے حتیٰ میں بڑا سخت عیب ہے لہذا قرآن مجید میں اُس نے اپنے واسطے اس صفت کو
اکثر ثابت کیا ہے ازراجملہ یہ آیت ہے وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے
کلام کیا تھا پس مطلقاً کلام کرنا سب اہل اسلام کے نزدیک مسلم اور متفق علیہ ہے اور اُس کی
حقیقت میں کہ کیونکر ہے اور کس طرح ہے البتہ اختلاف ہے اور اس میں کل نو قول ہیں سب کو
ملا علی قاری نے فقہ اکبر کی شرح میں تفصیل سے لکھا ہے سوا اہل حق کے نزدیک جو کلام کہ خدا کی
صفت ہے وہ حروف اور آواز سے مرکب نہیں بلکہ وہ ایک صفت ہے جو اُس کی ذات پاک
سے قائم ہے اور اُس کو کلام نفسی کہتے ہیں کیونکہ کلام اصل میں مضمون اور معانی ہی کو
کہتے ہیں چنانچہ خطل شاعر کہتا ہے إِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفَوَادِ وَاللِّسَانِ جَعَلَ اللِّسَانَ عَلَى الْفَوَادِ لِيَلْزَمَ
کلام دل میں ہوتا ہے اور زبان اس دل کے مضمون پر دلالت کرتی ہے لہذا مجازاً الفاظ اور
اصوات سے جو مرکب ہوتا ہے اس کو بھی کلام کہتے ہیں ہم لوگ اس مضمون کو کبھی زبان سے
ظاہر کہتے ہیں کبھی لکھ کر بتا دیتے ہیں کبھی اشاروں سے ظاہر کر دیتے ہیں اسی سبب سے اللہ تعالیٰ
جو کسی کا کسی کام میں محتاج نہیں ہے بدون زبان کے کلام کرتا ہے پھر جب زبان سے اُس
کا کلام نہیں تو الفاظ اور صوت بھی نہیں اور وہی وجہ ہے کہ اللہ کی جس طرح اور سب
صفات ازل ہی اسی طرح سے صفت کلام بھی ازل اور قدیم ہے پس اگر اس کا کلام الفاظ اور
حروف سے مرکب ہو تو قدیم نہ رہے کس لئے کہ جو چیز قدیم ہوتی ہے وہ کسی کے چہ نہیں ہوتی ہے
اور کلام لفظی میں تقدیم و تاخیر ہوا کرتی ہے مثلاً زید میں جب تک نے نہ ادا کر لیں گے ادا نہ ہوگی۔
علیٰ ہذا القیاس لہذا یہ کلام لفظی جو حروف و اصوات سے مرکب ہوتا ہے اُس کی صفت نہیں۔
سوال اگر کلام نفسی ہی اُس کی صفت ہے تو قرآن مجید کی عبارت عوسیہ اِسْ كَلَامٌ نَفْسِيٌّ ہے پس
اُس کو کلام خدا کہنا چاہیے حالانکہ باتفاق جمہور اہل اسلام جو قرآن مجید کی عبارت کو کلام الہی کہتے
قطعاً کافر ہے اور قرآن میں بعض جا کفار سے معارضہ کیا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو سوائے کلام کی مانند
بنا لاؤ اور معارضہ الفاظ اور عبارت سے ہی ہوا کرتا ہے۔

جواب کلام خدا کے دو معنی ہیں ایک کلام نفسی جو قدیم ہے پس یہ صفت ازل سے ابد تک

اس کو حاصل ہے اس کے سبب سے جس سے چاہتا ہے کلام کرتا ہے جیسا کہ ہم کو صفت کلام حاصل ہے اور ہر وقت ہمارے ساتھ ہے گو کہ ہم کسی سے کلام نہ کریں یہ صفت کلام بالاتفاق ازلی ہے اور اُس کے ساتھ قائم ہے سو یہ کلام الہی اس سبب ہے کہ اُس کی صفت ہے دوسرے یہ الفاظ اور عبارت قرآن کی۔ ان کو کلام الہی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ سوائے خدا کے کسی اور کی تالیف اور تصنیف نہیں بلکہ ان کو خاص اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اس معنی سے الفاظ اور عبارت قرآن مجید بھی کلام الہی ہے بیشک اس کا کلام الہی نہ کہنے والا بالاتفاق کافر ہے اور ان سے معارضہ بھی درست ہے پس قرآن مجید اور پہلی کتابیں جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں سب کلام الہی ہیں بعض محققین اہل حدیث کا یہ مذہب ہے کہ خدا کے کلام میں تلفظ اور صورت بھی ہے کہ جس کو مخاطب سن لیتا ہے اور پھر قدیم ہے کیونکہ قدیم نوع کلام کو کہتے ہیں اور صورت خاصہ اور الفاظ مخصوصہ کو قدیم نہیں کہتے۔ ان کے حادثات ہونے سے اُس مطلق کا حادث ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ مطلقاً خالق ہونا ان کے لئے صفت قدیم ہے باوجودیکہ اُس کے تعلقات حادث ہیں اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا ہے کہ اُس کے لئے زبان مضمونہ گوشت بھی ہو کیونکہ اُس کے الفاظ اور صورت ہمارے الفاظ صورت کی طرح نہیں بلکہ جیسا اُس کی ذات کے مناسب ہو نقلہ ملا علی القاری فی شرح فقہ اکبر وقال هذا هو الماثورۃ عن ائمة الحدیث والسنة انتھی (اہل حق کے نزدیک قرآن مجید قدیم ہے) اہل سنت معانی اور مضامین کا اعتبار کر کے قرآن کو قدیم اور اُس کی صفت قرار دیتے ہیں۔ معتزلہ اس کے الفاظ اور عبارت پر نظر کر کے اس کو حادث کہتے ہیں کہ تقدیم و تاخیر الفاظ کا اور تینیس برس میں نازل ہونا

فائدہ واضح ہو کہ بعض علماء کے نزدیک خدا تعالیٰ کا کلام اپنے مقدس بندوں و فرشتوں ان کے فہم کے موافق ہوتا ہے اور اس کے حسب مواقع مختلف صورتیں ہیں کبھی غیر صورت و الفاظ روحانی طور پر کلام ہوتا ہے اور وہ مخاطب اس کلام کو اپنے الفاظ میں تعبیر کرتا ہے اکثر نازل وحی اور الہام کی یہی صورت ہے اور کبھی الفاظ و صورت سے بھی کلام ہوتا ہے اور مخاطب نہیں الفاظ سے کلام الہی کو تعبیر کرتا ہے نزل قرآن رسی صورت میں واقع ہوا ہے اور ان الفاظ کے تعدد و تقدیم و تاخیر سے اس کی صفت کلام میں جس کو الفاظ خاصہ سے تعبیر ہے کوئی حدود و تقصیر لازم نہیں آتا پھر یہ کلام حجاب کبریائی کے تیجے سے ہوتا ہے اور پھر بھی وہ کلام بالمشافہ ہوتا ہے کیونکہ حق سبحانہ کا حضور ہر طرف کو اس کی استعداد و روحانیت کے موافق ہوتا ہے بندہ کتنا ہی مقام تقرب میں پیش قدمی کرے مگر اس عالم میں پھر بھی اس میں اور خدا تعالیٰ میں صدرا حجاب نورانی حائل ہوتے ہیں و کبھی یہ کلام بذریعہ ناموس اکبر ہوتا ہے اور ناموس اکبر کبھی بالفاظ مخصوصہ وہ کلام پہنچاتا ہے کبھی مطلب اور کہنیٹا ہے اور ان کے سامنے تعبیر کے وقت الفاظ مخاطب کے ہوتے ہیں۔ ہادیت اسی قسم کی ہیں پھر یہ حالت کبھی پیدار میں ہوتی ہے مگر جسم پر روحانیت کے غلبہ سے تعبیر عظیم پیدا ہوتا ہے اور کبھی خواب میں جہاں جہانیت کے آثار ضعیف ہو کر روحانیت کو تجلی ہوتی ہے ان کا خواب معمولی خواب و خیال نہیں ۱۲ منہ

قدیم ہونے کے منافی ہے البتہ معتزلہ کا یہ شبہ بعض حنبلی لوگوں پر وارد ہوتا ہے کہ وہ الفاظ اور معانی سب کو قدیم کہتے ہیں جمہور اہل سنت پر یہ شبہ ہرگز وارد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ الفاظ کو قدیم نہیں کہتے اور تقدیم و تاخیر الفاظ میں ہے نہ کہ معانی میں واللہ علم زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی بڑی کتابوں میں ہے جس کو منظور ہو وہاں دیکھ لے اس مختصر میں اس کی گنجائش نہ تھی لہذا قدری قلیل پرکتفا کیا فائدہ ان صفات مذکور کو صفات ذاتیہ اور امہات الصفات بھی کہتے ہیں ان کا اور سب صفات بار تعالیٰ پر رتبہ مقدم کیونکہ مثلاً اس کے لئے حیات نہ ہو تو خدا نہ ہے پس جب حیات پہلے ہوگی تب کچھ اور صفات پائے جائیں گے گویا صفت حیات اور صفات کی اصل ٹھیری علیٰ ہذا القیاس اب صفات فعلیہ کو نوکر کرتا ہوں۔

صفت تکوین | اور وہ ممکن ہے۔ یعنی پیدا کرنے کی صفت اس کو حاصل ہے صفات ذاتیہ کے سوائے اللہ تعالیٰ کے جس قدر اور صفات ہیں جیسا مارنا جلانا روزی دینا۔ تندرست و بیمار کرنا عزت و ذلت دینا علیٰ ہذا القیاس ان کو صفات فعلیہ کہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک صفات فعلیہ اور ذاتیہ میں یہ فرق ہے کہ جس خاص صفت سے وہ موصوف ہو اور اُس کی صفت سے موصوف نہ ہو سکے تو وہ ذاتیہ ہیں جیسا کہ علم اللہ تعالیٰ اس سے موصوف ہوتا ہے اس کی ضد جہل اُس سے موصوف نہیں ہو سکتا کیونکہ اُس کو کسی حال میں جاہل نہیں کہہ سکتے اور جو صفات ایسی ہیں کہ اُن سے اور اُن کی ضد سے دونوں سے موصوف ہو سکے وہ فعلیہ ہیں جیسا مارنا جلانا رزق دینا اس کو زید کا مارنے والا اور عمر کو نہ مارنے والا اس کی حالت حیات میں کہہ سکتے ہیں کذا فی شرح فقہ اکبر سو یہ سب صفات فعلیہ صفت تکوین میں داخل ہیں گویا وہ ان سب کا مجمل ہے اور یہ سب اُس کی تفصیل اگر اُس کو صفت حاصل نہ ہو تو وہ صانع عالم نہ ہو سکے اور بیکار ہو جاوے وَقَالَ اِنَّمَا اَمْرُكَ اِذَا ارَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ یعنی اس کے کُن کہتے ہی ہر چیز کو جس کا وہ ارادہ کرتا ہے ہو جاتی ہے کچھ دیر اور ذہیل نہیں کسی سامان اور اسباب اور معین و مددگار کی حاجت نہیں (صفت تکوین بھی اور صفات ذاتیہ کی طرح ازلی ہے لیکن عالم کو اور ہر چیز کو اُس کے وقت پر پیدا کیا ہے) اللہ تعالیٰ کی سب صفات خواہ ذاتیہ خواہ فعلیہ ازلی ہیں یعنی ازل سے خدا تعالیٰ ان صفات سے موصوف ہے یہ نہیں کہ پہلے خدائے تعالیٰ میں یہ صفات نہ تھے پھر ہو گئے بلکہ جب سے وہ ہے تب ہی سے اُس کے یہ صفات بھی ہیں۔ کیونکہ اگر ازل میں اُس کے صفات

نہ ہوں تو لازم آوے کہ وہ ازل میں ان صفات سے خالی تھا۔ پھر کسی کے سبب سے یہ صفات اس کو حاصل ہوئے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نسبت محال اور نقصان ہے۔ پس ازل میں جبکہ زمین و آسمان کچھ نہ تھے اُس کو حیات بھی تھی اور ارادہ اور قدرت اور علم اور سماعت اور بصارت اور کلام بھی تھا علیٰ ہذا القیاس صفت تکوین سے بھی موصوف تھا۔

سوال صفت تکوین بے مکونات کے کیونکہ ازل ہوگی حالانکہ کسی مکون کو بھی ازل نہیں کہتے مثلاً صفت تکوین کی ایک قسم رزق دینا بھی ہے پس جب تک کوئی شخص کہ جس کو رزق دیا ازل میں نہ پایا جاوے گا۔ رزق دینا بھی ازل میں نہ ثابت ہوگا علیٰ ہذا القیاس عالم کا اور اُس کی ہر چیز کا موجود کرنا بھی اس کی صفت ہے حالانکہ عالم ازل نہیں نہ اس کی کوئی چیز ازل ہے۔

جو اب صفات فعلیہ کا ظہور البتہ غیر پر موقوف ہے کہ جب تک کوئی غیر نہ ہوگا یہ صفت ظاہر نہ ہوگی اور خود صفت کسی پر موقوف نہیں مثلاً ایک شخص کو لکھنا خوب آتا ہے اور یہ وصف اُس کو ابتدا سے حاصل ہے سو یہ وصف ظاہر جب ہوگا کہ وہ کچھ لکھے گا اور خود وصف لکھنے پر موقوف نہیں اگر تمام عمر نہ لکھے جب بھی اُس کو وہ وصف حاصل ہے گا پس اگر کوئی چیز بھی ازل میں موجود نہ تھی اور کسی مکون کی وہاں ہستی نہ تھی لیکن اُس کو وہ صفت تکوین ازل میں حاصل تھی نہ تو یہ لازم آیا کہ صفت فعلیہ ازل نہ ہو اور نہ یہ کہ مکونات ازل ہو جائیں بلکہ ہر مکون کی اُس کے وقت پر تکوین کی آسمان و زمین کو بھی ایک وقت خاص میں بنا یا علیٰ ہذا القیاس، ازل سے ابتدا تک اُس کی سب صفات بے تفاوت اُس میں موجود ہیں | اس کی صفات

کا ازل ہونا تو پہلے ہی ثابت ہو چکا ہے اور ابدی ہونا اس لئے کہ جو قدیم اور ازل ہوتا ہے وہ کبھی فنا نہیں ہوتا۔ پس اُس کی صفات کبھی کبھی فنا نہ ہوں گی۔ ثابت ہوا کہ ابدی ہیں کیونکہ ابدی وہ ہے کہ جو کبھی فنا نہ ہو اور ہمیشہ رہے دوسری یہ وجہ ہے کہ اگر اُس کی صفات کبھی اُس سے دور ہو جائیں تو لازم آوے کہ اس وقت وہ اُن صفات سے خالی ہو اور یہ واجب تعالیٰ کے لئے محال ہے قال اللہ تعالیٰ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ یعنی وہ اول حقیقی یعنی ازل ہے اور آخر حقیقی یعنی ابدی ہے پس جب وہ ابدی اور ازل ہوا تو اُس کی صفات بھی ابدی اور ازل ہیں کیونکہ اُس کا یہ صفات کے

کسی وقت میں پایا جانا محال ہے پس تفاوت اور تغیر بھی اُس کی صفات میں محال ہے کیونکہ تغیر بالوقت یوں ہوگا کہ اُس کی کوئی صفت بالکل جاتی رہے سو یہ محال ہے اور منافی ابدیت یا کوئی صفت کم یا زیادہ ہو جائے سو یہ بھی محال ہے کیونکہ زیادہ ہونا دلالت کرتا ہے کہ پہلے یہ صفت ناقص تھی اور نقصان اُس کے لئے منافی و جوہر ہے۔ اور کم صفت کا ہونا تو صریح البطلان ہے پس اُس کی حیا اور علم اور قدرت و ارادہ و سمیع و بصیر و کلام و تکوین ازل سے ابد تک یکساں ہیں کبھی اُن میں کمی زیادتی نہیں ہوتی اور نہ ہوگی ہاں ممکنات میں تغیر ہوتا ہے مثلاً اگر زید پہلے کافر تھا پھر مومن ہو گیا یا کھڑا تھا بیٹھ گیا یہ زید میں تغیر ہوا علم الہی میں کچھ بھی تغیر نہیں آیا علیٰ ہذا القیاس اُس کی صفت تکوین بھی ازل سے ابد تک یکساں ہے پس جب اس نے زید کو پیدا کیا یا عمر کو بیمار کر دیا تو اُس کے پیدا کرنے کی اور بیمار کرنے کی صفت ہمیشہ سے ہے اور کچھ تفاوت بھی اُس میں نہیں لیکن اُس کے تعلقات حادث ہیں فائدہ اللہ تعالیٰ سب عالم کا خالق اور صانع ہے پس جس طرح اس کی ذات کسی کے ساتھ مشابہ اور کسی کی مانند نہیں ہے جیسا کہ قرآن میں ہے **لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ** یعنی کوئی اس کی مثل نہیں بلکہ سب الگ ہے اسی طرح اُس کے اوصاف بھی کسی کے اوصاف کے ساتھ مشابہ اور مانند اور متحد حقیقت نہیں۔ پس اس کی زندگی ہماری زندگی کی طرح نہیں اور اس کی قدرت اور اُس کا ارادہ اور علم بھی ہماری قدرت اور ارادے اور علم سے مشابہ نہیں اور اس کا سننا اور دیکھنا اور کلام کرنا بھی ہمارے سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کے غیر ہے ہم کان سے سنتے ہیں اور آنکھ سے دیکھتے ہیں اور زبان سے بولتے ہیں وہ واجب الوجود جس نے ہمارے گوشت کے ٹکڑے میں جس کو کان کہتے ہیں ایک قوت سماع رکھدی ہے اور دوسری جا قوت بصر اور تیسری جا قوت نطق رکھدی ہے بے کان کے سنتا ہے اور بے آنکھ کے دیکھتا ہے اور بے زبان کے بولتا ہے اور ان اعضاء کا محتاج نہیں پس اُس کے اوصاف میں اور ہمارے اوصاف میں لفظ میں **ثَر** ہے۔ اور دونوں کی حقیقت جدا ہے سننا ہمارے لئے بھی ثابت ہے اُس کے لئے بھی لیکن اس کا سننا ہمارے سننے سے متعارف ہے فقط تام سننے کا دونوں کو شامل ہے۔

فصل سوئم تتریمہات کے بیان میں

وہ کسی کا کسی چیز میں محتاج نہیں | اپنی ذات اور صفات اور کسی کار میں وہ کسی کا محتاج نہیں کیونکہ اس کی ذات اور صفات کے سوا سب عالم میں داخل ہیں

اور کل عالم اس کا محتاج ہے اور بنایا ہوا ہے پھر اگر اُس کو کسی چیز میں کسی کی طرف حاجت ہو تو لازم آوے کہ اللہ اپنے محتاج کا محتاج ہو جائے اور یہ محال ہے قال اللہ تعالیٰ نَايَا النَّاسُ اَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ یعنی تم سب لوگ اللہ کے محتاج ہو اور وہ ہر چیز سے بے پروا یعنی اپنی ذات و صفات میں غیر محتاج اور سراپا گویا ہے (اور نہ وہ عرض ہے) عرض وہ ہے کہ جو کسی اور میں ہو کہ پابجاوے جیسا سیاہی، سفیدی کہ بدون کسی جسم کے ہرگز نہیں پائی جاتی۔ پس اگر اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہو تو اُس کو غیر کی طرف احتیاج ثابت ہو جاوے اور یہ محال ہے کما مَر (اور نہ جسم ہے) جسم اُس کو کہتے ہیں جس میں لبان چوڑان دل ہو جیسا درختا پتھر آدمی وغیرہ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر جسم میں اجزاء ہوا کرتے ہیں اور کوئی جسم بے اجزاء کے نہیں ہوتا ہے خواہ وہ ایوولی و صورت ہوں خواہ وہ اجزاء لای تجزی ہوں خواہ اجزاء ثانویہ اربع عناصر آب آتش ہوا خاک ہوں پس اگر اللہ تعالیٰ کے لئے بھی بدن ہو تو اس کو بھی اپنے اجزاء کی طرف حاجت ہو جائے اور اجزاء کا محتاج کہلاوے دوسرے جو چیز اجزاء سے مرکب ہوتی ہے تو ہر ذرہ کسی مرکب کے ترکیب دینے سے ہوتی ہے کیونکہ آپسے آپ اجزاء جمع نہیں ہو سکتے پس اگر خدا کے لئے بدن ہو تو کسی اور شخص ترکیب دینے والے کی طرف حاجت ہو جائے تیسرے یہ کہ ہر مرکب حادث ہوتا ہے۔ یہ وہ اُس کے لئے بدن ثابت کرتے ہیں۔

۱۔ نصاریٰ کے ہاں خدا کے تین جزو یہ ہیں ابنا ابن روح القدس ہنود کے ہاں بشن مہادیب برہما خدا کے تین جزو ہیں تنیوں جزوں سے مرکب نام خدا ہے قطع نظر اس خرابی کہ مرکب ہوتا ہے وہ حادث ہوتا ہے اور اجزاء کا محتاج اور کسی غیر کا پیدا کیا ہوتا ہے یہ کتنی خرابی ہے کہ خدا کے جزوں کو جدا جدا بھی کہتے ہیں۔ اور پھر خدا کو دوسرا ہی پورا جانتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جہاں مجموعہ میں سے ایک جزو جدا ہوا مجموعہ فوت ہوا اور سب سے زیادہ یہ عذر بدتر از گناہ ہے کہ اُن کو اوصاف بھی کہہ بیٹھے ہیں اور اعتراضوں سے اس میں مخفی ہونگے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ وصف اپنے موصوف سے جدا مجسم ہو کر جلا پھر نہیں کرتا حالانکہ ابن کار دنیا میں آنا کھانا پھانسی یا نالضاری کے ہاں ثابت ہے علیٰ ہذا القیاس برہما اور مہادیو اور بشن کا افعال بشریہ کرنا ہنود کے ہاں ثابت ہے سوائے اہل اسلام کے ہر فرقے نے اللہ تعالیٰ میں نہایت عجیب قائم کر رکھے ہیں نصاریٰ اور یہود نے تو یہ کچھ سمجھ رکھا ہے حکمائے یونان نے عاجز محض سمجھا ہے کہ بے اختیار جیسا کہ عرش سے ہاتھ ملتا ہے عام اُس سے پیدا ہوا ہے اور پھر اُس کے ذمہ بقا اور نہیں۔ اور اُس کو جاہل بھی سمجھتے ہیں کہ اُس کو جزئیات کا حال معلوم نہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ سَمَاءٍ صِفْوْنَ ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

پس نہ اُس کے لئے کوئی رنگ ہے نہ بُو ہے | کیونکہ رنگ اور بُو خاص جسم میں پیدا ہوا کرتی ہیں اور بدون بدن کے رنگ اور بُو نہیں پائی جاتی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کے لئے بدن نہیں تو رنگ اور بُو بھی نہیں نہ وہ سیاہ ہے نہ سفید ہے نہ زرد ہے نہ نیلا نہ اُس میں خوشبو ہے نہ بدبو ہے نہ لہنا ہے نہ لپٹا قدر نہ دُبل ہے نہ موٹا نہ گرم ہے نہ سرد ہے نہ سخت ہے نہ نرم۔
 نہ اُس کے لئے مکان ہے | کیونکہ مکان جسم دار چیز کے لئے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے پس نہ وہ آسمانوں میں رہتا ہے نہ زمین میں نہ مشرق میں ہے نہ مغرب میں بلکہ تمام عالم اُس کے آگے ایک ذرے کے برابر ہے وہ اس میں کیونکہ سماوے لیکن ہر جگہ اُس کا ظہور ہے کوئی جا اُس سے غائب نہیں ہے ہر جگہ اور ہر مکان اُس کی نسبت برابر ہے۔

سوال قرآن مجید کی بعض آیات اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں سے ملاقا الہیٰ علی العرشِ ستویٰ یعنی اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہوا اور مشکوٰۃ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَنْزِلُ تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَىٰ سَمَاءِ الدُّنْيَا الْحَدِيثُ يَعْنِي اللَّهُ وَتَبَارَكَ تَعَالَىٰ هَرَّ شَبَّ آسْمَانِ دُنْيَا پُورَا تَرْتَابِے۔
 جواب یہ آیت و حدیث اور اسی طرح وہ آیات و احادیث کہ جن میں اللہ کے لئے منہ اور ہاتھ اور پاؤں اور انگلیاں اور سینہ اور آنکھ اور نفس وغیرہ ثابت ہے ان کو تشابہات کہتے ہیں فرقہ قدریہ ان کے ظاہری معنی چھوڑ کر تاویلات کرتا ہے مثلاً یَد سے قبضہ اور وجہ سے اس کی ذات مراد لیتا ہے اور آیت پیش کرتا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ کہ اگر اس کے لئے ہاتھ اور منہ وغیرہ چیزیں ثابت ہوں تو ممکنات کے مشابہ ہو جائے فرقہ مشبہ کہ جس کو مجسمہ بھی کہتے ہیں۔ اُن کا یہ قول ہے کہ ہاتھ منہ وغیرہ اعضا جو آیات احادیث میں آئے ہیں اُس کے لئے ثابت ہیں اور وہ عرش پر ایسا ہی بیٹھا ہے کہ جس طرح کوئی بادشاہ دنیا میں اپنے تخت پر بیٹھتا ہے۔ دلیل اُن کی یہی آیات و احادیث ہیں کہ جن میں ان امور کا ذکر ہے مگر وہ پہلی آیت اُن کے قول کو بالکل رد کرتی ہے اور فرقہ اہل حق کہ جس کو اہل سنت و الجماعت کہتے ہیں جس میں تمام صحابہ اور اہل بیت داخل ہیں وہ ان دونوں فریق کی افراط و تفریط کو ناپسند رکھتے ہیں۔ کس لئے کہ یہ دونوں فریق ایک آیت کا انکار اور ایک کا اقرار کرتے ہیں مثلاً قدریہ کو آیات تشابہات کا انکار لازم آتا ہے اور مجسمہ کو آیات تنزیہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ کا انکار لازم آتا ہے اور مذہب اہل حق کا یہ ہے کہ یہ صفات خدا کے لئے ثابت ہیں۔ تاکہ قدریہ کی مانند ان

آیات و احادیث کا کہ جن میں یہ صفات ہیں انکار لازم نہ آوے اور حقیقت ان صفات کی اللہ ہی کو معلوم ہے ہمارے ہاتھ منہ کی مانند اور ہمارے استوئی کی مانند اس کے لئے ہاتھ منہ اور استوئی ہرگز نہیں تاکہ مجسمہ کی مانند اس آیت کیسے مکشکہ شئی کا انکار لازم آوے کیونکہ وہ کسی ممکن کی مثل اور مانند نہیں جمہور امت اور ائمہ اربعہ کا یہی عقیدہ ہے چنانچہ فقہ اکبر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں فما ذکر اللہ فی القرآن من ذکر الوجه والید والنفس العین فہولہ صفات ولا یقال ان یدہ قدرتہ او نعمتہ لان فیہ ابطال الصفة وهو قول اہل الملک والاعتزال ولکن یدہ صفة بلا کیف انتھی کہ قرآن میں جو اللہ تعالیٰ نے وجہ اور ید اور نفس اور عین ذکر کیا ہے سو یہ سب اس کی صفات ہیں اور معتزلہ اور قدریہ کی طرح یوں نہ کہنا چاہئے کہ ہاتھ سے مراد اس کی قدرت اور نعمت ہے کیونکہ اس سے اللہ کی صفات باطل کرنا ثابت ہوتا ہے۔ ید سے مراد اس کی ایک صفت ہے کہ ہم اس کی کیفیت نہیں جانتے امام مالک سے بھی ایسا ہی منقول ہے اور امام احمد حنبل اور امام شافعی اور جمہور محدثین کا بھی یہی مذہب ہے کذا فی النظامیہ۔

نہ شکل و صورت ہے | کیونکہ صورت و شکل جسمانی چیز کے لئے ہوتی ہے اور وہ جسم سے پاک ہے پھر نہ وہ آدمی کی صورت پر ہے نہ جن کی نہ حجر کی نہ کسی اور شے کی پس جو بعض کم علم کہتے ہیں کہ خدا پیر کی شکل میں ہے بلکہ پیر ہی خدا ہو جاتا ہے یا رسول کی صورت میں خدا تھا اگر اسی ہے (نہ اس پر زمانہ گزرتا ہے) کس لئے کہ زمانہ حادث چیزوں کے لئے ہوتا ہے کیونکہ متکلمین کے نزدیک زمانہ ایسے مستجد کو کہتے ہیں کہ جن سے دوسرے مستجد کا اندازہ کیا جاوے اور حکما کے نزدیک مقدار حرکت فلک کو زمانہ کہتے ہیں۔ پہلی صورت میں اس کا مستجد ہونا دوسری میں حدوث ثابت ہوتا ہے سو وہ حادث نہیں ہے پس اس کو یوں نہ کہیں گے کہ ستوا برس کا ہے یا ہزار برس کی عمر رکھتا ہے یا لاکھ کی علیٰ ہذا القیاس۔

نہ بوڑھا ہے نہ جوان ہے | کیونکہ بوڑھا اور جوان ہونا جسمانی اور زمانی چیزوں کے لئے

فائدہ حدیث میں آیا ہے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ متفق علیہ کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا جمہور محدثین کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ صورت کی جو اللہ تعالیٰ کی طرف اصناف ہے وہ اصناف تشریفیہ ہے جیسا کہ روح اللہ و ناطقہ اللہ میں یعنی اپنے ہاں کے عمدہ اور مخصوص صورت پر آدم کو بنایا نہ یہ کہ اللہ بھی آدم جیسی صورت ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ صورت کی ضمیر آدم کی نظر راجع ہے کہ آدم کو اس کی صورت پر بنایا جو علم الہی میں قرار پا چکی تھی اہل کتاب اس کے ظاہری معنی مراد لیتے ہیں اور یہ سفر مکررین کے مطابق ۱۲ منہ ہے

مخصوص ہے اور وہ نہ زمانی ہے نہ جسمانی۔

کھانے پینے پیشاب و پائینجانے اور صحت و مرض خوشی و رنج وغیرہ سے پاک ہے کیونکہ یہ سب

چیزیں حادث اور زمانی چیزوں میں پائی جاتی ہیں اور وہ حادث اور زمانی نہیں۔ پس وہ ان چیزوں سے بھی پاک ہے علیٰ ہذا القیاس نیندا اور اونگھ اور سب لذائد وغیرہ سے جو حادث اور زمانی چیزوں سے مختص ہیں پاک اور مبرا ہے (اور نہ جوہر ہے) متکلمین کے نزدیک جوہر جز لایتجزئی یعنی جسم کے نہایت چھوٹے ٹکڑے کو کہ پھر اُس کا جز نہ نکلے کہتے ہیں اور جوہر فرد بھی اُس کا نام رکھتے ہیں اور حکماء کے نزدیک جو خارج میں کسی اور دوسری چیز میں ہو کر نہ پایا جاوے اسے جوہر کہتے ہیں پس اللہ تعالیٰ جوہر بھی نہیں ہے کیونکہ متکلمین کا جوہر کسی جسم کا جز ہوتا ہے سو اللہ تعالیٰ کسی چیز کا جز نہیں ہے اور حکماء کا جوہر بھی ممکنات میں داخل ہے۔ سو اللہ تعالیٰ ممکن نہیں بلکہ واجب ہے لہذا جوہر نہ کہنا چاہیے۔

اور نہ وہ کسی کا ہم جنس اور نہ کسی کے ساتھ مشابہ نہ کسی کے ساتھ متحد ہے | کس لئے کہ اگر اُس کے لئے کوئی جنس ہو تو آپس میں تمیز اور فرق کسی فصل سے ہوگا۔ پس اُس کا مرکب ہونا لازم آویگا۔

اور یہ محال ہے اور کوئی اُس کی مانند بھی نہیں ہے کیونکہ اگر ہو پس یا تو ذات میں اس جیسا ہوگا یا صفات میں ذات میں ہونا تو محال ہے کیونکہ پھر تو حیدر نہ رہے گی حالانکہ وہ ثابت ہو چکی ہے اور صفات میں بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اُس کے سوا جو ہے وہ علم یعنی مخلوق میں داخل ہے اور مخلوق میں سے ایسا کوئی نہیں ہے کہ اس کی صفات اس کی مانند ہوں نہ کسی کا علم اس کے علم کے برابر کیونکہ اس کا علم حضوری ہے کہ تمام علم اُس کے نزدیک حاضر ہے وہ سب کو ہر وقت یکساں جانتا ہے مخلوق میں سے یہ بات کسی کو حاصل نہیں خواہ کوئی ولی ہو یا نبی یا فرشتہ علیٰ ہذا القیاس اس کی قدرت و ارادہ و حیات وغیرہ باصفات سبب بمثل ہیں اگر مخلوق میں حیات یا قدرت یا ارادہ ہے تو اس کی طرف سے ہے خود نہ کسی میں قدرت ہے نہ حیات نہ ارادہ اور متحد بھی اس کے ساتھ کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر کوئی ہوگا تو مخلوق میں سے ہوگا اور مخلوق اور خالق کا ایک ہونا صریح البطلان ہے پس نادانوں کا یہ قول کہ انسان جزو شجر جو کچھ ہے سب وہی ہے صریح کفر ہے۔

وحدت الوجود | بعض صوفیاء کرام جو وحدت الوجود کے قائل ہیں اُس سے یہ نہیں ثابت

ہوتا کہ یہ مخلوقات عین خالق ہے کس لئے کہ وہ وحدت الوجود کے قائل ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ سب کی ایک ہستی ہے یعنی اللہ کی ہستی سے خلق موجود ہے اور فی نفسہ کچھ نہیں نہ کہ وحدت الوجود کے قائل ہیں مثال اس کی یہ ہے کہ جب آفتاب نکلتا ہے تو درو دیوار اور جس قدر شفاف چیزیں ہیں سب منور ہو جاتی ہیں اور جب وہ غروب ہو جاتا ہے تو سب پر اندھیرا چھا جاتا ہے پھر کہہ سکتے ہیں کہ ان سب منور چیزوں میں ایک ہی نور چمکتا ہے یعنی آفتاب کے نور سے منور ہیں لیکن منور الگ الگ ہیں آفتاب اور ہے شفاف چیزیں آئینہ وغیرہ اور ہیں ان کو کوئی عاقل ایک نہ کہے گا یا یوں کہو اعیان خارجہ یعنی جو چیزیں خارج میں موجود ہیں زمین و آسمان اور ان کے اندر کی چیزیں ہیں ان کو وہ بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں کرتے یا کہو ان کی چشم حقیقت ہیں میں غلبہ محبت سے کوئی چیز موجود نہیں دکھائی دیتی۔ اس کے وجود اصلی کے اظلال معلوم ہوتے ہیں اور اگر کوئی کہے کہ وحدت الوجود سے خالق و مخلوق کا ایک ہونا ثابت ہوتا ہے تو ہم کہتے ہیں یہ صاف کفر ہے خواہ کسی کا مذہب ہو اور کوئی اس کا قائل ہو۔

نہ وہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے نہ ایک چیز کے دوسری چیز میں سما جانے اور پیوست ہو جانے کو کوئی اور چیز اس میں حلول کر سکتی ہے | حلول کہتے ہیں جیسے کپڑے میں سیاہ یا سفید رنگ پو ہو جاتا ہے سو اللہ تعالیٰ کی نسبت حلول محال ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ میں کوئی چیز حلول کرے تو وہ محل اور قابل ہو جائے اور قبولیت اور استعداد ممکنات کا خاصہ ہے پس اللہ تعالیٰ میں کوئی چیز اس طرح سے نہیں ہے کہ جیسے برتن میں پانی یا کپڑے پر رنگ ہوتا ہے یا گرم پانی سرد میں مل کر ایک ہو جاتا ہے دونوں میں فرق نہیں رہتا ہے یا برف پانی میں گھل کر ایک ہو جاتا ہے نہ وہ کسی چیز میں اس طرح سے مل سکتا ہے پس وہ جو کم عقل لوگ کہتے ہیں کہ ممکنات خصوص بندہ کامل ولی اس کی ذات میں اس طرح مل جاتا ہے جیسا برف پانی میں یا قطرہ دریا میں یا اولیاء اللہ اور اللہ ایک ہی ہیں کیونکہ وہ ان کی ذات میں حلول کرتا ہے اور ان کے اندر سما جاتا ہے سو یہ بالکل غلط اور صاف کفر ہے اس کی ذات اور صفات کو | دلیل عقلی اس سے پہلے آچکی ہے قال اللہ تعالیٰ کُلُّ شَيْءٍ سَبَّحُ بِحَمْدِهِ فَتَنَا وَتَغَيَّرَ نَحْنُ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لِعِنَّا اس کی ذات کے سوا ہر شے فنا اور ہلاک ہونے والی ہے پس اس کی ذات مع صفات ہمیشہ باقی رہے گی وقال وَبَيْنَنا وَوَجْهَهُ

رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ یعنی اللہ جلال اور اکرام والا ہمیشہ باقی رہے گا۔

نہ وہ کسی کی اولاد سے ہے نہ کیونکہ اولاد میں اور ماں باپ میں جنسیت ضروری ہے پس کوئی اس کی اولاد سے ہے اگر اس کے اولاد ہوگی تو بالضرور اس کے بچس ہوگی اور اگر وہ کسی کی اولاد سے ہوگا تو اس میں اور اس کے ماں باپ میں بالضرور مجالست ہوگی اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی چیز بچس نہیں جیسا کہ اس کا بیان گزرا پس نہ کوئی اس کی اولاد ہے نہ وہ کسی کی نہ اس کے ماں ہے نہ باپ نہ کوئی بھائی برادر ہے نہ کوئی اس کا ہم قوم ہے نہ ہم کفو ہے نہ اس کے لئے بیٹا ہے نہ بیٹی ہے نہ وہ تر ہے نہ مادہ ہے قال اللہ تعالیٰ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔ کہ اے نبی کہہ دے اللہ ایک اور بے نیاز ہے نہ اس کے کسی کو جنانہ کسی نے اس کو جنانہ کوئی اس کا کفو ہے نصاریٰ کس قدر دینی امور میں بے خبر ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔

کوئی چیز اس پر کیونکہ اس سے اس کا اختیار باطل ہوتا ہے اور اضطرار ثابت ہونا واجب اور ضرور نہیں ہے اور یہ اس کے لئے عیب ہے معزز کہتے ہیں کہ جو چیز بندے کے حق میں خیر اور اصلاح ہو اللہ کو اس کا کرنا ضرور ہے ورنہ بخل لازم آئے گا سو یہ ان کی نا فہمی ہے قال اللہ تعالیٰ فَلََوْ شَاءَ اللَّهُ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت کرتا دیکھو سب کے حق میں ہدایت بہتر تھی لیکن اس نے سب کو ہدایت نہ دی ہاں اللہ تعالیٰ نے آپ اپنی رحمت اور فضل سے بعض چیزوں کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے جیسے مومنوں کو جنت دینا اور اس میں بھی اس کو اختیار باقی رہتا ہے چاہے کرے چاہے نہ کرے۔

کوئی چیز اس کے علم اور کیونکہ اس میں اس کے لئے نقصان ثابت ہوتا ہے اور وہ ہر عیب قدرت سے باہر نہیں اور نقصان سے پاک ہے پس وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کی اس کو غیر ہے اس کے حکم کو کوئی کیونکہ اگر کوئی اس کے حکم کو ٹال دے تو اس کا عاجز ہونا ثابت ہو جاوے پھر نہیں سکتا ولا مانع لحکمہ۔ اور کوئی اس کے حکم کو روکنے والا نہیں۔

۱۔ قدماہل کتاب باپ کا لفظ کبھی ادب اور محبت میں خدا تعالیٰ پر اور بیٹے کا اسی لحاظ سے مخصوص بشر پر ہونے سے۔ رفتہ رفتہ غلو ہوتا گیا اور ان الفاظ کے حقیقی معنی مراد ہونے لگے ۱۲ منہ ۷

سب عیبوں سے پاک ہے اور کیونکہ اس میں عیب ہونا اور کسی کمال سے خالی سب کمال اس کو حاصل ہیں ہونا محال ہے فائدہ یہ تزیہات قرآن کی بہت سی آیات سے ثابت ہیں ازاجملہ یہ آیت ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ الْآيَةُ لِعَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى كِىْ مِثْلِ لَوْىٰ شَيْءٍ نِّهٰى اِزْاِجْمَلِہٖ يٰہ آیت ہے هُوَ الْعَنِ الْآيَةُ لِعَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِپنٰى ذَاتٍ وَصِفَاتٍ مِّمِىٰ سِى كَامْتِحٰنٍ نِّهٰى سِى مَحْسِمٍ هُونَا اُوْر عَرْضٍ وَجُوہِرٍ هُونَا اُوْر مَكَانٰى زَمٰنٰى هُونَا اُوْر كِهٰنَا پِنْيَا سُونَا پِشِيَابٍ وَپَا نَخَانِہ پھَرْنَا اُوْر اُوْلَادِ جِنَانَا عَلٰى هٰذَا الْقِيَاسِ جِس طَرَحِ جِسْمٍ اُوْر جُوہِرٍ سِى مَتَعَلِقٍ هِىٰ اُوْر اِسى طَرَحِ جُو چِيزِىٰ كِه مَمَكِنٰتٍ سِى مَخْتَصٍ هِىٰ اُوْر اِس كِى صَدِيقِہٖ اُوْر غَنٰى لِعَنِ وَجُوْبِ الْوَجُوْدِ كُو مَنَافِىٰ هِىٰ مِثْلِ حَلُوْلِ اُوْر اِتْحَادِ مِثْلَا بَہِثٍ تَغْيِرِ حُدُوْثٍ وَ اِحتِيَاجِ جَہَلٍ وَ عَجْزِ وَ مَوْتٍ وَ ضَعْفٍ وَ غِيْرَہ اِن سَب كِى نَفٰى اِن آيٰتٍ سِى صِرَاحَتِہٗ اُوْر دَلٰلَتِہٗ ثَبٰتِ ہُوْتِ ہِى سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ فَا نَدَہ اہلِ حَق كِى نَزْدِيْكَ صِفَاتِ بَارِى تَعَالٰى كِى نَ عِيْنِ ذَاتِ هِىٰ نَ غِيْرِ ذَاتِ لِعَنِ نَ ہِى اَوْصَافِ خُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى هِىٰ كِى نَكہ ہِى ظَاہِرِ ہِى كِه وَصْفِ خُوْدِ مَوْصُوْفٍ نِّهٰى ہُوْتِ ہِى اُوْر نَ اِس سِى جِدَا ہِى كِه مَنفَصَلِ ہُو جَاوِىں سُو غِيْرِ كِى مَعْنٰى ہِىٰ ہَاں مَنفَصَلِ كِى ہِى نَ لِقِيْبِضِ عِيْنِ كِى سِى اَرْتِقَاعِ لِقِيْبِضِىٰنِ لَازِمِ نَ آيَا - حَكْمَارَا اُوْر مَعْتَزَلِہٗ كِى نَزْدِيْكَ اِس كِى صِفَاتِ عِيْنِ ذَاتِ هِىٰ خُدَا تَعَالٰى كِى نَامِ | خُدَا تَعَالٰى كِى جِس قَدْرِ نَامِ اُوْر صِفَاتِ شَرَعِ سِى ثَبٰتِ هِىٰ اِسى پَرَا كِتْفَا كَرْنَا چَا ہِى۔ خُدَا تَعَالٰى اِپنٰى ذَاتِ اُوْر صِفَاتِ ہِىٰ جَمِيعِ مَمَكِنٰتِ سِى جِدَا ہِى پھَرَا پِنِ قِيَاسِ سِى اِس كَا كُوْنٰى نَامِ تَجْوِيزِ كَرْنَا كُوْنٰى وَصْفِ قَا ئِمِ كَرْنَا جَا ئِزِ نِّهٰى شَانِىٰ كِهہ سَكْتِے ہِىٰ اِس پَرَا تِيَاسِ كَر كِى طَبِيبِ نَ كِهْنَا چَا ہِى۔ ہِ اِن اِسْمَا رِىں كَلَامِ ہِى جُو كِى صِفَتِ پَرَا دَلٰلَتِ كَرْتِے ہِىں مگر اِسْمَا كِى ذَاتِ اِس سِى مَسْتَثْنٰى ہِىں يٰہُوْدِ وَ نَصَارٰى كِى ہَاں يٰہَا اُوْر قَوْمُوْلِ ہِىں جُو اللّٰہ كِى نَامِ مَقْرَرِ ہِىں جِيسَا كِه يٰہُوْدِ يٰہُوْدَاہِ اُوْر قَارِسىٰ ہِىں خُدَا يٰہُوْدِ اُوْر ہِنْدِىٰ ہِىں نَارَا نِ يٰہَا سِجْگُوَانِ يٰہَا پَرَا مِشْرَا اُوْر ہَر مَلِكِ ہِىں اِس كَا اِيْكَ نَامِ ہِى اِيسِے نَامُوں سِى يٰہَا كَرْنِے مِىں اِحتِيَاطِ ہِى مَبَادِىٰہِ كِسى نَا جَا ئِزِ صِفَتِ كِى لِحَاظِ سِى قَرَارِ نَ دِيْے كِے ہُوں مگر اِن كِى بَے تَعْظِيْمِ ہِى نَ چَا ہِى۔

فصل چہارم - رسالت اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت کو کچھ بندے خالص کتا ہیں اور معجزے عامہ کے اثبات میں دیکر بھیجے ہیں ان کو رسول کہتے ہیں اسکے ثبوت کیلئے چند دلیل ہیں۔

دلیل اول | ضرور ہے کہ لوگوں کے افعال مختلفہ میں سے بعض کام اللہ کو پسند اور بعض ناپسند ہوں مثلاً بعض لوگ بعض کام کو اچھا جان کر کرتے ہیں اور بعض بُرا سمجھ کر اس سے دور ہتے ہیں تو لامحالہ یا اللہ کے ہاں اس کا کرنا پسند ہو گا یا ناپسند اور ضائع الہی کے دریافت کرنے سے عقلیں قاصر ہیں اس لئے بعض عقلاً بعض افعال کو بدلیل عقلی اچھا کہتے ہیں اور بعض بُرا پس یہ تعارض صریح دلیل ہے کہ اصل حال معلوم نہیں پس خدا کی مرضی کما حقہ بے اس کے بتلائے ہرگز معلوم نہیں ہو سکتی لہذا کوئی شخص خدا کی طرف سے آنا چاہیے کہ وہ مرضی و ناراضی الہی سے اطلاع دے تاکہ بے بسی اور بے خبری کی حالت میں اس کے بندے گرفتار عذاب نہ ہوں اور اس اطلاع دینے والے کو رسول کہتے ہیں پس مدعا ثابت ہو گیا ہے۔

دلیل دوم | بندوں کو اپنے خالق کی طرف امور دینی اور دنیوی میں نہایت احتیاج ہے جس طرح کہ بادشاہ کی طرف رعایا کو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عدم مماثلت کے سبب ہر شخص بے واسطہ خدا سے ہمکلام نہیں ہو سکتا نہ اپنی حالت کو پورا کر سکتا ہے پس کوئی شخص ایسا واسطہ بیچ نہیں ہونا چاہیے کہ طرفین سے اس کو مناسبت ہو ورنہ حرج عظیم پیش آئے گا سو ایسے شخص کو رسول کہتے ہیں اور یہی مدعا ہے۔

دلیل سوم | تین چیزوں کی خبر نہایت ضرور ہے اول عذاب و ثواب آخرت کی کہ جس کی ترغیب و ترہیب سے اچھے افعال کئے جاویں بُرے افعال سے باز آویں دوم طوبی و قبولیت عبادت کیونکہ جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ فلاں عبادت فلاں طور پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسند فلاں طور سے ناپسند ہے تو مفت اوقات ضائع کرنا ہے اور یہ ہر بندے پر بڑا بھاری فرض ہے تیسرے تعلیم روحانی یعنی اس کی ذات و صفات کا علم اور ان تینوں امور میں کوئی الجھ عقل کو لگاؤ ہے مگر کما حقہ ادراک مشکل ہے پس ایسے شخص کی طرف حاجت پوری کہ جو ان امور سے یہ الہام الہی واقف کرے اور وہ نبی ہے پس یہ جو بعض کہتے ہیں کہ عقل کافی ہے محض غلط ہے اور ان تینوں اولہ کو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا ہے رُسُلًا مَّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِيَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا۔

۱۔ جیسا کہ ہنود کا ایک فرقہ اور حکمائے قدیم و حال کے لوگ ۱۲ منہ۔

یعنی ہم نے پیغمبروں کو خوشی اور ڈر سنانے کو بھیجا۔ تاکہ لوگوں کا اللہ کے روبرو رسولوں کے مدد کوئی عذر باقی نہ رہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے یہ مختصر ثبوت ہے ورنہ اس مدعا کے ثبات کے لئے علمائے کرام نے اپنے مطولات میں اور بہت سے ادلہ بیان کئے ہیں فائدہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی کتاب الہی ہو کرتی ہے کہ ان کے بعد اور ان کے روبرو اس پر عمل کیا کریں درجو چیز اس کتاب کے مخالف ہو اسے چھوڑ دیا کریں فائدہ اور معجزہ بھی اپنی تصدیق کے لئے دکھایا رتے ہیں معجزے سے سچے جھوٹے میں تمیز ہو جاتی ہے پس جو شخص جھوٹا ہوگا نبوت کا دعویٰ کر کے وہی خرق عادت ظاہر نہ کر سکے گا کیونکہ عادت اللہیوں ہی جاری ہے کہ سچے سے بعد دعویٰ نبوت کے منکروں کے یقین کرانے کو کوئی امر خارق عادت ظاہر کر دیتا ہے اور جھوٹے سے نبوت کے دعویٰ کے بعد ظاہر نہیں ہونے دیتا لہذا معجزہ دیکھنے کے بعد یقین ہو جاتا ہے کیونکہ اگر یوں عادت جاری نہ ہو تو انتظام عالم بگڑ جاوے دنیا میں اگر کوئی شخص بادشاہ کی نیابت یا پیغامبری کا جھوٹا دعویٰ کر کے جعلی سند بناتا ہے تو بادشاہ خبر پانے کے بعد انتظام ملک کیلئے اس جھوٹے کو بری سزا کو پہنچاتا ہے جب بادشاہان دنیا کو اس قدر انتظام ملک مقصود ہے تو کیا اللہ تعالیٰ حکم الحاکمین کو اپنے عالم کا انتظام مقصود نہ ہوگا پس ہرگز جھوٹے شخص سے معجزہ ظاہر نہ ہونے دیکھا۔ اور اس جھوٹے کو دنیا میں ہی رسوا کرے گا چنانچہ سلیمہ کذاب اور اسود کنڈی وغیرہ کو رسوا لیا اور توریت میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کی خبر دی ہے کہ جو شخص نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے گا اور اپنی طرف سے کچھ کہے گا تو قتل کیا جاوے گا اور سزا پاوے گا اور قرآن مجید میں بھی اسکی خبر دی ہے قال اللہ تعالیٰ وَلَوْ لَقَوْلٍ عَلَيْنَا لَبَعَضَ الْاَقَاوِيلَ لَا خَدْنَا مِنْهُ بِالْيَمَانِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عِنْدَهُ حَاجِزِيْنَ فَاِنَّهُ جَوَامِرُ عَادَتِ كَذِبِ عَلِيهِ السَّلَامِ سے ظاہر ہو اس کو معجزہ کہتے ہیں جیسا کہ تھوڑے سے پانی سے لشکر کو سیراب کرنا اور بلانے سے درختوں کا چلا آنا اور کلام کرنا اس کی نبوت کی شہادت قائم کرنا مردے کو زندہ کر دینا چاند کو اشارے سے شق کر دینا اور جو قبل نبوت اس نبی سے ظاہر ہوا تو اس کو اہل باص کہتے ہیں اور اگر یہ خارق عادت نبی کے پیروں سے ظاہر ہو پھر اگر ولی سے ظاہر ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں اور اگر

۱۸-۱۲ منہ ۱۷ اگر نبی بنا لاتا ہم پر کوئی بات تو ہم پکڑنے اس کا داہنا ہاتھ پھر کاٹ ڈالتے اس کے دل کی رگ پھر ہوتا تم میں سے کوئی روکنے والا عرب میں دستور تھا کہ جب کسی کی گردن مارتے تھے تو داہنا ہاتھ پکڑتے تھے تاکہ سر نہ چلے

مومن صالح سے ظاہر ہو تو اس کو **معوذت** کہتے ہیں اور یہ دونوں چیزیں ان کے نبی کے واسطے معجزہ شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ پیر لوگوں سے ایسے امور کا ہونا اس نبی کی صداقت کے لئے دلیل ہیں ہے اور اگر یہ خرق عادت کافر سے ظاہر تو اس کو **قضا** حاجت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو ان کی مرادیں دیکر اور ان کی حاجات حسب الخواہ عطف فرما کر اور زیادہ مگر ایسی ہیں ڈالتا ہے آگے سحر اور استدراج اس کے اقسام ہیں کیونکہ اگر بلا مباشرت اسباب خفیہ و جلیہ کے ہے تو اس کو استدراج کہتے ہیں کہ رفتہ رفتہ خدا اس کافر کو مغرور کر کے ہلاک کر لے گا لیکن اگر وہ کافر مدعی نبوت ہو کر ظاہر کیا چاہے گا تو اس سے خارق عادت موافق ظاہر نہ ہوں گے بلکہ خلاف ظاہر ہوں گے جیسا کہ مسلمہ کذاب سے کسی نے کہا تھا کہ محمد علیہ السلام نے دعا سے فلاں شخص کی آنکھ اندھی درست کر دی اگر تو نبی ہے تو تو بھی کر۔ پس اس نے دعا کی اس کی دوسری بھی اندھی ہو گئی اس کو اہانت کہتے ہیں اور اگر بواسطہ اسباب خفیہ ظاہر ہو تو اس کو سحر کہتے ہیں یعنی جادو استدراج میں تعلیم کو دخل نہیں سحر تعلیم سے حاصل ہو سکتا ہے بعض کے نزدیک سحر خوارق عادت سے الگ ہے کیونکہ وہ اسباب پر مبنی ہے جیسا کہ دواؤں سے مرض کا اچھا ہو جانا پس جس طرح دوا سے مرض کے دور ہونے کو خوارق عادت میں داخل نہیں کرتے اسی طرح سحر کو بھی داخل نہ کریں گے لیکن سحر کے اسباب خفی ہوتے ہیں اس وجہ سے خارق عادت معلوم ہوتا ہے۔

وہ سب راستباز اور نیکو کار اور کبیرہ و
صغیرہ گناہ سے پاک تھے

تفصیل اس کی یہ ہے کہ کل انبیاء علیہم السلام وحی آنے کے بعد یعنی نبی ہونے کے بعد کفر اور شرک اور جمیع کبایہ سے خواہ عمداً ہوں خواہ سہواً اور عمداً صغائر سے بھی اشاعرہ اور جمہور معتزلہ کے نزدیک معصوم تھے مگر بعض اہل السنۃ کے نزدیک عمداً صغیرہ ہونا ممکن ہے اس لئے کسی نبی سے بعد نبوت نہ کوئی صغیرہ نہ کوئی کبیرہ نہ ہو اسے جمہور اہل حق قائل ہیں کہ بعد نبوت کے بھولے سے صغیرہ گناہ ہونا انبیاء علیہم السلام سے ممکن ہے

فائدہ - آج کل کے حکماء فرنگ بھی کہتے ہیں کہ معجزہ ممکن نہیں ان کا خدا خلاف قانون عادت کوئی بات نہیں کر سکتا جس کو روحانی علوم کی کچھ سچی چاشنی ہے وہ بخوبی باور کر سکتا ہے کہ روحانی طاقت سے بعض اوقات وہ عجیب و غریب باتیں ظاہر ہو جاتی ہیں جن کو ظاہر میں خلاف قانون فطرت تصور کرتے ہیں ادبیار کرام کی برکات کا بہت سے مشاہدہ کیا ہے مگر بوجد میں ایسے لوگ نہیں ۱۲ منہ قائم خرق عادت اس کام کو کہتے ہیں جو خلاف عادت مستمر سرزد ہو

بخلاف معتزلہ کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان سے پہلے بھی صیغہ ممکن نہیں ہاں نبوت سے پہلے زمانہ میں اختلاف ہے مگر کفر اور شرک سے بالاتفاق معصوم تھے کسی نبی سے قبل نبوت بھی کفر اور شرک سے نہیں ہوا۔ اب باقی رہے کبار و صغائر عمداً و سہواً سولہ جنوں کے نزدیک قبل نبوت یہ امور ان سے ممکن الوقوع تھے کیونکہ ممکن ہے کہ پھر ان کو خدا کے تعالیٰ معاف کر دے اور اصلاح حال فرما کر نبی بنا کر بھیجے اس میں کچھ کسی طرح کا محال نہیں لازم آتا معتزلہ کہتے ہیں کہ قبل نبوت بھی یہ امور ان سے ممکن الوقوع نہ تھے کیونکہ اس سے خلق کو نفرت پیدا ہوتی ہے جو ہدایت کی مانع ہے اور حق یہ ہے کہ جو چیز باعث نفرت خلق خدا ہو مثلاً ولد الزنا ہونا یا فحور میں مبتلا ہونا یا جو اور خست پر دلالت کریں ان امور سے انبیاء علیہم السلام بری تھے معتزلہ اور شیعہ کا اس باب میں یہی عقیدہ ہے اس لیے یہ اختلاف کہ بہ عصمت انبیاء علیہم السلام آیا دلیل عقلی سے ثابت ہے یا نقلی سے؛ اہل حق کے نزدیک اولہ ثقلیہ قرآن و حدیث و اجماع پر مبنی ہے معتزلہ کے نزدیک عقلیہ پر پس جب یہ ثابت ہو چکا تو جن روایتوں میں کہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت گناہ کرنا آیا ہے اگر وہ خبر احاد ہیں تو ان روایات کا اعتبار نہ کیا جاوے گا اور اگر تواتر منقول ہیں تو گناہ سے مراد صیغہ لیا جاوے گا یا قبل نبوت کے اس کا سرزد ہونا قرار دیا جاوے گا پس یہ جو قرآن مجید میں آیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے نافرمانی کی کما قال اعصی اادم ربہ فغوی یا موسیٰ علیہ السلام کی نسبت مذکور ہے کہ انہوں نے ایک قبطی کے مکامارا اور وہ مرگیا یا یوسف کے بھائیوں کی نسبت مذکور ہے کہ یوسف کو کنوئیں میں ڈالا اور پھر نکال کر چند دراہم کو بیچ دیا یا داؤد علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ ان کے پاس دو فرشتے فتویٰ پوچھنے کو آئے کہ میری ایک دینی اس میرے بھائی نے چھین لی اور اس کے پاس ننادے دنبیاں موجود ہیں اور اس کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ داؤد نے ایک سپاہی کی بیوی کو دیکھا خولہ صورت نخی پسند آئی اس کے شوہر کو جہاد میں بھیجا فتناء وہ شہید ہوا پھر داؤد نے اس عورت سے نکاح کر لیا سو یہ فتویٰ اس رمز کا تھا یا یونس علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ بے حکم الہی اپنی قوم سے عذاب آنے کا دن مقرر کر دیا تھا جب سمجھے تو گھبرائے کہ اگر روز معین پر عذاب نہ آیا تو میری رسوائی ہوگی لہذا وہاں سے بھاگے راستہ میں دریا میں گرے گئے مچھلی نے ان کو لقمہ کر لیا پھر وہاں استغفار کیا پھر باہر آئے یا ابراہیم علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ آفتاب کو دیکھ کر کہا تھا کہ ہزار بی کہ یہ میرا رب ہے اور یہ ظاہر شرک کی صورت ہے

یا بعض روایات سے ابراہیم علیہ السلام کا جھوٹ بولنا ثابت ہے ایک بار جب کہ ان کی قوم نے ان کو عید میں لے جانا چاہا تو ابراہیم نے فرمایا اِنِّی سَبِّحٌمُکُمْ کہ میں بیمار ہوں پھر جب وہ لوگ واپس آئے تو دیکھا کہ چھوٹے بتوں کو کسی نے توڑ ڈالا اور بڑے کے کندھے پر کلہاڑی رکھی ہوئی ہے ابراہیم سے پوچھا تو کہا ان کے بڑے نے کیا ہے اور ایک بار جب کہ فریاد شاہ نے ان کی بیوی کو حسین جان کر چھین لیا ان سے پوچھا کہ یہ تمہاری کون ہے کہا میری بہن ہے واضح ہو کہ ان سب اشکالوں کا جواب ہمارے پہلے بیان سے خوب واضح ہو گیا۔ مگر کچھ یہاں بھی صراحت ضروری ہے میں کہتا ہوں کہ بعض ان میں سے گناہ نہیں گو بظاہر گناہ معلوم ہوتے ہیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کا قبطی ظالم کو کہ جو ایک اسرائیلی پر ظلم کر رہا تھا اعانت کے لئے مکہ مارنا کچھ گناہ نہ تھا بلکہ واجب تھا مگر قضا الہی سے مرگیا لیکن موسیٰ علیہ السلام کی اولوالعزمی کی نسبت گو موسیٰ محض بے خطا تھے ایک قسم کا نقصان تھا آثر استغفار کیا خدا نے اس چوک کو معاف کر دیا اور اسی طرح داؤد علیہ السلام کا قصہ محض بے اصل ہے یہود کی کتاب صموئیل میں کسی نے لکھ دیا ہے اس کی تقلید سے ہمارے روایات کش نے اس کو قرآن مجید کی ان آیات کی تفسیر میں لکھ دیا جو سورہ ص میں دو شخصوں کا داؤد علیہ السلام کے پاس دنیوں کا جھگڑا لانے اور اس کا انصاف چاہنے اور داؤد کا دل میں ان کے بے محابا آنے سے ناخوش ہونا اور پھر اس کو آزمائش سمجھ کر سجدے میں گرنے اور خدا سے معافی مانگنے کی بابت مذکور ہے محققین اسلام نے لکھ دیا ہے کہ قصہ محض جھوٹ ہے اور ابراہیم علیہ السلام نے اِسْتَهْزَاؤُا کفار کو الزام دینے کے لئے فرمایا تھا نہ کہ اعتقاداً کما قال تعالیٰ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اِبْرٰهٖمَ رُشْدًا مِنْ قَبْلُ الْاٰیۃِ کہ ہم نے اول عمر سے ابراہیم کو رشد عطا کیا تھا پس رشد کی یہ منافی ہے کہ آفتاب کو خدا سمجھیں اور وہ تینوں جھوٹ نہیں تھے بلکہ تو یہ تھا کیونکہ ابراہیم یا حقیقتہً بیمار تھے ورنہ دل ان کی حرکات سے بیمار تھا۔ سو یہ جھوٹ نہیں اور واقعی سب سے بڑے نے جو خدا تعالیٰ ہے چھوٹے بتوں کو زخمی کیا تھا کیونکہ بندہ کے کل افعال خدا کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں لہذا صراحتاً نہ کہا بلکہ ذومعینین بات کہ گئے تاکہ دو مطلب حاصل ہو جاویں سو یہ جھوٹ نہیں گنا جاتا ان کی بی بی چچا زاد بہن تھیں اگر اس موزی کے دفع شر کے لئے بہن کہا تھا تو کچھ جھوٹ نہ تھا اور یونس کا بلا امر الہی وعدہ کر دینا گناہ نہ تھا کیونکہ اسی کیلئے

بھیجے گئے تھے مگر پھر وہاں سے چلا جانا منافی علو شان تھا لہذا عتاب آیا پھر استغفار کیا معاف کیا گیا ہاں آدم علیہ السلام نے بھول کر اس درخت سے کھایا تھا سو یہ سہواً گناہ ان سے سرزد ہو گا تو تعالیٰ وَكَمْ نَجِدُ لَهُ عُزْمًا طے کہ آدم کا ہم نے عزم یعنی ارادہ اس گناہ میں نہ دیکھا لہذا عتاب ہوا پھر استغفار سے معاف ہو گیا اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت میں اختلاف ہے جن کے نزدیک وہ نبی نہیں تو کچھ اعتراض نہیں اور جن کے نزدیک وہ نبی ہیں تو یہ افعال ان سے قبل نبوت سرزد ہوئے تھے کما لا یخفی انبیاء کی اس لغزش کو زلزلت کہتے ہیں اور جن جن انبیاء سے زلات سرزد ہو گئی ہیں سب معاف کر دیئے گئے ہیں انبیاء علیہم السلام سے زلالت صادر ہونے میں چند حکمتیں تھیں از انجملہ یہ کہ وہ ہمیشہ اپنی اس لغزش کو یاد کر کے بہت رویا کریں اور عبادت زیادہ کیا کریں از انجملہ یہ ہے کہ کبھی نفس بشری ان کو اپنی عبادت کے غرور میں نہ ڈالنے پائے بلکہ وہ اپنی عبادت کو اس لغزش کی بھی مکانی نہ سمجھیں از انجملہ یہ کہ وہ اپنی امت کے گناہ دیکھ کر ان سے متنفر نہ ہو جائیں بلکہ ان کو بھی اپنے کثرت استغفار میں شامل کریں۔

احکام الہی کے پہنچانے | کیونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ کے امین ہوتے ہیں اور اسی لئے اللہ میں کمی نہ کرتے تھے | ان کو اور خلق سے ممتاز کرتا ہے پس امین الہی سے محال ہے کہ

وہ مخالفوں سے ڈر کر احکام الہی کے پہنچانے میں کمی کرے یا دین میں مدد ہنت کرے چنانچہ ابراہیم علیہ السلام

فائدہ آنحضرت صلعم کی بابت جو آیا ہے کہ خدا ترے گناہ معاف کرے سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت اپنی امت کے گناہوں کے بخشتے جانے کے لحاظ سے اپنا گناہ سمجھتے تھے سفارش کرنیوالا ملزم کی طرف سے کہہ دیا کرتا ہے کہ حضور میرے جرم کو معاف کریں اور خاص حضرت ہی کے گناہ قرار دیئے جاویں تو راہ عشق الہی میں تفصیلات بشریہ ہیں ۱۲ منہ فائدہ بعض متعصب عیسائیوں اور ان کے مقلدوں نے آنحضرت صلعم کی عصمت پر ان آیات سے کہ جن میں گناہ سے معافی مانگنے یا بخش دینے کا ذکر ہے حمل کیا ہے اور پھر اسکی تائید میں مسلمانوں کی رطب و یابس روایات کو عجیب عجیب رنگ دیکر ناواقفوں کو دھوکا دیا ہے یا یہ کہوا اپنے اوتاروں بشیوں دیوتاؤں کے شرمناک واقعات کا کہ جو ان کے پرانوں میں درج ہیں جس فرقہ آریہ ہنود کو نفرت ہوئی اور سرے سے ان پر انوکھا انکار کر دیا بلکہ انار ہے پادری فنڈر اور ان کے مرید عماد الدین اور ان کے مقلد اندر من مراد آبادی کی تصانیف میں یہی خرافات بھرے پڑے ہیں مگر عیسائیوں کے مقابلہ میں تو الزامی جواب اسی قدر کافی ہے کہ عہد جدید و قدیم تو ایسے شرمناک الزامات سے بھر پور ہیں جن میں حضرت داؤد سلیمان کو کہ (جن کی نبوت کے وہ قائل ہیں اور ان کی کتابوں کو آسمانی جانتے اور نمازیں پڑھتے ہیں) بت پرست اور سخت شہوت پرست ثابت کیا ہے اور کتاب ایوب میں ہے کہ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے گناہ سے پاک نہیں اور کھیل میں حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ کون ہے جو گناہ سے پاک ہے۔ آنحضرت صلعم کا درحقیقت کوئی گناہ نہیں امت کے گناہوں کو شفیع اکبر اپنی طرف منسوب کر کے معافی مانگتے ہیں جس پر معافی کا وعدہ ہو گیا۔ ۱۲ منہ

نے نمرود کو اور اس کی فوج کو اور موسیٰ نے فرعون کو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فریش کو باوجود ایذا دینے کے پورے پورے احکام الہی پہنچائے اور ان کی تکالیف کو خیال میں نہ لائے قال اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ -

کوئی نبی اپنی نبوت کے | کیونکہ اللہ علیم و حکیم کو ہر چیز کا ابتدا اور انجام معلوم ہے پس وہ کسی معزول نہیں ہوا ہے | ایسے بے لیاقت کو یہ بڑا رتبہ کیوں دینے لگا کہ آخر کسی امر نا ملائم کا مرتکب ہو کر اس مرتبہ عالیہ سے معزول کیا جاوے اور جو خلق اس کے سبب ہدایت پر آئی تھی اس کے بگڑنے سے گمراہ ہو جاوے۔

ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے | کیونکہ رسول کا ماننا بعینہ اس کا ماننا ہے کہ جس کی ان کا موافق مقبول مخالف مردود ہے | طرف سے وہ آیا پس جب یہ ثابت ہو کہ وہ اللہ کی طرف سے آئے ہیں تو ان کی نافرمانی اور ان کی فرمانبرداری خدا کی نافرمانی اور فرمانبرداری ہے اور عبادت رسول فرماتے ہیں تو اللہ کے حکم سے فرماتے ہیں پس جو طریق ان کا ہے وہ بعینہ اللہ کا ہے اور اللہ تعالیٰ کا موافق مقبول اور مخالف مردود ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو خیریں عیب کی سؤل نے دیں وہ سب سچی ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خیریں دی ہیں پس جو ان کو مخالف تہلادے تو وہ گویا اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ عیب داں سمجھتا ہے اور اس کو غلطی پر اور اپنے آپ کو حق پر گمان کرتا ہے وقال تعالیٰ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ کیا وہ نہیں جانتا جس نے تمام عالم پیدا کیا حالانکہ وہ لطیف اور بہت خبردار ہے وقال اللہ تعالیٰ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطاع الله ۝ یعنی جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا

فصل ۵۔ حضور کی شان | سب رسولوں سے افضل اور سب سے بعد محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر تین بحث ہیں اول میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات دوسری میں آپ کا خاتم النبیین ہونا تیسری میں آپ کا افضل الانبیاء ہونا بحث اول دو قسم پر ہے۔ قسم اول۔

مقدمہ | رسول اس بشر کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے لوگوں کو اس کے احکام پہنچا دے اور نبوت کا دعویٰ کر کے اپنی تصدیق کے لئے معجزہ دکھا دے پس جس شخص میں یہ اوصاف ہوں گے

وہ قطعی اللہ کا رسول ہوگا کس لئے کہ ایسے ہی شخص کو رسول کہتے ہیں سوا اس کے رسول کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ کھانا نہ کھایا کرے اور پانی نہ پیا کرے یا اس کی شکل و صورت کسی اور ہی طرح کی ہو کرے۔ پس جب یہ ثابت ہو چکا تو ہم یہ کہتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ اوصاف سب موجود تھے سو وہ بھی موجب مقدمہ مذکورہ کے رسول برحق تھے اب رہا ان اوصاف کا اثبات آپ کی ذات بابرکات میں سو وہ اس طور پر ہے۔

معجزہ قرآن کہ آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ دائمہ قرآن مجید ہے کس لئے کہ معجزہ ایسی خارق عادت کو کہتے ہیں جو نبوت کے دعویٰ کرنے والے سے اس طرح ظہور میں آوے کہ منکر سے ہو سکے پس معجزہ کو اسی لئے معجزہ کہتے ہیں کہ منکر سے وہ ہرگز نہیں ہو سکتا اور وہ اس کو اس کی مثل ظاہر کرنے سے عاجز کر دیتا ہے معجزے کی سب تعریف قرآن مجید میں پائی جاتی ہے کیونکہ اس میں ہزاروں قسم کے اعجاز ہیں اس کی فصاحت و بلاغت سے تمام عرب کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ شاعر عاجز آگئے تھے شب و روز ان کو عار دلا کر کہا جاتا تھا کہ اگر قرآن کو تم کلام الہی نہیں جانتے بلکہ بشر کا کلام کہتے ہو سو تم بھی تو بشر ہو عرب ہو فصیح و بلیغ ہو ایک چھوٹی سی سورت ہی کی مثل تو بنا لاؤ لیکن کبھی کسی سے یہ نہ ہو سکا بلکہ اس کے مقابلہ کو محال سمجھتے رہے اور قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت پر نظر کر کے قرآن کو امر خارق عادت کہتے تھے اور جس طرح انبیاء سابقین کے معجزات کو منکرین خارق عادت سمجھ کر سحر کہتے تھے اسی طرح یہ لوگ بھی قرآن کو ان ہذا اکالہ سحر مسین کہنے لگے۔ عجیب کی خبریں قرآن مجید میں کثرت سے ہیں بہت سی ظاہر ہو چکی ہیں اور بہت سی آئندہ اپنے وقت پر ظاہر ہوں گی۔ حکمت نظر یہ قرآن مجید میں ایسی ہے کہ بڑے بڑے حکما و زماں اور عقلا و ذہان کی حکمت کی اس سے آب جاتی رہی اور جس طرح آفتاب جہاں تاب کے نور کے مقابل ذرہ خیرہ ہوتا ہے اسی طرح ان کو خیرہ کر دیا خصوصاً آیات اور مہدرو و معاد کا اس نہایت خوبی کے ساتھ بیان ہے کہ اہل کتاب نے بھی سہر مو اس کو متفاوت نہ پایا بلکہ اس کے آگے تسلیم جھکا یا حکمتِ عملیہ قرآن مجید میں ایسی خوب ہے کہ جس کی ثنا و صفت ہر شخص کی زبان پر جاری ہے افراط و تفریط سے بالکل خالی ہے کیونکہ تدبیر المنزل اس میں ایسا خوب ہے کہ کبھی اس پر عمل کرنے سے انتظام میں خلل نہ آوے اور سیاسیات مُلک ایسا ہی عمدہ ہے کہ عقلا و فرنگ بہت سے روپے

صرف کر کے ہر سال نئے قانون بدلتے ہیں۔ چونکہ قرآن کے قوانین آسمانی ہیں ہر ملک اور ہر قوم میں روزِ نزول سے قیامت تک ان پر عملدرآمد سزاوار اور بجا ہے۔ ان کے قوانین اپنی اُکل کے ہیں۔ اس لئے ان میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ قرآن کے قوانین پر عمل کرنے سے خلفائے راشدین کے فتوحات کا آدم علیہ السلام کے زمانہ سے آج تک کہیں نظیر نہ پایا گیا اور طہارتِ باطنی اس میں بے مثل ہے یہاں تک کہ اس کے پڑھنے اور عمل کرنے سے باطن کی سب نجاستیں دور ہو جاتی ہیں جس قدر اخلاق بد ہیں سب کو صابن کی طرح دھو ڈالتا ہے جس کا نمونہ صحابہ کے اخلاق جمیدہ اور ان کی خدا پرستی اور راست بازی اور دینی گرمجوشی ہے۔ جو سخاوت تو آضع رحمہلی حلم و عفت و شجاعت میں بے عدیل تھے اور ان کی پہلی حالت کو بھی دیکھنا چاہیے طہارتِ ظاہری بھی اس میں بے نظیر ہے پاکی بدن و مکان اور پیشاب و پائخانہ کی نجاست اور جمیع نجاستوں سے پاک رہنے کا حکم ہے۔ الغرض اور بہت سی خوبیاں قرآن میں موجود ہیں گویا ہر علم کا معدن و مخزن قرآن ہے اور اسی سبب سے وجہ اعجاز کے تعین میں علماء کا اختلاف ہے پس ایسی کتاب کا ایسے شخص سے ظاہر ہونا کہ جس نے کبھی اسناد سے تعلیم نہ پائی ہو نہ کبھی کسی مکتب کے دروازے کو جھانکا۔ بلکہ امی ہو باوجود اس کے نہ کسی ملک کی سیر کی ہو کہ وہاں سے کچھ سیکھ آئے ہوں نہ کسی ذی علم دانشمند حکیم کی صحبت اٹھائی ہو کہ اس کی صحبت کا اثر کہا جاوے یہاں تک کہ ماں باپ کو بھی جس نے اچھی طرح سے نہ دیکھا ہو کہ ان کی تعلیم و تربیت کا ثمرہ قرار دیا جاوے باوجود ان سب باتوں کے پھر ایسے ملک کا رہنے والا ہو کہ جہاں علوم و فنون کا کچھ ذکر بھی نہ ہو اکثر لوگ اس ملک کے جہالت منشا وحشی سیرت ہوں البتہ مردہ کے زندہ کرنے سے بھی زیادہ خارق عادت ہے کمالیٰ خفیٰ اب رہی یہ بات کہ مدعی نبوت سے اس کا ظہور ہوا سو چالیس برس کی عمر سے آخردم تک نبوت کا دعویٰ کرتے رہے ایک عالم اس کا بھی شاہد ہے اب رہا یہ امر کہ مخالف اس کا مثل بنانے سے عاجز آگئے ہوں۔ سو وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ آواز بلند دم اخیر تک کفار سے یہی کہتے رہے کہ اگر کسی کو قرآن میں شک ہو وہ اس کی ایک سورت کے برابر تو بنالاف سے اور جس سے چاہے اس میں مدد لے پھر کسی سے بھی آج تک یہ نہ ہو سکا حالانکہ وہ لوگ رات دن شعر و سخن میں مصروف رہتے تھے

اور آپ کے ہم قوم اور ہم زبان بھی تھے اور آپ ان کو دعوے کر کے عار بھی دلاتے تھے اور خاص دعوے کے وقت اس کے مقابلہ کرنے کو ہر ایک شخص کے جی میں آگ بھی بھڑکا کرتی تھی سو آپ اسی اطمینان قلب سے یہ دعویٰ کرتے رہے تمام عرب خصوصاً قریش کو قرآن کے حروف کے مقابلہ سے سیوف کا مقابلہ آسان معلوم ہوتا تھا۔

دوسری برہان | اعجاز قرآن پر یہ ہے کہ قرآن مجید دو حال سے خالی نہیں یا اور فصیحاً و بلیغاً کے کلام کے برابر ہے یا ان سے زائد اور زیاتی بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو اس قدر زائد ہے کہ عادتاً ایک کلام دوسرے سے اس قدر زائد ہوتا ہے یا اس قدر زائد کہ عادت کے خلاف اور خارق ہے پس پہلی دونوں قسمیں باطل ہیں کیونکہ اگر قرآن اور فصیحاً و بلیغاً کے کلام کے برابر یا زائد بقدر معتاد ہوتا تو بیشک ایک ایک یا مجتمع ہو کر قرآن کی کسی ایک آیت کے برابر نہ لگتے کیونکہ وہ لوگ فہم فصاحت و بلاغت و لغات کو نہایت عمدہ طرح سے جانتے تھے اور بدرجہ غایت اس کے ماہر تھے اور حضرت نبی علیہ السلام کے قول کے ابطال میں نہایت سرگرم بھی تھے اور اس کی بڑی حرص رکھتے تھے یہاں تک کہ جان و مال صرف کر ڈالا اور صد ہا مشقتیں اٹھائیں باوجود اس کے ان کو شب و روز عار دلا کر کہا جانا تھا کہ اس کی مثل لاؤ لیکن نہ لاسکے اور حضرت اسی اطمینان سے آخر تک یہی دعویٰ کرتے رہے اگر کوئی یوں کہے کہ شاید اس نظر سے وہ قرآن کی مثل بنانے کا ارادہ نہیں کرنے تھے کہ کوئی ان کے کلام کو قبول نہ کرے گا اور نزاع ہوگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی سخت ضرورت کے وقت بالخصوص دینی مقابلہ میں ہر ایک فصیح و بلیغ کی رگ غیرت جوش میں آکر حرکت کیا کرتی ہے سو ایسے مواقع پر ایسے امور کی طرف نظر نہیں کیا کرتے بلکہ خواہ مخواہ اس کی مثل بنانے کا قصد کیا کرتے ہیں اور عدم قبولیت کے خوف سے طرفین میں حکم مقرر ہو جایا کرتے ہیں بلکہ وہ حضرت سے پہلے حکم مقرر کر کے کی درخواست کرتے پھر بناتے لیکن ان کو کبھی اس کا حوصلہ بھی نہ ہوا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس قدر حسن و خوبی کا کلام طاقت بشریہ سے خارج ہے۔ ہم سے ہرگز نہ ہو سکے گا مفت حکموں کے سامنے ندامت ہوگی اگر کوئی یوں کہے کہ شاید حضرت کے رب سے یہ قصد نہ کرتے ہوں تو اس کا یہ جواب ہے کہ اگر ایسا عرب ہوتا تو وہ جنگ و جدل سے پیش نہ آتے پس جب یہ دونوں قسمیں یعنی برابر یا زائد بقدر معتاد ہونا باطل ہوئیں تو تیسری قسم ثابت ہوئی کہ

تدرآن حسن و خوبی میں اور فصیح بلغہ کے کلام سے زائد خلاف عادت ہے ثابت ہو کہ قرآن خارق عادت ہے پس قرآن معجزہ بھی ہے اور یہی مدعا ہے۔

تیسری برہان | اعجاز قرآن پر یہ ہے کہ قرآن فصاحت و بلاغت میں حد اعجاز کو پہنچ گیا ہے یا نہیں اگر کہو ہاں تو مدعا ثابت ہے اور اگر کہو نہیں تب بھی مدعا ثابت ہے کیونکہ باوجود قرآن کے معجز نہ ہونے کے پھر اس کا معارضہ ممکن نہ ہونا خارق عادت ہے اور اگر کہو کہ ممکن ہے تب بھی مدعا ثابت ہے کیونکہ باوجود امکان معارضہ اور توا فرد داعی کے پھر بھی معارضہ کا وقوع میں نہ آنا خارق عادت ہے پس ثابت ہو کہ جمیع وجوہ سے قرآن معجز ہے اور ہر طرح سے خارق عادت واضح ہو کہ قرآن مجید میں چند اوصاف خاص ہیں اور چند ایسے امور ہیں کہ اگر وہ کسی اور کلام میں ہوں تو اس کلام کو فصاحت سے دور کر دیں لیکن باوجود ان امور کے پھر قرآن غایت درجہ کا بلیغ ہے پس ثابت ہو کہ قرآن معجزہ ہے اور وہ امور محل فصاحت یہ ہیں۔

اعجاز قرآن پر دلائل | اول یہ کہ عرب کی فصاحت و بلاغت اکثر مشاہدات کی تعریف و توصیف میں ہوتی ہے جیسا کہ اونٹ یا گھوڑے کی تعریف یا کسی معشوق کے حسن و جمال کی توصیف یا کسی شجاع کے جنگ و جدل کا ذکر یا کسی بزم کے عیش و سامان لیکن قرآن ان امور سے خالی ہے باوجود اس کے پھر فصاحت میں عالی ہے دوم یہ کہ ہر جگہ قرآن میں صدق کی رعایت ہے حالانکہ جو فصیح و بلیغ اس امر کا التزام کرتا ہے اس کا شعر پھیکا پڑ جاتا ہے چنانچہ لبید بن ربیعہ اور حسان بن ثابت کے زمانہ جاہلیت کے شعر زمانہ اسلام کے اشعار سے نہایت بلیغ ہیں سوم یہ کہ ہر شاعر کے تمام قصیدے یا غزل میں کُل دو تین شعر اچھے ہوتے ہیں باقی بھرتی لیکن قرآن مجید اول سے آخر تک یکساں اعلیٰ درجہ کا فصیح و بلیغ ہے چہارم یہ کہ جب کوئی شاعر کسی معاملہ میں کچھ اشعار کہتا ہے پھر جب دوبارہ اس کا بیان کرتا ہے تو دونوں کلاموں میں مساوات نہیں ہوتی اور کلام ثانی بے مزہ معلوم ہوتا ہے بخلاف قرآن مجید کے کہ اس میں بہت سے مضامین کو بار بار ذکر کیا ہے لیکن سب اعجاز میں برابر ہیں اور ہر جگہ لطف ہے پنجم یہ کہ قرآن میں ایجاب عبادا و تحریم قباح و ترغیب مکارم اخلاق اور ترک دنیا و اختیار آخرت وغیرہ امور پر اقتضار ہے حالانکہ جن اشعار میں اس قسم کے مضامین ہوتے ہیں وہ اشعار کم درجہ کے بلیغ ہوتے ہیں لیکن قرآن

اعلیٰ درجہ کا بلیغ ہے ششم یہ مشہور ہے کہ ہر ایک شاعر کا کلام ایک خاص بیان میں عمدہ ہوتا ہے دوسرے میں منہج پس کوئی رزم میں کوئی بزم میں زیادہ ہوتا ہے چنانچہ امر القیس عورتوں اور گھوڑوں کی مدح میں عمدہ اشعار کہتا ہے اور نالغہ کے اشعار بیانِ خوف میں اچھے ہوتے ہیں اور عشی کے اشعار حسن الطلب اور وصفِ شراب میں بے نظیر ہیں اور زہیر کے اشعار رغبت اور رجا میں اپنا مانڈ نہیں رکھتے لیکن قرآن مجید میں صد ہا فنون اور ہر قسم کے بیان ہیں مگر سب جگہ نہایت درجہ کی فصاحت و بلاغت ہے کسی میں کمی نہیں چنانچہ ترغیب میں یہ آیت کس درجہ کی بلیغ ہے

قال اللہ تعالیٰ. فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ
 وَقَالَ فِيهَا مَّا تُشتَبِهِيهِ إِلَّا نَفْسٌ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَقَالَ لَهُمْ فِيهَا مَا لَشَاءُونَ ط اور

ترتیب میں یہ آیات نہایت درجہ کی بلیغ ہیں قال تعالیٰ أَفَأَمِنْتُمْ أَن يُخَسِّفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ
 الْآيَاتِ وَقَالَ أَمِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاءِ أَن يُخَسِّفَ بِكُمْ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُهُ أَمْ أَمِنْتُمْ
 الْآيَةَ وَقَالَ وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِدِي إِلَىٰ قَوْلِهِ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ اور رجز میں

یہ آیات اس قدر بلیغ ہیں کہ خیال بشری سے باہر ہیں قال تعالیٰ وَكَلَّا أَتَاكَ نَادِبًا إِلَىٰ قَوْلِهِ
 وَمِنْهُمْ مَّنْ أَعْرَضْنَا الْآيَةَ أَوْ تَهْدِيهِ النَّفْسُ فِي يَدِ بَرِيءٍ بليغ آیات ہیں قال تعالیٰ قَدْ أَفْلَحَ
 مَن زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا وَقَالَ فَأَقَامَ مِنْ طَعْنِي وَاتَّرَ الْحَيَوَاةَ الدُّنْيَا فَإِنِ الْحَجِيمِ
 هِيَ الْمَاعُونِ وَإِنَّمَا مَن خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ

اس مقام پر اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں لہذا دو تین مضامین کے چند آیات بطور نمونہ کے لکھ دیئے اور جسے تفصیل مطلوب ہو وہ قرآن کی تفاسیر دیکھے مہتمم یہ ہے کہ قرآن میں سب علوم کے اصول موجود ہیں علم فقہ علم کلام تہذیب اخلاق الہیات وغیرہ سب علوم قرآن میں مذکور ہیں پس یہ امر ایسا ہے کہ آج تک کسی بلیغ نے اس کا التزام نہیں کیا اور اگر کیا تو اس کا کلام بے لطف ہو گیا ہستم باوجود اس کے کہ قرآن ضخیم کتاب ہے مگر بسبب بلاغت کے اس کا حفظ کرنا نہایت آسان ہے ہر گاؤں اور ہر شہر میں صد ہا آدمی اس کے حافظ ہیں اور بعض کو تو یاد کر کے پھر پڑھنے کا اتفاق بھی نہیں ہوتا مگر پھر یاد ہے یہ کسی کتاب میں وصف نہیں کوئی اپنی کتاب کے دس ہیں حافظ تو دکھا دے آج تک کوئی پادری انجیل کا حافظ بھی نہ سنا نہ کوئی

یہودی توریت کا حافظ دیکھنا نہ کوئی نپڈت وید کا حافظ نظر آیا۔ ہم ایک تاثیر خاص اس کی ہے کہ جب کوئی سمجھ کر اسے بکثرت پڑھنا ہے نہایت رفیق القلب زاہد و متقی ہو جاتا ہے اور امراض نفسانی زائل ہو جاتے ہیں۔ یہ کسی کلام میں تاثیر نہیں سوائے ان وجوہ کے اور بھی وجہ اعجاز قرآن میں موجود ہیں اس لئے تعین وجہ میں اختلاف ہے بعض نے کوئی وجہ بعض نے کوئی وجہ اعجاز کی قرار دی لیکن بلاغت و فصاحت وجہ غالب ہے لہذا سب کا اس پر اتفاق ہے واضح ہو کہ قرآن کا معجزہ جمیع انبیاء کے معجزات سے افضل ہے چند وجوہ سے اول یہ کہ یہ معجزہ جب سے ظاہر ہوا قیامت تک باقی رہے گا لہذا اور انبیاء کو بار بار معجزات دکھلانے کی ضرورت پڑتی تھی اور ہمارے حضرت سے جب کفار بار بار معجزات طلب کرتے تھے تو من اللہ یہ جواب آتا تھا کہ ایک بڑا عظیم الشان معجزہ جس کو یہ ہر وقت دیکھنے ہیں موجود ہے پس جب اس کو نہ مانا تو اور کو کب مانیں گے یہی کافی ہے لہذا لوگوں کی خواہش کے بموجب کثر معجزات آپ ظاہر فرماتے تھے کیونکہ مقصود نبی کے آنے سے ہدایت ہے اور اس کی تصدیق کے لئے کسی معجزہ کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ مقصود نہیں کہ بھان منوں کی طرح انبیاء علیہم السلام ہر وقت معجزات ہی دکھلایا کریں اور لوگ تماشا سمجھیں دوام اور معجزات فقط نبی کی تصدیق کا فائدہ دیتے ہیں لیکن قرآن میں دونوں وصف حاصل ہیں۔ تصدیق بھی اور اصلی مقصود کی رہنمائی بھی سووم اور معجزات ہیں اگر معاند زبان درازی کرے تو کر سکتا ہے کیونکہ مردہ کے زندہ کرنے میں کہہ سکتا ہے کہ یہ طبیب ہے اور یہ شخص مرانہ تھا بلکہ بیمار تھا اس نے تندرست کر دیا یا یوں کہیں کہ کوئی جن اور شیطان اس کی صورت میں ظاہر ہو گیا ہے علی ہذا القیاس بخلاف قرآن کے کہ اس میں اس گفتگو کو مجال ہی نہیں جسے زیادہ اس کی تشریح مطلوب ہو وہ امام رازی کے دلائل الاعجاز دیکھے پس جب اوصاف معجزہ ہونے کے قرآن میں پائے گئے تو قرآن قطعی معجزہ ہے گو جاہل معاند تشہیم نہ کرے قرآن کے سوا اور بہت سے معجزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے ہیں جیسے چاند کا اشارہ سے شوق کرنا۔ درختوں کا آپ کے بلانے سے حاضر ہونا پھر آپ کے رسول ہونے کی سب کے سامنے گواہی دینا آپ کے انگلیوں سے اس قدر پانی نکلنا کہ لشکر نے شکم سیر ہو کر پیا مردہ زندہ کرنا علی ہذا القیاس اور صد ہا معجزے ہیں کہ ان کی تفصیل مطولات میں موجود ہے پھر آپ کے بعد آپ کی امت سے آج تک اس قدر خوارق عادات ظاہر

ہوئے ہیں کہ معاند اور منکار کے سوائے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا سو یہ خوارق بھی آپ ہی کے معجزات ہیں اب رہا آپ کا خلق کو ہدایت کرنا اور احکام الہی پہنچانا سو وہ اظہر من الشمس و اہین من الامس ہے آپ نے ایک عالم کو بت پرتی سے چھڑا کر اللہ پرست بنا دیا زمین کو ایمان و خیر سے بھر دیا۔ خصوصاً ملک عرب کو دیکھو کہ آپ سے پہلے تمام ملک جہالت آباد اور پُراثر و خساد تھا۔ زوالت دینی و دنیوی میں بھی یہ ملک سب ملکوں سے زیادہ تھا پھر آپ کی ہدایت سے تورات دینی اور دنیوی میں تمام جہان سے توفیق لے گیا۔ معدن علوم و فنون ہو گیا، کام اخلاق سے ایسا آراستہ و پیراستہ ہوا کہ اور لوگ اس کے افعال و احوال کو اپنی تہذیب کے لئے مندر بنانے لگے اور اس کے حالات کو اپنے ہاں لکھ لکھ کر لے جانے لگے چنانچہ اہل تائید اس امر کے شاہد ہیں کہ جب سب اوصاف نبوت آپ کی ذات بابرکات میں اس طرح پائے گئے کہ کبھی کسی نبی میں نہ پائے گئے تو آپ کے سید المرسلین ہونے میں کیا شک ہے اور امام البیہقی ہونے میں کون سا شبہ ہے؟ پس اب جو کوئی شبہ کرے تو اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بادشاہت کے سب مرا تپ سکند میں تسلیم کر کے اس کی بادشاہت میں شک کرے سو ایسے معاند کے انکار کا جواب ناراجہم ہے ایسا معاند اگر ٹھیک دوپہر میں آفتاب کا انکار کر بیٹھے تو اس سے کچھ بعید نہیں فقیر عبدالحق تو آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے اور خواہ کسی بد بخت کو شبہ ہو پورے آواز بلند اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ كِتَابُ عَلِيِّ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَدًا۔

دوسری دلیل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کر کے لوگوں کو معجزات کھلائے اور تمام عالم کو اپنے دین کی طرف بلایا اور لاکھوں آدمیوں نے آپ کے رو بہ آپ کا دین قبول کیا اور روز بروز ترقی دین کی ہوتی گئی یہاں تک کہ چند روز میں زمین کے کناروں تک اسلام پھیل گیا اور بڑی بڑی شان و شوکت کی سلطنتیں اہل اسلام کے قبضہ میں آئیں اور دم آخر تک حضرت کی شان و شوکت زیادہ ہوتی گئی پس معلوم ہوا کہ آنحضرت اللہ کے بھیجے ہوئے پے رسول تھے کیونکہ اگر جھوٹے ہوتے تو بوجیب وعدہ الہی شان و شوکت کے بدلے ذلت اٹھاتے اور آخر بہت رسوائی سے قتل کئے جاتے۔ چنانچہ مسلمہ کذاب وغیرہ قتل کئے گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ جھوٹے کے دین کو جو اس کے ہاں ناپسند ہو اس طرح سے ہرگز ترقی نہیں دیتا چنانچہ اس کا بیان پہلے

ہو چکا ہے۔

تیسری دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اخلاقِ عظیمہ اور اوصافِ جزیلہ اور کمالاتِ علمیہ اور عملیہ سب مجتمع تھے یہاں تک کہ کفارِ قریش نے باوجودیکہ بسببِ عداوتِ مذہبی کے شب و روز آپ کی عیب جانی میں مصروف تھے کبھی کوئی عیب و نقصان حضرت کی سیرت و صورت میں نہ پایا کہ اس سے حضرت پر طعن کرتے اور آپ کے دین میں خلل انداز ہوتے نہ کبھی کسی معاملہ میں حضرت کا جھوٹ معلوم ہوا نہ کبھی آپ کو بددیانت، متکبر، بدخلق، ابدارِ سماں، شرابِ خور، زنا و فسق، شکار و بچھاہ، کبھی جاہِ مال، عز و جلال کی طرف آپ کی رغبت دیکھی بلکہ شب و روز دنیا و مافیہا سے نفور اور ہمہ وقت زہد و تقویٰ و عبادتِ خدا میں مصروف دیکھتے تھے یہاں تک کہ تمام قریش نبوتِ ظاہر کرنے سے پہلے آپ کو نہایت محبوب رکھتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ آج تک ایسا دانا اور ایسا نیک کردار شخص ہم نے کبھی دیکھا نہ سنا چنانچہ آج تک یہود و نصاریٰ بھی اس بات پر متفق ہیں پس عقلِ سلیم کے نزدیک محال ہے کہ ایسا عقلمند اور ایسا سچا اور ایسا عابد و زاہد جادو مال سے دور بھاگنے والا شخص ایک ایسی نئی چیز کا جھوٹا دعویٰ کرے جس کو نہ کبھی کسی نے سنا تھا نہ دیکھا تھا اور ایسا خدا شناس دین کے معاملہ میں خدا پر جھوٹ باندھ کر بنی ہونے کا دعویٰ کرے کہ جس سے نہ کچھ دینی فائدہ نہ دنیوی ظہور میں آوے بلکہ تمام فوائدِ دنیوی فوت ہو جائیں صد ہا اذیتیں سر پر آویں خرید و فروخت بند ہو جاوے شہرے نکالا جاوے آپس کی بیاہ شادی موقوف کی جاوے ہر شخص ہر دم خون کا پیاسا پھرنے لگے اور زرد و کوب سب و شتم پر آمادہ ہو جاوے ہرگز ہرگز کبھی عقلِ سلیم تسلیم نہ کریگی کہ ایسا عاقل دنیا کے معاملات کا سچا بے فائدہ تمام قوم کو دشمن بنا لیوے اور بے غرض ہر ایک قسم کی ایذا اٹھاوے اور دینی امر میں اللہ پر جھوٹ باندھ لیوے۔

چوتھی دلیل آپ کی شریعتِ نغز کے دیکھنے سے عاقل کو فوراً یقین کامل ہو جاتا ہے کہ یہ شریعتِ آسمانی ہے اور جو شخص شریعتِ آسمانی اور دینِ رحمانی لے کر آتا ہے وہ قطعی بنی ہوتا ہے پس آپ یہ شریعت لائے ہیں تو یہ معلوم ہوا کہ آپ بھی اللہ کے رسول ہیں اور یہی مدعا ہے دوسرا مقدمہ تو ظاہر ہے کہ جو آسمانی شریعت لانا ہے وہ بنی ہوتا ہے اب رہا پہلے مقدمہ کا ثبوت کہ آپ کی شریعتِ آسمانی ہے سو وہ بہت تفصیل چاہتا ہے مطولات میں اس کو خوب تفصیل سے ثابت کر دیا ہے لیکن مجلاً یہاں

۱۲ مثلاً اسبابِ ہمس نے جو ترجمہ قرآن لکھا ہے اس کے ترجمے میں وہ بھی حضرت کے کمالات کا قائل ہوا ہے۔

بھی ذکر کرتا ہوں شریعت آسمانی کے چند اصول ضروری ہیں اول اصل الاصول توحید ہے کہ بڑا مطلب رسول کے پیچھے سے یہی ہے پس توحید تمام و کمال جیسے شریعت احمدیہ علی صاحبہا السلام میں ہے آج تک کسی کے ہاں پائی نہیں گئی مشرق سے مغرب تک جس مسلمان کو دیکھے گا وہ ایک بڑا موحد ہو گا ہنود نصاریٰ کی طرح کبھی کسی غیر کو نہ خدا کہیگا نہ خدا کا بیٹا بناوے گا مختصر تمام صفات کمال سے موصوف اور سب عیبوں سے پاک جس طرح اللہ کو اہل اسلام نے جانا ہے کسی نے نہیں جانا یہ امر بھی اظہر من الشمس ہے دوم تہذیب اخلاق و طہارت جسمانی و روحانی سو وہ بھی اس شریعت میں اس درجہ پر ہے کہ آج تک کہیں اس کا مثل نہیں دکھائی دیتا سوم معاشرت کے طریقے سو وہ بھی ایسے عمدہ ہیں کہ جہاں کے بڑے بڑے عقلا اور حکماء کو سوائے تسلیم کے چارہ نہ ہو اور پہلی شریعتوں کا اس کو مانع ماننا پڑا چہاڑا خدا کے احکام کو سیاست سے جاری کرنا یعنی بلا غرض دنیاوی خاص حقوق اللہ کے لئے دنیا میں راستی قائم کرنے کے لئے سرکشوں کو جرائم آسمانی میں سزا دینے کے لئے غریبا اور صغیرا پر رحم کھانے کے لئے آسمانی سلطنت زمین پر قائم کرنا اس کے اصول قیام و دوام باقی چھوڑنا جو عہد آدم سے اب تک کہیں نہیں پایا گیا ہاں قدرے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعض اتباع کے عہد میں ظہور ہوا تھا یہ خاصہ شریعت احمدیہ ہے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔

پانچویں دلیل حضرت صلعم کی نبوت پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں ظاہر ہوئے کہ اس وقت نبی کی نہایت ضرورت تھی کس لئے کہ تمام عالم میں نہایت کفر و شرک جو روح فحاشا چٹا پتھر کے لوگ لڑکیوں کو مارتے تھے اور راہ لہٹتے تھے اور کفر و شرک میں رات دن مصروف تھے اور ہر قسم کی بدکاری میں آلودہ تھے اور فارسی دو خدا ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے ماں بہن بیٹی کے ساتھ ہمارے کرنا درست سمجھتے تھے اور ترک لوٹ مار میں مصروف تھے اور ہنود گائے بیل درخت و پتھر کی عبادت میں مشغول تھے اور یہود دین تشبیہ اور تخریف کتب میں مگرم تھے اور نصاریٰ پرستش صلیب و تصویرات میں مصروف تھے علی ہذا القیاس سب فرقوں میں گمراہیاں اور بدکاریاں اور کفر و شرک کا ظہور تھا پس اللہ کے انعام عام اور حکمت تام کا یہ مقتضی نہیں کہ ایسی ضرورت کے وقت اپنا رسول نہ بھیجے اور اس وقت میں سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی شخص ظاہر نہیں ہوا پس معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں اور یہی مدعا ہے فائدہ منصف مزاج کے لئے یہ چند

اولہ کافی ہیں اور شقی ناقصانہ کے لئے ہزار دلیل بھی دانی نہیں منکروں سے ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ تمہارے نزدیک بھی کوئی نبی مسلم ہے یا نہیں اگر کہیں ہاں! تو ہم ان سے اس کی نبوت کی دلیل طلب کریں گے پس جس دلیل سے وہ اس کی نبوت ثابت کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ اسی دلیل سے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کریں گے اگر کہیں ہمارے نزدیک کوئی نبی مسلم نہیں تو لازم آوے گا کہ خدائے کوئی نبی نہیں بھیجا۔ حالانکہ اس کا ثبوت پہلی فصل میں ہو چکا ہے اور حضور کی رسالت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر پہلے انبیاء نے دی ہے اور مسئلہ میں دھوکہ دہی | اب تک اہل کتاب کے ہاں وہ بشارتیں پائی جاتی ہیں اگرچہ انہوں نے اکثر خبروں کو بدل ڈالا۔ اور اکثر کو اپنی کتابوں میں سے نکال ڈالا لیکن علماء نصاریٰ عوام کو غلطی میں ڈالتے ہیں اور ان یقینہ خبروں کی تاویلات کرتے ہیں پس ادلی یہ ہے کہ اول چند امور جن سے ان کی ثبوت ظاہر ہو جائے اور کوئی مسلمان پھر دھوکا دکھاوے ذکر کر دوں۔

امر اول | بنی اسرائیل میں سے اکثر نبیوں نے مثل اشعیا و ارمیا و دانیال و حزقیال و عیسیٰ علی نبینا و علیہم السلام کے آئندہ کے حالات کی خبر دی ہے جیسا بخت نصر و سکندر و قورش کا ظاہر ہونا اور زمین اودم اور نینوی اور ہرچوڑت کا گزرنا۔ پس عقل سلیم کے نزدیک نہایت یقین ہے کہ انبیاء علیہم السلام ایسے چھوٹے چھوٹے حوادث کی خبر دیں ان میں سے کوئی بھی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کا حال نہ بیان کرے حالانکہ آپ کی امت میں ہزار ہا بادشاہ اور لاکھوں بڑے بڑے حکیم و دانشمند پیدا ہوئے ہیں مشرق سے مغرب تک آپ کا دین پھیل گیا اہل کتاب کی حکومتیں آپ کی امت کے ہاتھ میں آئیں لاکھوں یہود و نصاریٰ جنہوں نے مقابلہ کیا قتل کئے گئے اور ہزار ہا اہل کتاب آپ کے دین میں داخل ہوئے الغرض عقل نہایت یقین جانتی ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل ارض اودم و نینوی وغیرہ اکثر حادثات کی خبر دیں اور ایسے حادثہ عظیم کی کوئی بھی خبر دیوے پس اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اہل کتاب نے عداوت سے وہ خبریں جن میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کا ذکر تھا اور آپ کی نبوت کی بشارت تھی نکال ڈالیں یا بدل دیں۔

امر دوم | پہلے انبیاء اگر کسی پچھلے نبی کے ظاہر ہونے کی خبر دیتے تھے تو اس میں یہ شرط نہ

تھی کہ پچھلے نبی کے ہاں باپ شہر محلہ قوم بن سال صورت و سیرت کی خوب صراحت کیا کریں۔ کہ کسی کو شبہ باقی نہ رہا کرے اور ہر شخص جان لیا کرے کہ یہ وہی نبی ہے بلکہ اکثر خیریں مجمل ہوتی تھیں کہ ان کو عوام لوگ بنی موعود کے کہنے سے جان لینے تھے اور ان اوصاف کو اس پر مطابق کر لیتے تھے اور خواص لوگ کبھی قرآن سے معلوم کر لیتے کہ یہ وہی نبی ہے کہ جن کی خبر فلاں فلاں انبیاء نے دی تھی اور کبھی خواص بھی نہیں معلوم کر سکتے تھے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ جس نبی کے لئے خبر دی گئی ہے وہ خود بھی نہیں جانتا کہ فلاں خبر کا مصداق میں ہی ہوں اور یہ امر خود انجیل سے ثابت ہے چنانچہ یوحنا اپنی انجیل کے باب اول انیس آیت سے لے کر پچیس آیت تک لکھتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت یوحنا بپتی پیغمبر کے پاس کاہنوں اور لادویوں کو دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ تم کون سے پیغمبر ہو آیا الیاس ہو یا مسیح ہو یا وہ نبی حضرت یوحنا نے جواب دیا کہ ان تینوں میں سے کوئی نہیں ہوں بلکہ سوائے اس کے اور ایک نبی ہوں کہ جس کی خبر بیچیا نبی نے دی ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ کاہن اور لادی جو علماء یہود تھے اور توریت کو خوب جانتے تھے حضرت یوحنا العیسیٰ بپتی پیغمبر کو پہچان نہ سکے پس معلوم ہوا کہ خاص تفصیل سے ایسے علامات مذکور تھے جن سے وہ آکر پہچان لیتے پس اگر ہم اہل کتاب کی اس بات کو تسلیم ہی کر لیں کہ انہوں نے توریت و انجیل وغیرہ کتابوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی وہ خبریں جن میں تفصیل سے سب علامتیں حضرت کی مذکور تھیں نہیں دور کی ہیں تو بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے واسطے جو خبریں باقیماندہ تورات انجیل میں مجمل ہیں کافی ہیں۔

امر سوم | یہ دعویٰ کہ اہل کتاب سوائے مسیح اور ایلیا علیہما السلام کے اور کسی کا انتظار نہ کرتے تھے بالکل غلط ہے کیونکہ اور کا بھی ان کو انتظار تھا چنانچہ امر دوم میں معلوم ہو چکا ہے کہ علماء یہود نے جو بپتی علیہ السلام سے آکر پوچھا کیا تم مسیح ہو پھر جب انہوں نے اس کا انکار کیا تو پوچھا کیا تم ایلیا ہو پھر جب انہوں نے اس کا بھی انکار کیا تو پوچھا کیا تم وہ نبی ہو یعنی جس کی موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے

۱۲ منہ سے مراد ہمارے حضرت میں علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۲ منہ سٹہ کا ہن ان کے امام اور لادی نبی دینی سردار ہوتے تھے ۱۲ منہ سے پس اہل کتاب کا یہ شبہ کہ تمہارے نبی کا نام اور تفصیل سے نشان ہمارے ہاں نہیں ہے لہذا وہ نبی نہیں ہیں رد ہو گیا ۱۲ منہ سے ایلیا الیاس علیہ السلام کو کہتے ہیں اہل کتاب کے اعتقاد میں وہ زندہ آسمان پر آتشیں گاڑی پر سوار ہو کر چلے گئے۔ بوقت ضرورت ان کے نزول کا بھی انتظار نہیں تھا اور اب بھی ہوتا تو جب نہیں۔ ۱۲ منہ

پس یہاں سے معلوم ہوا کہ اس بنی معہود کا انہیں انتظار ایلیا اور مسیح کے انتظار کے برابر تھا اور یہ بنی معہود ایسا مشہور تھا کہ اسکے نام ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی بلکہ اس کی طرف اشارہ ہی کافی تھا انجیل یوحنا کے ساتویں باب میں عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کر کے یہ لکھا ہے - ۴۔ تب ان لوگوں میں سے بہتروں نے منکر کہا کہ حقیقت میں یہی وہ بنی ہے - ۲۱۔ اور ان کے کہا یہ مسیح ہے یہاں سے ظاہر ہوا کہ بنی معہود ان کے نزدیک مسیح کے سوا کوئی اور شخص ہے کیونکہ اس کو مسیح کے مقابلہ میں ذکر کیا پس وہ بنی سے اگر ہمارے حضرت مراد نہ ہوں تو پھر وہ کون ہے کہ جس کا ان کو انتظار تھا۔

امر چہارم | نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین ہیں کہ ان کے بعد اور کوئی بنی نہ آوے گا بالکل غلط ہے کیونکہ امر سوم میں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ لوگ بنی معہود کا جو عیسیٰ مسیح اور ایلیا علیہما السلام کے سوا کوئی شخص ہے انتظار کرتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ سوائے عیسیٰ مسیح اور ایلیا کے اور تیسری بنی جس کی موسیٰ نے خبر دی تھی ظاہر ہوگا پس جب بنی معہود کا عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے ظاہر ہونا دلیل قوی سے معلوم نہ ہوا تو ضرور وہ بنی عیسیٰ کے بعد ظاہر ہوگا پس عیسیٰ علیہ السلام کا خاتم النبیین سمجھنا غلط ہو گیا دوسرے نصاریٰ پولوس اور اریولوں کی نبوت کے قائل ہیں۔ حالانکہ سب عیسیٰ کے بعد ہیں تیسرے کتاب اعمال کے گیا ہوئے باب میں لکھا ہے ۲۸ اور انہیں دنوں کئی ایک بنی اور شلیم سے اٹھائیں آئے ان میں سے ایک نے جس کا نام آگس تھا اٹھ کے روح کے باعث بتلایا کہ سائے جہان میں عنقریب بڑا کال پڑے گا جیسا فلا دیوس فیبر کے عہد میں پڑا تھا یہاں سے صاف ظاہر ہوا کہ اور شلیم سے اٹھائیں آئے تھے ان میں سے ایک کا نام آگس تھا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ قصہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے اور ان کے بعد بھی بنی ثابت ہوئے پس عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم النبیین کہنا بالکل غلط ہے چوتھے نصاریوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی بنی نہ ہوگا پھر اس قول سے ہمارے حضرت کی نبوت کا باطل کرنا باطل ہو گیا۔

امر پنجم | عیسائیوں نے جو خبریں کہ عیسیٰ کی نبوت کے لئے نقل کی ہیں وہ خبریں یہودی تفسیر اور تازیوں کے مطابق عیسیٰ پر ہرگز صادق نہیں آئیں اسی لئے یہود سخت انکار کرتے ہیں لیکن عیسائی لوگ اپنی سبب زوری سے یہودی تاویلات اور جھٹلانے پر کچھ التفات نہیں کرتے اور اپنے طور پر ان کی ایسی تاویلات کرتے ہیں جو حضرت عیسیٰ پر صادق آئیں۔ پس جس طرح آیات مذکورہ ہیں یہودی

نہ بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد بھی عیسائیوں میں فارقلیط بنی کا انتظار تھا اور ہی لئے چند آدمیوں نے عیسیٰ کے سینکڑوں برس بعد فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا اور بہت سے عیسائی ان پر ایمان بھی لے آئے۔ دیکھو تاریخ کلیسیا ۱۲ ص ۱۲۔

تاویلین عیسائیوں کے نزدیک مردود اور نامقبول ہیں اسی طرح جو چیزیں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہوتی ہے ان میں عیسائیوں کی واہیات تاویلین ہمارے نزدیک مردود اور نامقبول ہیں جیسے وہ یہود کی تاویلات کی طرف التفات نہیں کرتے اسی طرح ہم ان کی تاویلات کو لغو اور ہڈیا سمجھتے ہیں باوجود اسکے کہ جو خبریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں عیسائیوں کی خبروں سے نہایت قوی ہیں۔

امر ششم | سب اہل کتاب کے سلف اور خلف میں ہمیشہ سے نام کا ترجمہ کرنے کی عادت جاری تھی اور کبھی کلام الہی میں بطور تفسیر کے کچھ بڑھا بھی دیا کرتے تھے اور اصل کلام اور تفسیر میں کوئی علامت امتیاز کی بھی نہیں رکھتے تھے اس لئے ضبط اور مطلب اصلی بے ربط ہو جاتا تھا ان کی مختلف زبانوں کے ترجموں کے دیکھنے سے یہ امر صاف ظاہر ہے بطریق نمونے کے کچھ ذکر کرتا ہوں کہ واقعی اہل کتاب یہ چالاکي کرتے آئے ہیں ازاںجملہ یہ ہے سفر تکوین ترجمہ عربی میں جو ۱۶۲۵ء اور ۱۸۲۴ء میں چھپا تھا۔ باب ۴۹ آیت ۱۰۔ یہ ہے۔ فلا یزال القضیب من یهودا والمدیر من فخذہ حتی یجعی الذی لہ اکل وایاہ منتظر الامم۔ پس الذی لہ اکل لفظ شیلوہ کا ترجمہ ہے اور یہ ترجمہ یونانی ترجمہ کے موافق ہے اور ایک عربی ترجمہ میں جو ۱۸۱۱ء میں چھپا ہے یوں ہے فلا یزال القضیب من یهودا والرسم من تحت امرہ الی ان یجعی الذی ہولہ والیہ یجمع الشعب اور اردو کے ترجمہ میں جو ۱۸۲۵ء میں چھپا تھا لفظ شیلوہ ہے پس اصل میں لفظ شیلوہ ایک شخص مبشر کا نام ہے مترجموں نے اس کا اپنی رائے کے موافق ترجمہ کر دیا۔ ازاںجملہ یہ ہے ترجمہ عربی سفر خروج مطبوعہ ۱۶۲۵ء و ۱۸۲۴ء کے تیسرے باب کی چودھویں آیت میں یوں ہے (فقال لہ موسیٰ ہیدہ اشولہ) اور دوسرے ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں یوں ہے (فقال لہ اکل الذی لا یزال) پس لفظ آہیہ اشراہیہ بمنزلہ اسم ذات کے ہے اس کا ترجمہ لا ذی لا یزال کر دیا۔ ازاںجملہ یہ ہے ترجمہ عربی سفر خروج مطبوعہ ۱۸۲۴ء کے آٹھویں باب کی گیارہویں آیت میں اس طرح ہے تنقی فی لہر فقط اور دوسرے ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں اس طو پر (تنقی فی النیل) دیکھئے نیل ایک خاص دریا کا نام ہے جو مصر کے نیچے بہتا ہے اس کا ترجمہ نہر کیا۔ حالانکہ نہر کا لفظ سب دریاؤں کو شامل ہے ازاںجملہ یہ ہے ترجمہ عربی کتاب یوشع مطبوعہ ۱۸۲۴ء کے دسویں باب کی تیرہویں آیت

میں اس طرح سے ہے (ایس ہذا مکتوباً فی سفر الابرار) اور دوسرے ترجمہ عربی ۱۸۱۱ء میں سفر الابرار کی جائے سفر المستقیم ہے اور ترجمہ فارسی مطبوعہ ۱۸۲۸ء میں لفظ ابرار اور مستقیم کی جائے لفظ یا صا ہے اور دوسرے ترجمہ فارسی مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں یا ثمر ہے اور ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں لفظ یا ثنائی پس اصل میں یا ثنائی یا صا یا یا ثمر کتاب کے مصنف کا نام ہے مترجموں نے اپنی اپنی رائے سے ابرار اور مستقیم کے ساتھ ترجمہ کر دیا۔ ازاں جملہ یہ ہے کہ باب اول انجیل یوحنا مطبوعہ ۱۸۲۴ء میں یوں ہے (قد وجدنا مسیحا الذی تاویلہ المسیح) اور ترجمہ فارسی مطبوعہ ۱۸۱۱ء میں اس طرح ہے (مسیح را کہ ترجمہ آن کرسطوس می باشد یا فتیم) اور ترجمہ اردو مطبوعہ ۱۸۲۸ء میں اصل لفظ خرسٹہ اور مسیح اس کا ترجمہ قرار دیا ہے۔ اب یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اصل نام مسیحا ہے یا مسیح یا خرسٹہ ہے عربی ترجمہ سے اصل مسیحا معلوم ہوتا ہے اور مسیح اس کا ترجمہ اور ترجمہ فارسی سے اصل مسیح اور کرسطوس ترجمہ ظاہر ہوتا ہے اور اردو سے اصل خرسٹہ اور ترجمہ مسیح سمجھا جاتا ہے دیکھو نام کا اس طرح پر ترجمہ کیا کہ معلوم نہیں کہ اصل کیا ہے اور ترجمہ کون سا ہے پس اگر اہل کتاب نے اسی طرح جناب محمد مصطفیٰ علی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا بھی ترجمہ کر دیا اس کو معین اور وکیل سے بدل دیا ہو تو کچھ بعید نہیں کیونکہ بعض اہل کتاب زمانہ سابق میں حضرت کا نام انجیل و تورات میں لکھا دیکھ کر ایمان لائے تھے۔

امر ہفتم | پولس نصاریٰ کے نزدیک اگرچہ حواریوں کے مرتبے میں ہے اور اہل تثلیث اس کو اپنا بزرگ اور پیشوا سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن اور دین عیسائی کا خراب کرنے والا تھا اس نے حرام چیزوں کو حلال کر دیا اس نے خمر پیرا اور شراب نصاریٰ کے لئے مباح کر دی اول میں وہ دین عیسائی کا نہایت دشمن تھا بہت سے عیسائیوں کو اس نے قتل کیا آخر اس فریضے مارا کہ ظاہر میں اپنے آپ کو عیسائی شہور کیا سو اس کے دھوکے میں نصاریٰ آگئے لہذا ہمارے نزدیک اس کے اقوال کا کچھ اعتبار نہیں اور اس کی تاویلات واجب الروی ہیں جب یہ امور ثابت ہو چکے تو ہم کہتے ہیں کہ باوجود تحریف اور تبدیلی کے اب تک تورات و انجیل میں سے ایسی خبریں بہت ملتی ہیں کہ جن سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہوتی ہے سو ان میں سے چند خبریں نقل کرتا ہوں۔

پہلی بشارت | تو ریت سفر استثنیٰ کے اٹھا رہیں باب میں اللہ تعالیٰ کا کلام اس طرح منقول ہے

میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں تجھ سے ایک بنی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں لوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو نہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔ لیکن وہ بنی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں اس کو حکم نہیں دیا یا اور یہ جو وہ لوں کے نام سے کہے تو وہ بنی قتل کیا جائے گا۔ بس یہ بشارت نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں نہ یوشع علیہ السلام کے لئے ہے جیسا کہ یہود کہتے ہیں بلکہ یہ خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے چند وجہ سے۔

وجہ اول | امر ثالث میں ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے زمانہ میں بھی جو آخر زمانہ تھا اس بنی کا کہ جس کی یہ بشارت ہے انتظار تھا اور اس وقت کے علماء اور تورات اس بنی کے منتظر تھے پس نہ اس سے عیسیٰ مراد ہے نہ یوشع علیہما السلام کیونکہ یہ ان سے بھی پہلے تھے۔

وجہ دوم | اس بشارت میں اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ تیری مانند بنی برپا کروں گا اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کی مانند نہ تو یوشع ہیں نہ عیسیٰ کیونکہ یہ دونوں بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ اور تورات سفر استثنیٰ کے چونتیس باب دسویں درج میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں کوئی بنی موسیٰ کی مثل نہیں ہوگا۔ دوسرے موسیٰ علیہ السلام کو شریعت جدید عطا ہوئی تھی وہ کسی اور بنی کی شریعت کے تابع نہیں تھے نہ ان کے اوپر کوئی نئی کتاب نازل ہوئی تھی نہ ان کی شریعت جدید تھی پس وہ موسیٰ کی مانند ہرگز نہیں ہو سکتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ کے اعتقاد میں خدا کے بیٹے اور خود خدا تھے۔ اور موسیٰ آدمی تھے پس خدا کے بیٹے اور آدمی میں ہرگز مماثلت نہیں پائی جاتی۔ تیسرے عیسیٰ بقول نصاریٰ ملعون ہوئے اور پھانسی دیئے گئے اور بعد مرنے کے دوزخ میں بھی داخل ہوئے۔ چنانچہ اہل تثلیث کے عقائد میں اس کی تصریح ہے اور موسیٰ میں یہ اوصاف ہرگز نہیں پائے گئے۔ چوتھے موسیٰ کو ایسی شریعت ملی تھی کہ جس میں تعزیرات اور حدود اور غسل اور طہارت اور کھانے پینے کی چیزوں کی حلت و حرمت تھی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں یہ بات ہرگز نہیں پائی جاتی جیسا کہ ان کی انجیل منداول سے صاف ظاہر ہے اور موسیٰ علیہ السلام احکام جاری کرنے پر قادر تھے بخلاف عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کو یہ قدرت نہ تھی ہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور

موسیٰ علیہ السلام میں خوب مماثلت نامہ پائی جاتی ہے جس طرح حضرت موسیٰ کی شریعت میں حرام و حلال کے احکام ہیں ویسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ہیں جس طرح موسیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کی ذلت سے نکال کر عزت دی اور راہ راست دکھائی اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کو فارس اور روم کی قید سے نکال کر موحد بنایا اور مہذب اور شائستہ کر دیا۔ اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام النسان تھے بیوی بچے رکھتے تھے ماں باپ سے پیدا ہوئے تھے اسی طرح جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ علیٰ ہذا القیاس ہر امر میں ان دونوں پیغمبروں میں جیسی مماثلت پائی جاتی ہے کسی میں نہیں پائی جاتی جو شخص دونوں کی شریعت اور حالت سے واقف ہے وہ اس امر کو خوب جانتا ہے اور اسی لئے قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ مَكَآ اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ط۔

وجہ سوم | اس بشارت میں بنی اسرائیل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کے بھائیوں میں تجھ سا بنی برہانوں کا اور یہ ظاہر ہے کہ سب بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسرائیل کے غیر ہونے چاہئیں جو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں داخل ہوں کیونکہ عرف میں جب کوئی شخص کسی قوم سے خطاب کر کے مثلاً یوں کہے تمہارے بھائی آتے ہیں تو اس قوم مخاطب کے غیر لوگ سمجھے جایا کرتے ہیں بنا علیہ بنی اسرائیل کے غیر لوگوں میں یہ بنی ہونا چاہیے جو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں داخل ہو اور تورات میں اسحاق و اسمعیل کے سوا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی کے لئے برکت کا وعدہ نہیں ہوا ہے تورات کے باب پیدائش میں یوں ہے اور اسمعیل کے حق میں میں نے نیزی سنی دیکھیں اسے برکت دوں گا اور اسے بردمند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے۔ پس ضرور ہے کہ شخص اسمعیل کی اولاد میں سے ہو اور بنی اسرائیل کے بھائیوں سے وہاں بنی اسمعیل ہی مراد ہوں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بنی اسمعیل میں سے سوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کوئی ایسا بنی نہیں ہوا ہے۔

وجہ چہارم | اس بشارت میں یوں فرمایا ہے کہ اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا یعنی تورات و زبور وغیرہ کتب کی مانند لکھی ہوئی کتاب اس کے اوپر اتریگی بلکہ فرشتہ آکر اس کے روپر پڑھے گا وہ

ط۔ اور اسحق کی اولاد بنی اسرائیل ہیں اور بنی اسرائیل کے غیر بنی اسمعیل ہیں جن کے لئے بردمندی کا وعدہ ہے لے باب آیت ۲۱۔

بنی امی ہوگا اسے سُکر یاد کرے گا اور لوگوں کو اپنے منہ سے پڑھ کر سنائے گا۔ پس یہ بات بھی سولے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی نبی میں نہیں پائی جاتی خصوصاً یوشع علیہ السلام پڑھے ہوئے تھے سو
وہ کسی طرح اس خبر کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

وجہ پنجم | اس بشارت میں اس نبی کے اعزاز و اکرام کے لئے یوں فرمایا کہ جو شخص اس نبی کے سخن کو نہ
مانے گا تو میں اسے نرا دوں گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سزا سے خاص عذابِ آخری ہی مراد نہیں کیونکہ اس میں
کسی نبی کی خصوصیت نہیں بلکہ ہر نبی کے نافرمان کو عذابِ آخری ہوگا بلکہ اس مراد دنیا کی سزا ہے کہ اس
نبی کے منکروں کو جہاد و قتال سے زیرِ کربوں گا اور محکوم و ذلیل بنا دوں گا۔ سو یہ بات یوشع علیہ السلام
کو حاصل تھی نہ عیسیٰ علیہ السلام کو البتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی پس اس بشارت سے وہی مراد ہیں۔
وجہ ششم | اس بشارت میں تصریح ہے کہ یہ نبی اگر کوئی بات اپنی طرف سے کہے گا تو قتل کیا جاویگا
اور یہ ظاہر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعد دعویٰ نبوت کے قتل نہیں کئے گئے بلکہ ہر روز ان کی شان و
شوکت زیادہ ہوتی گئی پس اگر حضرت وہ نہ بنی نہ ہوتے تو موجب وعدہ خدا کے قتل کئے جاتے
عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ کے اعتقاد میں قتل کئے گئے پس اگر یہ بشارت ان کے لئے قرار دی جاوے
تو ان کا جھوٹا بنی ہونا لازم آوے جیسا کہ یہود کہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ۔

بشارت دوسری | تورات کی کتاب استثنائیں یوں ہے انہوں نے اس کے سبب سے جو خدا نہیں
مجھے غیرت دلائی اور اپنی واہیات بانوں سے مجھے غصہ دلایا سو میں بھی انہیں اس سے جو گروہ نہیں
غیرت میں ڈالوں گا اور ایک بے عقل قوم سے انہیں خفا کروں گا۔ پس گروہ بے عقل اور جاہل سے
مراد عرب ہیں کیونکہ تمام جہان سے جاہل یہی لوگ تھے ان کے ہاں نہ علوم عقلیہ تھے نہ نقلیہ لکھنا
پڑھنا بھی نہ جانتے تھے اور بتوں کی عبادت کے سوا اور کچھ نہ پہچانتے تھے خصوصاً یہود کے

۱۵۔ بعض پادریوں نے اس بشارت میں بڑی قبیل و قال کی ہے اور آنحضرت صلعم کے حق میں صادق نہ آنے کے لئے اسی باب
کے ۱۵۔ آیت کو پیش کرتے ہیں کیونکہ اس میں ہے خداوند بزرگ خدا بزرگے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے بھائیوں میں سے میری مانند
ایک نبی برپا کرے گا انتہا تیرے ہی درمیان سے کافقرہ کہتا ہے کہ وہ نبی اسرائیل ہونا چاہیے اس کا جواب یہ ہے اول تو یہ
عبارت جو ۱۵ اور ۱۶ میں ہے موسیٰ کے کلام میں ہے خاص خدا کے کلام میں جو آگے چل کر ۱۸ اور ۱۹ میں ہے یہ لفظ نہیں دوم پطرس
حواری کا کلام جو کتاب اعمال کے تیسرے باب ۲۲ میں جملے میں منقول ہے وہاں بھی پطرس نے جب اس بشارت کو یہودیوں کے
سامنے نقل کیا اس جملہ کو نہیں نقل کیا اور ان بھی لیا جاوے تو اس کے معنی ہیں تمہارے خاندان میں سے (یعنی برصغیر آئینہ)
۱۶۔ باب ۲۲۔ آیت ۲۱۔ ۱۲۔ منہ۔

نزدیک نہایت حقیر اور ذلیل تھے کہ وہ ان کو باجرہ لونڈی کی اولاد سمجھتے تھے پس مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے جھوٹے معبودوں اور حقیر چیزوں کی عبادت کر کے جس طرح مجھے خفا کیا اور غیرت دلائی تھی اسی طرح میں بھی ایک نہایت حقیر اور جاہل قوم کو کہ وہ عرب ہیں عزت اور سرفرازی اور علم و معرفت دے کر بنی اسرائیل کو جلاؤں گا اور غیرت دلاؤں گا سو اللہ تعالیٰ نے وہ وعدہ پورا کیا کہ عرب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کر کے بھیجا پھر انہوں نے عزت دین و دنیا عرب کو بخشی یہود کو ان کے ہاتھ سے قتل کر یا روم و شام پر ان کو ویرا ویرا کر کے پلوش عربوں کا قبضہ کر دیا لکن اللہ تعالیٰ لَقَوْلِ الَّذِي نَعْتَنِي بِالْأَمِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ مُبِينًا وَمِنْهُمْ مَن يَدْعُوا عَلَيْنَهُم بِالْإِثْمِ الَّذِي هُمْ يَكْتُمُونَ أُولَئِكَ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ وَالْحِكْمَةُ تَطْرُقُ عَلَى مَن يَشَاءُ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ هَادٍ وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مَبْعُودٍ وَمَن يَفْعَلْ عَمَلًا ظَاهِرًا لَّيْسَ بِهِ بَأْسٌ شَرٌّ عَلَى مَن كَفَرَ وَأَن يَكْفُرْ أَشَدُّ عِندَ اللَّهِ كِبْرًا وَمَن يُكْفَرْ فَلَا مَوْلَى لَهُ عِندَ اللَّهِ وَكَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْكٰفِرِينَ وَمَن يَفْعَلْ عَمَلًا ظَاهِرًا لَّيْسَ بِهِ بَأْسٌ شَرٌّ عَلَى مَن كَفَرَ وَأَن يَكْفُرْ أَشَدُّ عِندَ اللَّهِ كِبْرًا وَمَن يُكْفَرْ فَلَا مَوْلَى لَهُ عِندَ اللَّهِ وَكَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْكٰفِرِينَ

جاہل اور حقیر تھی۔ اور نہ ان سے بنی اسرائیل کو غیرت دلائی گئی ہے پس سوائے قوم عرب کے اور کسی پر یہ خبر صادق نہیں آتی۔

بشارت پشمیری | تو رات سفر سنننا کے تیسویں باب میں ہے اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شجر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران کے پہاڑوں سے وہ جلوہ گر ہوگا اور اس کے ساتھ ہزاروں پاک لوگ ہوں گے اور اس کے داہنے ہاتھ آتش شریعت ہوگی۔ پہاڑ سینا سے آگاہ کا یہ تھا کہ اس نے وہاں موسیٰ کو تو رات دی اور کوہ شجر پر طلوع ہونے سے مراد ہے عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کو انجیل دینا کہ اس پہاڑ پر ان کو یہ کتاب ملی اور فاران مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے کہ وہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں عبادت کیا کرتے تھے۔ اور وہاں ہی حضرت پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا تھا پس کوہ فاران سے خدا کے جلوہ گر ہونے سے قرآن انار نامراد ہے کہ حضرت پر وہاں اتارا اور موافق وعدے کے ہزاروں صحابہ پاک بازا اور فروریں حضرت کے ساتھ تھے اور آتش شریعت بھی حضرت کے ہاتھ پر تھی آتش شریعت سے مراد سختی احکام ہے سو مشرکوں اور راہ زلوں اور حرام کاروں اور چور بد معاشوں کیلئے اس شریعت میں سخت احکام ہیں بخلاف شریعت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کی شریعت

(لقیہ حاشیہ ص ۹۷) یعنی ابراہیم کی نسل سے خدا پرستوں میں سے نہ کہ بنی اسرائیل میں سے درندہ دلوں پر حملہ مہل ہو جانا ہے ۱۲ منہ۔
 (حاشیہ صفحہ ۱۰۷) ترجمہ اللہ وہ ہے کہ جس نے بھیجا ان پڑھ لوگوں میں ایک رسول انہیں میں کا کہ وہ پڑھ کر سنانا ہے ان کی اس کی آیتیں اور سنو اتنا ہے ان کو اور سکھانا ہے کتاب اور عقلمندی اور اس سے پہلے تھے مریخ گراہی میں (سورہ جمعہ رکوع اول) ۱۲ منہ رسلہ ترجمہ عربیہ مطبوعہ ۱۸۲۴ء سے نقل کیا ہے۔ ۱۲

میں احکام ہی نہیں نہ زنا کار کے لئے رجم ہے نہ چور کے لئے ہاتھ کاٹنا ہے نہ قزاق کے لئے قتل اور قطع اعضاء ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور یہ بات کہ قازان مکہ کے پہاڑ کو کہتے ہیں۔ تو رات سفر تکوین کے اکیسویں باب سے ثابت ہے کہ اسمعیل علیہ السلام کی نسبت یوں فرمایا ہے اور وہ قازان کے بیابان میں رہا۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ اسمعیل علیہ السلام مکہ کے بیابان میں رہا کرتے تھے اور وہاں ہی انہوں نے پرورش پائی ہے اب اگر کوئی منکر اس بشارت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے قرار دے تو وہ بتلائے کہ مکہ کے بیابان سے خدا کیونکر جلوہ گر ہوا اور کس کے ساتھ ہزار ہا لوگ تھے اور کس کے ہاتھ پر سخت شریعت تھی۔

بشارت چوتھی | تو رات سفر تکوین میں یہ ہے یہودا سے ریاست کا عصا جُدانہ ہو گا اور نہ حکم اس کے پاؤں کے درمیان سے جانا رہے گا جب تک کہ شیلانہ آوے اور تو میں اس کے پاس اکھٹی نہ ہوں پس شیلانہ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ یہود کہتے ہیں اس سے مراد ان کا مسیح ہے جس کے ظاہر ہونے کا ان کو اب تک انتظار ہے سو اس کے آنے میں تو ابھی تک کلام ہے اور تخمیناً دو ہزار برس ہوئے کہ یہود کا حکم جاتا رہا۔ اور عیسائی اس سے مراد اپنا مسیح حضرت عیسیٰ لیتے ہیں۔ سو ان کے آنے سے پہلے ہی حکومت تو کیا شہر میر و مستلم اور مسجد اقصیٰ شاہان باہل و نصرہ الطائیبہ کے ہاتھوں سے برباد ہو چکی تھی اس لئے عصا ریاست سے شریعت موسوی اور حکم سے مراد قابضوں اور کاہنوں کے فتاویٰ سے مراد لینے چاہئیں سو وہ حضرت عیسیٰ کے بعد تک بھی تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک اس کے بعد سب کا سب جاتا رہا۔ اور دین منسوخ ہو گیا۔ اور دوسری یہ عبارت کہ اس کے پاس تو میں اکھٹی ہوں گی۔ صاف دلالت کرتی ہے کہ اس سے مراد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ تو میں اور مختلف لوگ حضرت ہی کے دین میں آئے ہیں اور حضرت ہی کے پاس مجتمع ہوئے ہیں۔

بشارت پانچویں | ۴۵ زبور میں ہے "میرے دل میں اچھا مضمون جوش مازنا ہے اور میں ان ان چیزوں کو جو میں نے بادشاہ کے حق میں بنایا ہے بیان کرتا ہوں۔ میری زبان ماہر لکھنے والے کا قلم ہے تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے تیرے ہونٹوں میں لطف ڈالا گیا ہے اسی لئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا۔ اے پہلوان اپنی تلوار کو جو تیری حشمت اور بزرگی ہے حامل کر کے اپنی ران پر لٹکا

۱۷ انچا سوال باب آیت دس ۱۲ ۱۷ حضرت داؤد علیہ السلام کا قول ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ۱۲ سنہ۔

اور اپنی بزرگواری سے سوار ہوا اور سچائی اور ملائمت اور صداقت کے واسطے اقبال مندی سے آگے
 بڑھ گیا۔ تیرا داہنا ہاتھ تھمکو بہت مہیب کام سکھا دے گا تیرے تیر تیز ہیں لوگ تیرے بیچے گرتے
 پڑتے ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگ جاتے ہیں۔ تیرا تخت اے خداوند ابدالآباد
 ہے تیرا سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے تو صداقت کا دوست اور شہادت کا دشمن ہے۔ اس
 سبب سے خدا نے تجھ کو خوشی کے نبیل سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ مسح کیا تیرے سامنے لباس
 سے مراد عود اور بخی کی خوشبو آتی ہے کہ جن سے ہاتھی و انت کے مخلوق کے درمیان انہیں تجھ
 کو خوش کیا ہے۔ ۹۔ بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت و ایوبوں میں ہیں بلکہ او فیر کی سونے سے
 آراستہ ہو کے تیرے داہنے ہاتھ کھڑی ہے۔ ۱۶۔ آیتنا میں یہ ہے۔ تیرے بیٹے باپ دادوں
 کے قائم مقام ہوں گے۔ تو انہیں تمام زمین کے سردار مقرر کرے گا۔ ۱۷۔ میں ہے ساری پشتوں
 کو تیرا نام یاد دلاؤں گا۔ پس سارے لوگ ابدالآباد تیری ستائش کریں گے۔ انتہی تمام اہل کتاب
 کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ داؤد علیہ السلام ایک ایسے نبی کی بشارت دیتے ہیں جو ان کے بعد
 ان صفات سے موصوف ہو کر ظاہر ہو گا۔ پس یہود کے نزدیک تو اب تک کوئی نبی ان صفات کا بعد
 داؤد کے ظاہر نہیں ہوا ہے اور نصاریٰ کے نزدیک اس بشارت سے عیسیٰ علیہ السلام مراد
 ہیں۔ اور اہل اسلام کے نزدیک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور حق یہی ہے
 کہ یہ بشارت حضرت ہی کے واسطے ہے کیونکہ اس بشارت میں اس نبی کے لئے چند اوصاف بیان
 کئے ہیں سو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام میں ہرگز نہیں
 پائے جاتے لہذا بالضرور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کے مصداق ہیں اور وہ اوصاف یہ ہیں۔
 حسین ہونا۔ قوی ہونا۔ افضل البشر ہونا۔ فصیح ہونا۔ شمشیر بند ہونا۔ مبارک الی اللہ ہونا۔ تیرا نڈا
 ہونا۔ خلق کا آپ کے تابع ہونا۔ کپڑوں سے خوشبو کا آنا۔ بادشاہوں کی بیٹیوں کا ان کے
 گھرانے میں آنا۔ اس کی اولاد کا بجائے اپنے باپ کے رئیس اور حاکم ہونا۔ ہر جگہ اس کا نام مذکور
 ہونا۔ ہدایا کا آنا۔ ابدالآباد تک اس کا ذکر خیر جاری رہنا۔ سو حسن صورت حضرت کا ایسا تھا
 کہ ابی ہریرہ فارسی اللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کوئی زیادہ
 خوبتر چیز نہیں دیکھی گویا آفتاب آپ کے چہرہ مبارک میں پھرتا ہے اور جب ہنستے تھے تو

دیوار تک آپ کے دانتوں سے روشن ہو جاتی تھی اور بہت سے صحابہؓ سے ایسا ہی منقول ہے۔ اور آپ کی قوت کا یہ حال تھا کہ ایک شخص رُکانہ نام قوت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا ایک روز حضرت سے جنگل میں ملا اور کہنے لگا اگر تو مجھے کشتی میں مغلوب کر دے تو جانوں کہ تم ہی برحق ہو سو حضرت نے اس کو پچھاڑ دیا۔ دو بار پھر لڑا پھر پچھاڑا۔ رکانہ نے تعجب کیا۔ حضرت نے فرمایا یہ کیا تعجب کی بات ہے اگر تو اللہ پر ایمان لادے اور مجھے سچا رسول سمجھے تو میں درخت کو بلا دوں۔ سو حضرت نے ایک درخت کو بلایا اور وہ آ کے حضرت کے سامنے کھڑا ہو کر آپ کی رسالت کی گواہی دینے لگا پھر کہا کہ اے درخت! پھر جا، وہ وہیں چلا گیا۔ افضل البشر ہونے پر آپ کی نبوت عامہ دلیل ہے۔ اور فصاحت آپ کی اظہر من الشمس و ابین من الالمس ہے اور تلوار باندھنا اور جہاد کرنا بھی مسلم الثبوت ہے اور مبارک ہونا بھی آپ کا ظاہر ہے کہ مشرق اور مغرب میں لاکھوں مسلمان پنج وقتہ نماز میں اور نماز کے بعد حضرت پر درود بھیجتے ہیں اور آپ کے لئے برکت مانگتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلٰى رَسُوْلِنَا الَّذِىْ هُوَ اَبُوْكُمْ يَوْمَ تَجْمَعُوْنَ اِلَيْهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّا يَخْلُقُ لَكُمْ وَجْهًا وَّ يَخْلُقُ لَكُمْ وُجُوْهًا مَّوَدُوْنًا يَوْمَئِذٍ يَخْلُقُ لَكُمْ وُجُوْهًا مَّوَدُوْنًا يَوْمَئِذٍ لَّا يَخْلُقُ لَكُمْ وَجْهًا وَّ يَخْلُقُ لَكُمْ وُجُوْهًا مَّوَدُوْنًا يَوْمَئِذٍ لَّا يَخْلُقُ لَكُمْ وَجْهًا وَّ يَخْلُقُ لَكُمْ وُجُوْهًا مَّوَدُوْنًا

ہمارے حضرت کا کہ ہر جنگ میں آپ کے پاس تیر و کمان رہتی تھی اور اکثر معرکوں میں تیر سے حضرت کو فتح حاصل ہوئی ہے اور خلق بھی آپ کے تابع ہو گئی تھی۔ چنانچہ گروہ کے گروہ آتے تھے اور اسلام لاتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَاَرٰى بَيْتَ النَّاسِ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا وَاوْرَآءُكُمْ سُرُورٌ وَّ اِيَّاكُمْ تَخْرَجُوْنَ مُجْتَمِعِيْنَ فِيْ دِيْنِكُمْ وَاِيَّاكُمْ تَخْرَجُوْنَ مُجْتَمِعِيْنَ فِيْ دِيْنِكُمْ

کہ حضرت کا پسینہ جمع کر کے ایک عورت نے ایک دلہن کو ملا تھا۔ کئی پشتوں تک اس کی اولاد سے خوشبو آتی رہی اور قرن اول میں بادشاہوں کی بیٹیوں نے آپ کی ذریعات کی خدمت کی ہے چنانچہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھر میں شہر بالذہب و جزر و کسری قاریس کی بیٹی تھی۔ اور ہدایا بھی آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ چنانچہ متوقف شاہ قبط نے حضرت کی خدمت میں تین لونڈیاں اور ایک غلام اسود اور ایک نجر شہباز اور ایک حمار شہباز اور ایک گھوڑا اور کچھ کپڑے ہدیہ بھیجے تھے اور آپ کے بعد آپ کی اولاد میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ تعلقہ ہو اور بعد ان کے ایران و

فاندہ بنی فاطمہ کی خلافت مصر اور ملک مغرب بلکہ شام تک صدیوں رہی عباسی بھی ایک معنی سے آپ ہی کی ذریت ہے اسی طرح بنی امیہ بھی۔ ان کی خلافت جو سینکڑوں برس تقریباً نصف کرہ زمین پر رہی۔ اس کا سلف میں نظیر بھی نہیں ملتا۔ پھر محمد مہدی آخر الزمان آپ کی ذریت میں سے آخر زمانے میں بادشاہوں کے بادشاہ ہوں گے ۱۲ منہ +

ہمن و ہندوستان وغیرہ ملکوں میں اب تک حضرت کی ذریت میں سے حاکم اور فرماں روا ہے ہیں اور اللہ تعالیٰ قیامت کے قریب امام مہدی رضی اللہ عنہ جو حضرت کی اولاد میں سے ہونگے تمام روئے زمین کے حاکم ہوں گے اور ذکر خیر بھی آپ کا ابداً باوجود جاری رہیگا۔ چنانچہ ہر ملک میں مؤذن پانچ وقت باذان بلند آتشکد ان محمد رسول اللہ کہتا ہے اور اوقات غیر مخصوصہ میں معصی حضرت پر درود بھیجتے ہیں اور علماء و فضلاء و مجاہدین و عظیمین آپ کے محامد بیان کرتے اور سلاطین اور بڑے بڑے بادشاہ آپ کے روضہ مبارک کی خاک پر سر رکھتے ہیں لیکن یہ بشارات عیسیٰ علیہ السلام پر گزرتی ہیں اور صادق نہیں آتی۔ کیونکہ اشعبار کے ترجمین باب کو نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت قرار دیتے ہیں حالانکہ اس کتاب میں ان کی نسبت یوں لکھا ہے کہ وہ نہایت بد شکل تھے اور وہ آذیوں میں بھی نہایت ذلیل و حقیر تھے سو یہ اوصاف ان اوصاف کے جو زبور میں نبی مہتر کے لئے مذکور ہیں، بخلاف اور صد ہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نہ تو اربند تھے نہ کبھی انہوں نے میرا مذاق کی نہ ان کی بیوی تھی کہ اس کو کسی بادشاہ کی بیٹی قرار دیتے نہ ان کے اولاد ہوئی کہ وہ باپ و اودوں کے قائم مقام ہو کر حکومت کرتی عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ہدایا کا آنا اور حلق کا ان کی تابعدار ہونا تو درکنار بقول نصاریٰ ان کو سر سے سے کچھ عزت ہی نہ تھی بلکہ یہود نے ان کو بڑی ذلت سے پھانسی دیا۔

بشارت چھٹی | انجیل متی کے تیسرے باب میں یوں لکھا ہے "ان دنوں میں یوحنا بپٹم دینے والا یہودیہ کے بیابان میں ظاہر ہو کے منادی کرنے اور یہ کہنے لگا۔ تو یہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک ہے۔ اور اس انجیل کے چوتھے باب میں یوں ہے "جب یسوع نے سنا کہ یوحنا گرفتار ہوا تب جلیل کو چلا گیا۔ اور اسی وقت سے عیسیٰ نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کیا کہ تو یہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔ اور عیسیٰ جلیل کے عبادت خانوں میں تسلیم دیتا اور آسمانی بادشاہت کی خوشخبری سناتا تھا۔" اور اس انجیل کے دسویں باب میں یوں ہے کہ عیسیٰ نے اپنے شاگردوں کو یہ تسلیم کی۔ اور چلتے ہوئے منادی کرو اور کہو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔ پس ظاہر ہوا کہ یوحنا

۱۔ جس کو اصطلاح کہتے ہیں مرید کرنے وقت پانی میں مرید کو غوطہ دینے سے جو آج تک عیسائیوں میں دستور ہے اور اس بجز وہ عیسائی ہونا صحیح نہیں جانتے۔ ۱۳ منہ۔

علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے عہد میں آسمانی سلطنت ظاہر نہ ہوئی تھی۔
 بس لئے کہ آسمانی سلطنت نبوت ہے۔ بلباس شاہی یعنی اندر اور تہ میں فقر اور ترک و نیاز غبت
 الیٰ الحقیٰ محبت الہی اس کی ذات و صفات میں استغراق کلی ہو اور بظاہر اجراء احکام آسمانی و
 دفع شرک یا طین و متمرّدین کے لئے شاہی بلکہ شہنشاہی ہو۔ گردن کشوں کی گردنیں جس کے آگے
 بھکیں نہ صرف نبوت ہو فقر اور مسکنت کے لباس میں جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام تھے نہ محض
 بادشاہی و امارت ہو اور اس میں شک نہیں کہ برسوں کے وعظ و پند کا اتنا اثر نہیں ہوتا جس قدر
 کہ حکومت کے فرمان کا ہوتا ہے۔ پھر جب کہ نبوت کے احکام شاہی فرامین کے برابر ہیں ظاہر ہوں
 تو پھر جلد تر اثر ہوتا ہے اور وہ اثر تادیر باقی رہتا ہے یہ آسمانی سلطنت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کو حاصل تھی۔ اور آپ اپنے جانشینوں کے لئے چھوڑ گئے اسی آسمانی سلطنت سے سرکشوں کو
 حضرت مسیح دینی علیہا السلام ڈراتے تھے۔ آسمانی سلطنت کی کوئی بات شریعت عیسوی میں نہیں
 کیونکہ اول تو اس شریعت میں احکام سیاست اور حلت و حرمت نہیں جیسا کہ انجیل متداولہ کے
 مطالعہ سے خوب ظاہر ہوتا ہے بلکہ تورات کے احکام کو بھی پولوس نے کہ جو بزرگ نصاریٰ رکن دین عیسوی
 تھا منسوخ کر ڈالا۔ دوم اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جاوے کہ ان کے ہاں احکام سیاست اور حلت و
 حرمت ہیں تو وہ آج تک عیسیٰ علیہ السلام کے عہد سے کبھی جاری نہ کئے گئے نہ حواریوں کے عہد
 میں نہ خود عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کبھی کسی زانی یا پور یا تراق کو سزا دی گئی اگر نصاریٰ کی
 حکومت اور شوکت کو شیوع شریعت عیسوی قرار دیا جائے تو اس زمانہ سے زیادہ کبھی
 نصاریٰ کو شوکت و حکومت حاصل نہیں ہوئی۔ پس اب احکام آسمانی جانتے ہوئے دکھلائی نہیں تھے
 ہاں پارلیمنٹ اور کمیٹیوں کے احکام تو جاری ہیں البتہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ سب
 باتیں پائی جاتی ہیں صاحب شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور ان کے بعد ان کے
 صحابہ کے زمانہ میں تابعین و تبع تابعین کے دور میں بلکہ زمانہ حال تک تو آسمانی احکام جاری
 رہے۔ خدا کے دشمنوں کو خوب سزائیں دی گئیں اور ان کے لئے سزا کے قوانین نازل ہو کر ان پر
 خوب عمل ہوا کہ ان کو غلام بنایا گیا۔ اور ان کے مال و اسباب کو ضبط کر کے خزانہ میں جس کو
 بیت المال کہتے ہیں جمع کر دیا گیا خاص بلاغرض دنیوی فوجیں تیار ہو کر خدا کے

دشمنوں سے مقابل ہوئیں پھر ان کی توبہ سے ان کو حسب قانون آسمانی معاف کر دیا گیا۔ چور اور
فزا قوں کو سزائیں ملیں۔ ہاتھ کاٹے گئے گردنیں ماری گئیں زنا کاروں پر رجم ہو ادرے مارے گئے خزانہ آبی
یعنی بیت المال میں سے خدا کے بکیوں اور یتیموں اور فریمانوں کی دستگیری کیلئے منصف آنکھ کھول کر
دیکھ لے کہ آسمانی بادشاہت کا مصداق شریعت محمدی ہے یا کوئی اور۔

بشارت سائیس | اسی انجیل کے ایکسویں باب میں یوں ہے۔ ۴۲۔ یسوع نے انہیں کہا کیا تم نے نوشتوں
میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راج گروں نے ناپسند کیا وہی کوئہ کا سرا ہوا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہماری
اور تمہاری نظروں میں عجیب۔ سی لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ بادشاہت تم سے لی جاوے گی اور ایک قوم کو
جو اس کا میوہ لادے دی جاوے گی۔ جو اس پتھر پر گرے گا چورا ہو جائے گا۔ جس پر وہ پتھر گرے گا اسے
پیس ڈالے گا۔ انتہی۔ آسمانی سلطنت کا ایک میوہ لانے والی قوم کو دیا جانا سب پر صادق آتا ہے اور اس
کے بعد صاحب سلطنت کی مثال ناپسند پتھر کے ساتھ دینا اور انجام اس کا کوئلے کا سرا ہونا اور لوگوں
کی نظروں میں اس کا عجیب حال معلوم ہونا پتھر میں یہ وصف ہونا کہ جس پر گرے گا چورا کر ڈالے گا خاص
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ عرب قوم تمام قوموں کے نزدیک ذلیل و خوار تھی
علوم و فنون کا ان میں نام و نشان نہ تھا۔ یہود و نصاریٰ بسبب اپنے علم و ہنر کے اور بھی اہل عرب
کو حقیر اور ذلیل جانتے تھے اور عرب میں بالخصوص محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بھی لوگوں کے نزدیک ناپسند
تھے۔ کیونکہ نہ ان کے پاس مال و اسباب دنیوی تھا نہ کبھی ان کا کوئی باپ دادا بادشاہ ہوا تھا نہ حضرت
کے والدین حیات تھے پس گویا حضرت ناپسند پتھر کی مانند تھے۔ اور لوگوں کے نزدیک آپ کا منام
جہان کے لئے رسول ہونا عجیب تھا۔ پھر آپ کو اللہ نے کوئلے کا سرا بنایا۔ یعنی خاتم النبیین کر دیا۔
پھر آپ پر جو گرا چور ہو گیا۔ بدر کے دن قریش مکہ آپ پر گرے سب کو حضرت نے چورا کر دیا۔
علی ہذا القیاس اور جس پر حضرت چڑھ کر گئے اس کو بھی چورا کر ڈالا۔ فتح مکہ میں اہل مکہ کو اور
اس سے پہلے اہل خیبر وغیرہ کو اور آپ کے بعد صحابہ ایران و روم وغیرہ بڑے بڑے ملکوں پر گرے
سب کا انہوں نے چورا کر دیا چند روز میں اقطار الارض میں دین پھیل گیا۔ پس یہ بشارت

۱۵ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ میری اور پہلے نبیاء علیہم السلام کی ایک ایسے عمل کی مثال ہے
کہ تمام محسن خوب بنا سکیں اس میں ایک اینٹ کی کمی تھی سو وہ اینٹ میں ہوں۔ پس مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کیا
گیا۔ ۱۲۔ مسند۔

بزرگوار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی پر صادق نہیں آتی۔ خاص کر عیسیٰ علیہ السلام پر تو کسی طرح صادق ہی نہیں آتی کیونکہ اول تو عیسیٰ علیہ السلام کسی اور کی نسبت یہ فرماتے ہیں جیسا کہ سیاق کلام سے ظاہر ہے دوسرے نہ تو عیسیٰ علیہ السلام ناپسند پتھر کے مانند تھے اس لئے کہ بنی اسرائیل میں سے خاص داؤد علیہ السلام کی نسل میں تھے کہ جو تمام بنی اسرائیل میں معظم و مکرم تھے اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کو نے کاسرا ہوئے کہ جس سے مراد خاتم النبیین ہونا ہے کیونکہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین نہ تھے اور نہ عیسیٰ السلام پر گھر کے کوئی چورا ہوا۔ چنانچہ یہود نے آپ سے کیا کچھ کیا اور کس طرح سے آپ پر گھر کے آپ کو بقول نصاریٰ چورا کر دیا لیکن عیسیٰ علیہ السلام نے کسی پر گھر کے چورا نہ کیا۔

بشارت آکھویں | یہ بشارت انجیل یوحنا کے چودہویں باب میں ہے عربی ترجمہ سے ۱۸۳۱ء اور ۱۸۳۲ء اور ۱۸۳۳ء میں شہر لندن میں چھپا تھا نقل کرنا ہوں عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام اپنے حواریوں سے یوں فرماتے ہیں: اگر تم مجھے دوست رکھتے ہو تو میری وصیتوں کو یاد رکھو اور میں باپ سے مانگتا ہوں وہ تمہیں فارقلیط دے گا کہ اب تک تمہارے ساتھ رہے۔ ۲۶۔ اور فارقلیط (یعنی روح القدس) جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب چیزیں سکھائے گا۔ اور سب باتیں جو کچھ کہیں نے تمہیں کہیں ہیں۔ یاد دلائے گا اور اب میں تم کو اس کے لئے پہلے خبر کر دی تاکہ جب وہ آئے تب تم ایمان لاؤ۔ بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا۔ اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے۔ اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں ہے۔ ۱۵۔ باب انجیل یوحنا۔ ۳۰۔ پھر جب کہ وہ فارقلیط جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا آوے گا تو وہ میرے لئے گواہی دے گا اور تم بھی گواہی دو گے ۱۶ باب ۱۰ آیت لیکن میں تم سے پچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا۔ تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آوے گا۔ پھر اگر میں جاؤں گا تو میں اس کو تم پاس بھیج دوں گا اور وہ آن کر دنیا کو گناہ پر اور نیکی پر اور حکم پر لے گا۔ یہ یعنی کہ ساتھ فارقلیط کی نصاریٰ نے تفسیر کی ہے بالکل غلط ہے اور یہ انجیل میں غلط نہیں ہے بلکہ صاف ظاہر ہے کہ کسی نے بعد میں زیادہ کیا ہے پس اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ ۱۲ امت۔

سزا دے گا۔ ۹۔ گناہ سے اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ ۱۲۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ ۱۳۔ لیکن جب وہ فارقلیط آئے گا تو تمہیں راہ حق بتلا دے گا کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ بلکہ جو سنے گا سو کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ ۱۴۔ اور وہ میری بزرگی بیان کرے گا۔ اس لئے میں نے تم سے یہ کہا کہ وہ میری چیزیں پا کر تمہیں خبر کرے گا۔ ۱۵۔ جو چیز باپ کی ہے سو وہ میری ہے اس لئے میں نے تم سے یہ کہا کہ وہ میری چیزیں پا کر تمہیں خبر کرے گا۔ اتنی مقصد سے پہلے دو مقدمے بیان کرتا ہوں تاکہ مقصد ظاہر ہو جاوے۔

مقدمہ اولیٰ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ اہل کتاب سلف سے خلف تک تحریف کرتے چلے آئے ہیں۔ اور نام کا ترجمہ کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ اول میں بیان اس کا ہوا۔ پس اصل عبری انجیل میں کہ جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھا ہوا تھا۔ اور خاص احمد کے نام سے بشارت مذکور تھی لیکن جب اس کا اول ترجمہ یونانی زبان میں ہوا تو حضرت کے اسم مبارک کا ترجمہ پیرکلوٹوس کہ جس کے معنی احمد ہیں کر دیا۔ پھر جب یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا تو اس کا معرب فارقلیط بنایا چنانچہ ایک پادری صاحب اپنے ایک رسالہ میں جو لفظ فارقلیط کی تحقیق میں انہوں نے لکھا ہے اور ۱۲۶۸ ہجری میں کلکتہ میں چھپا تھا لکھتے ہیں کہ یہ لفظ یونانی زبان سے معرب کیا گیا ہے پس اگر اس کی یونانی میں پاراکلیٹوس اصل قرار دی جائے تو اس کے معنی معین اور دکیل کے ہیں اور اگر کہیں اصل پیرکلوٹوس ہے تو اس کے معنی محمد یا احمد کے قریب ہیں پس جس عالم اہل اسلام نے اس بشارت سے استدلال کیا تو وہ اصل پیرکلوٹوس سمجھا کیونکہ اس کے معنی محمد یا احمد کے قریب ہیں۔ پس اس نے دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے محمد یا احمد کی خبر دی لیکن اصل پاراکلیٹوس ہے فقط ہم کہتے ہیں کہ اصل پیرکلوٹوس ہے یونانی خط میں بہت تشابہ ہے اس کو پاراکلیٹوس غلطی سے پڑھ لیا اور گمراہی تسلیم کیا جاوے تو ہم اول ان کے اکابر کی تحریف و تبدیل ثابت کر چکے ہیں پس ایسے دیانت داروں سے

نہ۔ عرب اس کو کہتے ہیں کہ غیب زبان کے لفظ کوئی پیشی کر کے عربی میں لے آتے ہیں جیسا کہ سنگ گل اس کو بحیل کر لیا۔ علیٰ ہذا القیاس پیرکلوٹوس کو فارقلیط کر لیا۔ ۱۲ منہ

یہ کیا بعید ہے کہ پیر کلو طوس کو پارا کلی طوس بنا دیا ہو اور قطع نظر اس کے یوں بھی مدعا حاصل ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام معین اور وکیل بھی ہے۔

مقدمہ دوم | ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک لوگ فارقلیط کے منتظر تھے چنانچہ بعض لوگوں نے فارقلیط ہونے کا دعویٰ بھی کیا تھا اور بعض لوگوں نے اسے مانا بھی تھا چنانچہ منس مسیحی نے قرن ثانی میں دعویٰ کیا تھا کہ میں وہ فارقلیط بنی ہوں کہ جس کی عیسیٰ علیہ السلام نے خیر دی ہے پس بہت سے عیسائی لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کے تابع ہو گئے چنانچہ میور صاحب نے اپنی تاریخ کے تیسرے باب میں اس اور اس کے متبعین کا حال لکھا ہے اور یہ کتاب مشہور میں چھپی ہے اور لب التواریخ کا مصنف کہ وہ بھی عیسائی ہے لکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہود و نصاریٰ ایک نبی کے منتظر تھے۔ اسی وجہ سے ملک حبشہ بادشاہ نجاشی جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال سن کر ایمان لایا اور کہا کہ بے شک یہ وہی نبی ہے کہ جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے انجیل میں حالانکہ نجاشی عیسائی تھا۔ اور تورات و انجیل خوب جانتا تھا۔ یاد ہو داس کے بادشاہ بھی تھا۔ اس کو اس وقت آنحضرت صلعم کا کچھ خوف و خطر نہ تھا۔ اور اسی طرح مقوقش بادشاہ قبط نے حضرت کی نبوت کا اقرار کیا اور بہت سے بڑے لوگوں کے حضور میں روانہ کئے اور یہ بادشاہ عیسائی تورات و انجیل کا بڑا عالم تھا اور جاوید بن العسلا جو اپنی قوم نصاریٰ میں بڑا عالم تھا حضرت پر ایمان لایا اور کہا کہ بے شک تمہاری خبر انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے اور ہرقل شاہ روم نے بھی اقرار کیا تھا علیٰ ہذا القیاس اور بہت سے ذکی شوکت نصاریٰ کے عالم انجیل کی خبر کے مطابق حضرت پر ایمان لائے۔ حالانکہ ان کو اس وقت کچھ حضرت کا خوف نہ تھا نہ کچھ طمع کس لئے کہ حضرت کی اس زمانے تک شوکت ظاہری قائم نہ ہوئی تھی کہ جس سے یوں کہیں کہ وہ لوگ ڈر کر ایمان لائے اور آپ کے پاس مال و متاع تھا کہ اس کے لالچ میں آگئے پس ثابت ہوا کہ انجیل میں ہمارے حضرت علیہ السلام کا نام لکھا ہوا تھا کہ جس کو دیکھ کر منصف مزاج حضرت پر ایمان لائے تھے اور آپ سے پہلے آپ کے منتظر تھے پس جب یہ مقدمے بیان ہو چکے تو ہم کہتے ہیں کہ

عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی خبر دی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ اور جب کہا عیسیٰ بن مریم نے اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں تصدیق کرتا ہوں اپنے سے پہلی چیزوں کو کہ وہ تورات ہے اور خوشی سنانا ہوا ایک رسول کی کہ میرے بعد آتا ہے جس کا نام احمد ہے پس اس بشارت کے بموجب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں اور اگر کوئی یوں کہے کہ فارقلیط کی اصل بعض نصاریٰ کے نزدیک پارا کلیطوس ہے کہ جس کے معنی معین اور وکیل کے ہیں نہ احمد کے تو ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ اگر یہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی ہمارا مطلب ثابت ہے کیونکہ اس وکیل اور معین سے بھی ہمارے نبی مراد ہیں روح جیسا کہ عیسیٰ دعویٰ کرتے ہیں۔ یونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے اس بشارت میں اس نبی فارقلیط کے لئے چند باتیں بیان فرمائی ہیں سو وہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہیں نہ روح پر کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں پر نازل ہوئی تھی ازاںجملہ یہ ہے کہ عیسیٰ نے اول فرمایا کہ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میری وصیت کو یاد رکھنا پس یہ صاف دلالت کرتا ہے کہ اس کے بعد جو کچھ فرماویں گے بڑی ضروری چیز ہوگی کہ جس کا انکار ان لوگوں سے کچھ بعید نہیں پھر ان کے بعد فارقلیط کے آنے کی خبر دی پس اگر فارقلیط سے مراد روح ہوتی تو اس قدر اہتمام کی عیسیٰ علیہ السلام کو حاجت نہ ہوتی کیونکہ روح کا نازل ہونا حواریوں پر کسی جسم اور شکل میں نہ تھا بلکہ دل پر ان کے اس کا ظہور ہوا۔ سو ایسی حالت کا ان کا صاحب حالت سے مستبعد بلکہ ناممکن ہے دوسرے روح ان پر پہلے بھی عیسیٰ کے روپر و آن کر تھی۔ پھر اس کے انکار کے کیا معنی؟ پس عیسیٰ نے اپنے نوریوت سے دریافت کیا کہ یہ اکثر تم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرے گی تو اول ہی سے اہتمام کیا۔ اور پھر حضرت کے آنے کی خبر دی۔ ازاںجملہ یہ ہے کہ روح اب سے متحد ہے اسی طرح اس کو ابن سے اتحاد ہے۔ جب سے عیسیٰ لوگ جب ان کو اس بشارت کا کچھ جواب نہیں آتا تو کہتے ہیں کہ اس شخص سے کہ جس کے آسمان کی عیسیٰ علیہ السلام خبر دیتے ہیں روح القدس مراد ہیں سو وہ عیسیٰ کے بعد حواریوں پر ایک گھر میں اس کا ظاہر ہونے سے تھے کہ جس طرح کسی میں اگر صبر ظاہر ہوتا ہے اور کلام کرتا ہے ۱۲ منہ عکس لئے کہ آنحضرت کے نالہ یہ بھی آپ کے نام ہیں۔ ۱۳ منہ۔

نصاری کہتے ہیں پس روح کو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غیریت ناممکن ہے بخلاف محمد علیہ السلام کے کہ ان سے بالکل غیریت ہے پس اور فارقلیط کا لفظ ہمارے دعوے پر دلیل ہے کیونکہ اور کا لفظ غیریت چاہتا ہے اور عیسیٰ اور روح میں غیریت نہیں ازاںجملہ یہ ہے کہ دکالت اور شفاعت نبوت کے خواص میں سے ہے نہ روح کے کہ جو اللہ سے متحد اور عین ہے پس وکیل اور شفیع ہونا جو فارقلیط کی نسبت اس بشارت میں مذکور ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے نہ روح میں ازاںجملہ یہ ہے کہ اس بشارت میں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ فارقلیط نہیں وہ چیزیں جو میں نے تم سے کہیں ہیں یاد دلائے گا حالانکہ کسی رسالہ ہند جدید سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے فرمائے ہوئے احکام کو حواری بھول گئے تھے پھر روح نے اگر انہیں یاد دلایا ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے البتہ ان کو عیسیٰ علیہ السلام کے فرمائے ہوئے بہت سے احکام یاد دلائے۔ جن میں سے توحید و رد تثلیث ہے جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ لِعِضُنَا بَعْضًا أُولِيًّا مِنْ دُونِ اللَّهِ۔ الآية کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اے اہل کتاب آؤ ایک بات مان لو کہ وہ ہمیں اور تمہیں برابر ہے وہ یہ ہے کہ سوائے اللہ کے ہم کسی کو نہ پوجیں اور نہ شرک کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوائے معبود نہ بناوے انا جملہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اُس کے آنے سے پہلے تم کو خبر کر دی تاکہ تم جب وہ آوے ایمان لاؤ اس سے ظاہر ہوا کہ روح مراد نہیں کیونکہ روح پر تو وہ پہلے ہی سے ایمان رکھتے تھے اور اس بشارت میں فرماتے ہیں کہ جہاں کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔ پس یہ صاف دلالت کرتا ہے کہ جہاں کے سردار سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ حضرت کی نبوت تمام جہاں کے لئے ہے اور آپ تمام عالم کے نبی ہیں اور نبی اپنی قوم کا سردار ہوتا ہے پس آپ بھی تمام جہاں

سے نصاریٰ نے جب کہ اللہ کے تین جہ و قرار دیئے ابن یسین عیسیٰ اب یعنی خود خدا روح القدس پس جب عیسیٰ اور روح جو خدا بنا کر پوجا تو غیر اللہ کی عبادت کی اور پوپ کو یہ لوگ حلال و حرام کا محنت رجان کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے حکم کو نہیں مانتے پس یہ مراد ہے ارباب سے کہ جس کو مسیح کہا ہے ۱۲ منہ۔

کے سردار ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ وصف نہیں کیونکہ وہ خاص نبی اور
 کے نبی تھے۔ پس اس وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ عیسیٰ میں یہ بات نہیں جیسا کہ آپ عیسیٰ نے فرمایا ہے
 کہ مجھ میں اس کی کوئی بات نہیں بخلاف روح کے کہ وہ اور عیسیٰ علیہ السلام ایک ہیں۔ پس جو
 اوصاف اس میں ہوں گے وہ بعینہ عیسیٰ علیہ السلام میں ہوں گے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کا
 یہ قول (مجھ میں کوئی چیز نہیں) صادق نہ آئے گا از انجیل یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام
 فرماتے ہیں فارقلیط آکر میرے لئے گواہی دے گا پس یہ گواہی دینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت نے عیسیٰ کے رسول ہونے کی گواہی دی ہے۔ چنانچہ قرآن
 میں موجود ہے بخلاف روح کے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں پر نازل ہوئی تھی سو
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی سے رسول جانتے تھے۔ ان کو روح کی گواہی کی حاجت
 نہ تھی۔ ہاں مخالفوں کو حاجت تھی۔ سو ان کے روپر روح نے ہرگز گواہی نہ دی دوسرے یہ کہ
 روح بقول لہواری خدا حقیقی ہے جو نزول اور صعود اور حلول سے پاک ہے۔ پس روح نازل
 نہیں ہو سکتی۔ باوجود اس کے کہ روح ان پر ہوا کی مانند آتی تھی۔ اور جس طرح کسی پر جن دابہ
 کا اثر ہو جاتا ہے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں پر اس کا اثر ہوا تھا جیسا کہ نص
 کہتے ہیں کسی صورت میں اگر گفتگو نہیں کی تھی۔ پس جس طرح جن کا کلام بعینہ اس کا ہوتا ہے
 کہ جس پر آکر کے وہ جن بولتا ہے اسی طرح اس روح کی شہادت بعینہ شاگردوں کی شہاد
 تھی۔ پس یہ گواہی دینا روح کا جداگانہ شہادت نہ ہوئی بلکہ وہی شاگردوں کی شہادت ہوئی
 حالانکہ شاگرد عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے سے عیسیٰ کے رسول ہونے کی گواہی دیتے تھے از انجیل
 یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر میں یہاں سے نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس
 آوے۔ پس فارقلیط کا آنا عیسیٰ علیہ السلام کے جانے پر موقوف ٹھہرا تو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کی نسبت ظاہر ہے کیونکہ دو رسول صاحب شریعت اور خصوص ان میں سے ایک رسول کی رسالت
 تمام عالم کے لئے ہو ہرگز ایک زمانہ میں جمع نہیں ہو سکتی۔ پس جب تک عیسیٰ علیہ السلام
 جاویں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ آویں۔ بخلاف روح کے کہ اس کا آنا عیسیٰ علیہ السلام
 جانے پر کسی طرح موقوف نہیں از انجیل یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بشارت میں فرماتے ہیں

فارقلیط جہاں کو اس گناہ پر کہ وہ مجھ ایمان نہ لادے سزا دے گا چنانچہ تو بیخ کا لفظ بن سزا ہم
 کا ہم نے والہ دیا ہے اور اس ترجمہ عربی میں کہ جو ۸۵۱ء میں روم میں چھپا تھا۔ موجود ہے اور
 بیروت میں جو ترجمہ عربی کہ ۸۶۰ء میں چھپا تھا اس میں یہ عبارت موجود ہے وَیَكْفُرُ الْعَالَمُ
 عَلٰی مُحَمَّدٍ عَلِيٍّ اس سے صاف ظاہر ہے کہ فارقلیط سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں کیونکہ
 حضرت نے یہود کو کہ جو عیسیٰ پر ایمان نہ لائے تھے موافق بشارت عیسیٰ کے سزا دی جس کا مخالف
 بھی انکار نہیں کر سکتے۔ بخلاف روح کے کہ اس کا سزا دنیا عیسیٰ کے منکروں کو کہیں ثابت نہیں
 نصاریٰ کی بھی کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں۔ اور نہ حواریوں نے کسی منکر کو سزا دی کیونکہ وہ
 نہایت عاجز اور مسکین تھے۔ پھر فارقلیط سے کہ جو اس بشارت میں مذکور ہے روح کیونکہ مراد
 ہو سکتی ہے کیونکہ فارقلیط کے لئے عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ میرے منکروں کو سزا
 دے گا اور روح نے سزا نہیں دی ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سب رسولوں
 کے بعد میں جب دیکھا کہ پہلے رسولوں کو لوگوں نے نہیں مانا اور زبانی وعظ وپند کو خیال میں نہ
 لائے اور بدون زجر و توہیح کے کلام الہی کو نہیں مانتے اور اپنے شرک و کفر سے باز نہیں آئے
 سلطنت آسمانی اور نوث روحانی و جسمانی کے ساتھ بڑے رعب و ہیبت سے دنیا میں
 رسول بنا کر بھیجا تھا۔ سو آپ نے اول ان شریروں کو کہ جو اللہ کا شریک بنا کر غیر کو پوجتے تھے
 اور خدا کے پہلے رسولوں کا انکار کرتے تھے اور انہیں جادوگر کہتے تھے۔ نہایت نرمی اور ملامت
 سے سمجھایا اور ایک عرصہ تک وعظ وپند فرمایا۔ پس جب نہ مانا اور اٹھے اور سر چڑھے
 تب عصار رحمانی اور سیف آسمانی سے سب کو موحد بنا دیا بتوں کو سرنگوں کر دیا اور وہ آواز
 بلند سنا دیا کہ میں نبی السیف ہوں کہ جس کی خبر پہلے انبیاء نے دی ہے خصوص عیسیٰ اور یحییٰ
 علیہما السلام نے بیابانوں اور بستیوں میں میرے نام کی منادی کی ہے اور خبر دی ہے کہ

سدا یہ بھی ایک صاف دلیل آپ کی نبوت کی ہے کہ آپ کی تلوار آسمانی تھی کہ اس کے مقابلہ میں تمام عالم اور بڑے بڑے
 بادشاہ روم و ایران عاجز آگئے تھے اور آسمانی ہونا ظاہر ہے کہ اول تو دینی لڑائی سخت ہوتی ہے کہ باپ بیٹے اور بھائی
 بھائی کو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے سو آپ نے دینی لڑائی کی۔ دوم آپ نے ایسی سخت لڑائی اس بے سرو سامانی سے
 کی کہ آپ کے پاس فوج تھی نہ خزانہ نہ اسلحہ و انصار نہ خویش و بنابر بلکہ وہ سب خو خوار تھے پھر با آواز بلند فرمادیا کہ
 تم اہل مکہ بلکہ تمام اہل عرب بلکہ تمام عالم جو اس طریق حق پر نہیں کافر ہے ۱۲ منہ۔

جلد توبہ کرو ورنہ آسمانی سلطنت کا عہد قریب آیا اور احمد علیہ السلام آخری نقیب آیا۔ پس اب جو دین حق میں نہ آوے گا اول تو میرے ہاتھ سے دنیا میں سزا پاوے گا پھر آخرت میں جہنم جاوے گا۔

تبلیغ از جانب ابو محمد اے بھائیو اے یہود اے ہنود اے عیسائیو! میں دلسوزی اور ہمدردی عبدالرحمن مصنف کتاب سے تمہاری خدمت میں اتجا کرتا ہوں کہ دنیا فانی ہے ہر چیز یہاں کی آئی جانی ہے۔ ہر عیش یہاں کا قصہ و کہانی ہے اس زندگی چند روزہ کو غنیمت جا لو جس خداوند نے کہ تمہیں اور ہمیں ہاتھ پاؤں کان ناک مآل و اولاد صحت و عافیت صد ہا نعمتیں مفت عطا کی ہیں اور لاکھوں نعمتیں بن مانگے دی ہیں اس کے واسطے اس طریق پر چلو کہ جس سے وہ راضی ہو۔ اور آخرت میں اس سے زیادہ عنایت فرماوے اور وہ طریق حق یہ ہے کہ اس کے سچے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانو دیکھو منصفی کرو اور دل میں سوچو سچے رسول کی یہ علامت ہے کہ وہ خود راست باز نیکو کار تقویٰ شعار ہو اور لوگوں کو توحید و صلہ رحمی نیکو کاری راستبازی اور سب بھلائی کی باتیں بتلاوے اور اللہ کی حرام و حلال چیزوں کی خبر دیوے اور اس کی خاص عبادت کے طریقے سکھاوے سو یہ سب چیزیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں خوب پائی جاتی ہیں حضرت کی راستبازی۔ نیکو کاری۔ صلہ رحمی۔ مردت۔ سخاوت۔ شجاعت۔ حلم و علم۔ زہد و تقویٰ سب پر اظہر من الشمس ہے پھر آپ کا خلق خدا کو ہدایت کرنا اور مکارم احسان میں کامل بنانا اور بڑی باتوں سے باز رکھنا کہ جو سب اہل عقل کے نزدیک بڑی بھینس ظاہر و باہر بلکہ ابن من الامس ہے باوجود ان باتوں کے پھر آپ کی نبوت کی خبر تو رات و نینیل و زبور وغیرہ کتب سماویہ میں باوجود یہود و نصاریٰ کی تخریف و تبدیل کے اب تک موجود ہے دیکھو جس شخص نے کچھ اچھی طرح سے لکھ کر دکھا دیا ہو یا کسی کا ریگرنے کہ وہ جس چیز کے بنانے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس کو بنا دیا ہو پھر جو کوئی شخص اس کے کاتب اور کاریگر ہونے کا انکار کر لے اور اپنی ہٹ دھرمی پر اصرار کرے اب وہ شخص بے انصاف نہیں تو اور کیا ہے اب ہم اس کو منعصب اور معاند کہیں تو بجا ہے اسی طرح جس طرح بنی یا رسول نے ایک جہان کو موعود اور راستباز اور نیکو کار بنا دیا ہو اور ایک خلق خدا کو اپنی رسالت کا کار نمایاں کر کے دکھا دیا ہو پس اس کے رسول ہونے

کا جو کوئی انکار کئے چلا جاوے اور دین حق میں نہ آدے تو بیشک وہ دشمن خدا ہے اور مردود درگاہ کبریا ہے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ ہاں جس نبی کا دین نہ پھیلا ہو اور سولے چند کس کے اس پر ایمان نہ لائے ہوں پس اگر کوئی کافر اس کے دین کا انکار کرے تو چنداں بعید نہیں۔

خطاب بہ اہل کتاب اے یہود اور اے نصاریٰ اللہ سے ڈرو وقت قریب آگیا ہے اپنے تعصب کو جانے دو وہ نبی کہ جس کی خبر موسیٰ علیہ السلام نے تواریخ میں اور عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں دی ہے اس کا دین تمہارے پاس آچکا ہے اب اس کو مانو اور حضرت پر کہ جمیع انبیاء علیہم السلام کو منواتے ہیں۔ اور ان پر ایمان لانے کی تاکید فرماتے ہیں ایمان لاؤ تا کہ عذاب ابدی سے نجات پاؤ چاند پر خاک نہ ڈالو۔ اور شمع عالم افروز کو منہ سے نہ بجھاؤ یعنی حضرت کی نبوت جو تورات و انجیل میں جو کچھ تمہاری مخزنیات سے باقی رہ گئی نہ چھپاؤ پس اگر تم اب بھی ایمان نہ لائے تو کب لاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤ گے؛ قِبَائِي حَدِيثٌ بَعْدَ كَايُوغَ مَسْنُونٌ - اب میں دعا اور درود پر ختم کلام کرتا ہوں اور اس بحث کو تمام کرتا ہوں۔ فیارب صل وسلم علی امام المرسلین و خاتم النبیین سیدنا مولا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین

بحث دوسری حضرت صلی اللہ علیہ وسلم | واضح ہو کہ جب ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے خاتم النبیین ہونے میں اور قرآن مجید کا کتاب الہی ہونا ثابت کر دیا تو

اب ہم کو ہر دعویٰ کے ثبوت کے واسطے قرآن کی آیت یا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کافی ہے اور دلیل عقلی بطور تائید کے لائیں گے۔ پس ہم مدعا ثابت کرتے ہیں قال تعالیٰ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد یا باپ

سے یہاں تک کہ پہلے سب انجیل کے نسخوں میں لفظ فارقلیط لکھا جاتا تھا۔ جب عیسائیوں نے دیکھا کہ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت صاف ظاہر ہوتی ہے تو اس لفظ کو بھی اڑا دیا اور اس کی جائے پر اس کا ترجمہ وکیل لکھا اور یعنی کر کے اسکی تفسیر روح کے ساتھ اور موت کی ضمیر اس کی طرف پھرنے لگے کہ روح آتی ہے اور یوں کر یہی علی ہذا القیاس تا کہ بالکل نام مٹ جاوے ۱۲ منہ ۲۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹوں کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور زید بن عارضہ حقیقی بیٹے نہ تھے پس آپ کسی مرد کے باپ حقیقی نہ تھے تا کہ آپ کا بیٹا آپ کے پیچھے مستحق نبوت کا ہوتا اور خاتم الرسل ہونے میں فرق لازم آتا البتہ دین کی راہ سے آپ سب امت کے باپ ہیں اور سب امت آپ کی اولاد ہیں ۱۲ منہ۔

نہیں لیکن اللہ کے رسول اور سب نبیوں کی مہر ہیں بعض قرار نے خاتم کو بکسنا پڑھا ہے پس
 اس تقدیر پر یہ معنی ہوتے کہ محمد سب نبیوں کے پھیلے بنی ہیں کہ آپ کے بعد اور کوئی نبی نہ ہوگا۔
 سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہو چکا جس طرح کسی چیز کا منہ بند کر کے اس پر مہر لگا دیتے ہیں اسی طرح
 حضرت نبوت کے سلسلے پر مہر ہیں کہ اب بعد آپ کے اس سلسلہ میں کوئی داخل نہ ہوگا بہر تقدیر مدعا حاصل
 ہے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ختم بی الرسل یعنی
 رسالت مجھ پر تمام ہوگئی۔ ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابھی بعد
 کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور بہت سی صحیح احادیث اس باب میں وارد ہیں اور تمام امت کا اس
 پر اتفاق ہے پس جو اس کا انکار کرے گا کافر شمار کیا جاوے گا اور دلیل عقلی یہ ہے کہ پہلے
 انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں ان کی امتوں کے مزاج کے موافق افراط و تفریط تھی مثلاً
 موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ان کی امت کے سخت ہونے کی وجہ سے احکام بھی سخت
 تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بہت نرمی تھی پس ان کے لئے ویسے ہی نرم احکام تھے۔
 پس ایسی شریعتوں کے ہمیشہ جاری رکھنے میں بڑا حرج اور لوگوں کے واسطے بڑی دقت اور دشواری
 تھی اور یہ مقتضائے رحمت کاملہ سے بعید تھا۔ پس اس حسیم نے اپنی رحمت کاملہ سے
 معتدل زمانہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی شریعت دیکر بھیجا کہ افراط و
 تفریط سے خالی تھا اور اس نعمت کو آپ پر خالی کر دیا جیسا کہ قرآن میں
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ لَكُمْ دِينٌ كَمَا نَزَّلْنَا نِعْمَتَنَا عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ
 آج ہم نے تمہیں کامل دین دیا کہ افراط و تفریط سے خالی ہے۔ اور یہ نعمت تم پر تمام کر دی۔ پس
 اس کامل دین کو ہمیشہ جاری رکھنا عین رحمت اور لوگوں کے لئے بڑی آسانی ہے۔ پس جس طرح
 کامل چیز کی تکمیل ناممکن ہے اسی طرح آپ کے بعد کسی اور نبی کا تکمیل کے لئے آنا بھی ناممکن ہے
 آپ کے بعد آپ کی امت میں سے ہر صدی کے بعد مجدد پیدا ہوا کریں گے کہ وہ دین میں جو خلل و
 فتور لوگوں کی زیادتی سے پڑ گئے ہیں ان کو دفع کیا کریں گے۔ پس وہ مجدد ہیں نہ نبی۔

نے ان کے لئے توبہ کرنا اپنی جان کا تھا اور نجاست کی جگہ سے اس کا کاٹنا فرض تھا۔ علی ہذا القیاس ۱۲ امت۔

۱۲ زانی اور فزان کو مطلق مراد تھی۔ علی ہذا القیاس ۱۲ امت۔

سوال | احادیث صحاح سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں قریب قیامت کے تشریف لائیں گے پس آپ کے بعد نبی کا آنا ثابت ہوا۔

جواب | بطور نیابت کے آویں گے لہذا اور خلفاء کے مانند شمار کئے جاویں گے اور اس بات کے ظاہر کرنے کو امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

بحث تیسری آپ کے سب | قال اللہ تعالیٰ کذمہ خیر امتیۃ - یعنی تم اے امت انبیاء سے افضل ہونے میں | محمدیہ سب لوگوں سے افضل ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ امت کا افضل ہونا بسبب کمال دینی کے ہے اور یہ کمال دینی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کے تابع ہے پس جب امت محمدیہ تمام امتوں سے افضل ہوئی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال سے ان کی امت کو یہ فضیلت ہوئی اور سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسَبَبِ الْحَدِيثِ کہ اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء پر مجھ کو چھ چیزوں کے سبب فضیلت دی ہے۔ صحیح ترمذی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ الحدیث کہ قیامت کے روز میں تمام نبیوں کا پیشوا ہوں گا۔ ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں پچھلے اور پہلوں میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک مکرم ہوں اور فخر نہیں یعنی فخر کی راہ سے نہیں کہتا۔ اور بہت سی احادیث صحاح اس مضمون کی وارد ہیں۔

دلیل عقلی یہ ہے کہ آپ کی شریعت تمام شریعتوں سے کامل ہے جیسا کہ اس کا ثبوت ابھی ہو چکا ہے اور کامل ہونا شریعت کا ثبوت کے کمال کی دلیل ہے پس آپ سب اہل شریعت سے کہ وہ انبیاء علیہم السلام ہیں کامل اور سب سے افضل ہیں دوم وجہ یہ ہے کہ مشتق کا کمال اور اس

ف اس کے علاوہ ایک رسول صاحب شریعت و کتاب بھیجنا عالم میں ایک تغیر عظیم پیدا کرنا ہے دنیاوی بادشاہوں کے تغیر و تبدل سے زیادہ اس میں انقبلا عظیم ہے۔ پھر جب پچھلے زمانے میں سب بدعات ملحوظ رکھ کر ایک رسول بھیج دیا ہو تو پھر حکمت الہی میں اس کے بعد بھی انقلاب پیدا کرنے میں بجائے اس کے بعض مفاسد کی اصلاح سے رحمت کی جگہ سختی رحمت ہے اس لئے دروازہ رسالت بند کیا گیا اور مفاسد کی اصلاح مجددان دین کے سپرد کی ۲۱ منہ اول یہ کہ مجھے کلمات جامع عطا فرمائے کہ میری ایک بات سے بہت سی باتیں سمجھی جاتی ہیں دوم یہ کہ کفار پر میرا عیب ڈالا گیا اور اس سے نفع حاصل ہوئی سوم یہ کہ میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا چہارم مرتبہ شفاعت مجھے ملا کہ قیامت کو سب کا شفیع ہوں گا پنجم یہ کہ پہلے ایک قوم کا نبی ہونا تھا اور میں تمام عالم کا نبی ہوں۔ ششم یہ کہ مجھ پر نبوت ختم کی گئی ۱۲ منہ۔

کی زیادتی من حیث ہوشیاری اس کے مبدی کی کمال اور زیادتی سے ہوتی ہے اور نبی کا لفظ نبوت سے مشتق ہے اور حضرت کی نبوت اور انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے بہت زیادہ اور کامل ہے چند وجہ سے۔

وجہ اول | یہ ہے کہ آپ کی نبوت خلق کے لئے تاقیامت باقی ہے بخلاف اور انبیاء علیہم السلام کے کہ ان کی نبوت ایک زمانہ معین تک تھی پس کسی کی نبوت سو برس تک کسی کی اور زیادہ کم رہی اور حضرت کی قیامت تک رہے گی۔

وجہ دوم | یہ ہے کہ حضرت تمام خلق کے لئے جن سے انس تک سب کے نبی ہیں بخلاف اور انبیاء علیہم السلام کے کہ ان کی نبوت خاص ایک ہی قوم کے لئے تھی پس کوئی ہزار آدمیوں کا کوئی سوکا اور کوئی زیادہ کا بنی تھا علیٰ ہذا القیاس۔

وجہ سوم | یہ ہے کہ جس قدر حضرت کی نبوت کا اثر ظاہر ہوا اور کسی نبی کی نبوت کا اثر اس قدر ظاہر نہ ہوا کیونکہ لاکھوں آدمی حضرت ہی کی حیات میں اور کروڑوں آدمی حضرت کے بعد اپنے اور بیگانے ہر قوم کے حضرت کے دین میں آئے اور ہر امر میں حضرت کا اتباع انہوں نے کیا اور حضرت کے حرام و حلال کو عمل میں لائے بخلاف اور انبیاء علیہم السلام کے کہ ان کے سچے متبعین بہت ہی کم ہیں۔

مشبہ | عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے متبعین بھی کچھ کم نہیں بلکہ عیسائی تو آج کل کسی قدر مسلمانوں سے زیادہ ہیں۔

جواب اول | جب ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور سب سے پہلے انبیاء کی شراعت اور ادیان کے ناسخ پس اور انبیاء علیہم السلام کے اتباع کا زمانہ معین اور محصور ہوا مثلاً موسیٰ کے اتباع کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام تک اور عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پس اس قدر زمانہ کے لوگ تو ان کے متبعین کہلائیں گے اور بعد کے حقیقت میں متبعین نہ ہوں گے بلکہ مخالفین کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جو یہودی ان کی پیروی نہ کر لگا حقیقت میں موسیٰ علیہ السلام کا متبع نہ ہو گا اب خیال کرو کہ حضرت کی اتباع کا زمانہ حضرت کی قیامت تک پیشا ہے اور ان کا زمانہ محصور پس ان کے متبعین کسی طرح حضرت کے متبعین سے زیادہ نہیں ہو سکتے علاوہ اسکے اس زمانہ پیشا میں حضرت کا تمام عالم کے لئے اتباع ہے اور ان کا خاص نبی اسرائیل کے واسطے۔

جواب دوم | اتباع دو قسم پر ہے ایک حقیقی کہ کل یا جمیع احکام میں منہج ہوں دوسرا غیر حقیقی یعنی رسمی کہ اقل یا قلیل احکام کا اتباع اور اکثر کا انکار یا ترک بغفلت پس اگر ہم اول جواب سے قطع نظر کریں تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا کلام اتباع حقیقی میں ہے نہ رسمی میں جیسا کہ مدار یہ سالانہ حضرت شاہ مدار و شاہ سالار کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں اور حقیقت میں ان کے منہج نہیں پس اسی طرح عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ کے حقیقت میں منہج نہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں تورات کو مٹانے نہیں آیا بلکہ اس کو پورا کرنے آیا ہوں حالانکہ توریت میں خنزیر و شراب وغیرہ صدہا اشیا حرام ہیں اور عیسائی ان کو مباح جان کر عمل میں لاتے ہیں پس سوائے دو ایک کے اور کسی بات میں عیسیٰ علیہ السلام کے منہج نہیں علاوہ اسکے یہ کثرت عیسائیوں کی اخیر قرن میں ہوئی ہے ہاں قرن اولیٰ یا ثانی میں کچھ لوگ عیسے علیہ السلام کے منہج تھے سو وہ اصل عیسائی بہت ہی کم تھے اور یہودی تو کسی طرح مسلمانوں سے زیادہ ہو ہی نہیں سکتے پس جب یہ ثابت ہوا کہ حضرت کی نبوت بہ نسبت اور انبیاء علیہم السلام کے زیادہ اور کامل ہوئی تو بموجب قاعدہ مذکور کے آپ سب نبیوں سے زیادہ اور کامل نبی ہیں فائدہ انبیاء علیہم السلام کا آپس میں ایک دوسرے سے افضل ہونا قطعی الثبوت ہے قال تعالیٰ وَلَقَدْ فَصَّلْنَا لِبَعْضِ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضِ الْآيَةِ بِعَمِيٍّ بَعْضِ النَّبِيِّينَ كَمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ اور تفصیل نبی خاص کی نطی ہے کذافی شرح فقہ اکبر لیکن حضرت کی فضیلت دلیل قرآن اور احادیث صحاح اور جماع امت سے ثابت کذافی الشفاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا تمام جہان کے لئے نبی ہونا قرآن اور احادیث سے بدلات تمام خلق کے نبی ہیں قطعیہ ثابت ہے از انجملہ یہ آیت ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ یعنی ہم نے تجھ کو سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے از انجملہ یہ آیت قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ رُسُلُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا تَوَكَّلُوا عَلَى اللَّهِ فَإِنَّمَا إِلَهُ الْكَافِرِينَ اسے نبی کہ اسے لوگو! میں اللہ کا رسول تم سب کی طرف آیا ہوں از انجملہ یہ آیت ہے تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا۔ بڑی برکت ہے اس کو کہ جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر قرآن اتارا تاکہ تمام

سے کتابا جبار باب دسواں و باب گیا۔ ہواں ۲ فائدہ سچا اتباع اور حقیقی پیروی نہ موسیٰ کی قوم کو ان کی جہات میں نصیب تھی نہ بعد میں موسیٰ کو سالہ پرستی اور بت پرستی گزرا تورات سے ظاہر ہے اور عیسیٰ کے متبعین کا تو یہ حال ہے کہ ان کے حواری بھی ان کی گرفتاری کے وقت پہلو ہٹتی کر کے چلے گئے تھے حضرت یسح نے ان کو ملعون کہا برخلاف حضرت کی قوم کے کہ انہوں نے سخت سخت حوادث میں اپنی جان و مال کو ہتھلک میں ڈال دیا اور کبھی مستہ نہ موڑا۔ دیکھ بیور کی تاریخ کو دیکھو کامل ثبوت کا یہ بھی ایک عجیب از تھا ۱۲ امت۔

جہان کو ڈر سناوے صحیحین میں ہے وکان اللہی بیعت الی قومہ خاصہ ولبعت الی الناس عامۃ
کہ پہلے نبی اپنی قوم خاص کا نبی ہونا تھا اور میں تمام لوگوں کا نبی ہوں پس حضرت صلعم تمام
جہان کے نبی ہیں کچھ عرب کی خصوصیت نہیں اور قیامت تک تمام عالم میں مقبول دین آپ
ہی کا رہے گا اور کوئی نبی نہ آئے گا پس جب تک کوئی شخص حضرت کے دین میں نہ آئے گا خواہ
وہ کیسی ہی عبادت و ریاضت کرے عذاب دائمی سے نجات نہ پائے گا جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ
شہر و تیا ہے۔ رَضِیْتُمْ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِیْنًا یعنی دین اسلام سے خوش ہوں اور یہ تمہارے
لئے پسند کرتا ہوں پس اس سے معلوم ہوا کہ سوائے اسلام کے اللہ کے نزدیک اور کوئی دین قبول
نہیں وقال ان الدین عند اللہ الا اسلام۔ کہ دین مقبول اللہ کے نزدیک ایک اسلام ہی
ہے وقال ومن یتبع غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وھو فی الآخرۃ من الخسرین۔
یعنی جس نے سوائے اسلام کے اور دین اختیار کیا تو وہ قبول نہ ہوگا۔ اور وہ شخص آخرت میں
بہت ہی نقصان پانے والوں میں سے ہوگا کیونکہ اس نے تو بھلا جان کر اور دین اختیار کیا تھا۔
اور اسی میں بہت سعی کی تھی انجام کار وہ سعی اس کے حق میں مضر ٹپی پس ان آیات سے
صاف معلوم ہوا کہ انسان کی نجات بدون دین اسلام کے اختیار کے نہیں ہوگی اور دین
اسلام میں بڑا رکن یہ ہے کہ اللہ کو ایک اور محمد علیہ السلام کو خدا کا رسول برحق سمجھے۔
پس اگر کسی نے اللہ کو ایک جانا اور محمد علیہ السلام کو نہ مانا تو اس کی بھی نجات نہ ہوگی کیونکہ
اس کو دین اسلام بسبب فوت ہونے ایک رکن اعظم کے حاصل نہ ہوا اور اسی وجہ سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد
بیدہ لا یسمع بی احد من ہذا الامۃ یہودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن
بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار۔ (رواہ مسلم) کہ مجھے قسم ہے اس کی جس کے
ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس تمام عالم میں سے کہ جس کی طرف میں رسول ہو کر آیا ہوں جو شخص کہ
اسکو میری خبر پہنچے خواہ وہ یہودی ہو خواہ نصرانی اور پھر مجھ پر ایمان نہ لائے اور اسی حالت میں
مر جاوے تو وہ بلا شک ہمیشہ عذاب نار میں رہیگا قائدہ حضرت نے فرمایا کہ جسکو میری خبر پہنچی اس کے معلوم
ہوگا کہ جن لوگوں کو حضرت کی خبر پہنچی جیسے کہ پہاڑوں اور ٹاپوؤں کے بعض لوگ انکو فقط اللہ کا ایک جانبی کفایت

کیونکہ اس کو عقل دریافت کر سکتی ہے اور حضرت پر ایمان لائے میں وہ بے خبر لوگ مجبور ہیں قال
 ابنی صلی اللہ علیہ وسلم اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
 الحدیث رواہ مسلم والبخاری حضرت نے فرمایا ہے کہ مجھے حکم الہی یوں ہوا ہے کہ میں تمام عالم سے
 جہاد کئے جاؤں جب تک کہ وہ اللہ کے ایک ہونے اور محمد کے رسول ہونے کی گواہی نہ دیں اور
 بہت سی احادیث صحیحہ و آیات قرآنیہ اس مطلب پر شاہد ہیں پس وہ جو بعض کم عقل یہ کہتے ہیں کہ
 اپنے دین پر مضبوط رہنا چاہیے سب دین اس کے ہیں سب کو خدا بخشنے کا محض غلط ہے اور یہ
 بھی غلط ہے کہ جو بعض نادان کہتے ہیں کہ فقط اللہ کو ایک جاننا نجات کے لئے کافی ہے اور دلیل
 یہ لاتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں جائے گا حالانکہ یہاں
 حضرت کی رسالت کا ذکر نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نے اختصار کے واسطے اول جزیر کو
 ذکر فرمادیا ہے ورنہ لا الہ الا اللہ تو یہود بھی کہتے تھے۔ حالانکہ ان کو نجات کے واسطے محمد کی رسالت
 کا اقرار کرنا شرط ہے اور بدون اس کے وہ اہل نار ہیں۔ چنانچہ قرآن و احادیث میں ان کے
 اہل نار ہونے کی تصریح ہے۔

معراج کا ذکر | حضرت صلعم کو معراج ہوئی اور جاگتے میں رات کو براق پر سوار ہو کر مکہ سے
 بیت المقدس پھر وہاں سے آسمانوں پر گئے پھر آگے جہاں تک اللہ نے چاہا اس رات میں جنت و
 دوزخ کی بھی سیر کی نماز پانچ وقت کی وہیں فرض ہوئی۔ رات کو حضرت کا مکہ کی مسجد الحرام سے مسجد
 اقصیٰ تک سیر کرنا اس آیت سے ثابت ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ اِیْثَ اَیَّامِ الْمَسْجِدِ
 الْحَرَامِ اِلٰی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔ الآیۃ یعنی پاک ہے وہ جس نے سیر کرائی اپنے بندے (محمد علیہ السلام)
 کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک رات میں الآیۃ اور باقی تفصیل احادیث صحیحہ میں مذکور ہے کہ
 قدر مشترک ان کا حد تو انز کو پہنچ گیا ہے اگرچہ بالخصوص ایک ایک روایت جو احاد ہے پس
 منکر کے لئے خوف کفر ہے۔

سوال | بعض لوگ معراج جسمانی کا انکار کرتے ہیں اور جسم سے فقط بیت المقدس تک جانا
 مانتے ہیں آگے آسمانوں پر روح کے ساتھ جانا ثابت کرتے ہیں اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ معراج
 معراج کی نسبت یوں فرماتے ہیں مَکَانَ رُؤِیَا صَاحِبَةِہٗ کہ ایک خواب سچا تھا اور عاقلانہ

رضی اللہ عنہا سے بھی یوں منقول ہے مَا فَتَدَّ جِسْمٌ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ
کہ معراج کی رات آنحضرت صلعم کا جسم مبارک گم نہ ہوا اور قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا
جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَدْرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ لَعْنِي جَوْابٌ کہ ہم نے تجھ کو اسے بنی دکھلایا تھا۔
اس کو لوگوں کے حق میں فتنہ بنا دیا۔

جواب | یہ ہے کہ اول تو یہ روایتیں کہ جو عائشہؓ اور معاویہؓ سے معراج کے بارے میں منقول ہیں
ان احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں کہ جن میں صاف جسم کے ساتھ آسمانوں پر جانا مذکور ہے صلاحیت
نہیں رکھتیں پس شاذ قرار دی جاوے گی دوم اگر ان کو بہمہ وجوہ تسلیم بھی کیا جاوے تب بھی
مخالف کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آنحضرتؐ کو سوائے معراج جسمانی کے خواب میں بھی کئی بار معراج
ہوئی تھی تو ہم کہتے ہیں کہ تمہاری ان روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ حضرت کو خواب میں معراج ہوئی
پس اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی بیداری میں معراج جسم کے ساتھ نہیں ہوئی سوم معاویہؓ فتح
مکہ میں ایمان لائے ہیں اور حضرت کو معراج کئی برس پہلے ہوئی سو ان کی روایت اس معاملہ میں
ان صحابہ کے مقابلہ میں کہ جو اس وقت موجود تھے معتبر نہیں چہاں حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا
کے قول سے مخالف کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جسم روح
سے جدا نہ ہو مع جسم کے روح اوپر گئی اور قرآن کی آیت کا یہ جواب ہے کہ خود یہی آیت ہمارے
مدعا کے لئے دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں اس معراج کی نسبت فتنہ فرماتا ہے اور یہ
ظاہر ہے کہ خواب میں آسمانوں پر تشریف لے جانا فتنہ نہیں ہو سکتا۔ کس لئے کہ خواب کی بات کو
لوگ ایسا مستبعد اور عجیب نہیں سمجھتے کہ اس کی تکذیب کر کے کافر اور مرتد ہو جاتے اور شوغل
مچاتے ہاں اگر کوئی جسم کے ساتھ حالت بیداری میں افلاک پر جانا بیان کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ
بمید اور عجیب جانا کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت نے جسم کے ساتھ حالت بیداری میں افلاک
پر جانا بیان فرمایا تھا سو وہ لوگوں کے حق میں کہ جو ضعیف الایمان تھے فتنہ ہو گیا۔ پس ضرور ہوا
کہ روایا کے معنی اس آیت میں خواب کے نہ کہے جاویں بلکہ روایت بصری مراد لی جاوے کیونکہ لفظ
رویاء کچھ خواب ہی کے واسطے مخصوص نہیں۔

سوال | محد لوگ حضرت کے جسم اظہر کا افلاک پر جانا اس دلیل سے محال سمجھتے ہیں کہ آسمان
لے حاشیہ ص ۸۲ پر دیکھو۔

میں نہ دروازہ ہے کہ حضرت اس میں سے اوپر گئے ہوں کیونکہ تمام آسمانوں کا مقتضی طبعی ایک ہے اور ایک خاصیت ہے پھر بلا مرجح کیونکہ دروازے ہو سکتے۔ اور نہ آسمان ٹوٹ پھوٹ سکتے ہیں کہ آپ توڑ پھوڑ کر اوپر تشریف لے گئے ہوں کیونکہ فلکیات میں یہ محال ثابت ہو چکا ہے۔

جواب | یہ ہے کہ ادل تو وحی کے مقابلے میں کسی کی عقل کا اعتبار نہیں ہے چنانچہ اس کا بیان پہلے گزرا دوم آسمان میں دروازہ نہ ہونا تمہارے نزدیک اس پر مبنی ہے کہ اللہ کے ارادے اور اختیار سے آسمان پیدا نہیں ہوئے بلکہ باوجود بے اختیار پیدا ہوئے ہیں سو یہ بالکل غلط ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزرا پس ممکن ہے کہ اس قادر ممتار نے آسمانوں میں دروازے رکھے ہوں اور ان سے حضرت اوپر تشریف لے گئے ہوں اور جو شخص دروازہ کا آسمان میں ہونا محال کہے اس کو لازم ہے کہ ثابت کرے۔ سو ہم اس بات کے تم بھی قائل ہو کہ آسمان منطقہ کی جائے سے بہت تیز رفتار ہے اور قطبین کی جائے بالکل ساکن ہے۔ اور اس کے بھی قائل ہو کہ آسمانوں میں تداوید ہیں اور کوئی عاوی اور کوئی محوی ہے اور کہیں بہت دل اور کہیں سے نہایت پتلا ہے کہ اس کو سطح جوہری کہیں تو بجا ہے اور ایک جسم آسمان میں سے نہایت روشن ہو گیا ہے کہ اس کو بسبب زیادہ نورایت کے آفتاب اور اور اس سے کم کو ماہتاب اور اس سے کم کو ستارہ کہتے ہو۔ علیٰ ہذا القیاس اور بہت سے اختلافات آسمانوں میں تمہارے نزدیک بھی مسلم ہیں پس اگر کوئی قادر مختار مرجح نہ تھا۔ اور سب افلاک کا مقتضی طبعی ایک تھا تو یہ اختلافات بعیدہ کیوں ہوئے ہر جگہ کیساں کیوں نہ ہوا؟ پس جو جواب تم اس کا دو گے وہی ہم دروازے ہونے کا دیں گے چہاں جن مقدمات سے حکم کرنے آسمانوں کا ٹوٹنا پھوٹنا محال ثابت کیا ہے وہ مقدمات ہی

سہ (حاشیہ صفحہ ۸۲) اس لفظ اظہر میں اشارہ ہے اس جواب کی طرف کہ جس کے اہل حقیقت قائل ہیں اور وہ یہ کہ انسان کو تزکیہ کرنے کے لئے یہاں تک لطافت آجاتی ہے کہ جسم بھی بمنزلہ اور لوگوں کے روح کے لطیف ہو جاتا ہے اور حضرت کہ تمام نفوس سے کام تیریں ہیں آپ کا جسم مبارک روح کا اثر رکھتا تھا اور لطیف چیزوں کا آسمان سے بے پٹے ٹولے پار لکھنا ایسا ہے کہ عیسائے نظر کا آئینہ سے پار ہونا اور یہی وجہ تھی کہ علیؑ تو ان مشہور حضرت مسلم کا سایہ نہ تھا اور اسی وجہ علوی کی طرف آنحضرتؐ تھوڑے عرصہ میں تشریف لیگئے چونکہ اور انبیاء کو یہ لطافت اور اس درجہ تزکیہ حاصل نہ تھا معراج جسمانی نہ ہوئی ۱۲ منہ ف عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پہنچانا مانتے ہیں اور حضرت الیاسؑ کا آسمانوں پر جانا بھی ان کی کتابوں میں مذکور ہے پھر جب وہ محال نہیں تو کیا

بالکل بے اصل ہیں آج تک کسی سے ان کا ثبوت کامل نہیں ہوا پنجم اگر یہ بھی تسلیم کیا جاوے تو حکمہ
کی دلیل سے فقط نویں آسمان کا ٹوٹنا پھٹنا محال ثابت ہوتا ہے اور نہ آسمانوں کا پس یہ ہمارے مدعا میں
خلل انداز نہیں کیونکہ ہم حضرت کی معراج نویں آسمان سے باہر نہیں کہتے بلکہ آٹھویں یا نویں تک کہتے ہیں۔
فائدہ شب معراج کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے دیکھنا صحابہؓ کے نزدیک مختلف فیہ ہے عبد اللہ
بن عباس رضی اللہ عنہ اور بہت سے صحابہؓ اس کے قائل ہیں عائشہ صدیقہ اور چند صحابہ اس کا انکار کرتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ دل کی آنکھ سے دیکھنا تھا۔

اسی طرح حضرت کی اُمت | قال اللہ تعالیٰ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ آيَةً اور
سب اُمتوں سے افضل ہے | دوسری جگہ | وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ

عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ آیا ہے یعنی اسی طرح ہم نے تم کو اچھی امت بنایا تاکہ
قیامت کو تم اور سب لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو گا اور یہ ظاہر ہے کہ جس پر کوئی گواہ آتا ہے تو وہ اس اولیٰ
اور بہتر ہوتا ہے کیونکہ اگر گواہ بھی ویسا ہی ہو تو اس کی گواہی کا کیا اعتبار ہے پس اُمت محمدیہ کو
اللہ نے سب لوگوں پر گواہ بنایا پس بموجب بیان سابق یہ سب سے اولیٰ اور بہتر ہوئے اور دوسری
وجہ یہ ہے کہ جب ہمارے سردار محمد علیہ السلام سب اور اُمتوں کے سرداروں سے افضل ہیں تو ہم ان
کے متبعین سے افضل ہیں اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس امت کو دین کامل اور پورا ملا جیسا کہ پہلے
ثابت ہوا۔ بخلاف اور اُمتوں کے کہ ان کو ناقص ملا تھا لہذا مسوخ ہو گیا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ اُمت
تمام انبیاء علیہم السلام کو مانتی ہے بخلاف اور اُمتوں کے کہ کوئی موسیٰ کو نہیں مانتی کوئی عیسیٰ کو
کوئی محمد علیہ السلام کو نہیں مانتی اور سر اس کا یہ ہے کہ اور اُمتوں کے واسطے بحسب وقت مختلف
بہت تھیں اور اگر کم اور اس اُمت کے واسطے محنت کم اور اگر بہت چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ
نے فرمایا ہے کہ میری امت کی اور یہود و نصاریٰ کی یہ مثال ہے کہ جیسا ایک شخص نے کسی کو مزدور
پر مقرر کیا کہ آدھے دن تک ایک قیصر اط دوں گا۔ پس وہ یہود ہیں اور نصف النہار
تک ایک قیصر اط پر کام کیا پھر اس نے کہا کہ نصف نہار سے جو کوئی عصر تک

یہ کام کرے گا تو اسے ایک قیراط دوں گا سو وہ نصاریٰ ہیں کہ ایک قیراط پر آدھے دن سے نصرت تک وہی کام کیا پھر اس نے کہا کہ جو شخص عصر سے آفتاب کے غروب تک میرا یہ کام کرے گا تو میں اسے دو قیراط دوں گا پس وہ تم ہو کہ تم نے عصر سے غروب تک دو قیراط پر کام کیا بلا شک تمہارے لئے دو چنڈا اجر ہے پس یہود و نصاریٰ ناراض ہوئے کہ ہم نے کام بڑی دیر تک کیا اور ان سے کم مزدوری پائی۔ اللہ تعالیٰ نے کہا میں نے کچھ تمہارا حق دیا تو نہیں رکھا انہوں نے کہا نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا فضل ہے جسے چاہوں توں رواہ البخاری اور بہت سی احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہیں جس مسئلہ میں امت متفق ہو وہ حق ہے اور ان کا مخالف مردود ہے۔

اجماع امت کے سند ہونے میں | ترمذی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ لا تَجْمَعُ أُمَّةٌ مُحَمَّدًا عَلَى الصَّلَاةِ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی وَبِاللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَدَّ شُدُّ فِي النَّارِ رواہ الترمذی کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے نکلا اکیلا جہنم میں گیا وَاتَّبَعُوا سِوَا ذَٰلِكَ عَظُمَ رِوَاہِ ابْنِ مَاجَهٍ کہ تابعداری کرو بڑے گروہ کی یعنی میری امت میں جس مسئلہ میں بہت سے لوگ ایک طرف ہوں اس کی پیروی کرو کیونکہ جماعت کثیر گمراہ نہ ہوگی۔ کیونکہ لَدَا کَثْرَتِ حُكْمٍ مُسْكِلٌ پس اگر گمراہ ہوں تو غالباً سب گمراہ کہلا ہیں اور سب کا گمراہ ہونا باطل ہے کیونکہ اگر تمام امت گمراہ ہو تو قرآن کی تکذیب لازم آدے اور امت وسط اور خیر ہونا غلط ہو جاوے پس یہ محال ہے تو امت کا گمراہ ہونا بھی محال ہے اور بہت سی احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہیں۔

سوال | جب ایک شخص کا ناحق پر ہونا ممکن ہے تو ہو سکتا ہے..... کہ ان کا مجموعہ یعنی جماعت بھی گمراہ ہو جائے۔

جواب | اجتماع سے ایک کو دوسرے کی رائے کو اللہ تعالیٰ قوت عطا فرماتا ہے اور جماعت اپنا وعدہ سچا

فَاعْلَمُوا کہ قال اللہ تعالیٰ وان من امة الا خلا فيها ذنوب کہ کئی ایسا گروہ نہیں کہ جس میں خدا کی طرف سے ڈر سنانے والا رسول نہ آیا ہو اور دوسری جگہ یوں آیا ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ یعنی ہر رسول اپنی قوم کا ہمزبان تھا اور ایک جائے یوں آیا ہے منهم من قصصنا علیک ومنهم من لم نقصص علیک کہ بعض رسولوں کا حضرت سے اللہ تعالیٰ نے حال بیان کیا بعض کا حال بیان نہیں کیا ایک جگہ آیا ہے ولکل قوم ہاد ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے پس ہندوستان و چین وغیرہ بلاد کہ جہاں شارع کی جانب سے مراعتا نبی کا آنا مذکور نہیں کچھ عجیب نہیں کہ وہاں خدا کی طرف سے ہی قوم کے لوگ ہدایت کوائے ہوں اور ان کے بعد لوگوں نے ان کی نسبت بہت سے جھوٹے اقربانہ لئے ہیں اہل اسلام خدا کے سب سے بڑے بندوں کو کہتے ہیں۔

کرنے کے واسطے برکت دیتا ہے دیکھو ایک ایک ہال ہر شخص توڑ سکتا ہے پس جب بہت سے ہال جمع کئے جائیں تو ان کو ہر شخص نہیں توڑ سکتا پس حکم مجموعہ کا احاد کے حکم سے غیر ہے۔

تمام انبیاء پر ایمان | الغرض اول نبیوں کے آدم علیہ السلام اور سب سے آخر محمد علیہ السلام ہیں۔ اور درمیان ان کے بہت انبیاء ہوئے ہیں بے گنتی کے سب پر ایمان لانا چاہیے صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ اگرچہ بعض احادیث سے انبیاء علیہم السلام کی تعداد ثابت ہے چنانچہ امام احمد نے ابو ذر سے روایت کیا ہے کہ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انبیاء علیہم السلام کی تعداد پوچھی پس آپ نے فرمایا ایک لاکھ چونتیس ہزار ہیں کہ ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں اور بعض روایتوں میں دو لاکھ چوبیس ہزار دوسری ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ صاف دلالت کرتا ہے کہ حضرت نے حصر نہیں کیا پس اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار ہی پر ایمان لادیں تو باقی انبیاء کا انکار لازم آدے گا اور اگر دو لاکھ چوبیس ہزار پر ایمان لادیں تو دو لاکھ چوبیس ہزار سے پہلے روایت کے بموجب غیر انبیاء کو انبیاء کہنا پڑے گا۔ دوئم یہ کہ احتمال ہے کہ کوئی اور روایت ہو کہ اس میں اس سے بھی زیادہ تعداد ہو تو اور انکار لازم آدے پس بے تعداد جملہ سب پر ایمان لاوے اور سب کی محبت دل سے رکھے اور جب کسی کا نام سے تو علیہ السلام کہے اور جب صحابہ کا نام آوے تو رضی اللہ عنہم کہے اور اکابر دین کا نام آئے تو رحمہ اللہ کہے فائدہ اکثر جگہ بنی اور رسول کے ایک ہی معنی مراد لئے جاتے ہیں لیکن کبھی بنی اور رسول میں فرق کرتے ہیں پس بنی کو کتاب اور دین جدید اللہ کی طرف سے ملا بیبا کہ موسیٰ اور عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ان کو رسول کہتے ہیں۔ اور جن کو کتاب اور دین جدید نہ ملا تو وہ فقط بنی ہے اور اس کو رسول نہ کہیں گے۔ پس ہر رسول بنی ہے اور ہر بنی رسول نہیں واللہ اعلم۔ فائدہ۔ سب بنی مرد آزاد ذمی نسب معصوم نفعی اور کسی میں کوئی ایسا عیب نہ تھا کہ عوام اس کے سبب ان کو حقیر جانیں اور احکام الہی کو نہ مانیں۔

فصل ۶۔ کتب الہیہ کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر کتابیں اتاری ہیں جو کچھ ان میں ہے سب حق ہے رسول کو جس طرح معجزہ آئی سچائی کیلئے ملتا ہے اسی طرح کتاب بھی دی جاتی ہے کہ اس پر لوگ ایمان لادیں اور عمل کریں جن چیزوں کا اللہ نے انہیں منع کر دیا ہے اس سے باز رہیں ورنہ حکم دیا ہے اس پر عمل کریں اور پہلے لوگوں کا ثواب عذاب سن کر

عبرت پکڑیں اور جو غیب کی خبریں اس میں ہوں ان کو سچ جانیں اور جو صفاتِ الہی اس میں مذکور ہوں ان پر ایمان لاویں کتابِ الہی میں اثباتِ توحید و کفر حجازِ آخرت کا ذکر بھی ہوتا ہے علیٰ ہذا القیاس۔ اور یہ کتاب اس رسول کی امت کے لئے بمنزلہ قانون کے ہوتی ہے۔ فائدہ شرح عمدہ میں لکھا ہے کہ کل آسمانی کتابیں ایک سو چار ہیں ان میں سے چھوٹے چھوٹے پچاس صحیفے حضرت ثبیتؑ پر اور تیس حضرت ادریسؑ پر اور دس حضرت ابراہیمؑ پر اور دس حضرت آدم علیہ السلام پر آئیں اور چار بڑی بڑی کتابیں ان چار انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں کہ تفصیل ان کے آگے آتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ لیکن یہاں بھی مجھلا بے تعداد کے سب کو حق جانے۔

کتاب سماوی | ان میں سے تورات موسیٰ پر اور زبور داؤد پر اور انجیل عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی بنی اسرائیل کی ہدایت کو اول تورات موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اس کے بعد داؤد علیہ السلام پر زبور نازل ہوئی لیکن تورات کے احکام کو بدستور قائم رکھا بعد اس کے عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل آئی۔ اس میں تورات کے سخت و دشوار احکام کو منسوخ کر دیا گیا جن بنی اسرائیل نے عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانا اور اپنے زعم میں وہ موسیٰ علیہ السلام کے متبع ہیں سو وہ یہود کہلاتے ہیں اور جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو مانا لیکن محمد علیہ السلام کو یہود کی طرح نہ مانا سو وہ نصاریٰ کہلاتے ہیں۔ ان کتابوں میں ہمارے بنی علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبریں اور آپ کی ہجرت کی جگہ اور آپ کے صحابہ خصوصاً اربعہ کا حال بھی مندرج تھا۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ بیت المقدس میں تشریف لے گئے اہل کتاب نے پہچان لیا کہ یہ وہی ہیں کہ جن کی خبر ہماری کتابوں میں لکھی ہے اور شہر کے دروازے کھول دیئے جیسا کہ کچھ کچھ نشان اب بھی پائے جاتے ہیں لیکن یہود و نصاریٰ پر اول صدیوں میں بڑے بڑے سخت حادثے پڑے کہ جس کے باعث سے تورات و انجیل میں تغیر کلی

۱۷ اور انبیاء بنی اسرائیل پر بھی کلامِ الہی الہام ہوا تھا جیسا کہ نحمیا و یسعیا وغیرہما جن کے صحیفے موجود تھے اب تک اہل کتاب نے جمع کر رکھے ہیں جو مجموعہ بائبل میں شامل ہیں اور بہت سے مفقود ہو گئے مگر ان صحیفوں کی صحت میں کلام ہے کہ دراصل انہیں کے ہیں یا نہیں اور ہیں تو محرف ہیں کہ نہیں ۱۲ مسہ۔ فائدہ۔ کتاب نازل ہونے کے یہ معنی نہیں کہ لکھی ہوئی کتاب آسمان سے اترے بلکہ بنی کے دل پر رضائین الہام ہوتے ہیں وہ ان کو جمع کرتا ہے اور کتاب کا نام کتابِ الہی ہے۔ ۱۲ مسہ فائدہ۔ اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام ہے ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ یہود بنی اسرائیل ہیں۔

آگیا۔ چنانچہ بخت نصر بادشاہ نے یہودیہ پر چڑھائی کی اور ہزار ہا یہود کو قتل کیا۔ اور تلاش کی کہ تورات وزبور کو جلا دیا۔ ان کے ہاں لکھا ہے کہ اس وقت بیت المقدس میں کل ایک نسخہ تورات کا اصل دہرا رہا کرتا تھا سو اس کو بھی اس نے جلا دیا۔ بعد کے لوگوں نے کچھ کچھ اپنی یاد سے لکھا اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد کے قصبوں کو بھی اس میں داخل کر دیا۔ پھر اس میں بھی اپنی اپنی غرضوں سے تبدل و تغیر کیا۔ پھر اس ترمیم شدہ نسخہ کو بھی جو حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ انبیاء نے ترتیب دیا تھا حضرت مسیح علیہ السلام سے بہت پیشتر اینڈیکس بادشاہ نے غارت کیا بعد اس کے متاسخ یہود نے اپنی یاد سے کچھ قصبے موسیٰ و ہارون و دیگر لوگوں کے اور کچھ دینی دستورات جمع کر کے اس کا نام تورات رکھا۔ شاہ مصر نے جو بہت سے یہودیوں کو جمع کر کے ایک صحیح نسخہ مرتب کرایا اور اس کا ترجمہ کر کے سپٹاجنٹ نام رکھا۔ وہ بھی اس میں جمع کردہ یہود کی نقل تھا اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو جب یہود نے گرفتار کیا تو انجیل کا کل ایک نسخہ تھا اس کو بھی یہود نے جلا دیا۔ ان کے بعد ان کے حواریوں نے کچھ حال عیسیٰ علیہ السلام کا اور کچھ مضامین انجیل کے اپنی یاد سے لکھے کہ جو اب انجیل متی و لوقا و مرقس و یوحنا کے نام سے مشہور ہیں پھر مدت کے بعد بہت سے لوگوں نے کہ بعض ان میں بہ طمع دنیاوی حواریوں کے شاگرد تھے دعویٰ کیا کہ ہیں الہام ہوتا ہے سو اس کے بموجب تاریخ کے طور پر حواریوں کے قصبوں کو جمع کیا اور حواریوں اور غیر حواریوں کے خطوط بھی جمع کئے۔ اور اس کل مجموعہ کا نام انجیل رکھا۔ اور پھر فیصلہ ان روم

۱۱ حواری عیسیٰ کے شاگردوں کو کہتے ہیں انجیل اور انجیل وغیرہ بزرگ ان میں داخل ہیں ان کی محاذ قرآن میں بھی آئی ہے یہ لوگ خاصان خدا تھے۔ جیسے کہ انڈس دین کی اشاعت میں انہوں نے بڑی باانشانیوں کی ہیں خاص عیسائی یہ لوگ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک جو ان کا پیروں کا وہ ہدایت پر تھا تثلیث وغیرہ کے مسئلے ان کے بعد جاری ہوئے ہیں ۱۲ مسند فائدہ پہلے زمانہ میں لکھنے کے سامان بہت کم تھے۔ چھاپے خانے تھے جس سے گمان کر سکیں کہ بہت سے نسخے ہوں گے چند کے تلف کرنے سے وہ کیوں بکرتلف ہو گئے اور نہ ان کتابوں کے حافظ نسخے کہ یاد سے لکھوا دیتے ۱۲ مسند فائدہ بعض یہود کہتے ہیں بچر وید رگ وید شام وید اور وید کہ جو ان کی دینی کتابیں ہیں الہامی کہتے ہیں کہ انکی دیوانہ آنگرا بشیوں پر الہام ہوتی ہیں جیسا کہ پاری و سائیر و زرد سستہا کو الہامی کہتے ہیں کہ ان کو ساسان خیم اور زردشت نے بطور الہام کے لکھا ہے مگر سب کا دعویٰ غلط ہے کس نے کہ ہنود اور پارسیوں کے کتب مذکورہ عنانم اور ستاروں اور پوتوں کی سنسکرت اور طریق پرستش سے بھرے ہوئے ہیں جن کے فرقہ آریہ ہنود ہیں سے تاویلات کرتا ہے ۱۲ مسند۔

کے عہد میں عیسائیوں پر بڑے بڑے حادثے پڑنے لگے تلاش کر کے کتابیں جلائی جاتی تھیں لوگ قتل کئے جاتے تھے اس میں بھی بہت تغیر و تبدل آگیا۔ پھر یونانی زبان میں ترجمے ہوئے ان میں ترجمہ کرنے والوں کی بھول چوک سے بہت تغیر ہوا۔ یہاں تک کہ ان ترجموں کی اصل بھی جاتی رہی پھر اس میں بھی خود غرضوں نے طرح طرح کی کمی زیادتی کی اور اس کی کیفیت آج کل کی انجیل دیکھنے سے خوب واضح ہوتی ہے اور اس بحث کو علماء دین نے اپنی کتابوں میں خوب ثابت کیا ہے الحاصل وہ تورات و انجیل اب نہیں ہے تاریخ کے طور پر کچھ کچھ حالات عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کے اور کچھ مہناہن تورات و انجیل کے جمع کئے ہیں اب ان کو تورات و انجیل کہتے ہیں۔

قرآن مجید اور قرآن مجید سید المرسلین خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا حضرت صلعم ابتدا عمر سے ہی ہمیشہ یاد الہی میں رہا کرتے تھے لہذا آپ کو تنہائی مرغوب تھی کہ پاس ایک پہاڑ میں غار ہے اس کو غار حرا کہتے ہیں اس میں تنہا بیٹھ کر یاد الہی کرتے تھے کئی روز کا کھانا پینا اس میں لے جایا کرتے تھے کبھی آپ کی بیوی ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آیا کرتی تھیں پس جب آپ کی چالیس برس کی عمر ہوئی اسی غار حرا میں جبرئیل آپ کے پاس وحی لائے اور کہنے لگے کہ پڑھ آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں پھر جبرئیل نے اسی طرح سے کہا پھر آپ نے فرمایا آخر جبرئیل نے سورہ اقرأ یا سمد بک ما لم یعلم تک پڑھی آپ اس کیفیت سے پہلے واقف نہ تھے گہرا گہرا تشریف لائے خدیجہ سے سب قصہ بیان کیا۔ خدیجہ حضرت کو ورقہ بن نوفل کے پاس لائیں اور ورقہ بن نوفل انجیل خوب جانتے تھے سن کر کہنے لگے یہ جبرئیل ہیں۔ اور جس رسول کے پاس آئے ہیں لوگ اس کے دشمن ہو گئے ہیں اور کاش جب قریش آپ کو مکہ سے نکالیں گے میں بھی جوان ہوتا کہ آپ کی خوب مدد کرتا اور قبل نبوت کے سوائے ورقہ کے

۱۰ خدیجہ خوب لکھی بیٹی قریش میں بڑی ذی عزت اور مالدار مشہور تھیں جب حضرت سے ان کا نکاح ہوا ہے تو ان کی کنیت چالیس برس کی اور حضرت کی چوبیس برس کی عمر تھی ہجرت سے پہلے ان کا انتقال ہوا ہے بعض علماء کے نزدیک سب تورات سے افضل تھیں اور بعض کے نزدیک حضرت عائشہ یا فاطمہ الزہراء افضل ہیں ۱۱ مسند فائدہ۔ علمائے اسلام نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ توریت و انجیل کتب میں جہاں تک احکام و قصص قرآن کے موافق ہیں تو صحیح ہیں اور جہاں مخالف ہیں اگر وہ احکام ہیں تو ان کو منسوخ کہیں گے ورنہ غلطی سمجھنا کہ اسلام نے تورات انجیل کو بالکل منسوخ کر دیا غلط فہمی ہے ۱۲ مسند۔

اور بہت سے رہبان اور قیس آپ کے منتظر تھے اور شب و روز یہی دعا مانگتے تھے اور درخت پتھر آپ کو السلام علیک یا رسول اللہ کہا کرتے تھے پھر چھ مہینے تک آپ پر کوئی آیت یا سورت نازل نہ ہوئی پھر سورہ مدثر نازل ہوئی پھر قرآن پلے در پلے اترنا شروع ہوا۔ تیرہ برس تک حضرت مکہ میں رہے۔ حسب حاجت تیرہ برس تک قرآن نازل ہوا۔ رفتہ رفتہ لوگ ایمان لائے اور دین حق میں آنے لگے چنانچہ لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علیؑ اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ نبی علیہ السلام کی بیوی اور بڑے لوگوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم ایمان لائے اور اللہ کے دین میں داخل ہوئے پھر رفتہ رفتہ اور لوگ بھی ایمان لائے جب کفار قریش نے یہ دیکھا تو آنحضرت صلعم اور سب مومنین کو طرح طرح کی تکلیفات دینا شروع کیا۔ حضرت نے صحابہؓ کو ہجرت کی اجازت دی اور قریب ستر صحابہ کے کہ ان میں سے حضرت کے چچا زاد بھائی جعفر طیار بھی تھے ملک حبشہ میں چلے گئے اور وہاں کا بادشاہ نجاشی بھی ان لوگوں سے حضرت صلعم کا حال سن کر ایمان لایا اور خود حضرت مع ابوبکر صدیق کے حکم الہی کہ چھوڑ کر مدینہ تشریف لائے مدینہ کے لوگ بہت تو حضرت پر پہلے ہی سے ایمان لا چکے تھے لہذا حضرت صلعم کے آنے کی خبر سن کر صدمہ آدمی استقبال کو جاتے تھے آخر جب تشریف لائے چند روز قبا میں کہ مدینہ سے قریب دو تین کوس کے فاصلے پر ہے پھر مدینہ میں آئے ابویوب انصاریؓ کے گھر پھرے پھر لو اور باقی لوگ بھی ایمان لائے دس برس تک مدینہ میں رہے اسلام کو بڑی قوت ہوئی کفار سے جہاد شروع ہوا بڑی لڑائی سب سے پہلے بدر میں واقع ہوئی وہاں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی پھر احد کی لڑائی ہوئی اسی طرح بہت سی لڑائیاں کفار سے ہوئیں آخر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا پھر مکہ کو بھی حضرت صلعم نے فتح کر لیا۔ تمام اہل مکہ بھی ایمان لائے آپ کی حیات میں دو دو مہینے کی راہ تک عرب میں اسلام پھیل گیا تھا حضرت صلعم کے بعد حضرت کے صحابہؓ نے روم و شام ایران و مصر وغیرہ بڑے بڑے ملک فتح کئے۔ چند روز میں جہاں کے چہار طرف اللہ نے اپنا دین پھیلا دیا۔ ہر طرف دین حق کا نشان بلند ہو گیا۔ گیارہویں برس ربیع الاول کے اول عشرہ میں پیر کے دن صبح کے وقت تریسٹھ برس کی عمر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھے فانی کو چھوڑا اور ملک جادو دانی کی طرف منہ موڑا اس دس برس کے عرصے میں بھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں رہے

حسب حاجت باقی قرآن نازل ہوا پس کل قرآن تین برس میں تھوڑا تھوڑا حسب حاجت آسانی کے لئے نازل ہوا۔ حضرت صلعم کے روہر ویہود میں سے بھی چند تورات کے عالم عبد اللہ بن سلام وغیرہ جیسے ایمان لائے۔ اور نصاریٰ میں سے بھی بہت لوگ انجیل کے عالم کہ ان کی تفصیل کتب سیر میں موجود ہے ایمان لائے۔ فائدہ کیفیت قرآن کے نزول کی جیسا کہ طبرانی و حاکم و بیہقی و نسائی و ابن شیبہ و ابن مردودہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے یوں ہے کہ رمضان میں لیلۃ القدر کو کل قرآن ایک بارگی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف نازل کیا گیا اور آسمان دنیا میں ایک جگہ بیت العزت ہے وہاں رکھا گیا۔ اور جبرئیلؑ نے وہاں کے ملائکہ سفرہ کرام برہ کو کھوا دیا۔ پھر بقدر احتیاج تھوڑا تھوڑا تین برس برس میں حضرت صلعم پر نازل ہوا کما قال تعالیٰ اِنَّا نَزَّلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ یعنی ہم نے آمارا اس کو لیلۃ القدر میں وقال تعالیٰ شَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِي اُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ کہ رمضان کا وہ مہینہ ہے کہ جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ کذانی الاتقان فائدہ۔ پس جب حکم ہوتا تھا تو جبرئیل علیہ السلام لوح محفوظ سے دیکھ کر یا خود اللہ تعالیٰ سے تلقین پا کر اور سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے تھے قالہ الطیبی کذانی الاتقان۔

۱۱۔ کیونکہ اگر دفعتاً آتا تو لوگوں کو حفظ کرنا مشکل پڑ جاتا۔ آخر تورات و انجیل کی طرح کمی زیادتی ہو جاتی دوسرے سب احکام کو وہ نئے نئے اسلام لائے ہوئے لوگ جو کہ کفر اور رسوم جاہلیت کے عادی تھے بہ شکل ماننے والے نہ تھے از انجیل نجاشی شاہ جیشہ و ہرقل شاہ روم و جارد بن العلیٰ ہیں ۱۲۔ کلام حقیقت میں منظم کی ایک صفت ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے سوہ نازل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ نزول لخت میں اوپر سے نیچے اترنے کو کہتے ہیں پس یہاں نزول کے معنی مجازی مراد ہیں پس جس نے یہ کہا کہ قرآن ایک معنی قائم ہے اس کی ذات کے ساتھ اور اسی وجہ سے قرآن کو اس کی صفات کی مانند قائم کہتے ہیں سو اس کے نزدیک اس کے نزول سے مراد ہے کہ لوح محفوظ میں اس نے ایسے کلمات اور حروف پیدا کر دیئے ہیں کہ جو ان معنی پر دلالت کرتے ہیں پھر لوح محفوظ سے بیعت العزت میں نازل ہونے کے بھی یہی معنی ہیں کہ بیعت العزت میں ان حروف اور کلمات کو ثابت کر دیا اور جس کے نزدیک قرآن الفاظ کا نام ہے تو اس کے نزدیک اس کے نزول کے یہ معنی ہیں کہ لوح محفوظ یا بیعت العزت میں انہیں الفاظ کو ثابت کر دیا سو اس بنا پر اس کے نزدیک قرآن قدیم نہیں ہے لیکن لوح محفوظ میں ثابت کر دینے کی کیفیت معلوم نہیں کہ کیا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام پر کلام الہی نازل ہونے کے یہی معنی ہیں کہ خدا فرشتہ کو تلقین روحانی فرمادے یا لوح محفوظ میں ان کے اوپر دلالت کرنے والے حروف و کلمات ثابت کر دیئے۔ پھر فرشتہ وہاں سے ان کے پاس لادے کذانی الاتقان

لیکن الفاظ اور معانی سب جبرئیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے لاتے تھے اور بعض دفعہ مضمون اور
 معانی اللہ کی طرف سے اور اپنی عبارت سے حضرت صلعم کو سناتے تھے لیکن اس قسم کا نام سنت
 ہے نہ قرآن کیونکہ قرآن کے الفاظ بھی من جانب اللہ ہیں کذا فی الاتقان فائدہ۔ علما نے حضرت صلعم
 پر وحی نازل ہونے کی چند کیفیات نقل کی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت صلعم کے پاس جبرئیل جبرئیل کی آواز
 سے آتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں آیا ہے احمد نے اپنی مسند میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا
 ہے کہ میں نے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپ کو وحی آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے پس فرمایا کہ میں
 ایک جرس کی سی آواز سنتا ہوں پھر وہ آواز بند ہو جاتی ہے اور ہر بار میں یوں طن کرتا ہوں
 کہ شاید اس سے میری روح قبض ہو جائے گی۔ خطابی نے کہا ہے کہ یہ آواز وحی کے فرشتے کی
 تھی اور حضرت پر اول کلام خلط ملط نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ آخر کو بھی سمجھ لیتے تھے۔ اس میں
 یہ حکمت تھی کہ حضرت کو وحی آنے کی پہلے اطلاع ہو جائے تاکہ کسی طرف کا خیال باقی نہ رہے
 وشم یہ کہ جبرئیل آدمی کی شکل میں ہو کر آتے تھے اور حضرت کو کلام الہی پہنچاتے تھے جیسا کہ صحیح
 بخاری میں موجود ہے کہ احیاناً مثل الی الملک رجلاً فیکلمنی فاعی ما یقول۔ کبھی
 فرشتہ آدمی کی صورت میں آتا ہے پس مجھ سے کلام کرتا ہے سو میں جو وہ کہتا ہے خوب سمجھ
 لیتا ہوں سوّم یہ کہ خواب میں آکر فرشتہ آپ سے کہہ جاتا تھا سو قرآن میں کوئی آیت یا سورت اس
 طرح نازل نہیں ہوئی ہاں سنت نازل ہوئی تھی چہاں م یہ کہ خود اللہ تعالیٰ حضرت صلعم سے کلام
 کرتا تھا یا تو چلگئے میں جیسا کہ شب معراج میں کلام کیا تھا یا خواب میں جیسا کہ حدیث معاذ میں ہے۔
 اتالی (ب) فقال فیما یختصم الملائکا علی فائدہ جب جبرئیل علیہ السلام کچھ آیات قرآن کی حکم الہی
 آپ کے پاس لاتے تو حضرت صلعم کا تہوں سے فرماتے تھے کہ ان آیات کو کہ فلاں سورت کی ہیں اسی سورت

فائدہ یہ آواز جبرئیل محققین کے نزدیک قوی جسمانیہ و قوی ملکوتیہ کے باہم مقابلے سے پیدا ہوتی تھی جیسا کہ بخار
 آنکے وقت جو دونوں قوتوں میں مقابلہ پیدا ہوتا ہے جھنجھناہٹ کی آوازیں سنائی دیا کرتی ہیں وحی کے وقت
 قوت ملکیت نہایت زور پر ہوتی ہے اور جسمانی قوتوں پر صدمہ پڑتا تھا یہاں تک کہ حضرت صلعم پر ظاہر میں بیہوشی طاری
 ہو جاتی تھی اور چہرہ مبارک پر پسینہ آجاتا تھا اس وقت آپ روحانی عالم میں ہوتے تھے جبرئیل امین کو دیکھتے
 تھے اور جو کچھ وہ لاکر آپ سے کہتے تھے اس کو دل میں محفوظ کرتے تھے اور جو بجز زیادہ ہو جاتا تھا تو خود خدا سے
 ہر کلام ہونے تھے جو کچھ ارشاد ہوتا تھا وہ قرآن تھا۔ ۱۲ منہ۔

میں لکھ دو سو کا تب اس آیت کو جہاں کی ہوتی تھی وہیں لکھ دیا کرتے تھے چنانچہ امام احمد اور ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے وکان اذا نزل علیہ شیء دعا بعض من کان یکتب فیقول ضعوا ھو کما فی الایات فی سورۃ التی یدکر فیھا کذا وکذا یعنی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ نازل ہوتا تھا تو آپ اپنے بعض ساتھوں کو بلا کر فرمادیتے کہ ان آیات کو فلاں سورت میں لکھ دو۔

ترتیب قرآن مجید | اور سبب یہ تھا کہ قرآن مجید کی اصل ترتیب لوح محفوظ کے مطابق اس طرح سے تھی کہ جو اب تک حضرت کے زمانے سے چلی آتی ہے کہ اول سورہ فاتحہ ہے پھر سورہ بقرہ پھر سورہ آل عمران علیٰ ہذا القیاس لیکن نازل ہونے میں یہ ترتیب نہ تھی کہ اول کی سورت اول نازل ہو اور بعد کی بعد میں بلکہ جس وقت جس سورت یا آیت کی ضرورت ہوتی تھی خواہ وہ سورت یا آیت اول کی ہو خواہ بعد کی تو جبریل علیہ السلام اس کو آسمان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے تھے اور حضرت اس کو اس کے موقع اصلی پر لکھوا دیتے تھے۔ چنانچہ تمام قرآن مجید حضرت کی حیات میں با ترتیب لوگوں کے پاس لکھا ہوا تھا اور بہت سے حافظوں کو یاد ہو گیا تھا انہوں نے بار بار حضرت کو سنا دیا تھا اور ہر شخص خصوصاً حافظ ہر روز پڑھا کرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے لیکن حضرت نے اپنی حیات میں کسی وجہ خاص سے قرآن کے اجزاء کو ایک جلد میں جمع کر کے نہ لکھوایا تھا پھر حضرت کے بعد ملک یامہ میں سیلمہ کذاب کا فر سے صحابہ کی لڑائی ہوئی انجام کار خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی سے وہ نامراد مارا گیا لیکن بہت سے حافظ اس جہاد میں شہید ہوئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس جہاد میں اکثر حافظ شہید ہو گئے۔ اگر اسی طرح دو ایک بار پھر حافظ شہید ہوئے تو خوف ہے کہ کوئی حافظ قرآن نہ رہے گا اور قرآن میں کمی ہو جائے گی کیونکہ تمام قرآن ایک جلد میں جمع نہیں ہے بلکہ متفرق اجزاء ہیں پس جب حافظ نہ رہیں گے تو ممکن ہے کہ ان اجزاء میں سے کوئی جز جاتا رہے اور قرآن میں کمی ہو جاوے پس بہتر یہ ہے کہ ان اجزاء کو حافظوں سے مقابلہ اور صحت کر کے ایک جا جمع کرادیجئے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا کہ حضرت نے اپنی حیات میں جمع نہ

سے چنانچہ ابی بن کعب اور معاذ بن جبل اور ابو الدردار وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم بڑے بچے حافظ تھے اور ان کو کل قرآن با ترتیب الحمد سے والناس تک یاد تھا ۱۲ منہ :-

کیا اب نئی بات کیونکر کی جاوے پھر عمرؓ نے کہا کہ واللہ اس میں مصلحت ہے پھر ابو بکر صدیقؓ کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ نے الہام کیا تو فرمائیے لگے واللہ اے عمر تم صحیح کہتے ہو پھر صدیق اکبرؓ نے زید بن ثابتؓ انصاریؓ کا نبوحی سے یہی تقریر کی اور آخر انہوں نے بھی کئی بار اسی طرح سے گفتگو کی۔ آخر ان کو بھی اس کی مصلحت معلوم ہوئی تو انہوں نے سب لوگوں کے ہاں کے اجزاء رنگا کے اور حافظوں سے مقابلہ کر کے ایک جلد میں مجتمع کر دیا یہ مضمون صحاح میں ہے پھر وہ قرآن زید بن ثابتؓ کا لکھا ہوا ابو بکرؓ کے پاس رہا ان کے بعد عمرؓ کے پاس رہا ان کے بعد ان کی بیٹی حفصہ ام المومنینؓ کے پاس رہا۔ فائدہ۔ ترمذی نے ابی بن کعبؓ سے روایت کی ہے کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلؑ سے کہا کہ اے جبریلؑ! میری امت میں ان پڑھ لوگ بہت ہیں اور ان میں پڑھیاں اور بڑھے بڑھی عمر کے اور غلام لوگ بیگانے تالبار اور صغیر سن ہیں اور بعض بالکل امی ہیں جبریلؑ نے کہا اے محمدؐ یہ قرآن سات حرف پر نازل ہوا ہے انتہی الحاصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے ابوداؤد نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے باپ عروہ سے روایت کی ہے کہ ابو بکر صدیقؓ نے عمرؓ اور زید کو مسجد نبویؐ کے دروازے پر بٹھا دیا تھا کہ جو شخص تمہارے پاس دو گواہ لائے کہ یہ قرآن کی آیات ہیں تب اس کو لکھ لو اب جبر کہتے ہیں کہ دو گواہ سے مراد حفظ اور کتابت ہے یعنی جس کی یاد بھی ہو۔ اور پھر وہ اس کو حضرت نبی علیہ السلام کا روڑ کا لکھا ہوا بھی کہے تب اس کو درج کرو سخاوی نے جمال القاری میں کہا ہے کہ یہ مراد ہے کہ دو گواہ اس پر لاوے کہ حضرت صلعم کے روڑ کا لکھا ہوا ہے الغرض اس احتیاط سے قرآن جمع کیا جاتا تھا۔ کذا فی الالتقان ۱۲ امت ۱۳ زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ اس وقت ان اجزاء میں مجھے سورہ برات کے اخیر کی یہ آیت لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمُ الْآيَةُ نَطْلِي تَوَيْسِي لِي أَوْ سَبِ اجزاء تلاش کئے۔ سوانی خزیمہ انصاری کے اجزاء میں لکھی ہوئی پائی۔ انتہی۔ یہاں بعض صاحب یہ شبہ کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اسی طرح اور آیات بھی زید بن ثابتؓ بھولی گئے ہوں سو یہ شبہ بالکل لغو ہے کیونکہ زید بن ثابتؓ حافظ تھے اور وہ آیت بھی نہیں بھولے تھے کیونکہ اگر بھولتے تو اس کو تلاش نہ کرتے تلاش کرنا تو دلائل کرتا ہے کہ ان کو وہ آیت یاد تھی لیکن اس وقت ان اجزاء میں نہ ملی۔ پھر تلاش کی تو مل گئی دوسرے اگر دار مدار فقط اجزاء سے نقل کرنے پر ہوتا تو تب بھی ایک بات تھی لیکن وہاں تو حافظوں سے بھی مقابلہ کیا جاتا تھا اگر نہ لکھتے تو وہ بڑے بڑے پکے حافظ بنلا دیتے کہ جنہوں نے صد با بار رسول صلعم کی زبان مبارک سے قرآن سنا تھا اور بار بار حفظ کر کے حضرت کو سنایا تھا اور ان لوگوں کے حافظے ایسے تھے کہ اگر چہ اچھا اور قرآن ہوتا اس کو بھی حرفا حرفا یاد کر لیتے۔ اور ایک آیت نہ بھولتے اتنے حدیث کی قوت حافظہ کو خیال کرنا چاہیے کہ جن کو ہزاروں حدیث مع اسناد یاد تھیں اور پھر ایک لفظ میں بھی تقدیم و تاخیر نہ ہونے دیتے تھے اللہ تعالیٰ کا یہ فضل امت محمدیہ پر خاص ہے ۱۲ منہ۔

نے اپنی امت کے حال پر شفقت فرما کر جبریلؑ سے دریافت کیا کہ میری امت میں ان پڑھ اور ضعیف لوگ اور کم سن اور بیگانے تامل و ادراک بھی بہت ہیں کہ ان کو تکمیل حروف و لغات مشکل ہے پس بعض بعض الفاظ سب لوگوں سے ایک طرح ادا ہونے مشکل ہیں اس کی کیا تدبیر ہے جبریلؑ نے کہا کہ قرآن کے الفاظ میں بہت وسعت اللہ نے عطا فرمائی ہے عرب کے قبیلوں کے محاورے کے موافق اللہ تعالیٰ نے ایسے الفاظ کو سات طور پر نازل فرمایا ہے پس جس شخص کو جس طرح سے اپنے محاورے کے موافق پڑھنا آسان ہو پڑھ لیا کرے مثلاً لفظ عین بعض لوگوں کے محاورے میں عین کے زبر سے اور بعض کے ہاں عین کے پیش سے بولا جاتا ہے پس اللہ نے قرآن میں اس لفظ کو جبریلؑ سے دونوں طرح سے پڑھ کر سنوا دیا تھا پس جو عین کے زبر سے پڑھتے ہیں ان کو پیش سے درست ہو گیا۔ اور اگر ایک ہی طور پر ہوتا تو ایک فرق کو گونہ اس کے ادا کرنے میں کھٹن ہوتا۔ سو اس قسم کے اختلافات کو اختلاف قرأت کہتے ہیں اور یہ اختلاف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رو بہرہ تھا۔

عثمان غنیؓ | پھر عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں کچھ عراق کے لوگوں نے بعض بعض الفاظ کے پڑھنے میں بہت اختلاف کیا اور اپنے محاوروں کو اس میں دخل دیا۔ سو حذیفہ بن الیمان نے آکر یہ اختلاف عثمانؓ سے بیان کیا اور کہا اے امیر المؤمنین اس امت کی خبر لو اور یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف ہونے سے پہلے ہی تدارک کرو سو امیر المؤمنین عثمانؓ نے ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وقت کا قرآن منگایا اور زید بن ثابت انصاریؓ اور عبداللہ بن زبیر اور سعید بن عاص اور عبداللہ بن حارث بن ہشام قریشیوں کو بلا کر فرمایا کہ اس سے چند نسخے نقل کرو اور جن الفاظ میں زید بن ثابت انصاریؓ اور تم تینوں قریشیوں میں اختلاف واقع ہو تو تم اس کو اپنی زبان کے محاورے کے موجب لکھو اور غیر قبیلوں کے محاوروں کو ترک کر دو کیونکہ قرآن قریش کی زبان معتمد علیہ ہے پھر سات نسخے مشہور یوں ہیں کہ پانچ نسخے نقل کر کے ہر دیار میں بھیج دیئے اور کہا کہ ان کے مطابق پڑھو اور باقی نسخے کہ جن میں اور قبیلوں کے محاورات تھے سب کو اکٹھا کر کے جلا دیا تاکہ اختلاف دور ہو جائے

لے بعض بے سمجھ حضرت عثمان کی اس بات پر اعتراض کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اگر پانی میں ڈالا جاتا تو (انی برصغیر آئندہ)

اور اصل نسخہ قصہ ام المؤمنین کے پاس بھیج دیا اسی سبب سے عثمانؓ کو جامع القرآن کہتے ہیں یہ مضمون صحیح بخاری میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدے کو **وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ** کہ ہم قرآن کے نگہبان ہیں خوب سچا کر دکھایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک مشرق سے مغرب تک جس قدر اہل اسلام ہیں سب کے پاس وہی قرآن مجید جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا بلا فرق موجود ہے کہیں ایک جا بھی اختلاف اور کمی زیادتی نہیں باوجود اس کے اہل اسلام میں قرن اولیٰ سے لے کر ساہسار سال تک باہم ایسے ایسے سخت جنگ و جدل واقع ہوئے ہیں کہ اگر کسی اور قوم میں ہوتے تو وہ قوم باہم لڑ کر ایسی ضعیف ہو جاتی کہ اور لوگ ان کے حاکم ہو جاتے اور ان کے علوم و کتب سب کچھ نیست نابود ہو جاتا پس اگر قرآن کتاب الہی نہ ہوتا اللہ تعالیٰ اس کی ایسی محافظت نہ رکھتا۔ اللہ تعالیٰ خلفائے راشدین رضوان اللہ اجمعین کو جزا خیر عطا فرمادے کہ انہوں نے قرآن کی خوب محافظت کی تمام اہل قرآن کا احسان ہے فائدہ ہر سال جبرئیل علیہ السلام ایک بار رمضان مبارک میں کل قرآن مجید ترتیب اصلی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور کبھی حضرت پڑھتے جبرئیل سنتے تاکہ ترتیب اصلی سے تمام قرآن حضرت کو خوب یاد ہو جاوے اور پھر جو آیت اتر کرے اس کو اس کے اصلی موقع پر رکھوا دیا کریں اور حفاظ کو بتا دیا کریں اور انہیں مرتبوں میں الفاظ کو جو قریش کے قبائل میں مختلف طور پر پڑھے جاتے تھے جبرئیلؑ نے مختلف طور پر پڑھا تاکہ سب کو آسان ہو جائے اور سات حرف انہیں اختلافات جبرئیل سے مستفاد ہیں جیسا کہ پہلے اس کی تحقیق ہو چکی۔ فائدہ جب جبرئیل علیہ السلام حضرت صلعم کے پاس آیات قرآنی لاتے تو پڑھ کر سناتے ان کے ساتھ جلدی جلدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھتے تاکہ کچھ بھول نہ جاویں۔ پس اس میں حضرت کو گوئی تکلیف ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا۔ **لَا تَجْرَأُ بِهِ إِسْمَاكَ لِيَتَعَلَّ بِهِ إِنَّا عَلَيْنَا جَمَعَهُ وَقُرْآنَهُ**۔ یعنی قرآن مجید کے پڑھتے وقت اپنی زبان کو جلدی جلدی نہ ہلانا کہ اس کے یاد کرنے میں جلدی کرے کیونکہ ہمارے ذمے پر اس کا جمع کرنا تیرے دل میں اور تیرے بیان سے اس کا

(یعنی حاشیہ متعلقہ صفحہ ۹۵) لوگ نکالتے یا مٹی میں دفناتے تو تب بھی لوگ نکالتے اور اسی طرح ہوا میں کتر کر اڑاتے قطع نظر اس کے پیرزے لوگوں کے پاؤں میں آتے جب بھی وہ پیرزے لوگوں کے ہاتھ لگتے تو انیامت تورات انجیل کی طرح اختلافات ہوتے اور قطع نظر ان سب باتوں کے امیر المؤمنین عثمان نے اہانت کی راہ سے نہیں جلا یا تھا۔ بلکہ اس میں مصلحت تھی۔ ۱۲ منہ۔

برہانا ہے۔

جو کچھ قرآن میں | اور جو قرآن کے مخالف ہے وہ غلط ہے یہ ظاہر ہے کہ کتاب اللہ کے جو
ہے حق ہے | مخالف ہوتا ہے وہ غلط ہوتا ہے خواہ وہ کوئی ہو اور کیسا ہی ہو کیونکہ اللہ
سے زیادہ کوئی علیم اور کوئی حکیم نہیں اور جو کتاب اللہ میں ہے وہی حق ہے اور قرآن کا کتاب
الہی ہونا ہم ثابت کر چکے ہیں۔

قرآن کے ظاہری معنی | جو معانی قرآن کی ظاہر عبارت سے سمجھے جاتے ہیں وہ حق ہیں ان کو چھوڑ
کر فرقہ باطنیہ کی طرح اور معنی قرار دینا گمراہی ہے اور الحاد ہے۔ محدوں کا ایک فرقہ اپنے آپ کو
اہل باطن کہتا ہے وہ کہتے ہیں قرآن و احادیث کے معنی یہ نہیں ہیں جو الفاظ کی ظاہر دلالت سے
سمجھے جاتے ہیں مثلاً **اَقِمْ وَاذْكُرْ** کے یہ معنی نہیں کہ نماز پڑھو بلکہ قرآن کو اللہ اور رسول اللہ اور
اولیاء اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور اس کے معنی اور کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتے دراصل
غرض ان کی اس سے شریعت کا باطل کرنا ہے کیونکہ وہ نماز و روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ احکام الہی
کو فرض و واجب نہیں جانتے ہو و لعب کو کہ جس میں وہ شب و روز مصروف رہتے ہیں تجارت کا سبب
سمجھتے ہیں یہ بالکل گمراہی اور کفر ہے کیونکہ اس سے اللہ اور رسول کا جھوٹا ہونا لکھتا ہے نعوذ
باللہ منہ دوسرے جب قرآن کے معانی اللہ رسول اور اولیاء اللہ کے سوا اور کوئی نہیں سمجھتا
تو پھر تمام خلق کے لئے قرآن بھیجنا نغوا اور بیکار ہے العیاذ باللہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ
شیاطین الالہیہ ہیں الہی ان کو ہدایت دے ہاں جو حقائق اور دقائق قرآن ارباب سلوک سمجھتے
ہیں حق ہیں لیکن وہ ظاہری معنی کا انکار نہیں کرتے بلکہ ان کو مان کر اور دقائق نکالتے ہیں کہ ان
کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں رکھا ہے کیونکہ قرآن کے لئے ظہر اور لطن احادیث صحاح سے ثابت ہے۔
پس دین سے چار چیزیں اصول ہیں۔

۱۔ ظاہر عبارت سے اس جگہ عبارتہ النص بالمخصوص مراد نہیں ہے بلکہ عام اور شامل ہے عبارت اور اشارت اور اقتضای
النص کو ۱۲ منہ۔ ۲۔ فائدہ مسلمانوں کے قومی اور ملکی رسوم و رواج کو اسلام سمجھ کر اسلام پر اعتراض کرنا محض بیجا ہے
کیونکہ اسلی مذہب اور ہے اور یہ اور ہاں ان میں بعض رسوم مستحسن اور بعض فیج برعات بھی ہیں جو بیشتر ہمسا یہ قوموں سے لئے
گئے ہیں اور عرصہ دراز تک جاری رہنے کے سبب مالوف ہو گئے ہیں اور جہاں نے مذہب سمجھ لیا ہے اسی طرح سیرا و تاریخی اور بے احتیاط
نمونوں اور مشرکوں اور غلط کار فقہار اور فلسفہ شعراء و فیکہ احوال پرستوں کے اسلام پر کشتہ چینی کرنا بھی محض تعصب ہے ۱۲ منہ۔

اول قرآن جن چیزوں پر کہ شرع کی بنیاد ہے وہ چار چیزیں ہیں پس جو چیز ان چار سے ثابت نہیں وہ دین میں شمار نہ کی جاوے گی۔ ان میں سب سے اول قرآن مجید ہے قرآن سے مطلب سمجھنے کی چار صورت ہیں عبارت النص۔ اشارۃ النص۔ دلالت النص۔ اقتضار النص کس لئے کہ اگر قرآن کے الفاظ سے استدلال ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ الفاظ کسی خاص مقصود کے لئے بولے گئے ہیں یا یہ کہ ان سے مقصود تو اور کچھ ہے لیکن اس کے ضمن میں کچھ اور بھی مدعا ثابت ہو جاتا ہے پس قسم اول کہ عبارت النص اور قسم دوم کو اشارۃ النص کہیں گے جیسا کہ کسی نے کسی چیز کو دیکھا اور اس کے گوشہ چشم سے اس کے آس پاس کی چیزیں بھی جو مقصود دیکھنے سے نہ تھیں نظر آگئیں پس اس چیز مقصود بالذات کا دیکھنا بمنزلہ عبارت النص کے ہوا اور آس پاس کی چیزوں کا دیکھنا بمنزلہ اشارۃ النص کے مثال ان کی قرآن کی یہ آیت ہے وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَرِزْقُهُنَّ الایہ معنی اس کے یہ ہیں اور جس کی اولاد ہے اس پر ان کے مرصعات کا کھانا اور کپڑا لازم اور واجب ہے یعنی لڑکے کے باپ پر دودھ پلانے والی کا کھانا اور کپڑا واجب یا تو اسلئے کہ وہ اسکی بیوی ہے یا اسلئے کہ اسکے بیٹے کو دودھ پلاتی ہے ہر طور اللہ تعالیٰ کا ان الفاظ سے یہ مقصود ہے کہ باپ پر اولاد پلانی کا کھانا اور کپڑا واجب ہے پس یہ مضمون عبارت النص سے سمجھایا گیا۔ اور اس کے ضمن میں یہ بھی سمجھا گیا کہ لڑکا باپ ہی کا ہے یہ مضمون اشارۃ النص سے سمجھایا گیا اور یہ الفاظ سے استدلال نہیں بلکہ معنی سے ہے اب یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو باعتبار لغت کے ان معنی سے کوئی اور چیز سمجھی جاوے گی تو وہ دلالت النص ہے یا ان معنی کی صحت کسی اور چیز پر موقوف ہے خواہ بطور عقل کے خواہ بطور شرع کے پس یہ چیز کہ جس پر ان معنی کی صحت موقوف تھی اقتضار النص سمجھی جاوے گی اور اس دلالت کو اقتضار النص کہیں گے مثال دلالت النص کی یہ ہے قَالَ تَعَالَى ذَلَّكَ تَقْلٌ لَّهُمَا آتٍ وَلَا تَنْهَى یعنی ماں اور باپ کو آف نہ کہہ اور نہ جھڑک عبارت النص سے تو ماں باپ کو آف کہنا اور جھڑکنا منع سمجھایا اور اس سے ان کو تکلیف دینا جو لازم معنی تھا وہ بھی بطور دلالت النص کے منع سمجھا گیا پس ماں باپ کو مارنا اور تکلیف دینا بطور دلالت النص کے حرام سمجھا گیا مثال اقتضار النص کی قَالَ تَعَالَى أَقِيمُوا الصَّلَاةَ یعنی نماز پڑھو۔ پس نماز کا پڑھنا بطور عبارت النص کے سمجھا گیا لیکن شرع میں نماز بدون طہارت کے صحیح نہیں یہ طہارت کہ جس پر نماز کی

ت موقوف ہے اس قول سے باقتضایٰ النص سمجھی گئی یا کسی نے اپنے نوکر سے مثلاً یہ کہا کہ مجھے
 پلا پس پانی کی طلب بطور عبارت لنص کے سمجھی گئی لیکن یہ پانی پلانا عطفلاً اس پر موقوف ہے
 کہ کسی بتن میں پلاوے پس اس کلام سے وہ بتن کہ جس میں اپنے آقا کو پانی پلا سکے اقتضایٰ النص
 آگیا پھر قرآن کی نظم کے بہت سے اقسام ہیں عام خاص ساؤل مشرکک۔ ظاہر نص مفسر محکم
 برہ کہ کل اشیٰ قسم ہوتے ہیں اور پھر ان کی تفصیل اور احکام وغیرہ عام اصول فقہ میں بہت
 رح و بست کے ساتھ لکھے ہیں جسے زیادہ تحقیق منظور ہو وہاں دیکھ لے فائدہ۔ قرآن مجید
 نمینا پانچ آیت احکام کے لئے اصل ہیں کہ انہیں سے احکام الہی مستفاد ہوتے ہیں اور پانی
 ان میں کافروں کے عذاب اور ہلاکت اور مومنوں کے ثواب وغیرہ امور مذکور ہیں۔

ہم سنت رسول اللہ اصل دوسری سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے سنت رسول سے مراد
 صلی اللہ علیہ وسلم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور فعل اور کسی امر کو دیکھ کر سکوت کرنا ہے۔
 ل کو سنت قولی دوسری کو فعلی تفسیری کو تفسیری کہتے ہیں۔ سنت قولی اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ
 بہ وسلم نے زبان مبارک سے کچھ فرمایا ہو اور سنت فعلی یہ ہے کہ کوئی کام کیا ہو اور تفسیری
 سنت یہ ہے کہ حضرت صلعم کے روبرو کسی نے کوئی کام کیا ہو اور حضرت صلعم نے دیکھ کر اس کو منع نہ
 فرمایا ہو سو یہ سب قسمیں سنت کی دلیل دین کی ہیں اور اسی طرح صحابی کا قول اور فعل بھی سنت
 میں داخل ہے۔ اور جمہور محدثین کے نزدیک ان سب اقسام کو حدیث کہتے ہیں اور بعض محدثین
 خاص قول اور فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیث کہتے ہیں اور باقی کو
 ثرا اور جو ملوک اور سلاطین کا حال بیان ہو اس کو خبر کہتے ہیں پھر مطلق سنت کی دو قسم ہے
 یک سنت الہدیٰ کہ جن کے ترک سے گنہگار ہوتا ہے اور اسی کو سنت موکدہ بھی
 کہتے ہیں جیسے جماعت اور اذان وغیرہ دوسری سنت الزوائد کہ جن کے ترک سے
 گناہ لازم نہ آوے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور قعود و قیام کی
 روش۔ فائدہ جن احادیث سے احکام ثابت ہیں تخمیناً تین ہزار ہیں۔

سوال۔ بہ اتفاق جمہور علماء نبی صلی اللہ علیہ وسلم امور دین میں جو کچھ فرماتے تھے
 حکم الہی سے فرماتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں خبر دیتا ہے وَمَا نُنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف اور اپنی خواہش سے بدون امر الہی کے امور دین میں نہیں لولے
پس کتاب اللہ بھی امر الہی ہے اور سنت رسول اللہ صلعم بھی پھر کتاب اللہ کا اول رتبہ
کیوں مقرر کیا۔ اور سنت کو دوسرے مرتبہ میں کیوں رکھا۔ دوسری قرآن بھی حضرت صلعم
کی زبان سے ہم کو پہنچا ہے اور سنت بھی آپ ہی سے ثابت ہے۔

جواب کتاب اللہ قطعی الثبوت ہے اور سنت بطور ظن کے ثابت ہے اور ظنی چیز پر یقینی
کا مرتبہ مقدم ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز بطور سند صحیح کے
ہم تک پہنچتی ہے تو وہ مقبول ہوتی ہے اور سند صحیح یہ ہے کہ ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
تک جس قدر روایت کرنے والے ہوں سب عاقل اور دین دار اور صحیح الحافظ ہوں اور ایک
دوسرے سے متصل روایت کرے کیسے میں کوئی رہ نہ جاوے مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
ابو ہریرہ صحابی کسی حدیث کو نقل کریں اور پھر ان سے اسی حدیث کو اعرج اور پھر ان سے
ابی الزناد اور پھر ان سے امام مالک روایت کریں پس امام مالک تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کرنے والے ابی ہریرہ صحابی اور اعرج اور ابی الزناد ہیں اور یہ تینوں شخص عاقل
اور دین دار اور صحیح الحافظ ہیں اور ایک دوسرے سے نقل کرتا ہے ان کے بیچ
کوئی اور چوتھا شخص نہیں رہ گیا ہے سو اس سند کو سند صحیح کہتے ہیں اور اس حدیث کو
مرفوع کہتے ہیں اور اگر کسی راوی نے صحابی تک ہی سند پہنچائی تو اس حدیث کو موقوف کہتے
اور اگر تابعی تک پہنچائی اور آگے صحابی تک سند نہ چلی تو اس کو مقطوع کہتے ہیں کہ یہ
سے سلسلہ کٹ گیا حضرت تک نہ پہنچا ہاں اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاوے
تب اس کو حدیث متصل کہیں گے کہ حضرت تک اس کا اتصال ہو گیا اور اگر بیچ میں کو
راوی کم عقل یا بے دیانت یا خراب حافظہ کہ بھولنے کی اس کو عادت ہو آ جاوے گا تو یہ حدیث
متصل بھی ضعیف کہلائے گی اور اس حدیث کو قوی جب کہیں گے کہ اس کے راوی قوی
ہوں گے۔ علی ہذا القیاس جس حدیث کے جس قدر معتبر اور قوی راوی ہوں گے
اسی قدر وہ حدیث قوی ہوگی اسی لئے حدیث کی کتابوں میں صحیح بخاری سب سے قوی
اور معتبر ہے اس کے بعد صحیح مسلم۔ اسی قسم کے اعتبارات سے احادیث کے بہت

سام ہیں کہ ان کو علم اصول حدیث میں علماء نے خوب صراحت سے لکھا ہے حدیث کی ایک سند ہو تو اس کو غریب کہتے ہیں اور جس کی دو سند ہوں اس کو حدیث عزیزہ۔ جس طرح امام مالک مثلاً ایک حدیث کو ایک اسی پہلی سند سے روایت کریں اور دوسری سند اس سے یوں لاویں کہ امام مالک نافع سے اور نافع عبد اللہ بن عمر صحابی سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کریں اور جس کی دو سے زیادہ تین چار پانچ دس بیس سند ہوں لیکن گنتی کی ہوں اس کو حدیث مشہور کہتے ہیں اور تینوں قسم کو احاد کہتے ہیں جس کی بے شمار سند ہوں۔ بھر مرتبہ میں بے شمار راوی روایت کرتے ہوں اور عقل اس قدر آدمیوں کا جھوٹا ہونا سب سے سمجھے تو اس کو حدیث متواتر کہتے ہیں اور خاص متواتر قطعی الثبوت ہے بخلاف عزیزہ وغیرہ مشہور کے کہ ان کے ثبوت میں ظن ہے جیسے شہر مکہ یا مدینہ کے موجود ہونے کو بے شمار لوگ بیان کرتے ہیں کہ سب کو عقل جھوٹا نہیں جانتی۔ پس اس خبر متواتر سے ہر مکہ یا مدینہ کے موجود ہونے کا یقین ہو جاتا ہے جس قدر احادیث ہیں وہ خبر احاد سے ثابت ہیں ہاں دو یا تین حدیثیں خبر متواتر سے ثابت ہیں اور قرآن مجید حرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر متواتر سے ثابت ہے اس سبب سے قرآن مجید ثبوت حضرت سے یقینی ہے اور احادیث کا ثبوت ظنی اس لئے قرآن کو مقدم رکھا ورنہ ان بھی ہم کو حضرت سے پہنچا اور احادیث بھی اس میں دونوں برابر ہیں یا قرآن کے الفاظ معانی دونوں میں اللہ ہیں بخلاف سنت کے۔

دوین کتب احادیث | صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنی حیات میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھنے کی حاجت نہ تھی بعد ان کے تابعین اور تبع تابعین نے جب دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب اٹھ گئے اب کوئی نہیں کہ اس سے دریافت یا کریں اور اب چند روز میں یہ دور بھی گزرنے والا ہے پھر زمانہ حضرت سے دور باپڑے گا حضرت کی احادیث پچھلے لوگوں کی صحت سے پہنچی مشکل پڑ جائیں گی اب زمانہ قریب اور اسناد

ہ کہ اس کے فقط معانی اللہ کی طرف سے ہیں۔ ۱۲ منہ :

میں راوی کم ہیں مناسب ہے کہ جو احادیث حضرت کی بسند صحیح ہم کو پہنچی ہیں ان کو لکھ دیا جائے۔
طبقات کتب احادیث | سوان محدثوں نے لکھنا شروع کیا پھر فن حدیث میں بہت سی کتابیں
 لکھی گئیں لیکن باعثِ بصیرت اور شہرت اور قبولیت کے ان کے چاہتے ہیں صحت سے ہمارے
 مراد ہے کہ اس کتاب کا مصنف التزام کرے کہ اس میں سوائے احادیث صحیحہ یا حسنہ کے اور نہ لکھے
 اور اگر لاوے تو اس کے راوی کا حال بیان کر دے اور شہرت سے یہ مراد ہے کہ اہل حدیث طبقہ
 بعد طبقہ اس کتاب سے مشغول ہوئے ہوں کہ اس کی احادیث کو روایت کرتے ہوں اور اس کی
 وضاحت اور شرح کرتے ہوں اور قبول سے یہ مراد ہے کہ نقاد حدیث نے اس کو مانا ہو اور اس پر
 اعتراض نہ کیا ہو اور صاحب کتاب کو ان احادیث میں مصیب جانتے ہوں در بلا لکار فقہار کی احادیث کا
 اہمیت بناتے ہوں پس جس کتاب میں یہ تینوں وصف کمال خوبی کے ساتھ پائے جائیں گے ۵۰۔
طبقات اولیٰ | میں شمار کی جاوے گی۔ اور اس طبقہ میں محققین کے نزدیک تین کتابیں ہیں اول
 موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا جو سب سے اول تصنیف ہوا اور قریب ہزار شخص امام
 اور امام شافعی اور یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اور یحییٰ بن یحییٰ تمیمی اور قلعینی کے اس کو روایت
 کرتے ہیں اور جس قدر حدیث مرفوعہ اس میں ہیں اکثر صحیح بخاری میں ہیں گویا صحیح بخاری اس
 کی احادیث مرفوعہ کو مشتمل ہے گو آثار صحابہ و تابعین موطا میں زائد ہیں دوم صحیح بخاری کہ جو
 کو امام عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری نے تصنیف کیا بہت سے علمائے اس کو بخاری نے
 روایت کیا ہے سوم صحیح مسلم کہ جس کو امام ابو الحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری نے تصنیف کیا
 سب اہل حدیث نے ان کو قبول کیا ہے اور نہایت شہرت ان کی ہوئی اور بہت علماء
 ان کے حل و تخریج وغیرہ میں کتابیں لکھی ہیں چنانچہ قاضی عیاض نے ان تینوں
 کتابوں کی شرح میں کتاب مشارق الانوار بہت عمدہ لکھی ہے اور یہ مشارق الانوار

خاندہ۔ امام مالک کی ولادت ۸۰ھ، ہجری اور وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی بخاری کی ولادت ۱۹۱ھ میں ہوئی
 وفات ۲۵۱ھ میں ہوئی مسلم کی ولادت ۲۰۶ھ میں بمقام نیشاپور ہوئی۔ ترمذی ۲۶۲ھ
 پیدا ہوئے ۳۲۰ھ میں فوت ہوئے ابو داؤد ۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے بصرہ میں ۲۶۲ھ میں فوت ہوئے
 نسائی ۲۴۰ھ میں پیدا ہوئے مکہ میں ۳۰۳ھ میں فوت ہوئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ۱۲ مئی۔

سنائی کی مشارق الاوزار کے غیر ہے کہ جس میں صحیحین کی احادیث بحذف استناد ہیں۔
طبقہ دوم | میں وہ کتابیں ہیں کہ ان تینوں صفات میں صحیحین کے درجے کو نہ پہنچیں۔ لیکن ان
 کے قریب ہوں اور وہ یہ کتابیں ہیں جامع ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی کی تصنیف
 سنن ابی داؤد ابو داؤد و سلیمان بن اشعث سجستانی کی تصنیف سنن نسائی ابو عبد الرحمن
 محمد بن شعبہ نسائی کی تصنیف اور ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہتے ہیں۔
 بن الاثیر نے جامع الاصول میں ان چھ کتابوں کی احادیث کو جمع کیا ہے اور ان کی مشکلات
 کی شرح اور غریب کا ضبط اور اسماء الرجال وغیرہ متعلقات کو خوب بیان کیا ہے
 لویا یہ کتاب صحاح ستہ کی شرح ہے اور صاحب جامع الاصول نے سنن ابن ماجہ
 کو صحاح ستہ میں داخل نہیں کیا۔ بلکہ اس کی جگہ مؤطا امام مالک کو رکھا ہے۔ شاہ ولی اللہ
 صاحب فرماتے ہیں کہ فقیر کے نزدیک مسند امام احمد بھی دوسرے طبقہ میں داخل
 ہے۔ مگر اس میں ضعیف حدیث بہت سی ہیں کہ ان کے راویوں کا حال وہاں بیان نہیں۔
 کیا لیکن تب بھی وہ سب کتب احادیث کی اصل اور دفتر ہے اور اسی طرح سنن ابن ماجہ
 کو عیسیٰ جو کہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ قرظی کی تصنیف ہے اسی طبقہ میں شمار
 کرنا چاہیے۔ گو اس میں بعض احادیث نہایت ضعیف ہیں محققین کے نزدیک کتاب الآثار امام
 محمد کی تصنیف بھی اسی طبقہ میں ہے۔

طبقہ سوم | وہ کتابیں ہیں کہ جن کے مؤلفین یا بخاری و مسلم سے مقدم ہیں مثل ابو یوسف بن
 ابی شیبہ و عبد الرزاق و ابو داؤد و طیالسی و عبد بن حمید و شافعی یا ان کے ہم عصر
 ہیں مثل دارمی و ابو نعیم موصلی کے یا بعد میں ہیں مثل ابن خزيمة و ابن حبان بیہقی و
 حاکم و طبرانی کے لیکن انہوں نے اپنی تصانیف میں التزام سخت کا نہ کیا ہو بلکہ صحیح و
 ضعیف جو ملا لکھ دیا۔ ان کی کتابیں شہرت اور قبولیت میں طبقہ اولی و ثانیہ
 کو نہیں پہنچیں۔ اور ان کے راوی بعض قوی بعض ضعیف بعض مجہول الحال ہیں
 اور ان کے احادیث بعض صحیح بعض حسن بعض ضعیف بعض موضوع
 فائدہ الامام ابن حجر بن حبل شیبانی کی ولادت ۳۶۰ھ میں ہوئی اور اربعہ اد میں ۴۱۰ھ میں فوت ہوئے ۱۲ منہ۔

بنائی ہوئی ہیں گو ان کتابوں کے مؤلف علم حدیث میں کمال تبحر رکھتے تھے اور منتصف بالعدالت بھی تھے لیکن انہوں نے اپنی کتابوں میں جو احادیث کہ ان کو ملیں بلا لحاظ قوی ضعیف اس نظر سے جمع کر دیں کہ ان میں سے قوی و ضعیف کی شناخت بعد میں کی جاوے گی اور اب کوئی حدیث باقی نہ رہ جاوے لیکن ان کتابوں میں بھی تفاوت ہے کہ بعض سے بعض قوی ہیں ان کتابوں کے یہ نام ہیں مسند امام شافعی سنن ابن ماجہ مسند دارمی مسند ابو یعلیٰ موصلی مصنف عبدالرزاق مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ مسند عبد بن حمید مسند ابی داؤد الطیالسی سنن دارقطنی صحیح ابن حبان مسند ک حاکم بیہقی کی کل کتابیں طحاوی کی کل کتابیں طبرانی کی سب تصانیف یعنی معجم صغیر و کبیر وغیرہ صحیح ابن خیرک صحیح ابن عوانہ صحیح ابن اسکن منتقی ابن جارد کی تصنیف اور مختارہ ضیاء الدین مقدسی کی۔

طبقة چهارم | میں وہ کتابیں ہیں کہ جن کی احادیث کا قرون سابقہ میں کچھ نام و نشان نہ تھا۔ پھر متاخرین نے ان کو روایت کیا ان احادیث کا حال دو طور پر ہے یا یہ کہ متقدمین نے ان کی کچھ اصل نہ پائی بے اصل جان کے چھوڑ دیا۔ یا کچھ اصل پائی لیکن کسی جرح و قدرح کے سبب ضعیف جان کر ترک کیا بہر حال یہ احادیث اس قابل نہیں کہ ان سے کوئی عقیدہ یا کوئی حکم شرعی ثابت کیا جاوے اور ان کو تمسک قرار دیا جاوے بعض محدثین کو اس باب میں بڑا دھوکا ہو گیا کہ ان کتابوں کی احادیث کو بسبب کثرت طرق روایت کے متواتر جان کر ان سے جہور کے مخالف مذہب قرار دے دیا۔ اور اس کو قطعی اور یقینی مان لیا۔ اور اس طبقہ کی بھی بہت سی کتابیں ہیں لیکن بعض کا نام لکھتا ہوں کتاب الضعفاء لابن حبان تصانیف الحاکم کتاب الضعفاء للعقيلي کتاب الکامل لابن عدی تصانیف ابن مردويه۔ تصانیف خطیب۔ تصانیف ابن شاہین۔ تفسیر ابن جریر۔ فردوس ولیمی بلکہ اس کی کل تصانیف تصانیف ابن نعیم۔ تصانیف جوزقانی۔ تصانیف ابن عساکر۔ تصانیف ابوالشیخ۔ تصانیف ابن نجار۔

وضا عین حدیث | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے بہت سے لوگوں نے جھوٹی

جو زقان ہمدان کے متصل ایک گاؤں ہے ابوالشیخ ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابو محمد اور ابوالشیخ لقب ہے ہمدان

احادیث بنا کر مشہور کر دی تھیں محققین محدثین نے کمال جانفشانی سے قوی و ضعیف و موضوع کو جدا جدا کر دیا۔ اور اکثر جھوٹی حدیثیں مداح لوگوں نے مناقب اور مذمت میں بنائیں اور تفسیر اور بیان سبب نزول اور تاریخ میں اور بنی اسرائیل کے احوال میں اور انبیاء سابقین کے احوال میں شہروں اور کھانوں کے حالات میں درجھاڑے منتر میں و ظائف و اوراد میں اور قصہ خصال و اعظوں نے نوافل کے ثواب و جزا میں بھی بہت سی جھوٹی حدیثیں بنا کر مشہور کر دی تھیں نقل ہے کہ لؤح بن ابی عصمہ نے فضائل قرآن میں بہت سی احادیث بنائیں جب ان کی سند پوچھی گئی تو کہا کہ لوگ ابو حنیفہ کے فقہ کی طرف بہت مائل ہیں اس لئے قرآن کے فضائل میں مصلحت جان کر احادیث کو میں نے بنایا تاکہ اس طرف لوگ زیادہ متوجہ ہوں حالانکہ یہ عذر بدتر از گناہ ہے کیونکہ صحیح احادیث فضائل قرآن میں کیا کم تھیں واضح ہو کہ اس طبقہ کی کتابوں میں بھی کل احادیث موضوع اور بے اصل نہیں۔ ہاں ضعیف و موضوع اکثر ہیں چنانچہ ابن الجوزی نے اپنی موضوعات میں اکثر ان احادیث کو موضوع لکھا ہے اور دلیل وضع بھی بیان کر دی ہے کتاب تزیین الشریعہ بھی ان احادیث کے لئے معیار ہے۔ اور میزان الضعفاء ذہبی کی۔ اور لسان المیزان ابن حجر عسقلانی کی ان کی تحقیق کے واسطے دافی کافی ہے۔ رسائل نوادر شیخ جلال الدین سیوطی انہیں احادیث پر مبنی ہیں اور عجیب و غریب مسائل مخالف جمہور مثل مسح الرجلین از ابن عباس و اسلام ابوین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ بھی انہیں کتابوں سے برآمد ہوتے ہیں محض انہیں کتابوں سے مسائل و عقائد کا اثبات لا حاصل ہے۔ لہذا ہم نے بھی اس کتاب میں ان کتب کی احادیث پر حصر نہیں رکھا ہاں تاہم و تقویت کے لئے کہیں کہیں ذکر کر دیا ہے اس کا کچھ مضائقہ نہیں محقق کو چاہیے کہ اول احادیث کی تحقیق کرے پھر ان سے کوئی مسئلہ ثابت کرے کیونکہ جب تک ہوا اس امر میں شک ہے کہ یہ حدیث حضرت کی ہے یا کسی کی بنائی ہوئی ہے تو اس سے کیونکر استدلال کر سکتے ہیں حدیث منقود تصنیفات حدیث کی سات قسمیں ہیں جامع۔ مسانید۔ معاجم۔ سنن۔ اجزاء علوم پیدا ہوئے رسائل۔ اربعینات جامع محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں کہ جس میں سب قسم کی احادیث پائی جاویں۔ یعنی احادیث

عقائد۔ احادیث احکام۔ احادیث رفاق۔ کہ جن سے رقت قلبی حاصل ہو۔ احادیث آداب اکل و شرب قیام و قعود احادیث متعلقہ بتفسیر قرآن۔ احادیث تاریخ و سیر۔ احادیث فتن کہ جس میں فتنوں اور حوادث کا ذکر ہو۔ احادیث مناقب و مثالب یعنی عیب۔ علمائے ان آسمانہ فنوں کو جداگانہ بھی لکھا ہے پس احادیث عقائد کو علم التوحید والصفات کہتے ہیں اور احادیث احکام کو سنن کتاب الطہارت سے کتاب الوصایا تک بہ ترتیب فقہ اور احادیث رفاق کو علم سلوک و زہد کہتے ہیں۔ اور احادیث آداب کو علم ادب۔ امام بخاری کی اس فن میں ایک کتاب کتاب الادب المفرد بھی ہے اور احادیث متعلقہ تفسیر کو تفسیر کہتے ہیں تفسیر ابن مردودہ۔ و تفسیر و لمی و تفسیر ابن جریر وغیرہ مشہور تفسیریں ہیں۔ تفسیر درمنثور جلال الدین سیوطی سب کی جامع ہے اور احادیث تاریخ و سیر کی دو قسم ہیں وہ جو آسمان و زمین ملائکہ۔ حیوان۔ جن و شیاطین و آتش کی پیدائش سے متعلق ہے اس کو بدر الخلق کہتے ہیں اور جو ہمارے نبی علیہ السلام اور صحابہ اور آلِ عظام رضی اللہ عنہم کے احوال ہیں آپ کی ابتداء کے تولد سے وفات تک ہو اس کو سیر کہتے ہیں۔ اس فن میں سیرت ابن ابی عمیر۔ سیرت ابن ہشام۔ سیرت ملاحم اور سوانے ان کے بہت سی کتابیں ہیں بالفعل روشتہ الاحباب اگر بے تحریف و تبدیل ملے تو بہت غنیمت ہے مدارج النبوة شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف اور سیرت شامیہ و مواہب لدینیہ بھی بسط سے ہیں اور احادیث فتن کو علم فتن کہتے ہیں اور احادیث مناقب اور مثالب کو علم المناقب کہتے ہیں۔ پس جس کتاب میں یہ سب علوم ہوں جیسے جامع ترمذی جامع بخاری اس کو جامع کہتے ہیں۔ صحیح مسلم میں چونکہ احادیث تفسیر و قرأت نہیں اس لئے اس کو جامع نہیں کہتے اور مستداس کہتے ہیں کہ جس میں احادیث کو بہ ترتیب صحابہ جمع کیا جاوے موافق حروف تہجی کے یا موافق سبقت اسلام کے یا موافق شرافت نسب کے یعنی جو صحابی اول اسلام لایا اس کو حضرت سے زیادہ قرابت ہے اس کی حدیث کو پہلے لادیں اور معجم وہ ہے کہ جس میں احادیث کو بہ ترتیب شیوخ جمع کیا جاوے اور یہاں بھی تقدم وفات شیخ کو اعتبار کرتے ہیں یا موافق حروف تہجی کے ترتیب دیتے ہیں یا موافق

۱۲ سیرت سے مؤرخین کے نزدیک غزوات و جہاد بھی مراد ہوتا ہے ۱۲ منہ۔

علم وزہد و تقویٰ شیخ کے ترتیب دیتے ہیں لیکن حروف تہجی کا اکثر اعتبار کیا جاتا ہے اور معاجم ثلاثہ طبرانی اسی قسم کے ہیں اور سنن وہ کتاب ہے کہ جس میں احادیث احکام مذکور ہیں۔ مثل سنن ابی داؤد سنن ابن ماجہ و سنن نسائی جزوہ کتاب ہے کہ جس میں ایک شخص خاص کی احادیث جمع کی جاویں مثل جزوہ حدیث ابی بکر یا مطالب ثنائیہ میں سے ایک مطلب کو خاص کیا جاوے مثل باب النیتہ وغیرہا رسالہ مطلق کتاب کو کہتے ہیں۔ مگر مراد یہ ہے کہ اس میں مطالب ثنائیہ میں سے کسی جزوہ خاص کو لکھتے ہیں جلال الدین سیوطی و حافظ ابن حجرؒ کو تصنیف رسائل میں بڑا ملکہ تھا ابنین چہل حدیث کو کہتے ہیں کہ چالیس حدیث ایک باب میں یا کئی میں ایک سند سے یا کئی سند سے لکھی جاویں۔ چہل حدیث بکثرت ہیں واللہ اعلم الشریب العالمین کے لاکھ لاکھ احسان ہیں کہ اس نے اپنے محمد خاتم النبیین علیہ السلام کے دین کو قیامت تک سلامت رکھنے کی کیا عمدہ تدبیر کی کہ قرآن کو تحریف و تغیر سے محفوظ رکھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی بھی ایسی ہی محافظت کی آج جس قدر فرقہ باطلہ اپنی کتاب کو کتاب الہی کہتے ہیں بھلا وہ ایک ہی سند متصل سے اس کتاب کو اپنے شیئی تک ثابت کر دیں تو اترا اور شہرت تو درکنہ فائدہ قرآن اور حدیث کا سند دین ہونا ظاہر ہے کیونکہ قرآن کتاب الہی ہے جیسا کہ پہلے اس کا اثبات ہو چکا ہے اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم قرآن میں بہت جا مذکور ہے۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ یعنی اللہ کی فرمانبرداری کرو۔ اور اللہ کے رسول کی سو اللہ کی فرمانبرداری اس کی کتاب پر عمل کرنا ہے اور رسول کی فرمانبرداری رسول کے اقوال و افعال کی پیروی ہے۔

اجماع امت | سوم اجماع امت محمدیہ علی صحابہہا السلام۔ تیسری اصل دین میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا اجماع ہے۔ پس جس امر میں امت کا اتفاق ہو گیا وہ حق اور درست ہے کس لئے کہ یہ امت گمراہی پر کبھی متفق نہ ہوگی۔ کیونکہ

فائدہ۔ کتاب و سنت جمہور اہل اسلام کے نزدیک اصل و سند ہے ہاں قرآن معنی سمجھنے اور احادیث کے اعتبار و عدم اعتبار میں مختلف راہیں ہیں اجماع کو بھی جمہور ماننے ہیں گو اجماع کے شروط میں اختلاف ہے شیعہ اہل بیت ہی کے اجماع کو سند کہتے ہیں بعض اہل مدینہ کی اجماع کو سند کہتے ہیں۔ بعض صرف صحابہ کے اجماع کے قائل ہیں جمہور اہل سنت سب کو مانتے ہیں امت سے مراد علماء و صلحاء ہیں نہ عوام نہ جہلا ۱۲ منہ۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ لِّعَالَمِينَ یعنی تم اے امت محمدیہ اچھی امت ہو پس اچھی امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ ورنہ اچھی نہ رہے گی اور تکذیب قرآن لازم آوے گی اور دوسری جگہ ہے وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمَوْءُءِ مِنْ اُولٰٓئِكَ مَا تُوَلِّيْ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا یعنی جو شخص مومنین سے الگ ہو کر اور راہ چلے گا تو ہم اس کو وہی راہ چلائیں گے۔ اور پھر جہنم میں بھلائیں گے اور وہ بڑی جگہ ہے اس سے ثابت ہوا کہ مومنین جس راہ پر ہیں وہ درست ہے اور ان کے خلاف پر چلنے والا گمراہ ہے جہنم میں جاوے گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے لَنْ يَجْتَمِعَ اُمَّةٌ عَلَى ضَلٰلَةٍ یعنی میری امت کبھی کسی گمراہی پر متفق نہ ہوگی وَيَدُّ اللّٰهُ عَلَى الْاٰمِنَاتِ وَمَنْ يَشُدَّ شُدًّا فِي النَّارِ اور جہاں کسی امر میں مسلمانوں کے باہم اختلاف ہو تو جس طرف کثرت ہو اس راہ چلو۔ کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ رہتا ہے یعنی اللہ ان کا طرف دار ہوتا ہے پھر جو ان سے الگ ہوتا ہے تو وہ اکیلا جہنم میں جاوے گا اور بہت احادیث صحیحہ اس امر میں وارد ہیں اور یہ خاص اسی امت کو شرف حاصل ہے اور وجہ بھی اس کی ظاہر ہے کہ ایک رائے دوسرے کی رائے کے ملنے سے بہت قوی ہو جاتی ہے جس طرح بہت سے بال ملانے سے ایک قوی رسی ہو جاتی ہے کہ توڑنے سے نہیں ٹوٹی اگرچہ ایک بال کو جدا کر کے ہر کوئی توڑ سکتا ہے اسی طرح ایک ایک شخص اگرچہ غلطی کر سکتا ہے لیکن جب بہت سے ہوں گے تو ایک کی رائے دوسرے کی رائے سے مل کر قوی ہو جائے گی۔

اجماع کے اقسام اور اسباب وغیرہ اصول فقہ میں مفصل ہیں یہاں ان کے ذکر کی حاجت نہیں۔

قیاس مجتہدین | قیاس ایک حکم تو بسبب اشتراک علت دوسری جائے ثابت کرنا مثلاً

ماری یا تھنک یا ایون کو شراب کی طرح بسبب نشہ کے کہ وہ دونوں میں مشترک ہے حرام کر دینا حکم حنفی کو ظاہر کر دینا ہے اور یہ قیاس کبھی قرآن پر مبنی ہونا ہے جیسا کہ شراب کو قرآن میں حرام کیا ہے اور

سہ قیاس کو بعض نہیں مانتے وہ فرق ظاہر ہے جن کا سردار داؤد ظاہری اصفہانی تھا۔ اور اس کے بعد میں ابن قتیبہ اور ابن حزم اور حال میں قاضی شوکانی تھا آج کل جو فرقہ غیر مقلد ہے وہ انہیں کا مقلد ہے ائمہ مجتہدین کے مسائل اجتہاد میں تقلید یا پابندی ضروری نہیں جانتے۔ اور عجیب ہے کہ ہر کسی کو آزادی عطا کرتے ہیں خواہ قرآن و احادیث میں تدبیر کرنے کی لیاقت ہو یا نہ ہو اور سلسلہ منتظر اہل سنت کو درہم برہم کرتے ہیں آج کل مسلمانوں میں اس جھگڑے نے اور بھی لظاف پیدا کر دیا۔ ۱۲ منہ :

اس کی حرمت کی وجہ نشہ معلوم ہوئی۔ پس جس جس چیز میں نشہ دیکھا۔ سب کو حرام قرار دیا۔ اور کبھی سنت پر چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ گھیوں اور جوار اور خرما اور نمک اور سونا اور چاندی کو دست بدست بدون زیادتی کے فروخت کرنا چاہیے زیادتی سود ہے پس جو گھیوں کو گھیوں سے فروخت کرے تو ادھار نہ بیچے نہ زیادہ لے جس قدر اس کے گھیوں ہوں خواہ اچھے ہوں خواہ بُرے اتنے ہی لیوے پس ان چھ چیزوں پر چونے قلعی وغیرہ اشیا رہیں کہ جہاں دونوں ایک جنس اور ایک قدر کے ہوں قیاس کیا اور حکم دیا کہ یہاں بھی اور زیادتی سود ہے۔ اور کبھی اجماع امت پر مبنی ہوتا ہے۔ مثلاً تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ جس لونڈی سے صحبت کیے اس کی ماں سے صحبت کرنا حرام ہے پس اس پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قیاس کر لیا کہ جس سے زنا کیا ہو اس کی ماں سے بھی صحبت کرنا حرام ہے پس جو امر علماء نے قیاس سے ثابت کیا ہے وہ بھی ہمارے دین میں سند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **فَاَعْيَبُوا بِاُولٰٓئِکَ لَعَلَّہُمْ یَتَّقُوْنَ** اور عبرت پکڑو کفار کے حال کو دیکھ کر اور عبرت کہتے ہیں کسی چیز کو اس کے مثل کی طرف رد کرنے کو گویا کہ یوں فرمایا ان کے حل پر اپنے حال کو قیاس کرو اور قیاس عام ہے خواہ عذاب کا عذاب پر خواہ فروع شرعیہ کا انکے اصول پر ابو داؤد اور ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے کہ معاذ بن جبلؓ کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں قاصی بنا کر بھیجا چاہا تو پوچھا کہ اے معاذ کیونکر فیصلہ کیا کرے گا جب کوئی جھگڑا تیرے پاس آویگا۔ عرض کیا کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ حضرت نے فرمایا اگر وہ مسئلہ تجھے کتاب اللہ میں نہ ملا تو کیا کرے گا۔ عرض کیا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر وہاں بھی نہ ملا تو کیا کرے گا عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور بندہ نہ ہوں گا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے پر اللہ نازل فرمایا کہ سب تعریفیں اس اللہ کو ہیں جس نے اپنے رسول کے رسول کو ایسی توفیق دی کہ جس سے رسول اللہ خوش ہو گیا۔ اور اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہؓ سے فرمایا تھا کہ عصر کی نماز بنی قرظیہ میں پڑھنا پس بعض صحابہؓ نے یہ سوچ کر کہ آپ کا مقصد جلدی ہے اپنے مکان پر عصر پڑھی اور بعض نے اجتہاد نہ کیا بلکہ مطابق امر عالی کے وہاں

جا کر نماز پڑھی۔ لیکن حضرت نے دونوں فریق کو اچھا کہا۔ اسی طرح ترمذی نے اور امام محمدؒ نے اپنے موطن میں اور ابن حبانؒ نے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت سے پوچھا کہ اگر کوئی ذکر کو ہاتھ لگا دے آیا اس کو وضو کرنا لازم آتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بھی ایک عضو ہے منجملہ اعضاء کے پس یہی قیاس ہے کہ اپنے ذکر کے مس سے وضو نہ لڑنے کو اعضاء کے مس پر قیاس فرمایا۔ حاکم اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب حاکم فیصلہ اجتہاد سے کرے پس اگر رائے صواب پر ہے تو اس کو دو اجرا ورا اگر خطا پر ہے تو ایک اجر ہے غرض اور بہت سے مضامین ایسے ہیں کہ جن سے قیاس کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے اور جمہور مسلمان سلف سے خلف تک سب اس کو حجت شرعی کہتے آئے ہیں پس اہل اسلام کا اس کے دلیل شرعی ہونے پر اجماع ہو گیا ہے بخلاف چند مخالفین کے اور کیونکہ قیاس حجت شرعی نہ ہوگا حالانکہ وہ کسی حکم شرعی کو کہ وہ حکم ہر ایک کو معلوم نہ تھا ظاہر کر دیتا ہے نہ کہ قیاس کسی چیز کو اپنی طرف سے ثابت کرتا ہے۔

امک مجتہدین | جو عالم کے احادیث اور قرآن کو خوب سمجھتا ہو جانتا ہو قوی وضعیف ناسخ منسوخ وغیرہ سب اقسام پہچانتا ہو باوجود اس کے جمع علیہ ومختلف فیہ مسائل پر مطلع بھی ہو پھر اگر اس کو قیاس کی قدرت ہو تو وہ مجتہد ہے قیاس اور مجتہد کے دیگر شروط اصول فقہ میں مذکور ہیں ہر چند کہ مجتہد بہت سے گزرے ہیں لیکن ان سب میں یہ چار شخص بڑے نامی اور مقبول ہیں اول امام ابو حنیفہؒ بن ثابت کوئی ان کے زمانہ میں بعض اصحاب رسول بھی موجود تھے ان کے شاگردوں میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ بھی مجتہد تھے دوم امام مالکؒ بن انس مدینہ کے رہنے والے سوم امام محمدؒ بن ادریس شافعی چہارم امام احمدؒ بن محمد حنبلی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ان بزرگان دین نے قرآن اور احادیث سے مسائل نکال کر لوگوں کی آسانی کے لئے الگ جمع کر دیئے اور اس کا نام فقہ رکھا۔ پس جس مسئلہ جزیئہ میں ان کا باہم اختلاف ہے وہاں ابو حنیفہؒ کے پیروں کو حنفی اور مالکؒ کے مقلدوں کو مالکی اور شافعی کے ماننے والوں کو شافعی اور احمد بن حنبلی کے تابعداروں کو حنبلی کہتے ہیں۔

تقلید پر دلیل اول اور ان مسائل میں ان کی پیروی کا نام تقلید ہے اور یہ تقلید

مزدوری ہے کیونکہ ہر ایک کو قرآن مجید اور احادیث سے مسائل کا نکالنا بہت دشوار ہے سوائے مجتہد کے اور کسی کا کام نہیں کیونکہ قرآن میں بعض آیات ناسخ اور بعض منسوخ ہیں پھر ان میں بعض محل بعض مفسر اور کوئی محکم اور کوئی متشابہ ہے۔ پھر کوئی لفظ عام اور کوئی خاص اور کوئی مشترک اور کوئی مادل ہے الغرض میں قدر اقسام اصول فقہ میں مذکور ہیں وہ سب قرآن میں ہیں پھر یا اعتبار ثبوت کے بھی احادیث کی بہت سی اقسام ہیں اور بعد ثبوت کے پھر یہ سب اقسام کتاب اللہ کے وہاں بھی موجود ہیں غرض اور بہت سی چیزیں ہیں کہ مسائل جاننے والے کو ان کا جاننا بہت مزدوری ہے پس ان سب باتوں کی تحقیق خاص مجتہد ہی کا کام ہے گو ظاہر احکام کو اور لوگ بھی جان لیتے ہیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ قرآن و احادیث کی جزئیات پر عمل کرنا ہر مسلمان پر مزدور ہے اور عمل کرنا کسی چیز پر اس کو تفصیل سے جان لینے پر موقوف ہے اور تفصیل سے جاننا ان جزئیات کا مجتہد کے اجتہاد پر موقوف ہے عیاںہ بھی ذکر ہوا ہے قرآن و احادیث کی جزئیات پر عمل کرنا مجتہد کے اجتہاد پر موقوف ہے تو مجتہد کا اتباع اقتداء اس طرح واجب ہے جس طرح اس مسلمان کو کہ جو فرائض نہ جانتا ہو اس عالم کے اقوال کا ماننا کہ جو اسے فرائض نبی سے اقتداء فرض ہے۔

دوسری دلیل | اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے **وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ** کہ قرآن ہر شے کی تفصیل ہے کہ اس میں سب احکام مندرج ہیں اور دوسری جگہ **بِتَسْيَانَا الْكُلِّ شَيْءٍ** یعنی قرآن میں ہر چیز کا بیان واضح ہے پس ان آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر مسئلہ جس تہ موجود ہیں لیکن ہر شخص کو معلوم نہیں کیونکہ صدہا مسائل بیع و شراہ کے سوائے کتب فقہ کے اور کہیں نہیں ملتے پس ظاہر ہوا کہ ان مسائل کے اصول قرآن میں موجود ہیں مجتہد لوگ ان پر قیاس کر کے فروع نکالتے ہیں پس قرآن کے فروع پر عمل کرنا مجتہد کی تقلید پر موقوف ہے اور یہ عمل فروع پر واجب بلکہ فرض ہے اور جس پر واجب یا فرض موقوف ہو نہ ضرورت وہ چیز بھی واجب ہے مثلاً نماز فرض ہے اور یہ موقوف ہے طہارت پر پس پانی کا تلاش کرنا مصلیٰ پر

۱۱ خود پیغمبر خدا علیہ السلام اور صحابہ کا قیاس کرنا ثابت ہو گیا ہے ۱۲ منہ فائدہ۔ امام ابو حنیفہ کی ولادت کوفہ میں جو اب اجاز پڑا ہے صدر اسلام میں دارالعلم تھا ۸۰ھ میں اور وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی اسی سال میں امام شافعی کی ولادت ہوئی امام ابو حنیفہ کے بڑے بڑے محدث شاگرد ہیں عبد اللہ مبارک دیکھ وغیرہ وہ بڑے عالم اور پرہیزگار تھے۔

واجب ہے گو قرآن میں اس کو واجب نہ فرمایا ہو اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاسْتَعْلَمُوا أَهْلَ
 الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ یعنی اگر تم کو کوئی بات معلوم نہ ہو تو جاننے والوں سے دریافت
 کرو مجتہد اہل ذکر ہیں کیونکہ باتفاق علماء اہل الذکر سے اس آیت میں اہل علم مراد ہیں اور وہ
 ائمہ مجتہدین ہیں وقال تعالیٰ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ یعنی اللہ کی تابعداری
 کرو کہ کتاب اللہ پر عمل کرو اور رسول کی تابعداری کرو کہ سنت رسول پر چلو اور اولی الامر کا کہا
 ماؤ یعنی مجتہدین کی اطاعت کرو کہ وہ اللہ اور رسول کا طریقہ اور وہ مسائل خفیہ جو تمہیں
 معلوم نہیں بتلاتے ہیں پس گویا ان کی اطاعت کرنا عین اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
 کرنا ہے دوم اگر ہر شخص ان مسائل میں اپنی اپنی رائے کو دخل دیا کرے تو ایک فساد عظیم دین
 میں واقع ہو جائے صحابہ آنحضرت سے پوچھ لیا کرتے تھے پھر بعد میں جب نئے نئے واقعات
 پیش آئے اور قرون ثلاثہ ہو چکے اور فتنہ و فساد دین میں شروع ہوا تب ان بزرگان
 دین نے قرآن و حدیث میں تبتیح کر کے فقہ کو مرتب کیا اور مسائل جزئیہ کو اپنے موقع پر لکھ دیا
 سو اس زمانے سے اب تک تمام اُمت مسائل جزئیہ میں انہیں چاروں کی مقلد ہے پھر اب جو
 کوئی نئی راہ نکالے تو وہ سواد اعظم کو چھوڑتا ہے۔ افسوس کہ بعض صاحب آج کل عوام کو فتنہ
 میں ڈال رہے ہیں اور مجتہدین خصوص جناب امام ابوحنیفہ پر طعن کرتے ہیں کہ ان کے
 اقوال احادیث کے مخالف اور بے سند ہیں حالانکہ یہ طعن یا نکل غلط ہے کس لئے کہ ان کی کوئی

سلسلہ واضح ہو کہ اولی الامر سے مراد یہاں مجتہدین کیونکہ اول فرمایا اللہ کی اطاعت پھر رسول کی اطاعت پس
 اگر سب سے ایک ہی چیز مراد ہوتی تو ایک ہی ذکر کافی تھا۔ اور یہاں تین کا جُدا جُدا ذکر کیا۔ سو معلوم ہوا کہ اللہ کی اطاعت
 سے کتاب اللہ کا ماننا مراد ہے اور رسول کی اطاعت سے مراد ہے سنت رسول کی اطاعت ان مواضع میں کہ جہاں
 کتاب اللہ میں اس کی صراحت نہ ہو اور بعد اس کے اگر سنت رسول سے کوئی بات معلوم نہ ہو تو وہاں مجتہد کے قول کی اطاعت
 کرو۔ چنانچہ حدیث مساذکی بھی صاف اس مطلب پر دلالت کرتی ہے اور دوسرے صاحب حکم اول اللہ ہے پھر رسول
 پھر رسول کا نائب جس کو کمال علی اور علی بھی حاصل ہو۔ سو یہ مرتبہ مجتہد کا ہے اور کامل اولی الامر بھی ہے ۱۲ مسئلہ۔
 فائدہ گو اولی الامر عام ہے حکام کو بھی شامل ہے مگر زیادہ تر یہ علماء مجتہدین پر صادق آتا ہے ۱۲ مسئلہ۔

سلسلہ اگر کوئی شبہ کرے کہ بیان صادق سے وجوب مطلق تقلید کا ثابت ہوتا ہے یہ نہیں ثابت ہونا کہ ہر شخص ائمہ
 اربعہ میں سے جسے مسائل میں ایک امام کا بالخصوص مقلد ہو کرے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو تلیفیق کہتے ہیں اور یہ
 بالاجماع منع ہے اور اس کے منع ہونے پر بہت سی ادلہ قائم کئے ہیں اس مختصر میں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے ۱۲ مسئلہ۔

بات اور کوئی قول مخالف اور بے سند نہیں ہاں اگر وہ سند تمہیں نہ ملے تو تمہارا قصور ہے ان کے اجتہاد کی قبولیت کی یہ بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار برس سے زیادہ سے آج تک مسلمانوں میں اس کو جاری رکھا۔ اگر یہ تقلید گمراہی ہوتی تو لغو بذات اللہ امت گمراہ شمار کی جاتی پھر اس امت کا خیر ہونا اور جس قدر فضائل قرآن و احادیث میں وارد ہیں سب غلط ہو جاتے۔

طبقات فقہاء فقہاء کے سات طبقہ ہیں اول طبقہ میں مجتہد مطلق ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جو قواعد و اصول مقرر کر کے بدون کسی کی تقلید کے استنباط احکام کرتے ہیں جیسا کہ امام ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور احمد دوم طبقہ میں مجتہد مطلق منسوب ہیں جیسا کہ امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام زفر کہ امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہیں حنفیوں میں سے اور ابن الصلاح و ابن دین و تقی الدین سبکی و تاج الدین سبکی و سراج بلقینی و ابن زملکانی و شافعیوں میں سے اور مثل ابن عبدالبر و ابی بکر ابن العربی مالکیوں میں سے اور حنبلیوں میں سے اس طبقہ میں کوئی نہیں گزرا پس یہ لوگ اپنی قوت سے اجتہاد کی کے مسائل نکالتے ہیں اور فروع اور اصول میں کسی اصول کے مقلد نہیں مگر اپنے اجتہاد میں اپنے امام کا طریقہ مرعی رکھتے ہیں اس لئے ان کی طرف منسوب ہیں۔ طبقہ سوم میں مجتہد فی المذہب ہیں کہ جہاں ان کو ان کے امام کی فقہ میں کوئی مسئلہ صراحتہ نہ ملا تو انہوں نے اپنے امام کے قواعد کلیہ سے اس کو اجتہاد کر کے ثابت کیا مگر یہ لوگ اکثر اپنے امام کے اصول و فروع میں مخالفت نہیں کرتے جیسا کہ طحاوی و کبری و حسی و خصاف و حلوانی طبقہ چہارم میں اصحاب التزییح ہیں کہ وہ اجتہاد پر ہرگز قادر نہیں مگر اس سبب سے کہ ان فروع و اصول میں کمال نظر ہے کسی حکم مجمل کی کہ وہ ابو حنیفہ یا ان کے شاگردوں سے منقول ہو یا کسی قول مبہم کی کہ جس کے دو معنی ہو سکتے ہیں تفصیل اور تاویل کر سکتے ہیں اور اس طبقہ میں قاضی خان اور ابی بکر رازی وغیرہ ہیں بلکہ صاحب ہدایہ بھی اسی طبقہ میں داخل ہے۔ پنجم طبقہ میں اصحاب التزییح ہیں یہ لوگ نہ اجتہاد کی طاقت رکھتے ہیں نہ تزییح کر سکتے ہیں لیکن قوی اور ضعیف میں تمیز کر کے قوی کو ضعیف پر تزییح دے سکتے ہیں

سہ بعض علمائے طبقہ مجتہد فی المسائل کو طبقہ مجتہد فی المذہب سے جدا گنا ہے اور مجتہد فی المسائل امام طحاوی و کبری و حسی و خصاف و حلوانی کو کہا ہے اور مجتہد فی المذہب ابو یوسف اور محمد اور زفر کو قرار دیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مجتہد فی المسائل مجتہد فی المذہب ایک ہی طبقہ میں داخل ہیں۔ کمال الخفی ۱۲۰ منہ

مانند ابیٰ حسین احمد قدوسی کے سشم طبقہ میں وہ ہیں کہ فقط اتنی تمیز کر سکتے ہیں کہ یہ روایت
 قوی مفتی ہے یا نہیں یا یہ مسئلہ ظاہر الروایۃ کا ہے یا روایت نو اور کاماند شخص الامم محمد
 قدوسی اور جمال الدین حصیری اور صاحب کنز اور صاحب المختار وغیرہ مصنفین متون کے بہتم طبقہ
 میں وہ لوگ مقلد ہیں کہ جن کو اس قدر بھی طاقت نہیں۔ اور حقیقت میں یہ لوگ فقہار میں داخل نہیں
 جب فقہاء کے طبقات معلوم ہوئے تو اب ان کی تصنیفات کے طبقات بھی معلوم کرنے چاہئیں۔

طبقات مسائل حنفیہ | واضح ہو کہ یہ کتاب اردو زبان میں غاص ہند کے مسلمانوں کے لئے تحریر کی گئی
 ہے اور اہل ہند اکثر بلکہ کل حنفی ہیں لہذا مسائل حنفیہ کے طبقات کو بیان کرتا ہوں پس مسائل حنفیہ
 کے تین طبقے ہیں اول طبقے میں وہ مسائل ہیں کہ جو ظاہر الروایات سے ثابت ہیں اور ظاہر الروایات
 امام محمدؒ کی ان چھ کتابوں کو کہتے ہیں مبسوط۔ زیادات۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ سیر صغیر۔ سیر کبیر۔ ان
 چھ کتابوں میں امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ اور اپنے متفق علیہ اور مختلف فیہ سب
 مسائل لکھ دیئے ہیں۔ اور ان کتابوں کو ظاہر الروایۃ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مصنف سے بروایت متواتر
 یا مشہور کہ جو ظاہر ہے ثابت ہوئی ہیں۔ طبقہ دوم میں وہ مسائل کہ جو ائمہ مجتہدین سے سوائے ظاہر
 الروایۃ کے اور کتابوں سے ثابت ہیں مثل محیط اور رقیات یعنی وہ مسائل کہ جو امام محمدؒ
 نے شہر رقیبہ میں جمع کئے تھے۔ اور کیسانیات اعمیٰ وہ مسائل کہ جو امام محمدؒ نے ابن عمر و سلیمان
 بن شعیب کیسانی کو لکھوا دیئے تھے۔ اور ہارونیات جو ہاروں رشید کے عہد میں جمع کئے تھے
 اور کتب امالی کہ جو امام ابو یوسفؒ سے منقول ہیں۔ وغیر ذلک اور ان کو نوادر کہتے ہیں۔
 طبقہ سوم وہ مسائل ہیں کہ متاخرین مشائخ نے اصول حنفیہ کے موافق حسب ضرورت آپ
 اجتہاد کر کے ثابت کئے ہیں۔ اور ان کو قنائل اور واقعات بھی کہتے ہیں۔ اور اس طبقہ
 میں اول کتاب نوازل فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ نے جو بڑے محقق تھے تصنیف کی۔ پھر
 بعد ان کے اور بہت سی کتابیں اس میں تصنیف ہوئیں جیسا کہ مجموع النوازل والواقعات الناطقی
 والصدور الشہید کے پھر متاخرین نے طبقہ اولیٰ و ثانیہ و ثالثہ کے مسائل کو مخلوط کر کے

۱۱۴ جو امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردوں نے اولہ اربعہ اعمیٰ قرآن و حدیث و اجماع قیاس سے ثابت کئے ہیں ۱۱۴

ایک جگہ جمع کر دیا جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان وغیرہ۔

اعتراض محض اور | اور بسبب اس غلطی کے بعض متعصب لوگوں کو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ اس کا جواب اور ابو یوسفؒ پر اعتراض کا موقع ہاتھ آیا۔ کس لئے کہ ان فتاویٰ میں ایسے

بھی بعض مسائل ہیں کہ جو احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں یا وہ اصول شرعیہ پر مبنی نہیں۔ پس وہ ائمہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان کو علم حدیث میں دخل نہ تھا۔ لیکن یہ اعتراض بجا ہے کیونکہ ائمہ کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں کہ اصل شرعی سے ثابت نہ ہو کس لئے کہ ان کے زمانے میں چند صحابہؓ اور ہزار ہا تابعین جلیل القدر موجود تھے۔ اور ان کو شب و روز اس کی تلاش تھی اور شہر کو نہ بڑا دارالعلم بھی تھا۔

پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ باوجود ان امور کے ان کو صحیح حدیث نہ ملی۔ کئی قرن بعد والوں کو ملی اور جن کتابوں میں ان کے مسائل کی ادلہ مذکور ہیں متعصب کو لازم ہے کہ وہاں دیکھے کوئی مسئلہ بے دلیل شرعی نہ پاوے گا پس اگر احادیث صحیحہ کے مخالف یا بے اصل شرعی ہیں تو متاخرین کی بعض تفریعات ہیں کہ جو انہوں نے ائمہ کے اصول سے مستنبط کر کے فتاویٰ میں درج کر دیئے اور اس میں بھی وہ معذور بلکہ ماجور ہیں کیونکہ ان کی نیت بخیر تھی۔ لہذا مفتی محقق کو جب یہ ہے کہ تحقیق کر کے فتوے دیوے اور اس کی تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا یہ قول عقد الجبید میں ہے کہ مسائل منہجی بہ تمین قسم پر ہیں۔ ایک وہ کہ ظاہر الروایۃ میں ثابت ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ قبول کئے جاویں دوسری قسم روایت شاذہ امام ابو حنیفہؒ، امام محمدؒ اور ابو یوسفؒ سے ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اصول کے موافق ہے تو قبول کئے جاویں ورنہ نہیں تیسری قسم متاخرین کی تخریج ہے کہ اس پر جمہور متفق نہیں ہیں۔ پس ان کو اصول اور کلام سلف کے نظائر سے مطابق کیا جاوے اگر مطابق ہوں تو خیر ورنہ ان کو ترک کیا جاوے اتنی کلام۔

تنبیہ | البتہ یہ بھی زیادتی ہے کہ صحیح حدیث کے مقابلہ میں تفریعات فتاویٰ پر خواہ صحیح ہوں یا نہ ہوں عمل کیا جاوے اور احادیث صحیحہ پر عمل کرنا مذموم سمجھا جاوے اصل مقصود اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے اور ائمہ کبار کی تقلید بھی اسی وجہ سے واجب ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے قول کے شارح ہیں۔ کچھ زید و بکر کی اطاعت فرض نہیں ہے الہی افراط و تفریط سے بچاوے۔

معتبر کتب | متاخرین کے نزدیک یہ کتابیں بہت معتد ہیں و قایہ مختصر القدوری کنز الدقائق اور بعض کے نزدیک یہ چار کتابیں معتبر ہیں و قایہ کنز الدقائق - مختار - مجمع البحرین - پس جب ان کتابوں کے مسائل اور کتب سے کہیں مخالف ہوں تو ان پر استناد کرنا چاہیے کیونکہ ان کے مصنفین اعلیٰ درجہ کے تھے باوجود اس کے انہوں نے بالتزام ان کتابوں میں فقط ظاہر الروایۃ کے مسائل وضع کئے ہیں اور سوائے ان کتابوں کے اور بہت سی فقہ کی کتابیں متون اور شرح اور فتاویٰ معتبر ہیں کہ ان کے نام کی یہاں گنجائش نہیں مثلاً شرح وقایہ - ہدایہ و فتح القدیر - بحر و فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ ظہیر بہ و درر تنویر الالبصار و شرح درمختار و اشباہ و النظائر وغیر ذلک من تصانیف المتاخرین و المتقدمین لیکن کتب فقہ کے اعتبار کے واسطے قاعدہ کلیہ ہے کہ جس کتاب میں مسائل ظاہر الروایت کے ہوں اور مصنف اس کا مشہور و مقبول ہو وہ کتاب فقہ میں اعلیٰ طبقہ میں ہے۔ اور جس میں یہ وصف نہیں وہ ادنیٰ میں ہے اور ان دونوں میں بہت سے مراتب ہیں۔ اور انہیں اعتبارات سے یہ کتابیں غیر معتبر ہیں قلیہ محیط برہانی سراج و ہاج شرح مختصر القدوری مشتمل الاحکام لغز الدین رومی کنز العباد علی بن احمد غوری کی تصنیف ملا علی قاری نے طبقات حنفیہ میں لکھا ہے کہ اس شخص کی ایک کتاب مفیدستفید بھی ہے جس میں مکروہات مذہب بھردیے ہیں اور ایک کنز العباد ہے اس میں بہت سی واہیات احادیث کہ جن کی کہیں سند نہیں بھردی ہیں مطالب المومنین شیخ بدر الدین تاج بن عبدالرحیم لاہوری کی تصنیف خزانتہ الروایات قاضی جگن حنفی ہشتی ساکن قصبہ کن کی تصنیف اور کن ملک گجرات میں ہے شرعۃ الاسلام محمد بن ابی بکر چوہنی کی تصنیف پونج سمرقند کے نزدیک ایک گاؤں ہے فتاویٰ الصوفیہ فضل اللہ محمد بن ایوب کی تصنیف فتاویٰ الطوری فتاویٰ ابن نجیم - فتاویٰ برہنہ کذافی کتب الطبقات ماسوا ان کے اہم بہت سی کتابیں غیر معتبر ہیں ذرا سمجھ کر فتویٰ دینا چاہیے جس کو زیادہ تحقیق منظور ہو وہ اس فن کی بڑی کتابوں میں رکھے۔

مجتہد سے اجتہاد میں کبھی یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے لیکن مختصر ایوں ہے کہ بعض علماء خطا بھی ہو جاتی ہے | کے نزدیک مجتہد کی رائے میں کبھی غلطی نہیں ہوتی۔

کیونکہ ان کے نزدیک وہاں وہی حکم من جانب اللہ ہے کہ جس کی طرف مجتہد کی رائے گئی اور کوئی حکم مقرر نہیں تھا کہ جس کی مخالفت سے خطا اور موافقت سے صواب پر کہا جاوے لیکن تحقیق یہ ہے کہ مجتہد کی رائے میں کبھی غلطی ہو بھی جاتی ہے بہت سی احادیث اس مضمون کی وارد ہیں کہ جن میں صاف ہے کہ اگر مجتہد خطا کرے تو ایک اجر اور رائے صواب لگا دے تو دو اجر اس کو ہیں چنانچہ پہلے ذکر اس کا گزرا ہے دوم جو چیز قیاس سے ثابت ہوا کرتی ہے تو گویا وہ نص سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ قیاس منظر ہے نہ مثبت اور نص سے ایک ہی چیز ثابت ہوتی ہے پس جہاں دو مجتہدوں کا اختلاف ہوگا تو لامحالہ ایک غلطی پر ہوگا۔ ورنہ دو چیز کا ایک نص سے ثابت ہونا لازم آوے گا۔ تیسرے موضع اختلاف میں اگر مجتہد کی رائے صائب ہو تو واقع میں ایک چیز کا واجب اور غیر واجب ہونا ثابت ہو جائے کذا قیل۔ فائدہ۔ جس جگہ مجتہد کی غلطی معلوم ہو جائے پھر وہاں تقلید اس کے قول کی نہ کرنی چاہیے لیکن مجتہد کی غلطی ثابت کرنا بڑے عالم کا کام ہے اور اس کے لئے بہت سے علوم درکار ہیں نہ یہ کہ اپنی رائے ناقص سے ہرگز نہ اس کسی کے قول یا کسی حدیث ضعیف یا ماہل کے استناد پر غلطی مجتہد کی ثابت کرے جیسا کہ آج کل بہت سے لوگوں میں یہ مرض پھیلا ہوا ہے کہ نفس مطلب حدیث کا بھی خوب نہیں سمجھ سکتے اور تحقیقات تو درکنار پھر مجتہدوں پر طعن کرتے ہیں لغو ذواللہ من شرور انفسہم۔

فصل ۷۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک قسم کا نام فرشتہ ہے۔ قرآن و احادیث بلکہ کتب سابقہ بھی فرشتوں کے ذکر سے پُر ہیں اور اہل نقل اور عقل میں سے کوئی ملائکہ کا انکار بھی نہیں کرتا ہذا دلیل کی حاجت نہیں۔ فائدہ۔ فرشتہ کی حقیقت میں اختلاف ہے جمہور اہل اسلام کے نزدیک فرشتہ جسم لطیف ہے جو ہر صورت میں آسکتا ہے اور افعال قویہ اپنی شان کے موافق کر سکتا ہے حکما کے نزدیک جو ہر خوردہ ہے کہ مادیات سے متعلق ایجاد متعلق ہے نہ وہ مرد ہیں نہ عورت، کھانے پینے سے اور جو چیزیں کھانے پینے سے پیدا ہوتی ہیں سب سے پاک ہیں پس سونا۔ پیشاب و پانچانہ۔ شہوت وغیرہ چیزوں سے دور ہیں بلکہ صفات بشریہ سے جیسا کہ غضب اور حسد اور بغض

اور تکبر اور حرص اور ظلم سب سے بری ہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہیں نہ آگے ان کے کوئی اولاد ہے۔

مشغول عبادت ہیں ہر وقت اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں بلکہ ان کی زندگی بھی یہی ہے پس کسی وقت غافل نہیں ہوتے کما قال اللہ تعالیٰ لِيَسْبَحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ یعنی رات دن اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے نہیں۔

نافرمانی نہیں کرتے کسی کام میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جس چیز کا حکم ہوتا ہے فوراً بجالاتے ہیں قال تعالیٰ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ط یعنی اللہ تعالیٰ کی کسی امر میں نافرمانی نہیں کرتے اور جس چیز کا ان کو حکم ہوتا ہے اس کو کرتے ہیں پس سب ملائکہ کبیرہ صغیرہ گناہ سے پاک ہیں ابلیس جو کافر ہو گیا اس نے اللہ کی نافرمانی کی تو یہ حقیقت میں فرشتہ نہ تھا بلکہ اصل میں جن تھا۔ کثرت عبادت کے سبب فرشتوں میں بلا رہا کرتا تھا۔

کما قال تعالیٰ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ یعنی قوم جن میں سے تھا آخر نافرمان ہوا حکم الہی سے بسبب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے اور باروت و ماروت صحیح یہی ہے کہ وہ دو فرشتے نہ تھے بلکہ دو شخص تھے جن کو مجازاً فرشتہ کہتے ہیں اور جس قرأت میں ملکین کو بالکسر پڑھا ہے وہ اس کی موید ہے اللہ کو اس قوم کی آزمائش منظور تھی اور اس قوم کو جادو سے نہایت شوق تھا۔ پس جو شخص ان سے جادو سیکھنے آتا تھا اول اس سے یہ کہہ دیتے تھے اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ کہ ہم آزمائش کو آئے ہیں جادو سیکھ کر کافر نہ ہو پس جس کو اللہ ثابت رکھتا وہ نہ سیکھتا۔ ورنہ سیکھ کر کافر ہوتا۔ اور غضب الہی میں شامل ہوتا اب رہا چاہے بابل میں معذب ہوتا سو یہ کسی نص قرآنی سے ثابت نہیں۔ اور نہ کسی اور سند صحیح سے ثابت ہو اور نہ ہرہ کا قصہ جو نقل کرتے ہیں وہ بے اصل ہے اس کے راوی اکثر ضعیف ہیں۔ کس لئے کہ فرشتہ سے یہ امر ناممکن ہے کیونکہ جو کھاتے پیتے نہیں ان سے یہ حرکت نہیں ہو سکتی اور پہلے ہم کہہ چکے ہیں کہ فرشتے کھاتے پیتے کچھ نہیں۔

مختلف کاموں پر مامور ہیں وہ بہت سے ہیں پس جس جس کام پر اللہ تعالیٰ نے ان کو مقرر کر دیا اس کو کرتے ہیں۔ تعداد ملائکہ کی اللہ ہی کو معلوم ہے لیکن اس کثرت سے ہیں کہ کوئی چیز

آسمان و زمین کی ان سے خالی نہیں پس بعض کو اللہ نے ابر سے متعلق کر رکھا ہے اور بعض کو ہوا سے اور بعض روزی پہنچانے پر مقرر ہیں اور بعض جان قبض کرنے پر مقرر ہیں بعض آدمی کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں کما قال تعالیٰ وَ اِنَّ عَلَیْكُمْ لَحَافِظِیْنَ كِرَامًا كَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ط۔ یعنی تم پر بزرگ محافظ چھوڑ رکھے ہیں کہ وہ تمہارے اعمال لکھتے ہیں اور جو جو تم کرتے ہو وہ اس کو جانتے ہیں اور بعض آدمی کو بلیات سے محافظت رکھنے پر مقرر ہیں کما قال تعالیٰ یَحْفَظُوْنَہُ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ یعنی انسان کی امر الہی سے محافظت کرتے ہیں اور بعض عرش الہی کے گرد بیس و تہلیل کرنے پر مقرر ہیں اور بعض عرش کے اٹھانے والے ہیں کما قال تعالیٰ الَّذِیْنَ یُحْمَلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَہُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّہِمْ یعنی جو فرشتے عرش کو اٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اللہ کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں اور بعض صور پھونکنے پر مقرر ہیں اور بعض قبر میں مردہ سے سوال کرنے پر مقرر ہیں اور بعض دوزخ میں عذاب کرنے پر اور بعض جنت میں مومنین کے کاروبار پر مقرر ہیں الغرض ہر ہر جزو عالم دنیا و آخرت کے ساتھ فرشتے مقرر اور موکل ہیں۔

سب سے مقرب چار ہیں | لیکن ان سب میں یہ چار فرشتے سب سے افضل اور مقرب ہیں۔ جبرئیل میکائیل۔ اسرافیل۔ عزرائیل علیہم السلام سب سے افضل ہونا ان کا حدیث سے ثابت ہے اور جمہور مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے اور ما سوائے ان کے اور سب سے بہت سے ملائکہ اللہ کے نزدیک بڑے مقرب ہیں۔ فائدہ جبرئیل انبیاء علیہم السلام پوچھی لایا کرتے تھے اور میکائیل حکم الہی سے خلق کو روزی پہنچاتے ہیں اور مینہ کا سامان کرنے پر موکل ہیں اور اسرافیل قیامت کو صور پھونکیں گے اور عزرائیل عالم کی ارواح قبض کرنے پر مقرر ہیں۔ واللہ اعلم۔

فصل ۸۔ ایمان کے بیان میں۔

بحث اول ایمان | شرع میں ایمان یہ ہے کہ جو چیزیں نبی اللہ کی طرف سے بندوں کے پاس کی ماہیت | لائے ہیں اس کو دل سے پچ جانے اور زبان سے اقرار کرے مجلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع امور میں کہ وہ ان کو اللہ کی طرف سے لائے ہیں اور قطعی الثبوت ہیں دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان اجمالی ہے اس کا رہنما ایمان تفصیلی سے کم نہیں

پس جو مجھلا یہ کہہ کے مر گیا تو مومن شمار کیا جاوے گا۔ اور ایمان اجمالی میں کلمہ شہادت
 اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ صدق دل
 سے کہنا کافی ہے پس جس نے یہ کہا مومن ہوا۔ اور ایمان تفصیلی یہ ہے کہ جس قدر دین کی چیزیں
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یقیناً ثابت ہیں تفصیل سے ایک ایک کو پتہ جائے اور ان کے حق
 ہونے کا اقرار کرے اور اگر ان میں سے ایک کا بھی انکار کرے گا تو قطعی کافر ہوگا اور کفار کی
 مانند ابدالاً باد جہنم میں رہے گا۔ نعوذ باللہ منہا جو چیزیں قرآن کی ظاہر عبارت سے ثابت ہیں
 اور جو خبر متواتر سے ثابت ہیں ان کا ثبوت یقینی ہے چنانچہ اس کی تفصیل پہلے ہم بیان کر چکے
 ہیں وہاں دیکھ لینا چاہیے پس وہ یقینی الثبوت چیزیں ہیں کہ جن پر ایمان تفصیلی میں ایک ایک
 پر تفصیل سے ایمان لانا واجب ہے بہت ہیں لیکن ان میں سے ان پانچ چیزوں کی زیادہ تاکید
 ہے اول اللہ تعالیٰ پر ایمان لاوے اس کو اس کے جمیع صفات حسنہ سے موصوف اور بڑی
 صفتوں سے پاک سمجھے دوسرے فرشتوں کو حق سمجھے تیسرے تمام انبیاء علیہم السلام کو چوتھے
 کتابوں کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر خلق کی ہدایت کے لئے نازل کی تھیں پانچویں یہ
 کہ مرنے کے بعد زندہ ہونے اور قیامت کے آنے کو حق سمجھے سو قرآن مجید میں ان چیزوں پر
 ایمان لانے کی بہت تاکید ہے اور جا بجا ان کا ذکر ہے از انجملہ یہ آیت ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
 آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ
 مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا
 بَعِيدًا اے مومنو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور
 اس کتاب پر جو اتاری گئی ہے (تورات و انجیل وغیرہ) اور جو انکار کرے گا اللہ کا اور اس
 کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور قیامت کے دن کا پس تحقیق
 وہ بہت گمراہ ہوا اسی سبب عقائد میں ان چیزوں کے اثبات کے لئے علیحدہ باب مقرر کئے
 گئے ہیں اور وہاں ہر ایک کی تحقیق کی گئی ہے اور حدیث میں بھی ان کا بہت ذکر ہے کہ
 قدر مشترک ان کا حد تو اترو کو پہنچ گیا ہے چنانچہ بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ
 جبریل علیہ السلام نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی تفسیر پوچھی پس آپ

نے فرمایا اَنْ تُوْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ الْحَدِيثِ
ایمان یہ ہے کہ اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں
کو اور قیامت کے دن کو حق جانے اور اس کے بعد حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ نیکی بدی اللہ کی تقدیر
سے ہے اس پر بھی ایمان لاوے اسی جائے سے اہل سنت والجماعت کے ہاں تقدیر پر بھی ایمان
لانا چاہیے کیونکہ فرادویٰ فرادویٰ حدیث اگرچہ احادیث ہیں لیکن سب سے ایک مضمون کہ جس سے
تقدیر پر ایمان لانا ثابت ہے حدیث تواتر کو پیش کیا گیا ہے۔ لہذا منکر تقدیر کو بعض نے کافر کہا ہے
لیکن ان پانچ چیزوں پر ایمان لانے میں سب فرقے اہل اسلام کے متفق ہیں اور ان میں سے کسی
کا بھی کوئی انکار کرے گا تو سب کے نزدیک بالائتفاق کافر ہوگا۔

بحث دوم | یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ ایمان تصدیق قلب اور زبان کے اقرار سے حاصل ہے سو یہ نزدیک
امام شمس الائمہ اور امام فخر الاسلام کے ہے لیکن ان کے نزدیک بھی عذر سے زبانی اقرار کرنا
مزدوری نہیں بلکہ وہاں فقط دل ہی سے تصدیق کرنا ضروری ہے جیسا کہ حالت اکراہ میں لیکن
جمہور محققین اور امام ابو منصور ماتریدی کے نزدیک ایمان فقط ان چیزوں کو دل سے تصدیق
کرنا اور سچا جاننا ہے اور زبان سے اس کی سچائی کا اقرار کرنا دنیا میں احکام جاری کرنے کے
لئے شرط ہے کیونکہ تصدیق قلبی ایک پوشیدہ چیز ہے ہر ایک شخص اس کو نہیں جانتا۔ پس
ضرور ہے کہ اس کے لئے کوئی علامت ہو کہ اس سے وہ تصدیق معلوم ہو جایا کرے۔ سو وہ
علامت زبانی اقرار ہے جس شخص نے دل سے تصدیق کی اور اقرار زبانی نہ کیا تو وہ اگرچہ
احکام دنیا میں مومن نہ شمار کیا جاوے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مومن ہے۔ اور
جس نے دل سے تصدیق نہ کی اور فقط زبان سے اقرار کیا تو وہ لوگوں کے نزدیک ظاہر احکام
میں مومن لیکن اللہ کے نزدیک وہ شخص کافر ہے۔ اور اس کو منافق کہتے ہیں اور اس

سے یعنی اگر کوئی شخص کسی مومن کے قتل پر آمادہ ہو کر اس سے یوں کہے کہ تو اللہ یا اس کے رسول کا انکار
کر یا کوئی اور کلمہ کفر کہلاوے پس اگر وہ مومن دل سے نہ کہے بلکہ زبان سے اس کی بلا دور کرنے کو کہے گا کافر نہ
ہوگا۔ کیونکہ اکراہ یعنی زبردستی کا وقت ہے اور اس وقت میں دل سے خدا اور رسول کی تصدیق کافی ہے۔

زبانی اقرار شرط نہیں پس اگر زبانی اقرار ایسے وقت میں فوت ہوا تو کافر نہ ہوا۔ ۱۲۱ منہ۔

قول کی تائید کرتے ہیں یہ نصوص قال اللہ تعالیٰ اُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْاِيْمَانَ - ان لوگوں کے دلوں میں ایمان لکھا ہے ثابت ہوا کہ ایمان دل سے ہے نہ زبان سے وقال تعالیٰ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ کہ دل اس کا ایمان سے مطمئن ہووے وقال وَمَا يَدْخُلُ الْاِيْمَانَ فِي قُلُوبِكُمْ اے اعراب ابھی تمہارے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا ہے ان سے بھی یہی مدعا ثابت ہوا۔

سوال - اگر ایمان فقط دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے تو دل سے کافر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کیا کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَعْرِفُوْنَهُ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَنْبَاءَهُمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ اور بھولتا نہیں۔

جواب - معرفت اور چیز ہے تصدیق اور چیز ہے معرفت بے اختیار علم ہے جیسا کسی کی نظر دیوار پر اچانک جا پڑے اور بعد نظر پڑنے کے خواہ مخواہ اس کو اس دیوار کا علم آجاتا ہے اور تصدیق یہ ہے کہ اختیار اور ارادہ سے کسی چیز کو جانے معرفت فقط جان لینا ہے اور تصدیق مان لینا ہے اور قبول کرنا ہے سو کافر لوگ آثار نبوت دیکھ کر جانتے تھے بے اختیار ان کو علم حاصل تھا۔ لیکن مانتے نہ تھے حاصل یہ ہے کہ ان کو معرفت حاصل تھی یہ ایمان نہیں اور تصدیق جو ایمان ہے وہ حاصل نہ تھی۔

بحث تیسری | اعمال صالحہ سے ایمان کو روشنی اور رونق حاصل ہوتی ہے لیکن اعمال صالحہ ایمان میں داخل نہیں کہ اس کا جزو ہوویں اسی سبب سے بد اعمال کرنے سے ایمان نہیں جاتا ہاں رونق جاتی رہتی ہے اور دلیل یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ کی صحت کے واسطے ایمان کو شرط پھیرا یا ہے اور مشروط شرط میں داخل نہیں ہوتا قال تعالیٰ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ اُوْنْتُنَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ یعنی جو کرے نیک کام خواہ مرد ہو خواہ عورت بشرطیکہ مومن ہو اور دوسرے معطوف معطوف علیہ سے غیر ہونگے حالانکہ قرآن میں اعمال کو ایمان پر عطف کیا ہے اور اعمال کو معطوف اور ایمان کو معطوف علیہ قرار دیا ہے اس قاعدے کے بموجب ایمان سے اعمال غیر ہونے چاہئیں کما قال تعالیٰ اِنَّ الدِّيْنَ اَمْنًا وَعَمَلًا الصَّالِحًا

ہی جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تیسرے جس شخص سے کہ بعض اعمال صالحہ ترک ہو جاویں۔ اس کو بھی مومن کہا ہے کما قال وان طائفان من المؤمنین فتتلوا۔ اگر دو گروہ مومنوں کے آپس میں لڑائی کریں حالانکہ لڑائی کرنا گناہ ہے لیکن اس کو بھی مومن کہا چوتھے اصل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اعمال اس میں داخل نہیں ہو سکتے سو یہ ضعیف رائے نرفہ معتزلہ کی ہے کہ وہ اعمال صالحہ کو نفس ایمان کا جزو کہتے ہیں اور جس سے شاہ کبیرہ ہو جائے اس کو اس بنا پر مومن نہیں کہتے۔ لیکن جمہور محدثین اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور اوزاعیؒ اعمال حسنہ کو کامل ایمان کا جزو کہتے ہیں کہ کامل ایمان بدوں اعمال حسنہ کے ہرگز نہ ہو گا۔ پس جس سے اعمال ترک ہوں گے اس کا ایمان کامل نہ رہے گا بل نفس ایمان باقی رہے گا۔ اعمال حسنہ کو نفس ایمان کا جزو نہیں قرار دیتے کہ جزو کے جانے سے وہ نفس ایمان بھی جاتا ہے سو یہ رائے امام شافعیؒ کی بہت درست ہے اور مطابق ہے قرآن و حدیث کے اور اس رائے پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا۔ فائدہ۔ الشان کو چاہیے کہ دل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع امور میں تصدیق اور زبان سے اقرار کرے اور اعمال حسنہ بھی کرے تاکہ سب کے نزدیک بالفاق مومن کامل ہو جاوے۔

بحث چوتھی | بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا اور بعض کہتے ہیں ہوتا ہے سواول رائے امام ابو حنیفہؒ کی ہے اور دوسری امام شافعیؒ کی، امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ایمان فقط تصدیق قلب کا نام ہے۔ سو وہ کسی عمل صالح کے کرنے نہ کرنے سے کم زیادہ نہیں ہوتی اور امام شافعیؒ ایمان میں اعمال کا اعتبار کر کے باعتبار کم زیادہ ہونے اعمال کے ایمان میں زیادتی کی تصور فرماتے ہیں بعض محققین کہتے ہیں کہ اگر اعمال کا اعتبار نہ کریں تب بھی تصدیق کو ایک دوسرے کی تصدیق سے باعتبار قوت اور ضعف یقین کے کم زیادہ کہہ سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ امت میں سے کسی کی تصدیق قلب جبریلؑ یا نبی علیہ السلام کی تصدیق کے برابر نہیں ہو سکتی اور تائید کرتی ہے اس کی یہ آیت قال اولم توعم من قال بلی و لکن لیطمئن قلبی یعنی اے ابراہیم تو ہماری قدرت پر ایمان نہ لایا کہ مشاہدہ طلب کرتا ہے۔ ابراہیم نے کہا ایمان تو لایا ہوں لیکن اطمینان کیلئے مشاہدہ چاہتا ہوں لیکن اس بحث پر کچھ اثر

مترتب نہیں بلکہ ایک تحقیق علمی ہے۔

ایمان اور اسلام | شرع میں جس کو مؤمن کہتے ہیں اس کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور جو ایک ہی چیز ہے | مسلمان ہے وہ مؤمن بھی ہے کس لئے کہ اسلام خضوع اور احکام الہی کے قبول کرنے کو کہتے ہیں اور یہی بات تصدیق قلبی میں ثابت ہے کیونکہ تصدیق بھی مان لینے اور قبول کرنے کو کہتے ہیں پس بدون ایمان کے اسلام نہ پایا جاوے گا۔ اور بغیر اسلام کے ایمان نہ ثابت ہوگا۔

ایمان میں شک | جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دل سے تصدیق کی اور زبان سے اقرار نہ چاہیے! | کیا تو وہ شخص قطعی مؤمن ہو گیا۔ اور وہ شک کے طور پر یوں نہ کہے کہ میں مؤمن ہوں انشاء اللہ تعالیٰ بلکہ انشاء اللہ کے لفظ کو ترک کرے کس لئے کہ جب ایمان پایا گیا تو وہ قطعی مؤمن ہو پھر شک کے لئے انشاء اللہ کا اس کے ساتھ ملانا منع ہے ہاں اگر اس نیت سے کہے کہ خاتمہ کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے یا متبرک سمجھ کر کہے تو درست ہے لیکن بہر حال نہ کہنا اولیٰ ہے کیونکہ اس کلمہ کے کہنے سے سننے والے کو اس کا شک ثابت ہوگا۔ سو یہ بھی بُرا ہے اور اگر واقع میں اس قائل کو اپنے ایمان میں شک ہے تو یہ کفر ہے۔
لغوٰذ باللہ منہ۔

عذاب موت کے | باس شدت اور عذاب کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد آخرت کا بعد ایمان مقبول نہیں | احوال دیکھنا ہے کہ موت کے وقت ہر شخص کو نظر آیا کرتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر شخص موت کے وقت اپنی جگہ دیکھتا ہے مؤمن کو جنت کا سفر کو دوزخ نظر آتی ہے اگر ایسے وقت کوئی کافر ایمان لاوے تو یہ ایمان بالاتفاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہ ہوگا لکن اللہ تعالیٰ فَلَئِمَّا يَنْفَعُهُمْ اِيَّاكُمْ لَمَّا آذَابَ مَا مَسَّكُمْ۔ یعنی جب کفار نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تب ان کے ایمان لانے سے کچھ نفع نہ ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے

۱۔ لغوی معنی کے لحاظ سے کبھی دونوں لفظوں میں فرق بھی ہوتا ہے ایمان تصدیق قلب کا کام اور اسلام اعمال النبی و اسی لئے حدیث جبرئیل میں اسلام سے سوال جدا جدا اور ایمان سے جدا جدا اور دونوں کے دو جواب بھی دیئے گئے۔ اور قرآن میں بھی آیا ہے قل لم تؤمنوا و لکن تولوا۱۱ سلما مگر عرف شرع میں دونوں کا ایک ہی مصداق ہے ۱۲۔

ایمان غیب پر اختیار سے لانا چاہیے اور جب کسی نے آخرت کا حال دیکھ لیا تب وہ اس سے
 ائب نہ ہوا بلکہ اس پر ظاہر ہو گیا۔ اور یہ ایمان جس طرح کسی چیز پر نظر پڑنے سے اس کا علم ہے اختیار آجانا
 سے اسی طرح بے اختیار حاصل ہوا۔ ہاں اگر کوئی مومن اس وقت اپنے گناہوں سے توبہ کرے
 اس کو بعض نے مقبول کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ توبہ بھی اس وقت کی مقبول نہیں قال تعالیٰ
 لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي
 نَمْتُ الْإِنِّ الْآيَةَ لَعْنَةُ اللَّهِ لِيَسْتَأْذِنَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ أَن يَحْبِسَ قَوْلًا كَلِمَاتٍ أَلَمْ تَكُنْ أَتَىٰ
 لَكُمْ فِيهَا آيَاتٌ لَّئِي تَتَّقُوا اللَّهَ يَوْمَ تُؤْتَوْنَ الْقَوْلَ لَعْنَةُ اللَّهِ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا أُولَٰئِكَ
 لَمْ يَجْعَلْ لَهُمْ تَوْبَةً وَلَا يَخْرُجُونَ ۚ

بے اختیار توبہ کرنا ہوں۔ **ایمان** علیہ السلام ان الله يقبل توبته العبد ما لم يُغزِ غزاهُ بنی
 علیہ السلام نے فرمایا ہے غرغره بولنے سے پہلے پہلے بندہ کی توبہ کو اللہ قبول کرتا ہے پس ثابت
 ہوا کہ جب غرغره بولا تب توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اور غرغره بولنے کا وقت نزع کا وقت ہے کہ
 جب آخرت کے احوال دکھائی دینے لگتے ہیں النان کو لازم ہے کہ گناہ سے تائب رہا کرے کیونکہ
 موت کا اعتبار نہیں۔ اگر ناگہاں آگئی تو اس وقت کی توبہ فائدہ نہ بخشنے گی۔ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ
 إِنَّكَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ۔

بیرہ گناہ سے کس لئے کہ ایمان فقط دل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا جانے کا نام ہے
 ایمان نہیں جاتا سو اس میں اعمال حسنہ داخل نہیں ہیں جیسا کہ پہلے اسکی تفصیل گزری پس وہ
 تصدیق قلبی کہ جبکہ معنی دل سے سچ ماننا ہے اعمال حسنہ ہونے کے سبب سے نہیں زائل ہوتی اور
 گناہ کبیرہ کرنے سے نہیں دور ہوتی ہے البتہ ایمان کا کمال اور رونق جاتی رہتی ہے اور ایمان
 کامل نہیں رہتا ہے پس ثابت ہوا کہ ایمان دو طرح کے ہیں ایک کامل کہ جو گناہ نہیں کرنے دوسرے
 ناقص کہ جو معصیات میں آلودہ ہیں معتزلہ کہتے ہیں کہ کبیرہ کرنے سے ایمان جانا رہتا ہے کیونکہ ان
 کے نزدیک اعمال حسنہ ایمان میں داخل ہیں اور کافر بھی نہیں ہوتا ہے یہ معتزلہ کی اول بدعت ہے کہ
 حسن لہری کے روبرو انہوں نے ایجاد کی تھی اور کفر و ایمان کے بیچ میں ایک واسطہ نکالا تھا جیسا کہ
 شروع کتاب میں اس کا قصہ نقل ہوا ہے (اور نہ کافر ہوتا ہے) بلکہ قرآن و احادیث صحیحہ میں کبیرہ
 کرنے والے کو مومن کہا ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہوا اور صحابہؓ اور تابعین اور جمہور مسلمین انکے
 بعد کبیرہ کرنے والے کو کافر نہیں کہتے تھے بلکہ سب احکام ایمان کے س پر جاری رکھتے تھے اس

کے مرنیکے بعد اسکی نماز پڑھتے تھے۔ اور قبور مسلمان میں اسکو دفناتے تھے اور اس کے مال میں تو بیٹ
 جاری رکھتے علیٰ ہذا القیاس علی الخصوص جب اللہ کے عفو کی امید سے گناہ سرزد ہوا تو ہم کس طرح
 سے کافر اس کو کہیں۔ خوارج کے نزدیک کبیرہ سے کیا بلکہ صغیرہ سے بھی کافر ہو جانا ہے اور جن نصوص
 میں اعمال کے کرنے سے یا نہ کرنے سے کافر کہا ہے ان کو سند میں پیش کرتے ہیں مثل ^{۱۱} تَرَكَ الصَّلَاةَ
^{۱۲} مَنَعِدًا فَقَدْ كَفَرَ ان کا جواب یہ ہے کہ نصوص کے وہ نصوص کثیرہ کہ جن میں کبیرہ کرنے والے
 کو مومن کہا ہے معارض ہیں پس ضرور ہے کہ ان کو خلاف الظاہر قرار دیکر ان کی تاویل کرینگے
 پس اہل حدیث کے یہ معنی ہوں گے کہ جو حلال سمجھ کر ترکِ صلوٰۃ کر لیا وہ کافر ہو گا علیٰ ہذا القیاس
 اور دوسرے خلاف اجماع ہے ہم پوچھتے ہیں کہ جب کبیرہ و صغیرہ کرنے سے کافر ہو گیا تو ان آیات و
 احادیث کے کیا معنی ہوں گے کہ جن میں سوائے شرک کے سب گناہوں کی بخشش کی بشارت ہے اور
 اللہ تعالیٰ کی صفت عفا ری پھر کہاں ظاہر ہوگی کس لئے کہ کافر اور مشرک تو بالاتفاق نہ بخشا جاوے
 گا اور تو بہ کرنے سے بھی بالاتفاق عذاب نہ ہوگا۔ فائدہ۔ کبیرہ گناہ لعنت میں بڑے گناہ کو کہتے
 ہیں اور شرع میں اس گناہ کو کہتے ہیں کہ جس کام کو شارع نے حرام کہہ دیا ہو اس کے اوپر کوئی عذاب
 مقرر کیا ہو۔ یا اور طرح سے اسکی مذمت کی ہو اور یہ وعید و حرمت و مذمت خواہ قرآن سے خواہ
 کسی حدیث سے ثابت ہو۔ جس کام کو شرع نے فرض کیا ہو اسکو ترک کیا جاوے اور گناہ کبیرہ بھی اس پر
 میں ایک دوسرے سے کم زیادہ ہے مگر یہاں کبیرہ سے سوائے کفر و شرک کے اور کیا مراد ہیں کبیرہ
 ان سے بالکل کافر ہو جانا ہے بخلاف اور کبائر کے کہ اگر ان کو بُرا جان کر کرے گا تو کافر نہ ہوگا پس
 کیا کبیرہ سے ہیں حضرت نبی علیہ السلام نے ہر سائل کے موافق ذکر فرما دیا ہے حصر نہیں کیا ہے کہ اتنے
 ہی کبائر ہیں اور تفصیل کبائر کی علمائے اپنی کتابوں میں خوب کی ہے مگر کچھ کبائر میں بھی مختصر یہاں
 ذکر کرتا ہوں۔ ناحق قتل کرنا۔ زنا کرنا۔ پارسا عورت یا مرد کو زنا کی ہمت لگانا۔ جنگ میں کفار سے
 بھاگنا۔ جادو کرنا۔ یتیم کا مال ناحق کھانا۔ شراب پینا۔ خنزیر کا گوشت کھانا۔ سُود لینا۔ جوا کھیلنا۔
 اِغْلَام کرنا۔ لینے دینے میں کم تولتا چوری کرنا۔ کسی کا مال زبردستی چھین لینا۔ رستہ لوٹنا۔ جھوٹ
 بولنا۔ جھوٹی گواہی دینا۔ گواہی کو چھپانا۔ غیبت کرنا۔ گالی دینا۔ امانت میں خیانت کرنا۔ مالِ
 کی نافرمانی کرنا۔ ان کو ناحق ستانا۔ قراہتوں سے ترک کرنا۔ جو رو کو اپنے میاں سے نافرمانی کرنی

مسلمان سے دل میں بدگمان ہونا۔ نسب پر فخر کرنا کسی کے نسب پر طعن کرنا۔ شصیت میں سچ
 لے رونا۔ شہ پٹینا۔ کپڑے پھاڑنا۔ باجے سے راگ سننا۔ بد عہدی کرنا۔ رکھلانے کو عبادت کرنا
 قرآن پڑھ کر بھولنا۔ بے عذر شرعی کسی فرض کو ترک کرنا ان کے سوا اور بھی کہا کرتے ہیں۔

گناہ صغیرہ | اور کبیرہ کے سوا جو گناہ ہیں صغیرہ ہیں جیسا کہ غیر عورت کا بوسہ لینا۔ ہاتھ لگانا
 لیکن جو صغیرہ پر ہٹ کرے گا وہ کبیرہ ہو جائے گا۔ اور کبیرہ پر ہٹ کرنا کفر تک پہنچا دے گا۔
 اور جو کبیرہ کر کے نادم ہوگا اور آئندہ کو ترک کا قصد کرے گا وہ معاف ہو جائے گا بشرطیکہ
 کسی بندے کا حق نہ ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ گناہ کرنے سے دل پر ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا
 ہے پس اگر توبہ کی تو دور ہو گیا ورنہ دن بدن کثرت گناہوں سے یہاں تک پھیلتا ہے کہ تمام دل کو
 ڈھانک لیتا ہے پس جب یہ ذوبت پہنچتی ہے تو اس دل پر کسی کی نصیحت اور وعظ اثر نہیں کرتا اور
 اللہ تعالیٰ نے جو قرآن میں فرمایا ہے کہ کافروں کے دل پر مہر ہے وہ یہی مہر ہے نفس بد کو اول
 لذات مباحات سے روکنا چاہیے تاکہ آرام طلب نہ ہو جائے اور نیکرو بات اور مشتبہات میں
 نہ پھنسے پھر بعد اس کے حرام کا دروازہ نہ جھنکوائے یہاں تک تو ایمان بھی رہتا ہے بعد اسکے
 کفر ہے سو ایسا شخص انجام کو کفر تک پہنچ جاتا ہے اگر اس نفس بد کو اول مباح چیزوں میں روک
 تو اس مرتبہ تک نہ پہنچتا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ جب سزاؤں کے درجوں پر چڑھتا ہے تو اول ایمان آنا
 ہے بعد اس کے فرائض اور واجبات پر مستقیم ہوتا ہے بعد اس کے مستحبات پر قائم ہونا ہے
 بعد اس کے نوافل پر ثابت ہوتا ہے پس جب یہاں تک پہنچا تو جذبہ عشق الہی کا آیا اور
 اس کو خاصان درگاہ میں کھینچ کر لے گیا۔

مومن کامل بلا عذاب | مومن کامل دوزخ میں نہ جائے گا بلکہ ہمیشہ جنت میں رہے گا
جنت میں جائے گا | مومن کامل وہ ہے کہ ایمان کے بعد اچھے اعمال کر کے گناہوں
 سے دور رہے اور بشریت سے اگر کبھی گناہ ہو جائے تو توبہ اور مستغفار کرے جیسا کہ پہلے
 اس کا ذکر ہوا۔ کما قال اللہ تعالیٰ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُُنٍ مِّنْ تَحْتِهَا نَاجِيَاتٌ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ
 رَبُّهُمْ وَعَذَابُ الْجَحِيمِ لِعَيْنٍ يَّرَبَّزُونَ لَوْ كَانُوا يَدْرُسُونَ وَنَحْمُكُمْ
 بسبب ان نعمتوں کے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو عطا فرمائی ہیں اور بچاؤ لے گا انکو عذاب دوزخ سے الغرض قرآن میں بہت سی

آیات ہیں کہ جن سے مومن کامل کا ہمیشہ جنت میں رہنا اور دوزخ سے نجات پانا ثابت ہے اور سلف سے خلف تک اس پر سب متفق ہیں۔

مومن ناقص کا بلا عذاب | اور مومن ناقص کو چاہے گا تو بقدر گناہ اس کے عذاب دے کر جانا مشیت پر ہے | پھر جنت میں داخل کرے گا اور چاہے گا تو معاف کر دے گا

اور جنت میں ہمیشہ رکھے گا۔ مومن ناقص وہ ہے کہ کبائر صغائر گناہ میں گرفتار ہو اور بے توہم جاوے پس اگر وہ کبائر میں گرفتار تھا تو اس کی دو صورت ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس کو معاف کرے اور جنت میں ہمیشہ رکھے کیونکہ وہ غفار و عہد فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ۔ اور ما سوائے شرک کے اور جس قدر گناہ ہیں خواہ صغیر ہوں خواہ کبیرہ سب کو اگر چاہے گا تو معاف کر دیگا۔ اور ما سوائے اسکے اور بہت آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں اور احادیث صحیحہ کا یہ مضمون کہ اللہ تعالیٰ بعض اہل کبائر کو بخش دے گا، حد تو اتنے کو پیش کیا اور جمہور مومنین کا اس پر اتفاق ہے دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بقدر اس کے گناہ کے عذاب دیکر پھر جنت میں داخل کرے گا کیونکہ گناہ کبیرہ پر عذاب کا ہونا بہت سی آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ان کے ذکر کی اس مختصر میں گنجائش نہیں اور سب اہل اسلام سوائے مرجئیہ کے اس پر متفق ہیں اور پھر عذاب کے بعد جنت میں جانا قرآن سے ثابت ہے قَالَ تَعَالَىٰ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۖ یعنی جس نے ذرہ کے برابر بھی نیکی کی ہوگی سو وہ اس کا عوض پاویگا۔ اور اس کا اجر دیکھے گا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کرنے والے کی اگر اور کچھ بھی نیکی نہ ہو تو خود ایمان بھی ایک نیکی ہے پس بموجب وعدہ الہی کے اس کا اجر کہ وہ جنت ہے اولیٰ اور پھر بعد اس کے پھر گناہ کے بدلے میں دوزخ میں جاوے سو یہ بالاتفاق باطل ہے کیونکہ قرآن کی آیات و احادیث صحیحہ اس پر صاف دلالت کرتی ہیں کہ جنت میں سے کوئی نکالنا جاوے گا یا اسکی بری گے عوض اس کو پہلے دوزخ ہو چکی پھر ایمان کے اجر کو پاوے اور جنت میں جاوے سو یہی ہمارا مدعا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا مومن رہتا ہے جیسا کہ ہم پہلے اسکو قرآن و احادیث صحیحہ سے ثابت کر چکے ہیں اور مومن کیلئے الشکایہ وعدہ ہے لے مشرک اور کافر دوزخ کی بخشش نہ ہوگی جیسا کہ آئندہ آتا ہے ۱۲ امت۔

وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ كَمَا دَعَاكُمْ كَرِيماً هُوَ لِيَسْتَأْذِنَ بَعْدَ خُرُوجِهِمْ لِيَقُولَ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ فَذَلِكَ نُزْلُ آيَةِ الْكَافِرِينَ الَّذِينَ كَانُوا يُعَذِّبُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَلَّتْ فِي خَمْرٍ أَوْ ذَرْعٍ أَوْ يَكْفُرُونَ بِالَّذِينَ نَزَّلُوا عَلَيْكُمْ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِ هَذَا وَقَالُوا هَذَا كَذِبٌ أُولَئِكَ يُجَاهِدُونَكُمْ فَاعْلَمُوا بِأَنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا

وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ كَمَا دَعَاكُمْ كَرِيماً هُوَ لِيَسْتَأْذِنَ بَعْدَ خُرُوجِهِمْ لِيَقُولَ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ فَذَلِكَ نُزْلُ آيَةِ الْكَافِرِينَ الَّذِينَ كَانُوا يُعَذِّبُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَلَّتْ فِي خَمْرٍ أَوْ ذَرْعٍ أَوْ يَكْفُرُونَ بِالَّذِينَ نَزَّلُوا عَلَيْكُمْ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِ هَذَا وَقَالُوا هَذَا كَذِبٌ أُولَئِكَ يُجَاهِدُونَكُمْ فَاعْلَمُوا بِأَنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا

وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ كَمَا دَعَاكُمْ كَرِيماً هُوَ لِيَسْتَأْذِنَ بَعْدَ خُرُوجِهِمْ لِيَقُولَ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ فَذَلِكَ نُزْلُ آيَةِ الْكَافِرِينَ الَّذِينَ كَانُوا يُعَذِّبُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَلَّتْ فِي خَمْرٍ أَوْ ذَرْعٍ أَوْ يَكْفُرُونَ بِالَّذِينَ نَزَّلُوا عَلَيْكُمْ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِ هَذَا وَقَالُوا هَذَا كَذِبٌ أُولَئِكَ يُجَاهِدُونَكُمْ فَاعْلَمُوا بِأَنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا

خوارج اور معتزلہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کرنے والا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اس کو وہاں سے کبھی نجات نہیں سویہ بالکل غلط ہے جیسا کہ اس کے غلط ہونے کے ابھی وجوہات مندرجہ ذیل سے نصاریٰ کا بھی عقیدہ ہے کہ جس سے ایک بار گناہ ہو گیا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا پھر اس کی کبھی نجات نہ ہوگی اس لئے انہوں نے یہ بات نبائی کہ ہمارے یہ گناہ جیسے نے اپنے اوپر لے لئے اور ہماری عوض کئی روز جہنم میں رہے اور ملعون ہوئے اول تو یہ عقیدہ جہنم کے غلط ہے کہ خدا کی عدالت سے بید ہے کہ پاک کو دوزخ میں ڈالے اور ناپاک پیش منائے دوم اگر جیسے نے اس وقت کے نصاریٰ کے گناہ اپنے ذمہ پر لئے تھے تو ان کے بعد کے کل نصاریٰ ہمیشہ جہنم میں جاویں گے کیونکہ ایسا کوئی عیسائی نہیں کہ جس سے تمام گناہ بھی گناہ نہ ہو اور شراب و خمر زہر و زنا جو نورات میں حرام ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

ہوئے ہیں اور یہ ایسی افراط ہے جس طرح مرتبہ تفریط کرتے ہیں کہ مومن کو کسی گناہ سے کبھی کچھ ضرر ہی نہیں ہوتا۔ سو یہ دونوں مذہب غلط ہیں اور اگر فقط صغائر میں گرفتار ہیں تو اس کی بھی یہی دو صورت ہیں۔ اول یہ کہ اللہ اپنے کرم سے بخش دے کیونکہ جب کبیرہ کو بخش دینا ثابت ہے تو صغیرہ بدرجہ اولیٰ بخشے جائیں گے دوسرے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بقدر گناہ کے سخت دیکر پھر بخش دیوے پھر بخش دینا تو جب کبیرہ کا ثابت ہو چکا تو اس کا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا اب رہا یہ امر کہ صغیرہ پر عذاب کرے سوائے اس کی اول درجہ تو وہی آیت ہے کہ جس میں **لَمَنْ كَثُرَ آثَمُ** ہے کیونکہ اس کا مضمون یہ تھا کہ شرک کے سوائے اور جس کو چاہے گا خدا بخش دیگا اگر صغیرہ کو بخشنا نہ چاہے گا تو اس پر بھی عذاب دے گا چنانچہ بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزے فرمایا کہ ان میں سے ایک کو بسبب عفت خوری کے دوسرے کو بسبب پیشاب سے نہ بچنے کے عذاب ہوتا ہے حالانکہ یہ گناہ کبیرہ نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ کو صغیرہ ہے لیکن پھر گناہ ہے اور حکم الحاکمین کی نافرمانی ہے اگر مولا سزا دیوے تو یہ ظلم نہیں۔ بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہرگز صغیرہ پر عذاب نہ کرے گا کیونکہ فرماتا ہے **إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ تُكْفِرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ** کہ اگر تم کبائر منہی عنہ سے باز آؤ گے تو ہم تمہاری سیئات کو معاف کر دیں گے بمقابلہ کبائر کے صغائر مراد ہیں جو اب کبائر سے مراد یہاں کفر ہے اور جمع باعتبار

(حاشیہ صفحہ ۱۲۹) سب کرتے ہیں اگر کہو سب کے گناہ اٹھائے تو محال ہے کیونکہ جو لوگ ابھی پیدا نہ ہوئے تھے ان کے گناہ بھی موجود نہ تھے پھر کس کو اٹھایا۔ سوم اگر کل عیسائیوں کے کل گناہ اٹھائے تو پھر عیسائیوں کا وعظ پڑا آپس کے لئے لغو ہے گو یا وہ سناڈ ہیں جو چاہیں سو کیا کریں خواہ کسی پر ظلم کریں یا تکلیف دیں سو یہ اس کی بدالت سے بچیں اور اگر ان کے بعض گناہ اٹھائے تو بہ بعض کے عوض ہمیشہ کو جہنمی ہوئے کفارہ ہونا کام نہ آیا چہارم ہم پوچھتے ہیں کہ کفارہ ہونے کے لئے عیسائی ہونا شرط ہے یا نہیں اگر کہو ہاں تو پھر نصاریٰ کا غیر لوگوں کا اپنے دین میں بلانا فضول ہے کیونکہ مغفرت کے لئے تنصیر شرط ہے پس قبل تنصیر کے گناہ ہرگز معاف نہ ہوں گے۔ آخر ہمیشہ کو جہنم میں رہنا پڑا اور اگر کہو نہیں تو ہر شخص ناجی ہے عیسائیوں کی خصوصیت کیا پھر ان کے دین میں داخل ہونا بیکار ہے۔ ہر طور یہ مذہب بالکل غلط ہے مگر قدر یہ اور معتزلہ کے نزدیک تو بہ سے پاک ہو جانا ہے بخلاف نصاریٰ کے کہ ان کے نزدیک پاک نہیں ہوتا ۱۲ منہ ۱۱ مجیبہ ایک فرقہ ہے کہ ان کے نزدیک مومن جو چاہے سو کرے اس کو کسی گناہ سے عذاب نہ ہوگا۔ سو یہ بالکل گمراہی ہے اور قرآن و احادیث و اجماع صحابہ رضی عنہم و نقل کے مخالف ہے۔ ۱۲ منہ۔

افراد کے ہے معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ اے لوگو! اگر تم کفر سے باز آؤ گے تو ہم تمہاری حالت کفر کے سب گناہ معاف کر دیں گے اور یہ موافق ہے اس آیت کے قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا اِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مِمَّا قَدْ سَلَفَتْ كَذٰلِكَ يُفَسِّرُ الرَّاهِدِي۔

کافر اور مشرک ہمیشہ | قال تعالى اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَا نُوْا وَاُوْهُمْ دُوْنَهُمْ فِيْ دُوْنِهِمْ يَكْفُرُوْنَ | کفار فلن يغفر الله لهم۔ یعنی جو لوگ خود کافر ہوئے اور اللہ کی راہ سے اوروں کو باز رکھا اور پھر وہ کفر کی حالت میں مر گئے ان کو اللہ ہرگز نہ بخشتے گا۔ وقال اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّمَا يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ اِلَّا مَنْ شَرَكَ بِاللّٰهِ اِلٰهًا فَهُوَ يَكْفُرُ بِمَا كَفَرَ وَاُولٰٓئِكَ لَا يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا لِيُكْفِرَ بِمَا كَفَرُوا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَكْفِرُونَ۔

تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر اور شرک نہایت بڑی نافرمانی اور اللہ کے ساتھ بغاوت ہے اور ایسی نافرمانی اور بغاوت کی سزا بھی ایسی ہی سخت مقرر کی ہے کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہتا ہے بعض نادان کہا کرتے ہیں کہ کیا مسلمان ہی اللہ کے نیک بندے ہیں جو انہیں ہی بخشتے گا۔ اور کسی کو نہ بخشتے گا۔ سو ان کے سمجھانے کو ہم ایک نظیر دینا چاہتے ہیں کہ بادشاہ وقت کے ساتھ اس کی رعایا میں سے جو لوگ بغاوت کرتے ہیں وہ ان کو عمر قید اور کیا کیا سزائیں سخت دیتا ہے اور اپنے فرماں برداروں کو کیسے کیسے انعام عطا کرتا ہے پھر اگر وہ باغی یہ کہیں کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ ہم کو عمر قید کرے اور تم کو اے بادشاہ کے تابع دار و انعام دے کیا تم ہی اس کی رعایا ہو۔ ہم نہیں ہیں تو ان کی نادانی ہے۔

کفر کیسے کہتے ہیں | کفر شرع میں ایمان کی ضد کا نام ہے جن چیزوں پر مجملاً یا مفصلاً ایمان لانا واجب ہے ان کے انکار سے یا شک سے کفر ثابت ہوتا ہے۔ خواہ مجملاً سب دین کا انکار کرے جس طرح سے کہ یہود و نصاریٰ وغیرہم کرتے ہیں یا کسی ایک بات ایسی کا انکار کرے کہ جو بطور یقین کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یا قرآن کی ظاہر عبارت سے ثابت ہو جائے دونوں صورتوں میں کافر ہو جاتا ہے مثلاً دین کی چیزوں میں سے کہ جو قرآن کی ظاہر عبارت سے ثابت ہے نماز روزہ حج وغیرہ ہے جو کوئی ان میں سے ایک کا بھی انکار کرے گا کافر ہو گا یا زنا کا حرام ہونا اور سود اور خمر بربہ اور شراب وغیرہ چیزوں کا حرام ہونا قرآن کی عبارت سے ثابت ہے ان میں سے جو کوئی کسی چیز کو بھی حلال کہے گا کافر ہو جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس قیامت کے آنے اور حساب

کتاب کے ہونے کا انکار یا جنت دوزخ وغیرہ چیزیں جو قرآن میں مذکور ہیں ان کا انکار یا ان میں شک کرے گا کافر ہوگا الحاصل جن چیزوں پر ایمان لانا واجب ہے ان کے انکار یا شک سے کفر ثابت ہوتا ہے جو چیزیں قرآن کی ظاہر عبارت سے ثابت نہیں یا بطور یقین کے حضرت سے ان کا ثبوت نہیں بلکہ خیرا حاد سے ثابت ہیں ان کے انکار یا شک سے کفر لازم نہ آدے گا۔ اسی سبب سے اسلام کے گمراہ فرقوں کو کہ وہ خارجیہ، رافضیہ، جبریہ، قدریہ وغیرہا ہیں جب تک ان سے کسی قطعی الثبوت چیز کا انکار یا شک ثابت ہوگا ہم انکو کافر نہ کہیں گے ہاں بسبب خلاف کرنے جمہور مسلمین کے یا انکار کرنے احادیث مشہورہ کے یا نصوص صریحہ کے تاویلات کرنے یا سب و شتم کرنے اکابر کے گمراہ اور گنہگار کہتے ہیں کہ وہ اپنے عقائد بد کے سبب اور گنہگاروں کی طرح عذاب دیکھ کر آخر نجات پاویں گے اور اگر ان میں کوئی فرقہ قطعی الثبوت کا انکار یا اس میں شک کرے گا بالکل کافر ہو جائے گا۔ اور امت محمدیہ علی صاحبہا السلام سے خارج ہوگا۔ سو وہ اور کفار کی مانند ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

شُرک کسے کہتے ہیں | شرک شرع میں اللہ تعالیٰ کے برابر اور کو سمجھنا یا اس کی مخصوص تعظیم و عبادت میں یا صفات میں یا اسکے مقابلہ میں تا بعداری اور حکم ماننے میں کسی کو ملانا اور برابر کرنا وہ اور کوئی کیوں نہ ہو شرک کی چند اقسام ہیں اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو شریک کرے کہ دوسرا خالق اور سمجھے دوم یہ کہ اس کی صفات میں کسی اور کو شریک کرے سو اس کی بہت سی قسمیں ہیں اول یہ ہے کہ اس کی صفت علم میں کسی کو شریک کرے کہ کسی کو کیوں سمجھے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرح غائب حاضر قریب و بعید آئندہ حال و ماضی کی خبر ہے اور ہر چیز کو وہ جانتا ہے اس کو شرک فی العلم

فائدہ ۱۔ آنحضرت صلعم کی بعثت کے وقت تمام جہان خصوصاً عرب انواع و اقسام کے شرک میں گرفتار تھے بن بھی پوجتے تھے بتاروں کی بھی پرستش کرتے تھے اور صد ہا توہمات باطلہ میں گرفتار تھے جیسا کہ ہنود ہیں اپنے مال و مویشی اور تجارت میں سے فرضی معبودوں کے نام سے دیتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے سب کو پاک کر دیا۔ اور ایک واحد لاشریک کی عبادت کا حیات بخش مزہ طبیعتوں میں کر دیا۔ ۱۳ منہ۔

فائدہ ۲۔ شرک کے مقابلہ میں توحید ہے توحید کے دو مرتبے ہیں اول مرتبہ یہ ہے کہ خدا کو ذات و صفات میں بیکتا سمجھے اور مخلوق کی پرستش نہ کرے اسی کو مستقل نافع و ضار سمجھے یہ اہل شریعت کی توحید ہے اور اہل طریقت کے نزدیک توحید میں اسباب پر نظر رکھنا بھی شرک ہے۔ بلکہ اسی سبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں۔ بلکہ جب ان کے دلوں پر اس کی تجلی ہوتی ہے تو کون و مکان میں ان کو بجز اس کے اور کوئی نظر نہیں آتا ۱۴ منہ۔

کہتے ہیں دوسری قسم شرک فی القدرۃ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مانند قدرت نفع و نقصان دینے کی یا کسی چیز کی موت حیات یا کسی اور امر کی کسی دوسرے میں ثابت کرے تیسری قسم شرک فی اسمع ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح نزدیک و دور کی بات سنتا ہے اور کسی اور کو بھی یوں ہی سمجھا مشرک ہو گیا چوتھی شرک فی البصر ہے کہ اللہ کی مانند کسی اور کو یوں سمجھے کہ چھٹی کھلی نزدیک دور کی چیز کو وہ دیکھتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جس قدر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں خواہ فعلیہ جیسا رزق دینا مارنا جلانا عزت آبرو دینا۔ نفع نقصان پہنچانا ان میں کسی اور کو برابر سمجھنا شرک ہو گا بلکہ جمیع مخلوقات کو خواہ وہ کوئی ہو اللہ تعالیٰ کے روبرو عاجز محض اور جمیع صفات سے خالی سمجھے ہاں اس نے اپنے ارادے سے جس کو جس چیز کی خبر یا قدرت یا اور صفت عطا فرمائی ہے اسی قدر ان کو حاصل ہے اور اس میں بھی اللہ کے آگے وہ مجبور محض ہیں اس کے حکم اور ارادے بدون کوئی شخص خواہ آسمان کا رہنے والا ہو۔ خواہ زمین کا کسی کو نہ کچھ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ اور سب اقسام کے شرک کی برائی سے قرآن و احادیث پر ہیں کہ ان کی نقل کی اس جا نگنجائش نہیں بنی صلی اللہ علیہ وسلم شب و روز اس کی برائی بیان فرمایا کرتے تھے اور اسی پر مشرکوں سے نوبت جہاد و قتال کی پڑی تھی۔

بدعت کسے کہتے ہیں | علمائے جسطرح مجملاً کفر و شرک کا بیان کیا ہے بدعت کا بھی ذکر کیا ہے۔ بدعت لغت میں نئی چیز کو کہتے ہیں اور فقہاء کے نزدیک یہی مقسم ہے جب وہ تقسیم بدعت کی کرتے ہیں کہ بعض واجب ہے اور بعض مستحب اور بعض مباح اور بعض مکروہ اور بعض حرام اور یہی معنی اعتباراً کر کے بعض علماء کُلُّ بَدْعٍ ضَلَاکَةٌ کو خاص کیا کرتے ہیں کہ اس سے ہر قسم کی بدعت مراد نہیں بلکہ بدعت مکروہ اور بدعت حرام مراد ہے شرع میں بدعت دین میں کمی زیادتی کرنے کو کہتے ہیں کہ بعض اذن شارع کے کی جاوے اور شارع کے قول یا فعل سے صراحتاً یا اشارتاً اس کی اجازت نہ پائی جاوے کذا فی الظرفیۃ المحمیدیہ اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ جو چیز نبی کے عہد میں ہو خواہ خود حضرت نے اس کو کیا ہو یا حضرت کے اصحاب آپ کے روبرو کیا ہو اور آپ نے منع نہ کیا ہو سوہ بالاتفاق بدعت نہیں بلکہ سنت اور جو چیز کہ آپ کے عہد میں نہیں وہ مطلقاً بدعت نہیں بلکہ اس کی یوں تفصیل ہے کہ اگر وہ از قسم عادت ہے تو وہ بھی بالاتفاق بدعت نہیں بشرطیکہ ممنوع نہ ہو اور اگر از قسم عبادت ہے پس وہ یا صحابہؓ

۱۔ انہیں معنی میں یہ آیت ہے مَا كُنْتُمْ بَدْعًا مِنَ الرُّسُلِ اور اسی معنی میں بدیع السموات ہے آ

کے عہد میں یا تابعین کے یا تبع تابعین کے یا بعد اس کے پس اگر صحابہ کے عہد میں پیدا ہوئی تو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ صحابہ نے بعد خبر پالے کے منع نہ کیا ہو۔ جیسا کہ قبل از نماز عیدین خطبہ پڑھنا چنانچہ مردان نے پڑھا۔ اور ابو سعید خدری نے منع کیا۔ روایت کیا اس کو بخاری وغیرہ نے اور اگر تابعین یا تبع تابعین کے عہد میں پیدا ہوئے تو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ ان لوگوں نے خبر پا کر اس کو منع نہ کیا ہو اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے عہد کی چیز اس لئے بدعت نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خَيْرُ الْقُرُونِ قُرْبِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ الحديث رواه الشيخان کہ سب سے اچھا میرا زمانہ ہے پھر ان کا کہ جو ان کے بعد ہوں گے یعنی تبع تابعین پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے کہ خود بخود گواہی دینے پھر کریں گے اور امانت میں خیانت کریں گے الحدیث پس بموجب بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تینوں زمانوں کا اعتبار ہے۔ اور ان کے عہد میں خیر ہے اور ان کے بعد پھر شر ہے اور اگر تینوں زمانوں کے بعد پیدا ہوئے ہیں تو اس کو اولہ شرعیہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اجماع اُمت قیاس مجتہدین سے مطابق کیا جاوے گا پس اگر اس کا نظیر ان تینوں زمانوں میں پایا جاوے گا اور وہ کسی اولہ شرعیہ سے ثابت ہوگی تو بدعت نہ ہوگی۔ اور اگر اس کا نظیر ان تینوں زمانوں میں نہ پایا گیا وہ کسی اولہ شرعیہ سے ثابت نہ ہوگی تو بدعت ہے گو اس کا موجد کوئی کیوں نہ ہو۔ مولوی درویش مکی، مدنی، سید، شیخ حنیف کہ آج کل ایک فریق نے یہ زیادتی کی ہے کہ قرون ثلاثہ ہی میں حصر کر دیا ہے پس جو چیز از قسم عبادت بعد اسکے پیدا ہوئی خواہ اولہ اربعہ کے اشارہ یا صراحت سے ثابت ہو اس کو بے دھڑک بدعت کہہ دیتے ہیں حالانکہ جہاں شرع سے اجازت ہو خواہ دلالت خواہ اشارت گو وہ قرون ثلاثہ کے بعد حادث ہو بدعت نہیں کہا ہوا لہذا مذکور فی کتب القوم بلکہ بعض صاحبوں نے تو یہاں تک غلو کیا ہے کہ جو چیز از قسم عبادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حادث ہو اسکو بھی بدعت سیئہ قرار دیتے ہیں اور دوسرے فریق نے یہ تشدد کیا کہ لوگوں نے جو کچھ دین اصلی پر غیر اقوام کے دیکھا دیکھی یا جہالت و تعصب سے قلعہ چڑھا کر ایک نیا دین پیدا کر دیا ہے جسکو اس دین سے ملا کر دیکھا جاوے جو آنحضرتؐ اور صحابہؓ تابعین و تبع تابعین کے عہد میں تھا تو بالکل نیا اسلام معلوم ہووے اس کو مذہب بنالیا ہے پھر یہ تراشیدہ مذہب ہر ملک اور ہر قوم کا جداگانہ صورت میں دکھائی دے گا علماء ربانیین

فرض ہے کہ ان آمیزشوں کو جو بدعات ہیں کانت چھانٹ کر اصلی صورت کا اسلام دکھائیں جس کی زیبا اور دلکش صورت پر دنیا کے لوگ فریفتہ ہو کر اس کو قبول کریں اور اس تراشیدہ پر جو جو علی یا عقلی اعتراضات کے بدنام دہتے ہیں سب مٹ جاویں بدعت کی بہت سی برائیاں احادیث صحیحہ میں وارد ہیں بخاری اور مسلم نے جابر رضی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سب کلاموں سے بہتر کلام کتاب اللہ ہے اور سب ہدایتوں سے اچھی ہدایت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، اور بہت بد ہیں وہ کام جو نئی ایجاد کئے جاویں وَ كَلُّ بِدْعَةٍ ضَلَاكَةٌ۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے امام احمد اور ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے عرابی ابن ساریہ سے نقل کیا ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھا کر وعظ فرمانا شروع کیا۔ بہت وعظ فرمایا کہ لوگوں کی آنکھیں رونے لگیں اور دل کانپ گئے۔ اس عرصہ میں ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شاید یہ آخری وعظ ہے پس ہمارے لئے وصیت کر جائیے آپ نے فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں ان چیزوں کی۔ اللہ سے ڈرنا اور دین کی بات سن کر اس کی اطاعت کرنا۔ اس لئے کہ اگر تو میرے بعد زندہ رہا تو بڑا ہی اختلاف دیکھے گا پس اس وقت میرے اور خلفائے راشدین مہدین کے طریقے کو اختیار کیجیو اور اس کو مضبوط کر کے دانت سے پکڑ لیجیو اور نئی نئی باتوں سے دور رہنا کیونکہ جو نئی بات نکلے گی وہ بدعت گمراہی میں ڈالنے والی ہوگی انتہی حیف ہے کہ اب لوگوں نے حضرت کی وصیت کے برخلاف کیا۔ سنت کو چھوڑ کر لوگوں کی ایجاد کی ہوئی چیزوں کو ایسا مضبوط دانت سے پکڑا کہ کسی طرح سے نہیں چھوڑتے اور سالہا سال سے وہ بدعات جاری کر رکھے ہیں کہ اب بدعت کو سنت سمجھنے لگے اور سنت کو بدعت قرار دینے لگے۔

فرقہ ناجیہ | اہل اسلام کے سب فرقوں میں فقط اہل سنت والجماعت کا فرقہ ناجیہ ہے امام احمد اور ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب میری امت میں بہتر فرقے ہو جاویں گے اور وہ سب کے سب دوزخی ہوں گے مگر ایک فرقہ ہو گا اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون سا فرقہ ہے فرمایا جو میرے طریقہ اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہو گا۔ انتہی سواسی کے مطابق ہوا کہ خلفائے راشدین کے بعد امت میں

بہ اعتبار جزئیات عقائد کے اختلاف شروع ہوا۔ حضرت اور حضرت کے اصحاب و اہل بیت کا طریقہ جو چلا آتا تھا۔ اس میں بعض بعض نے کچی اور شرارت کی کے چند لوگوں کو بہکا پھسلا کر اپنے ساتھ کر لیا۔ اور بعض بعض امور میں جمہوریت سے مخالف ہو گئے اور ان کے گروہ کا ایک جدا نام قرار پایا یہاں تک کہ بہتر تک نوبت پہنچی بعض فرقے کے تو فقط پچاس سو ہی آدمی ہوئے تھے۔ بعض کے کم زیادہ پھر بعض تو چند روز میں نیست و نابود ہو گئے آگے ان کا طریقہ نہ چلا بعض کا کچھ دن چل کر معدوم ہو گیا بعض اب تک موجود ہیں اور جس میں سے وہ جدا ہو کر الگ ہوئے تھے وہ گروہ اعظم اہل بیت اور صحابہؓ کے طریقے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر جو تھا تہتر واں فریق ہے اور اس کا نام فرقہ ناجیہ یعنی نجات پانے والا اور یہ اہل سنت کا فریق ہے۔

اہل اسلام کے سب فریق | اور یہ بھی واضح ہو کہ ان سب فرقوں کا باہم اختلاف جزئیات عقائد اصول عقائد میں ایک ہیں | میں ہے اور اصل الاصول امور میں سب متفق اور ایک ہیں جیسا کہ کتب عقائد کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کیونکہ قطعی الثبوت چیزوں میں سب متفق ہیں کچھ کچھ لوگ کسی فرقے کے مختلف ہیں سو وہ اہل اسلام سے خارج اور کافر ہیں اور اسی وجہ سے ہم ان فرقوں کو جب تک کہ وہ یقینی الثبوت چیزوں کا انکار یا شک نہ کریں کافر نہیں کہتے ہیں ہاں وہ گمراہ ہیں کہ اس گمراہی کے سبب سے اپنے جرم کے بموجب جہنم میں جائیں گے بخلاف اور فرقوں کے اختلاف کے کہ وہ اپنے اصول میں مختلف ہیں مثلاً ہنود و نصاریٰ کے فرقوں کا اصول میں اختلاف ہے کہ اس اختلاف سے ان کے دین کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے جس کو اس امر کی شرح منظور ہو وہ ان کتابوں میں دیکھ لے جو ان کے رد میں تصنیف ہوئیں ہیں الحاصل تہتر واں فرقہ سب سے بڑا اور ناجی فرقہ اہل سنت کا ہے۔

خوارج کا وجود | ان فرقوں کا حدوث اس طور پر ہوا کہ اہل اسلام اور جمہور مسلمین سے سب سے اول جس نے مخالفت کی اور نیا گروہ بنا وہ (خوارج) یعنی خارج لوگ ہیں۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے ان کے پیدا ہونے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ یہ جماعت عرب کے وہ لوگ تھے جو پہلے حضرت علیؓ کے ساتھ تھے پھر سخت مخالفت اور مقابلے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ یہ لوگ حضرت

علیؑ و عثمانؓ و معاویہؓ و حسینؓ و زید سب کو برا جانتے ہیں۔ جن کا باہم قتال و جدال مسند
 خلافت میں ہوا ان سب کو ان آیات و احادیث کا مصداق بناتے ہیں جو اہل اسلام کے قتل و
 جدل کی ممانعت میں وارد ہیں احادیث و آیات کے اپنے طور پر معنی مراد لیتے ہیں آخر ان کے مقابلہ
 کے لئے حضرت علیؑ آمادہ ہوئے بہت کو قتل کیا مگر باہم ان کو خارج از اسلام نہیں جانتے تھے۔
شیعہ کا وجود | اسی عہد میں ایک اور جماعت نکلی جو بظاہر حضرت علیؑ کے طرفداروں میں سے تھی
 ان کو یہ افراط و تفریط عارض ہوئی کہ حضرت علیؑ سے جن جن صحابہؓ کا مسئلہ خلافت میں خلاف
 ہوا تھا یا ان انتظامی باتوں میں نزاع بڑھتے بڑھتے لڑائی تک نوبت آگئی تھی سب کو مخالف قرآن
 احادیث مردود و کافر و مرتد کہنے لگے اور بعض کو یہاں تک خبط ہوا کہ حضرت علیؑ کو خدا کہنے لگے
 وہ دراصل مشرکین و زندقہ لوگ تھے جنہوں نے ظاہر میں اسلام اختیار کر لیا تھا جن کو حضرت
 علیؑ نے منع کیا اور سمجھایا۔ اور نہ مانا تو قتل کیا اس فرقہ کا نام شیعہ یا رافضیہ ہے یہ لوگ بھی
 قرآن و احادیث کا مطلب اپنی خواہش اور قرارداد باتوں کے موافق کرتے ہیں اور جس طرح
 خوارج نے جھوٹی روایات اثبات مدعا کے لئے بنائی شروع کیں اسی طرح اس فرقہ نے بھی
 یہ لوگ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و عائشہ صدیقہؓ و عباسؓ و عبد اللہ بن عباسؓ و طلحہؓ و
 زبیرؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کو برا کہتے ہیں اور
 امامت حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کا موروثی حق قرار دیتے ہیں یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 کے بعد جو جانشین بنانا ایک ضروری امر تھا ان کے نزدیک وہ مسلمانوں کی رائے اور اختیار کی
 بات نہ تھی کہ بلحاظ حسن خدمات و بیانت و دیانت و تقویٰ و اصابت رائے جس کو مسلمانوں نے
 خصوصاً مہاجرین و انصار کے جلیل القدر صحابہؓ نے انتخاب کر لیا وہ خلیفہ ہو گیا جیسا کہ
 صدیق اکبرؓ اور ان کے بعد عمر فاروقؓ اور ان کے بعد عثمانؓ بلکہ اس کو ایک موروثی خدمت
 کہتے ہیں جو خدا نے خاص علیؑ اور ان کی اولاد پاک کے لئے مقرر کر دی اگر وہ سند
 کہ جو خدا کی طرف سے ان کے تقرر کے لئے آئی نہ تو قرآن مجید میں صاف طور
 پر ہے نہ خود حضرت علیؑ کو اس وقت تک معلوم ہوئی تھی اگر ہوتی تو اس انتخاب کے
 مقابلے میں پیش کرتے اور نہ اس وقت کے صحابہ مہاجرین و انصار پر واضح ہوئی اگر ہوتی تو وہ

لوگ جنہوں نے آنحضرت کی محبت میں آبائی دین اور گھر بار چھوڑ کر صد ہا مصائب کو جو انہری سے برداشت کیا تھا اس آسمانی سند کا کبھی خلاف نہ کرتے نہ وہ لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ڈرنے والے تھے پھر ہر طرح خوارج کے باہم تھوڑی باتوں پر اختلاف کرنے سے کئی فریق ہو گئے اسی طرح شیعہ کے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خلافت سے لے کر بعد تک اختلاف کرنے سے کئی فریق ہوئے زیدیہ، اسماعیلیہ، امامیہ بارہ فریق۔ ایک فریق کہتا ہے حسین کے بعد خلیفہ محمد بن حنفیہ ان کے بھائی ہوئے اور لوگ کہنے لگے ان کے بیٹے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پھر ان کی اولاد اور ان کی اولاد میں جھگڑا پڑا کسی نے کسی کو کسی نے کسی کو خلیفہ اور امام مانا اور اس آسمانی سند کی تائید میں مخفی احکام و اسرار اور سینہ بہ سینہ روایات کا انبار تراشنا بھی ضروری تھا جو خوش اعتقاد لوگوں کے لئے آل پیغمبر ہونے کے سبب ماننا ہی پڑا۔ پھر تابعین کے عہد بلکہ اخیر زمانہ صحابہ میں ایک اور فرقہ پیدا ہوا جس کو قدریہ کہتے ہیں ان کی دو جماعتیں ہو گئیں۔ ایک منکر قدر و تقدیر کہ بندہ جو کچھ کرتا ہے آپ کرتا ہے۔ قضا و قدر کچھ نہیں یہ مختار مطلق ہے۔ دوسرا کہنے لگا کہ جو کچھ ہے تقدیر سے ہے بندہ کو کچھ بھی اختیار نہیں اینٹ لکڑی کی طرح مجبور محض ہے۔ قضا و قدر جد ہر لے چلتی ہے چلتا ہے ان کو جبریہ کہنے لگے ان کے تھوڑے دنوں بعد ایک اور فرقہ نکلا تابعین کے اخیر عہد میں جس کو معتزلہ کہتے ہیں جو کہتے تھے اہل معاصی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نہیں نہ آخرت میں دیدار الہی ممکن ہے یہ فریق فلسفی اور حکیمانہ خیالات کا پابند تھا۔ اسی کے موافق قرآن و احادیث کو کرنا چاہتا تھا۔ واصل بن عطاء ان کا سرگروہ تھا ان کے بعد فرقہ مرجیہ پیدا ہوا جو کہتے تھے کہ صرف ایمان لانا کافی ہے۔ عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔ مسلمان ہو کر خواہ کوئی زنا کرے، نماز نہ پڑھے۔ زکوٰۃ نہ دے روزے نہ رکھے اس کو کچھ خوف نہیں قطعاً عذاب نہ ہوگا جیسا کہ نصاریٰ حال کا اعتقاد ہے اور تکیہ کے ملنگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے ان کے بعد خلافت عباسیہ کے قریب وسط میں ایک اور فرقہ پیدا ہوا جس کا نام جہمیہ ان کا سرگروہ جہم بن صفوان اور موند جعد بن درہم۔ یہ لوگ صفات باری کے منکر تھے اور طرح طرح بدعات خلاف جمہور اہل اسلام جاری کر رکھی تھیں واثق باللہ عباسی او

مستعم باللہ وغیرہ اس گروہ کے مددگار ہو گئے تھے۔ ائمہ مسلمین کو ان بدعات کے ماننے پر مجبور کرتے تھے چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ کو بڑی بڑی تکلیفیں دیں پھر ان فرقوں کے آگے کئی نئی فریق ہو کر بہتر کی نوبت پہنچی۔ فرقہ پنچریہ جو اب نکلا۔ انہیں فریق کا ملغویہ ہے جبریہ اور مشتبہ ایک کا ایک ہی رہا یہ کل بہتر فرقے ہوتے ہیں اور زیادہ تفصیل ہر ایک کی بڑی کتابوں میں موجود ہے اور بہتر واں فرقہ کہ جس سے یہ سب نکلے ہیں فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کا ہے رہا اس بات کا ثبوت کہ اہل سنت والجماعت کا فرقہ ناجیہ ہے سو وہ چند وجہ سے ہے۔

وجہ اول اہل سنت | وجہ اول یہ ہے کہ حضرت نے فرقہ ناجیہ کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ میرے طریقے اور اصحاب کے طریقے پر ہو گا۔ سوا اہل سنت اور ہر فرقے کے عقائد کو دیکھ لو کہ ان میں سے کون سا برخلاف حضرت اور حضرت کے اصحاب کے ہے اہل سنت ہر امر میں ان کے ساتھ متفق ہیں اور ان کے سوا اور فرقے مخالف ہیں چنانچہ ہر عقیدہ کی دلیل سے یہ امر خوب واضح ہوتا ہے۔

وجہ دوسری | وجہ دوسری فرقہ بڑا سب سے اہل سنت کا ہے اہل سنت کے مقابلہ میں اور سب فریق پچاسواں حصہ بھی نہیں ہیں کیونکہ جتنے بلاد اسلام ہیں سب میں یہی اہل سنت موجود ہیں اور تیرہ سو برس سے آج تک یہی کثرت ہے سوائے ان کے کسی اور فریق کی کہیں اس قدر جماعت نہیں بلکہ بہت سے فریق کا تو اب نام و نشان بھی نہیں کبھی ایک زمانے میں چند آدمی ہو گئے ہوں گے۔ اس سبب سے ان کا نام جا رہی ہے اور کہیں دس پانچ آدمی ہوئے تو وہ کالعدم ہیں اور فرقوں میں سے کل دو فریق البتہ زیادہ ہیں ایک شیعہ دوسرے خارجیہ سوشیہ کی بڑی کثرت ایران میں کل پونے تین سو برس کے قریب سے ہے پہلے یہاں بھی بہت کم تھے اور خارجیوں کا بڑا جاکو مسقط وغیرہ بلاد عرب میں ہے اور سوائے ان کے اور کسی فریق کا کوئی شہر یا ملک بستا ہوا آج تک سننے میں نہیں آیا پس ان دونوں فریق کے لوگ بہت اہلسنت کے ایسے ہیں جیسے سمندر میں سے ایک چھوٹا سا نالہ جدا کر لیوں چنانچہ جغرافیہ دانوں کو یہ بات خوب معلوم ہے اور یہ بھی ہم پہلے قرآن و حدیث سے ثابت کر چکے ہیں کہ اہل سنت محمدیہ ہیں جس فرقہ کثرت اور سواد عظیم ہے ہی حق پر ہیں اور وہ ہی اصل نجات ہیں پس اب ہم کہتے ہیں کہ اہل سنت و

جماعت سب سے زیادہ ہیں اور جو زیادہ ہوں وہ اہل حق اور اہل نجات ہوتے ہیں مدعا ثابت ہو کہ اہل سنت و جماعت اہل نجات اور اہل حق ہیں۔

مسائل جزئیہ میں اہل سنت و جماعت میں شافعی، حنفی، حنبلی، مالکی اہل ظواہر ہیں۔
اختلاف کی وجہ سوال۔ اہل سنت و جماعت بھی آپس میں مختلف ہیں۔ جو اب عقائد

میں سب متفق ہیں اور اعتبار عقائد کے اتفاق اور عدم اتفاق کا ہے اور جزئیات عملیات میں اختلاف ہونا موجب وسعت ہے کما فیل اختلاف العلماء رحمة اور جزئیات میں اختلاف کی یہ وجہ ہے کہ اول تو موقع اجتہاد میں ہر مجتہد اپنی اپنی رائے کا تابع ہوتا ہے پس جس کی رائے میں جو مسئلہ جس طرح آیا اس نے اس کو مسلم رکھا اور کو اس سے اختلاف ہوا مثلاً قرآن میں یوں آیا ہے وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ط کہ طلاق دی ہوئی عورتیں تین قرو تک نکاح نہ کریں امام شافعی کی رائے اس طرف گئی کہ قرو سے مراد یہاں طہر ہے تو ان کے نزدیک عدت طہر قرار پایا۔ اور ہمارے امام ابو حنیفہ صاحب کی رائے سلیم اس طرف گئی کہ اس سے حیض مراد ہے سو ان کے نزدیک عدت حیض قرار پایا۔ اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وَأَمْسِكُوا إِبْرَؤُنْكُمْ کہ وضو میں اپنے سر کا مسح کرو فرمایا ہے سو امام مالک نے اپنے قرآن اور اولہ سے تمام سر کا مسح ثابت کیا ہے اور امام ابو حنیفہ نے چوتھائی سر کا اور امام شافعی نے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر ایک بال کا مسح بھی کر لے گا۔ تو کافی ہو گا علیٰ ہذا القیاس دوم بعض احادیث ایک امام کو بسبب کم واسطہ ہونے کے بسند صحیح پہنچی۔ اور بعض کو بسبب آجانے بیچ میں کسی راوی ضعیف کے سند غیر صحیح سے پہنچی پس اول نے اس کو عمل کے قابل سمجھا دوسرے نے ضعیف جان کر چھوڑ دیا اختلاف مسئلہ میں واقع ہوا سو مبنی صلی اللہ علیہ وسلم امت کی آسانی کے لئے ایک کام کو مختلف طو سے ادا کیا کرتے تھے کیونکہ اگر ایک ہی طور پر ہو تو بعض کو وقت پیش آوے مثلاً نماز میں اکثر آپ سوائے تکبیر تحریم کے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے اور کبھی اٹھا بھی لیتے تھے پس صحابی نے رفع یدین کرتے دیکھا اس کی روایات امام شافعی کو پہنچی انہوں نے رفع یدین نماز میں سنت سمجھا اور جس صحابی نے رفع یدین نہ کرتے دیکھا اس کی روایات امام ابو حنیفہ کو پہنچی ان کے نزدیک نماز میں رفع یدین نہ کرنا سنت ٹھہرا چہارم بعض کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں کیا پھر اسکو ترک

اہل ظواہر ان محدثین کو کہتے ہیں کہ جو لفظوں میں تاویلات کم کرتے ہیں ۱۲ منہ۔

لہذا جس صحابی نے کہہ کر تے دیکھا اور پھر اس کو ترک کی خبر نہ پہنچی اس نے اس کو سنت سمجھا۔ پس اس کی روایت دوسرے امام تک پہنچی۔ اس کے نزدیک سنت بظہر اور جس صحابی نے آپ کو ترک کرتے دیکھا اس کی روایت دوسرے امام کو پہنچی۔ اس نے ترک کرنا سنت جانا علیٰ ہذا القیاس اس قسم کے اسباب سے جزئیات میں اختلاف واقع ہوا ورنہ عقائد سب کے ایک ہیں دو ایک جا جو اختلاف ہے سو وہ تحقیق علمی ہے کچھ اختلاف کی بات نہیں۔ واللہ اعلم۔

فصل ۹ - بندے کے سب افعال کا خالق اللہ ہے

خواہ کفر خواہ ایمان خواہ نیکی خواہ بدی جو کچھ بندے سے ظاہر ہوتا ہے سب کا اللہ خالق ہے۔ اسکے پیدا کرنے سے پیدا ہوا ہے ان کا بندہ خالق نہیں ہے جیسا کہ قدریہ اور معتزلہ کا گمان ہے اور اس کی دو دلیل ہیں اول وہ نصوص ہیں جو اس مدعا کو ظاہر کرتے ہیں لقولہ تعالیٰ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ۔ یعنی اللہ نے پیدا کیا ہے تم کو اور تمہارے اعمال کو ولقولہ تعالیٰ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ یعنی اللہ ہی ہے پیدا کرنے والا ہر چیز کا پس کل شے سب کو شامل ہے جو ہر کو بھی اعراض کو بھی بندے بھی اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور ان کے افعال بھی اس نے بنائے ہیں دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر اپنے افعال کا بندہ آپ خالق ہوتا تو اس کو بالتفصیل ان کی خبر بھی ضرور ہوتی۔ کیونکہ اختیار اور قدرت سے کسی چیز کا ایجاد کرنا بغیر اس کے نہیں ہو سکتا۔ اور بالتفصیل بندے کو اپنے افعال کی ہرگز خبر نہیں ہے کیونکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک جانے میں بہت سے سکون اس کے درمیان واقع ہوتے ہیں اور بہت سے حرکات مختلفہ پیش آتے ہیں اور چلنے والے کو ہرگز معلوم نہیں کہ کتنی جا پاؤں بھیرا تھا اور کتنی جا حرکت کرتا تھا اور کہاں تیز حرکت تھی اور کہاں کم اور یہ بھی نہیں کہ وہ بھول گیا ہو۔ کیونکہ بھولی چیز عذر کیسے یاد آجاتی ہے اور اگر یہ باتیں کسی چلنے والے سے دریافت کیجئے گا ہرگز نہ بتا سکے گا یہ اس کے ظاہر افعال کا حال ہے اور اگر چلنے میں سکے تحریک اعضاء کو دیکھے گا کہ عضلات کہاں کہاں متحرک ہوئے اور پٹھے کہاں کہاں کھنچے علیٰ ہذا القیاس تب تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ آدمی کو اپنے افعال کی بالتفصیل ہرگز خبر نہیں پس جب اسکو بالتفصیل خبر نہیں تو وہ الکا پیدا کرنے والا بھی نہیں لیکن کمال اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ وہ افعال کا بھی خالق مانا جاوے ورنہ جب جو ہر کا وہ خالق ہوا اور اعراض کا بندے کو فاعل قرار دیا تو ہمیں شائبہ ترک پایا گیا۔

سوال - جو شخص فعال کا بندے کو خالق کہے اس کو مشرک کہنا چاہیے نہیں اور مجوس میں کچھ فرق نہیں
 جواب - قدریہ اگرچہ بندے کو افعال کا خالق کہتے ہیں لیکن بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرح مستقل
 خالق نہیں کہتے بلکہ آلات اور اسباب میں اللہ کا محتاج جانتے ہیں اور آلات و اسباب کو
 اللہ کا مخلوق قرار دیتے ہیں اور مجوس اور قدریہ میں اس قدر فرق ہے کہ مجوس کے نزدیک اچھی
 چیزوں کا خالق یزداں ہے اور بُری چیزوں کا مستقل خالق اہرن ہے کہ ایک دوسرے کا
 محتاج نہیں۔ لہذا قدریہ کہتے ہیں کہ بعد اسباب و آلات دینی کے بندہ اپنے افعال کا آپ خالق ہے۔
قدریہ کے دلائل اور یہ دو وجہ پیش کرتے ہیں اول یہ ہے کہ اگر بندے کے افعال کا اللہ خالق
 ہو تو یہ ایسے افعال ہوں کہ جس طرح رعشہ والے کا ہاتھ خود بخود ہلنا ہے حالانکہ ہمارے افعال
 اختیار پر اور مرتعش کی حرکت میں فرق ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ دلیل جبریہ کے رد میں ہو سکتی
 ہے کہ جو بندے کو بالکل بے اختیار کہتے ہیں اور ہم باوجود غیر خالق ہونے کے اس کے لئے اختیار
 بھی ثابت کرتے ہیں کہ جس پر اس کو عذاب و ثواب ہو گا پس ہمارے نزدیک بھی مرتعش کی حرکت
 اور افعال اختیار پر میں فرق ثابت ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر بندے کے افعال اللہ کی
 مخلوق ہوں تو پھر بندے کو اس کے افعال سے برا بھلا نہ کہنا چاہیے اور اس کو شارع کی طرف
 سے کسی کام کے کرنے نہ کرنے کا حکم بھی نہ ہونا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی جبریہ پر اعتراض
 ہوتا ہے نہ ہم پر کس لئے کہ ہم باوجود اس کے بندے کے لئے اختیار ثابت کرنے میں کہ اسکے
 سبب سے اس کو اس کے افعال پر ثواب و عذاب دیا جاتا ہے اور برا بھلا کہلاتا ہے۔
 اور شارع کی طرف سے مکلف ہوتا ہے۔

اعمال کا تعلق پس وہ سب افعال اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت اور
قضا و تقدیر سے قضا اور تقدیر سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ارادہ اور مشیت دونوں
 ہمارے نزدیک ایک ہیں اور تفصیل ارادے کی پہلے ہو چکی ہے۔

لے بعض قدریہ یہ دلیل لایا کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ خالق افعال ہو تو اس کو چور اور زنا کار اور قاتل کہنا چاہیے کیونکہ اسی کے
 پیدا کرنے سے چوری اور زنا اور قتل ہوا ہے جواب - کیا وہ نہیں جانتے کہ فعل سے منصف وہ ہوتا ہے کہ جس کے ساتھ وہ فعل قائم
 ہوتا ہے نہ کہ وہ کہ جو اس کو پیدا کرے پس چور وہ ہونا چاہیے کہ جس کے ساتھ چوری قائم ہوئی نہ کہ جس نے پیدا کئے دیکھو سیاہی
 بنانے والے کو سیاہ نہیں کہتے حالانکہ وہ اس کا موجد ہے بلکہ جس کے سیاہی لگے گی وہ سیاہ کہلا دیا گا ۱۲ منہ فائدہ (بقیہ صفحہ)

سے اللہ ہدایت اور اسلام چاہتا تو کیا اللہ کا چاہا اور اس کا ارادہ پورا نہ ہوتا۔ نعوذ باللہ منہ یہ کمال نقصان ہے ذات باری تعالیٰ کیلئے تعالیٰ علواً کبیراً اور کہتے ہیں اگر کافر اللہ کے چاہنے سے کافر ہوا تو پھر اللہ اسکو ایمان لانے کا کیوں حکم کرتا ہے؟ جو اب یہ ہے کہ امر کرنے میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ تمام لوگوں پر اس کافر کی نافرمانی ظاہر ہو جائے جس طرح کوئی امیر اپنے ایک غلام سے کسی کام کے واسطے کہے اور منظور یہ ہے کہ یہ اس کام کو نہ کہے تاکہ اور غلاموں کی روبرو اسکی نافرمانی ظاہر ہو جائے مسلمان کو چاہیے کہ تقدیر پر ایمان لاوے منکر تقدیر کو حضرت نے بہت بڑا کہا ہے اور تقدیر پر ایمان لانے کی احادیث کا مضمون حد تو اتر کر پہنچ گیا ہے چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علیؑ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تک کہ ان چار چیزوں پر ایمان نہ لاوے گا مومن نہ ہوگا۔ اللہ پر ایمان لاوے اور اسے واحد لا شریک لہ جانے اور مجھے اللہ کا رسول جانے اور موت کے بعد زندہ ہونے کو حق سمجھے اور تقدیر پر ایمان لاوے بخاری اور مسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص کی جگہ جنت یا دوزخ میں اللہ نے پہلے سے لکھ رکھی ہے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا عمل کرنا چھوڑ دیں اور لکھے ہوئے پر تکیہ کر کے بیٹھ جاویں آپ نے فرمایا کئے جاؤ جس جگہ کے لئے جس شخص کو اللہ نے پیدا کیا ہے اس کو اس کے موافق عمل آسان کر دیتے ہیں نیکوں کو نیک عمل آسان ہو جاتے ہیں اور بدوں کو بڑا اور امام احمد اور ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ قدریہ لوگ اس امت کے مجوس ہیں اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت کو نہ جاؤ اور مر جاویں تو ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو۔

اللسان اپنے افعال | لیکن بندے کو اس کے افعال میں اختیار دیا ہے اگر وہ نیک
میں مختار ہے | کام کرے گا اجر پاوے گا اور بد کام سے اس کو سزا دی جاوے گی
یعنی اگرچہ افعال اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور اللہ ان کا خالق ہے اور اسکی قدرت
اور ارادے سے بندے سے سرزد ہوتے ہیں لیکن باوجود اس کے بندے کو اس کے

لے مجوس اس لئے فرمایا کہ جس طرح ان کے نزدیک ایک خدائے خیر بزدان ہے دوسرا خدائے شرابہر من
اسی طرح قدریہ نے بھی گویا دو خدا ثابت کئے ایک خالق جو اہر یعنی اللہ تعالیٰ اور دوسرا خالق اعراض یا افعال یعنی

حال میں اختیار دیا ہے کہ جس کے سبب سے نیک کام کا اجرا اور بد کی سزا پانا ہے یہ
 میں کہ بندہ اپنے افعال میں درخت پتھر کی مانند محض بے اختیار اور بے قدرت ہے جیسا
 فرقہ جبر یہ کہتا ہے چند وجہ سے اول یہ کہ قرآن کی آیات دلالت کرتی ہیں کہ بندہ کو اپنے
 افعال میں اختیار ہے کہ جس کے سبب سے اس کو ثواب و عقاب ہے کقولہ تعالیٰ جَزَاءُ
 اٰمَالُوْنَ الْعَمَلُوْنَ ط یعنی ان جنتیوں کو یہ جنت ان کے اعمال کے بدلے میں دی گئی ہے و کقولہ تعالیٰ
 مَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمَرْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفَرْ اللّٰیۡہِمَّ لِنَا اٰیۡتِہِمَّ لِنَا اٰیۡتِہِمَّ لِنَا اٰیۡتِہِمَّ لِنَا اٰیۡتِہِمَّ
 دے اور جو چاہے کافر ہو جاوے لیکن کافروں کے واسطے ہم نے جہنم تیار کر رکھی ہے دوم
 تعیش کی حرکت بیشک بے قصد و ارادے کے آپ ہی آپ ہو کرتی ہے اور ہم بالہدایتہ جانتے
 ہیں کہ جب ہم آپ کے کسی چیز کو پکڑیں اور جب ہمارا ہاتھ ریشہ سے ہلے دونوں میں فرق ہے
 معلوم ہوا کہ ریشہ سے ہلنا بے اختیاری ہے اور آپ سے پکڑنے میں ہلنا اختیاری ہے
 اور ان دونوں حرکتوں میں ہر شخص فرق کر لیتا ہے بلکہ ہر عاقل جان لیتا ہے کہ ہمارا کسی کام
 کے لئے آنا جانا بے اختیاری نہیں ہے کہ پتھر کی حرکت کے مانند ہووے بلکہ پتھر کی حرکت بلا
 اختیار ہے اور ہماری آمد و رفت با اختیار ہے کما لا یخفی علی من لا ادنیٰ شعور سوم اگر بندے کو
 اپنے افعال میں کچھ اختیار ہووے تو جس طرح پتھر لکڑی سے مروہی کرنا عقلاً ممنوع ہے اسی
 طرح اس سے ہو جاوے اور اسی طرح اس کے کسی فعل پر ثواب و عقاب ہونا بھی ظلم و عبث
 گنا جاوے اور اللہ ظلم سے بری ہے اور اسی طرح اس کے کسی فعل پر ثواب و عقاب ہونا
 بھی ظلم و عبث گنا جاوے اور اللہ ظلم سے بری ہے کما لا یظلمہ الناس الا کایۡتِہِمَّ
 یعنی اللہ تعالیٰ کسی آدمی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور جس طرح پتھر لکڑی کی مدح و ذم عقلاً ممنوع
 ہے اسی طرح اس کی بھی ہو جاوے۔ سوال جب یہ ثابت ہوا کہ ہر ایک کام بندہ کا اللہ کے
 ارادے سے ہوتا ہے اور انزل میں اس کو اس کی خبر نھی پس دو حال سے خالی نہیں یا تو کسی کام
 کے ذکر نے کا اللہ ارادہ کر لیا اور انزل میں اس کو معلوم ہو گا کہ یہ کام اس سے نہیں ہو گا اور یا اس کے
 کرنے کا ارادہ اور علم ازلی ہو گا۔ پہلی صورت میں تو وہ کام ہونا ممنوع ہو جائے گا اور دوسری
 میں اس کا ہونا ضرور ہو گا ورنہ ارادہ اور علم الہی میں تخلف لازم آوے گا اور جب ایک کام

ہونا ضروری یا ممتنع ہوا تو بندے کا اختیار کہاں رہا پس جو ممتنع ہے وہ اس سے کبھی نہ ہوگا
 اور جو ضروری ہے وہ اس سے خواہ مخواہ سرزد ہوگا۔ جو اب اللہ تعالیٰ ازل میں یوں جانتا تھا
 اس کام کو بندہ اختیار سے کرے گا اور اس کو اختیار سے چھوڑے گا۔ اور اسی طرح ارادہ کیا کرتا ہے
 کہ بندہ اختیار سے اس کام کو کرے گا اور اس کام کو اختیار سے نہ کرے۔ بہر حال بندہ کو اختیار مل گیا
 جس طرح کوئی بادشاہ کسی غلام سے کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرے تو اس صورت میں اگر چہ
 غلام اس کے ارادے کے بموجب اس کو کرے گا لیکن نفس اختیار اس کو زائل نہ ہوگا اور وہ
 کام اس غلام سے اس طرح بے اختیار سرزد نہ ہوگا کہ جس طرح رعشہ والے کا ہاتھ بے اختیار ہلتا
 ہے اور ازل میں اس بات کے جاننے سے کہ بندہ اس کام کو بلا اختیار کرے گا یا نہ کرے گا بندے
 کا اختیار نہیں جاتا۔ اس کا علم اس کے اختیار کو زائل نہیں کرتا۔ اور جو اب الزامی یہ ہے کہ اللہ
 تعالیٰ کے جمیع افعال بالاتفاق اختیاری ہیں حالانکہ وہ ازل میں جانتا تھا کہ فلاں شخص کو فلاں
 وقت غنی کروں گا اور فلاں کو فقیر پھر جس طرح اس کے علم ازل سے اس کا اختیار نہیں جاتا
 اسی طرح بندے کا اختیار بھی دور نہیں ہوتا ثابت ہوا کہ جمیع افعال کا خالق اللہ ہے اور
 بسبب اختیار کے بندہ کا سبب ہے اور یہی ثابت ہوتا ہے قرآن و احادیث و اجماع امت
 عقل سلیم سے ہمارے ہاں نہ جبر ہے نہ قدر چھوڑنے کی بخت و دقیق ہے لہذا اسی قدر پرکتفا کرتا ہوں
 اور تطویل جو عام کو مفید نہیں اسے چھوڑتا ہوں فائدہ اس مسئلہ تقدیر میں آدمی زیادہ قیل
 قال نہ کرے کیونکہ زیادہ قیل و قال سے سوائے اس کے کہ گرامی حاصل ہو اور کچھ فائدہ
 نہیں اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بحث سے منع کر دیا ہے چنانچہ ایک بار دو شخصوں
 کو اس مسئلہ میں گفتگو کرتے سن کر حالت غضب میں باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ پہلی
 امتوں کے لئے اکثر گمراہی اسی قیل و قال سے حاصل ہوئی اور فرمایا۔ **وَلِهَذَا الْعِذَّتُ** کہ
 میں اسی لئے تمہارے پاس آیا ہوں اور میں تاکید سے کہتا ہوں کہ آئندہ پھر نہ کرنا اور نظام
 ہے کہ جو ہوتا ہے وہ آپ ہو رہے گا۔ تم کو اس بھگڑے سے کیا مطلب احکام شریعت کو مانے
 جاؤ اور گناہوں سے باز آؤ موافق فرمان آنحضرت علیہ السلام کے جس شخص کو اللہ نے دوزخ
 کے لئے بنایا ہے اس کے لئے ویسے کام آسان ہو رہے ہیں اور جس کو جنت کے لئے پیدا کیا ہے

س کا شب و روز اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں گزرتا ہے اپنی جن چیزوں سے تو
ش ہو ان کی توفیق دے اور جن سے تو ناخوش ہو ان سے دور کر۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کی رضا بندے کے اچھے کام سے اللہ تعالیٰ راضی اور بد سے ناراض ہے حال
اور ناراضگی یہ ہے کہ نیک بد جس قدر افعال ہیں ان کی تقدیر اور مشیت سے ہوتے
ہیں لیکن ان میں سے نیک کاموں سے وہ راضی ہوتا ہے اور ان کے کرنے کا حکم دیتا ہے
اور بد کاموں سے وہ ناراض ہوتا ہے اور ان کے نہ کرنے کا حکم دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے

لَا يَرْضَىٰ بَعِيًّا إِذَ الْكُفْرَ وَلَا وَإِنْ تَشْكُرُوا بِرِغْمِ اللَّهِ لَكُمُ اللَّهُ تَعَالَىٰ لِيُؤْتِيَكُمْ مِنْهُ مَتْرًا وَمَنْ كَفَرَ
بِئْسَ مَا يَكْتُمُونَ اور شکر کرو گے تو وہ تم سے بسبب اس کے خوش ہو گا وَقَالَ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ

بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايَ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ الْآيَةُ
اللہ حکم کرتا ہے انصاف اور احسان کرنے کا اور قریبوں کے دینے کا اور منع کرتا ہے فحش اور

برے کام اور بغاوت کو پس ارادہ اور مشیت اور چیز ہے اور حکم کرنا اور اس سے خوشنود
ہونا اور چیز ہے اس قادر جبار سے کسی کو چوں چو کرنے کی قدرت نہیں جس سے چاہے اچھے

افعال کروائے اور اس کے ارادے کے سبب اس سے خوش ہو جاوے وَلَا يُدْرِعُ عَمَّا يُفْعَلُ۔
قدرت عباد کا ذکر جو استطاعت کام کے وقت پائی جاتی ہے سو وہ قدرت حقیقی ہے کہ

جس کے سبب بندے سے کام ہوتا ہے تفصیل اس اجمال کی ہے کہ لفظ استطاعت کے
دو معنی ہیں ایک سلامتی آلات و اسباب جیسا کہ اس کی تفصیل آگے آئی ہے الثنا اللہ تعالیٰ

دوسری قدرت حقیقی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار میں رکھی ہے کہ اس کے سبب سے افعال
اختیاری کرتا ہے اور اگر یہ قدرت نہ ہوتی نہ کر سکے۔ سو یہ شرط ہے افعال کے ادا کرنے کے

لئے بعد سلامتی آلات و اسباب کے اور یہ قدرت بعد ارادہ صحیح کرنے کے خاص اس کام
کرنے کے وقت حاصل ہوتی ہے پس اگر بندہ کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ

اس کو نیک کام کرنے کی قدرت عطا کرتا ہے اور یہ کام کا قصد کرتا ہے تو اس کو بد کام کی
قدرت بخشتا ہے پس جس وقت چور نے چوری کا ارادہ کیا اور اللہ نے حسب عادت اس کو

اسکی قدرت دی تو گویا اس چور نے نیک کام کی قدرت کو زائل کر دیا کیونکہ اگر اس چوری کا

ارادہ نہ کرتا بلکہ نماز کا قصد کرتا تو حسبِ عادت اس کو نماز کی قدرت عطا ہوتی پس اسی سبب سے یہ بندہ افعالِ بد میں ذم و عقاب کا مستحق اور افعالِ خیر میں مدح و ثواب کا مستحق ہوا اور ارادے کے سبب سے اس کو ثواب و عقاب ہے امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ قدرتِ دو مختلف چیزوں کی صلاحیت رکھتی ہے پس جس نے کفر اختیار کیا تو اس نے ایمان کی قدرت کو زائل کر دیا کیونکہ یہی قدرت ایمان کے لئے بھی تھی اس سبب سے عقاب کے قابل ہوا اور اگر اسی قدرت کو ایمان میں صرف کرتا تو ثواب کا مستحق ہوتا۔

الإنسان استطاعت پر موقوف ہے اور جو استطاعت سلامت آلات و اسباب کے معنی میں ہے اس صحت تکلیف کا مدار ہے دوسرے معنی لفظ استطاعت کے سلامت ہونا آلات و اسباب کا ہے سو اس استطاعت کے بموجب اللہ تعالیٰ بندے کو تکلیف دینا ہے جو شخص جس چیز کے آلات و اسباب نہیں رکھتا۔ اس کو اس کام کی استطاعت نہیں۔ سو اس کے کرنے کا اللہ حکم نہیں دیتا۔ اور جس چیز کے آلات و اسباب رکھتا ہو گا اس کو اس کام کی استطاعت ہے سو اس کے کرنے کی اللہ بندے کو تکلیف دیتا ہے لکن قال تعالیٰ وَبَدَّلْهُمُ الْبَدِينِ فَجَزَاءً لِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ أَلَمْ يَكْفُرُوا بِاللَّهِ عَالِمِينَ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے جن شخصوں پر کہ کعبہ تک جانے کی طاقت رکھتے ہیں حج فرض ہے اور اس استطاعت پر صحت تکلیف کے مدار ہونے کی یہ وجہ ہے کہ سلامت اسباب کے بعد سبب ارادہ کرنے کے قدرت حقیقی کہ جس کا ذکر پہلے ہوا۔ اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے جب قدرت حقیقی پائی گئی تو بندہ وہاں عاجز نہ رہا اور جہاں سلامت اسباب و آلات نہیں ہوتے وہاں بندہ اپنا قصد نہیں کرتا اور جب قصد نہ کیا تو وہ قدرت جو بعد ارادے کے ہوتی ہے اور جس کے سبب سے وہ فعل سرزد ہوتا ہے نہیں حاصل ہوا اور جب یہ قدرت حقیقی نہ پائی گئی تب عاجز محض ہو گیا تکلیف کے قابل نہ رہا۔

بلا استطاعت مکلف نہیں لہذا جس کام کی بندہ استطاعت نہیں رکھتا اس کے کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا یعنی اللہ تعالیٰ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت کے موافق پس جو چیز بندے کی طاقت سے باہر ہو عام ہے کہ فیہ ممنوع ہو جیسا ضدین کا جمع کرنا یا فی نفسہ ممکن ہو لیکن بندے سے نہ ہو سکے جیسا پیدا کرنا جو اہل کفر

کرنے کا بھی بندے کو حکم نہیں دیتا۔

اللق افعال امارنے کے بعد درد اور کسی چیز کے توڑنے کے بعد اس کا ٹوٹنا بھی اللہ کا مخلوق ہے
ملا زید نے عمرو کے لاکھی ماری اور اس سے درد ہوا یا کسی نے ایک شیشے کو پتھر دے مارا اور اس
سے وہ ٹوٹ گیا۔ سو اس درد کا بھی اور اس ٹھٹنے کا بھی اللہ ہی خالق ہے یا کسی نے کسی کے تلوار
ری اور اس سے اس کی گردن جدا ہو کر وہ مر گیا سو اس موت کا بھی اللہ خالق ہے خاص اللہ
کے پیدا کرنے سے ہوئی ہے اور اگر نہ پیدا کرتا تو نہ مارنے کے بعد درد ہوتا اور نہ وہ شیشے
ٹوٹتا اور نہ وہ شخص مرتا کیونکہ تمام ممکنات اللہ کی طرف سے مستند ہیں اور ہر ایک چیز کا
اللہ خالق ہے چنانچہ ابھی اس کی تحقیق گزری ہے معترض کہ اس کو بھی بندے کا فعل کہتے ہیں اور
بندے کو اس کا خالق قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک جو اصل بندوں واسطے کسی دوسرے
باعل کے سرزد ہو جس طرح کہ تلوار کا مارنا اس کو بندے کا فعل بطور مباشرت کہتے ہیں
اور جو کسی فعل کے واسطے سے ظاہر ہو جس طرح کہ موت کہ وہ تلوار مارنے کے سبب سے
واصل ہوئی اس کو بھی بندے کا فعل بطور تولید کہتے ہیں ہمارے نزدیک دونوں اللہ
کی مخلوق ہیں جو چیزیں کہ بطور مباشرت کہتے ہیں وہ بھی اور جو چیزیں کہ بطور تولید کہتے ہیں وہ
بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوئی ہیں۔

السان کی بے دخلی بندے کو اس میں کچھ دخل نہیں نہ تو یہ اس کا خالق ہے کیونکہ بندے سے
بہنیں ہو سکتا کہ وہ کسی چیز کو پیدا کرے جیسا کہ پہلے گزرا۔ اور نہ اس کا سبب ہے کیونکہ جو چیز
اس کی قدرت میں نہیں اس کا یہ کارب نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لئے بعد اپنے افعال کے بندے
کو اختیار نہیں کہ وہ اس اثر کو ظاہر ہونے دیوے بعد مارنے کے اس کو طاقت نہیں کہ وہ کو
روک لے جب یہ اثر اس کی قدرت سے باہر ہے تو یہ اس کا کارب ہی نہیں ہے اور یہی
مدعی ہے افعال تولید میں بندے کو داخلہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ نفس کہ جس سے یہ
پیدا ہوا ہے اس کے اختیار میں تھا۔

ہدایت و گمراہی | اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت
کا اختیار کرتا ہے اگرچہ یہ مضمون پہلے بات ہو چکا ہے لیکن توضیح کے لئے مکرر

کیا گیا حاصل یہ ہے کہ جس طرح سے اور افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہے اسی طرح ہدایت و ضلالت کو بھی وہی پیدا کرتا ہے اور اس سے باری تعالیٰ کو کچھ عیب نہیں کس لئے کہ قبح چیز کا کسب قبح ہے نہ کہ پیدا کرنا چنانچہ اس کی تفصیل حاشیہ میں ابھی ہو چکی۔

فائدہ - ہم نے جس کو چاہی کی قیدیوں زیادہ کی ہے کہ ہدایت و ضلالت سے مراد پیدا کرنا ان کا ہے نہ بیان کرنا طریق حق کا کیونکہ اللہ نے راہ حق کو سب کیلئے بیان کر دیا ہو کسی کی خصوصیت نہ۔ فائدہ - یہ جو قرآن مجید میں آیا ہے کہ قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کرنے ہیں اور شیطان اور بت ضلالت میں ڈالتے ہیں سو اس سے یہ مراد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن سبب ہدایت کا ہیں اور شیاطین اور بت سبب ضلالت کا ہیں مجازاً ہدایت اور ضلالت کو ان کی طرف نسبت کر دیا ہے ورنہ حقیقت میں دونوں کا اللہ خالق ہے عرف میں جو چیز جس کام کے سبب ہوتی ہے اس کی طرف اس کام کو مجازاً نسبت کر دیتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ اس دوائے شفا دہی اور آگ نے جلادیا اور پانی نے سرد کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس دوا شفا کا سبب ہے اور آگ جلانے کا اور پانی سرد کرنے کا اس لئے ان کی طرف نسبت کر دیا۔ ورنہ اس شفا اور جلانے اور سرد کرنے سب کا اللہ خالق ہے۔ اگر چاہتا دوا کے بعد شفا دیتا اور آگ کے بعد جلنے نہ دیتا اور پانی کے بعد سردی نہ ہشتا اسی سبب سے جو شفا کو دوا کا فعل سمجھے اس کو علمائے مشرک لکھا ہے اور خود اور مشرک میں یہی فرق ہے کہ ہر چیز کو مؤحد اللہ کی مخلوق جانتا ہے اور مشرک سبب کو فاعل حقیقی سمجھ لیتا ہے۔

بخاری اور مسلم نے زید بن خالد سے روایت کیا ہے کہ حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی امامت کی اور اس رات کو مینہ برسنا تھا ہماری طرف منہ پھر کے بیٹھے اور فرمانے لگے کہ تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا لوگوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ صبح کو کچھ لگ مجھ پر ایمان لائے اور کچھ مجھ سے کافر ہوئے جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے یوں کہا کہ

سلا علیٰ ہذا القیاس جا دیا منتر یا نظر یا جن و اسبب نفع و ضرر بھی اللہ کے اختیار اور ارادے سے سرزد ہوتا ہے وہ نہ چاہے تو ان سے نہ کچھ نفع ہو نہ ضرر کیونکہ اس کی تمام مخلوقات میں سے کوئی بھی کسی فعل کا خالق نہیں البتہ یہاں شیاہ کبھی نفع و ضرر کا سبب ہو جا سکتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں تاثرات بھی ہیں پس جو ان کو نفع و ضرر کا فاعل سمجھے گا مشرک ہو گا ۱۲ منہ

ہاں فلاں ستارے سے یہ بارش ہوئی تو وہ ستاروں پر ایمان لایا۔ اور میرا منکر ہوا انتہی عرب میں
 سیوں جانتے تھے کہ جب فلاں ستارا فلاں جگہ آتا ہے یا فلاں ستارے کے پاس جاتا ہے
 بارش ہوتی ہے اور ستاروں کو بارش کا فاعل سمجھا کرتے تھے اس لئے ان کو کہا ہاں اگر کسی
 تجربہ سے یوں معلوم کر لیا ہو کہ جب یہ علامت ہوتی ہے تو اکثر اللہ کی یوں عادت جاری ہے کہ وہ
 وقت بارش کرتا ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ یوں کہے کہ فلاں علامت کے پائے
 آنے کے وقت اللہ بارش کرتا ہے ہر چیز میں مومن یہی اعتقاد رکھے اور اللہ کی طرف سے
 مجھے اور رسالت کو محض سبب جانے وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

فصل ۱۰۔ اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں۔

ولی اس مومن کو کہتے ہیں جو اللہ کی ذات و صفات کا عارف ہو کر حسبِ مکان عبادات پر
 واطبیت کرے اور گناہوں اور لذات و شہوات سے کنارہ کش ہو اور اس کی کرامت سے
 یہ مراد ہے کہ کوئی امر خارق عادت جیسا کہ ہو پر اٹھنا یا پانی پر خشک نکل جانا یا بے موسم کا
 کھانا حاجت کے وقت ظاہر کرنا یا جمادات کا کلام سنانا اس سے بدون دعویٰ نبوت کے
 ظاہر ہوا اور تفصیل سب خوارق کی صدمہ کتاب میں آچکی ہے اور یہ کرامت اس نبی کے لئے کہ
 جس کی امت میں سے یہ ولی ہے معجزہ ہے کیونکہ یہ نبی کی صداقت پر دلالت کرتی ہے کہ اس کے
 ایک امتی سے یہ امر خارق عادت ظاہر ہو کر امت اولیاء اللہ کا ثبوت قرآن و احادیث سے
 ہے چنانچہ بے موسم کا کھانا حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم مادریٰ علیہا السلام کے
 پاس دیکھا حالانکہ وہ بیتیہ نہ تھیں کما قال تعالیٰ کَلَّمَآ دَخَلَ عَلَیْہَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا
 یعنی جب مریم کے عبادت خانے میں زکریا گئے تو وہاں ان کے پاس بے موسم کھانا دہرا ہوا
 دیکھا کہ جس سے تعجب کر کے پوچھنے لگے قَالَ اَنْیْ اَنْیْ لَکَ هٰذَا کہ یہ تیرے پاس کہاں سے
 آیا ہے قَالَتْ هُو مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ - مریم نے جواب دیا کہ یہ اللہ کے ہاں سے آیا ہے
 اور بہت سے دور دراز سے بلقیس کا تخت آصف بن برخیا سلیمان علیہ السلام کا

لے اگر چہ بے موسم کا کھانا یہاں کسی لفظ سے صراحتاً نہیں لکھا لیکن زکریا علیہ السلام کے تعجب کرنے سے اور
 دہنٹا لگ دھا زکریا بے صاف ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اگر کچھ خلاف عادت چیز نہ دیکھنے تو یوں تعجب نہ کرتے اور بے
 موسم کھانا دیکھ کر اپنے لئے اولاد کی دعا کی جس نے بے موسم کھانا دیا وہ مجھے بڑھاپے میں بے موسم اولاد بھی دے سکتا ہے اور

وزیر جو نبی نہ تھا ایک دم بھر میں لے آیا تھا۔ چنانچہ قرآن میں اس تحت کا آنا بھی ثابت ہے
فَلَمَّا رَأَاهُ مُسْتَقِرًّا يَعْنِي جِبْ سَلِيمَانَ لَمْ يَلْمِ اس تَحْتِ كُوْلِيْهِ دَرَبًا مِّنْ كَهْرًا هُوَ دِيْكَهَا اُوْر هُوَ اُوْر
اڑنا بھی بہت سے اولیاء سے منقول ہے جیسا کہ سلیمان سرخسے سے اور جمادات کا کلام سننا
اس حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جس کو بہتھی اور ابو نعیم نے دلائل البتوۃ میں روایت کیا ہے کہ
سلیمان اور ابو دردار کے آگے ایک رکابی بیس کرنے لگی اور وہ ان کو سنائی دی انتہی بخاری نے
عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی نکلتے
دیکھا اور ہم کھانے کی بیس کھاتے وقت سنا کرتے تھے۔ بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ سے
روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص بیل کو ہانکے لئے جاتا تھا
تھا کہ گراہ میں اس پر چڑھ لیا بیل نے کہا میں اس لئے نہیں پیدا ہوا ہوں بلکہ کھیتی کے
واسطے پیدا ہوا ہوں سو وہ شخص صاحب کرامت تھا کہ اس نے بیل کی گفت گو سنی کچھ
نبی نہ تھا بخاری نے اس سے روایت کیا ہے کہ اسید بن حصیر اور عبادہ بن بشر بنی صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس اپنے کسی معاملہ میں باتیں کرتے تھے کہ اس میں کچھ رات گزر گئی اور وہ
رات نہایت اندھیری تھی۔ پھر دونوں حضرت کے پاس سے اپنے گھر چلے دونوں کے ہاتھوں
میں دو عصی تھے ان میں ایک کا عصی روشن ہو گیا پھر جب دونوں کی راہ الگ ہوئی تو
دوسرے کا عصی بھی روشن ہو گیا کہ وہ دونوں عصیوں کی روشنی سے اپنے گھر پہنچ
گئے۔ انتہی بہتھی اور ابو نعیم اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے ایک شخص کو کہ اس کا ساریہ نام تھا ایک فوج کا سردار کر کے نہاوند کی طرف
جو مدینے سے کئی مہینے کی راہ ہے بھیجا تھا ایک روز وہاں کفار نے مسلمانوں کی ہلاکت
کے لئے یہ داؤں کیا کہ وہاں پہاڑ کے پچھے گھات لگا کر بیٹھ گئے اور جنگ شروع
ہوئی یہ حال اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں جمعہ کے روز منبر پر خطبہ پڑھتے
وقت حضرت عمرؓ کو دکھلا دیا۔ انہوں نے خطبہ پڑھنے ہی میں یہ آواز بلند یہ
فرمایا یا ساریہ الجبل الجبل اے ساریہ پہاڑ سے پچ پہاڑ سے پچ اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی آواز
ساریہ کے لشکر تک پہنچائی وہ عمرؓ کی آواز سنکر سنبل گئے اور ساریہوں پر غیاب ہوئے انتہی

یہاں دو کرامتیں ظہور میں آئیں ایک یہ کہ عمر کو کئی مہینے کی راہ کی دوریات دکھائی دوسری یہ کہ حضرت عمرؓ کی ان دور دراز لوگوں تک آواز پہنچی ابو العالی اور ذہنی اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں خالد بن ابوالولید کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کافر کے ہاتھ سے ایسے زہر قاتل کی شیشی پی لی کہ اگر اس کا ایک قطرہ جاندار پر ڈال دیں تو ہلاک کر دے اور پھر ان کو کچھ ضرر نہ ہوا اور امام مستغفری نے باسناد صحیح حضرت عمرؓ کے رقعہ سے دریائے نیل کا جاری ہونا نقل کیا ہے جسے زیادہ تفصیل مطلوب ہو وہ دلائل النبوة و شواہد النبوة و کلام المبین وغیرہ کتب کو دیکھے المختصر جس قدر کرامتیں کہ صحابہؓ میں ظاہر ہوئیں اور جو جو ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین سے ظہور میں آئیں حد تو اترا کو پیش گئی کہ ان کا انکار کرنا بے انصاف مکابر کا کام ہے خصوصاً متاخرین میں حضرت غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی کرامات کا تو ایک عالم گواہ ہے اور ان کے بعد آج تک اولیاء اللہ سے جو کرامات ظاہر ہوئیں اور ہوتی ہیں ان کا بھی ایک جہان نے مشاہدہ کیا ہے اور کرتا ہے پھر انکار کرنا محض تعصب نہیں تو اور کیا ہے معتزلہ اور شیعوں نے جب اپنے سلامت اور خلف میں کسی کو اس مرتبہ کا نہ پایا کہ اس کی کرامات دیکھتے تو سرے سے کرامات ہی کا انکار کر بیٹھے معتزلہ کی یہ حجت ہے کہ اگر ولی سے کرامت ظاہر ہو تو اس میں اور نبی کے معجزہ میں کچھ فرق نہ رہے اس کا جواب یہ ہے کہ ولی دعویٰ نبوت کا نہیں کرتا بلکہ اپنے نبی کے پیرو ہونے کا مقرر ہوا کرتا ہے گویا یہ کرامت اس کے نبی کے حق میں معجزہ ہے کہ اس کی صداقت پر دلالت کرتی ہے بخلاف معجزہ کے کہ وہاں دعویٰ نبوت ہوتا ہے شدیدہ بجز کسی بہ بان قاطع کے ولایت کا باب بند کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاتم الولاہیت کہتے ہیں۔

کرامت میں حکمتیں | ولی سے کرامت ظاہر ہونے میں چند حکمتیں ہوتی ہیں اول یہ کہ اس کے نبی کی تصدیق عوام کو حاصل ہو جاوے اور قیامت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اولیاء کے سبب سے جاری رہے دوم یہ کہ مبتدی ہے تو اس کا یقین زیادہ ہو جاتا ہے اور پھر نہایت رغبت سے عبادت میں مصروف ہوتا ہے اور اگر منہشی ہے تو اس کے مریدوں کے یقین کو قوت بخشتی ہے فائدہ۔ عام کو کرامت اور اسند راجح میں تمیز نہیں اس لئے

۱۰ کیونکہ اگر وہ پیروی کا مقرر ہو و نبوت کا مدعی ہو جاوے تو کافر ہو جاوے اس سے کرامت ظہور میں نہ آئے ۱۲ منہ۔

بے نماز شراب خورد فاسقوں کی خارق عادت باتیں دیکھ کر ان کے میطع ہو جاتے ہیں اور ان خوارق کو کرامت اور اس فاسق کو ولی کہتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ولی کا درجہ مومن صالح کے بعد ہے اعمیٰ جب مومن صالح ہو لیتا ہے اس کے بعد ذات و صفات الہی کا عارف ہو کر لذات ترک کرتا ہے اور عبادت میں ہمہ تن مصروف ہوتا ہے تو جذبہ شوق الہی اسے بارگاہ کبریا میں کھینچ لے جاتا ہے تب وہ خاصان درگاہ میں شمار کیا جاتا ہے پھر اس وقت اس سے جو خوارق ظہور میں آویں ان کا نام کرامت ہے اور یہ شخص ولی ہے اور اگر اس درجہ کو نہیں پہنچا بلکہ فقط مومن صالح ہے تو اس کے خوارق کرامت نہیں اور اصطلاح میں یہ شخص ولی نہیں پھر جو سرے سے مومن صالح ہی نہیں بلکہ کبار میں مبتلا ہے یا مومن ہی نہیں وہ ہرگز ولی نہیں اور اس کے خوارق دام شیطانی ہیں کرامت نہیں بلکہ اس کو استدراج کہتے ہیں جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

اولیائے کرام اللہ | اولیاء اللہ کے بہت سے اقسام ہیں بعض قطب بعض ابدال بعض اوتار کے محتاج ہیں | ہیں علیٰ ہذا القیاس کہ تفصیل ان کی اس مختصر میں گنجائش نہیں رکھتی اولیاء کرامت کے ظاہر کرنے میں اللہ کے محتاج ہیں جس طرح انبیاء علیہم السلام معجزات کے ظاہر کرنے میں جناب باری کے محتاج ہیں جب حکم الہی ہوتا ہے ظاہر کرتے ہیں آپ سے جس وقت چاہیں نہیں ظاہر کر سکتے اسی وجہ سے کرامت کے ظاہر ہونے پر ولایت کا دار و مدار نہیں۔ کیونکہ ہزار ہا اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ ان سے کبھی کرامت ظاہر نہیں ہوئی بلکہ بعض کرامت کے ظہور سے دور بھاگتے ہیں۔ اور یہ ان کے جناب باری سے اسرار ہیں ان کو وہی خوب جانتے ہیں واللہ اعلم۔

اطلاع غیب یا کشف | اللہ تعالیٰ ملائکہ یا انبیاء علیہم السلام کو وحی یا الہام سے بعض غیب کی چیزیں بتلا دیتا ہے سو یہ یقینی ہوتی ہے اور اولیاء اللہ کو بھی بعض منیبات پر کشف یا الہام سے مطلع کر دیتا ہے لیکن یہ بطور ظن کے ہوتا ہے اور یہ سب غیب کے جاننے میں اللہ کے محتاج ہوتے ہیں جب چاہتا ہے کسی کو ان میں سے کسی چیز کی خبر دیتا ہے تب وہ اسی قدر جانتے ہیں اور جب چاہتا ہے ان کو ان کی پشت پائے کی خبر بھی نہیں ہونے دیتا چنانچہ بہت سے امور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے جب جبرئیل علیہ السلام حکم الہی آ کر خبر کرتے تھے تب مطلع ہوتے تھے کیا خوب کہا ہے

لے کیونکہ اولیاء اللہ کے کشف یا الہام میں کبھی غلطی ہو جاتی ہے ۱۲ مدت۔

سے گئے برطارد اعلیٰ نشینم : گئے بر پشت پائے خودہ بینم " پس ہر وقت ہر چیز کی خبر
خاص اللہ ہی جانتا ہے اگر کوئی کسی فرشتے یا نبی یا ولی کو یوں سمجھے گا مشرک ہوگا اور یہ شرک فی العلم
گنا جاویگا اور اس کے رد میں بہت سی آیات قرآن کی اور بہت سی احادیث صحیحہ ہیں طوالت کے
خوف سے ترک کرتا ہوں۔

اولیاء اللہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں | اولیاء اللہ کی دعا اکثر اللہ قبول کر لیتا ہے لیکن وہ جہاں
مرضی الہی دیکھتے ہیں دعا کرتے ہیں اور جہاں مرضی نہیں پاتے تو مالے ہیبت الہی کے نام بھی نہیں
لیتے ان کی زندگی میں یا بعد مرنے کے ان کو حاجت روا اور مستیقل نفع و ضرر دینے والا سمجھ کر ان
سے حاجات طلب کرنا اور دور دراز سے ان کے نام کی دہائی دینا ان کی قبروں کی نذر و نیاز کرنا
ان کے نام کا تھکان و جھنڈا یا چوترا بنا کے پوجنا علیٰ ہذا القیاس سب بد ہے کہ اس سے اللہ بھی
اور اس کے اولیا بھی زحمت پیرا رہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی منع فرمایا ہے۔

نبی اور ولی | کوئی ولی کبھی کسی نبی کے رتبہ کو نہیں پہنچتا ہے کس لئے کہ نبی میں سب کمالات
میں شری | ولایت ثابت ہو جاتے ہیں تب اسکے بعد اسکو اعلیٰ درجہ نبوت کا دوسروں کی تکمیل
کے لئے دیا جاتا ہے کہ پھر اس کو نہ سو خاتمہ کا ڈر رہتا ہے نہ معزول کیا جاتا ہے اور ولی پہلے
درجہ میں ہوتا ہے سوا اسکے لئے یہ سب احتمال باقی رہتے ہیں دوسرے جس قدر ولی کو کمالات حاصل
ہوتے ہیں وہ سب کمالات نبوت سے حاصل ہوتے ہیں تیسرے بندوں کو اللہ سے جس قدر امتیاز
ہیں ان سب میں سب سے اعلیٰ درجہ نبوت کا ہوتا ہے نہ اس درجہ کو صدیق پہنچتا ہے نہ شہید صالح
اس لئے انبیا رسپا سے زیادہ مقرب اور ان کے نفوس سب سے زیادہ کامل ہوتے ہیں جس قدر
اور ہیں ان کے نفوس اس درجہ کے کامل نہیں ہیں۔

احکام شرعی کسی | کوئی عاقل بالغ اس درجہ کو نہیں پہنچتا کہ احکام شرع کے اس سے دور ہو جاوے
کو معاف نہیں | خواہ کوئی نبی ہو یا ولی ہو یا مؤمن صالح یا کوئی اور ہو کسی سے بے عسدر
شرعی احکام شرعی معاف نہیں جس طرح اور سب پر فرض واجب نہیں اسی طرح ولی و نبی پر بھی
کیونکہ جس قدر خطابات تکلیف شرع میں وارد ہیں سب عام ہیں کسی کو کسی میں خصوصیت نہیں
اور سب مجتہدوں کا اس بات پر اتفاق ہے دوم یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ہر شخص موت

تک بہ تکلیف عبادت مکلف رہتا ہے **وَلَا عِبَادَ لَدَيْكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ**۔ ط کہ اپنے رب کی عبادت کر موت آنے تک اور سب مفسرین متفق ہیں کہ یقین سے مراد یہاں موت ہے کذا قال الملا علی القاری فی شرح الفقہ الاکبر بعض گمراہوں نے جن کو مبایعین کہتے ہیں یہ قرار دے رکھا ہے کہ جب بندہ صدق دل سے ایمان لاوے اور نہایت محبت الہی اور صفائی قلب اُسے حاصل ہو جاوے تو اس سے شرع کی امر و نہی دور ہو جاتی ہیں اور ہر گناہ اس کا مباح ہو جاتا ہے پھر اس کے سبب اللہ اس کو دوزخ میں داخل نہ کرے گا۔ اور ان میں سے بعض تو یہی کہتے ہیں کہ اس درجہ میں سب عبادات ظاہری اس کے ذمہ سے دور ہو جاتی ہیں فقط تفکر آیات اس کی عبادت ہوتی ہے سو یہ کفر اور گمراہی ہے کیونکہ سب سے محبت الہی اور صفائی قلب اور ایمان میں انبیاء علیہم السلام کامل ہیں خصوص جناب سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر ایک کمال میں اکمل ہیں کوئی فرد بشر ان کے برابر نہیں ان کے لئے نواہر زیادہ تکلیف شرعی تھی ساقط ہو جاتا اور گناہ سب سے الگ حاصل آنحضرت صلعم پر تنجید فرض تھی کہ شب بیداری کرتے ہوئے پائے مبارک پر درم کر آسے تھے اور جو کوئی یوں کہتا تھا کہ آپ اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے آپ اس کے جواب میں یہ فرماتے ہیں **فَلَا أَكُونُ عَبْدًا أَشَدَّ كُودًا** اسوں سے کہ ہندوستان میں سالانہ ہزاروں وغیرہ لوگ یہی کرتے ہیں گا زور و زہ کو قرع نہیں جانتے کہا ترک حلال سمجھتے ہیں اور جو کوئی ان سے قرآن و حیرت کی دلیل پیش کرتا ہے تو اس سے کہتے ہیں کہ یہ قرآن تمہارے لئے ہے ہمارا قرآن اور ہے یا ہمارے دس پائے اور ہیں سو ایسے لوگ قطعی کافر ہیں ان کے خوارق دام شیطانی ہیں ان کے دور رہنا چاہیے۔

فصل ۱۱۔ توبہ کے بیان میں

اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور استغفار کرنے سے گناہ معاف کر دیتا ہے توبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہوں پر گناہ سمجھ کر نادم ہو اور آئندہ اسکے ترک کا پکا ارادہ کر لے اور اگر کسی کے حقوق ہیں تو ان کو ادا کرے پس جب بندہ توبہ کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسکے گناہ معاف کر دیتا

۱۵ کیا نہ ہوں میں بندہ شکر گزار امت ۱۵ بنگ و بوزہ و قمر دیوزہ ان کا ایمان ہے۔

جیسا کہ فرماتا ہے وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا
یعنی جو کوئی کام کرے بُرے کہ غیر کو ضرر اس سے پہنچے یا ظلم کرے اپنی جان پر کہ اس سے غیر کو ضرر
نہ پہنچے پھر وہ بخشش مانگے اللہ سے تو پاویگا اللہ کو بخشنے والا مہربان وقال يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا ط عَسَىٰ أَنْ تُكْفِرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ
توبہ کرو طرف اللہ کے توبہ خالص شتاب ہے کہ رب دور کرے تمہارے گناہ تم سے الایہ هُوَ
الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ یعنی اللہ وہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ
قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ لَمْ يَكُ ذَنْبًا لَهُ کہ گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہوں
کے برابر ہے المختصر آیات و احادیث و اجماع جمہور مسلمین سے ثابت ہے کہ توبہ جب باشرط طہارت
جاوے تو بندہ کے سب گناہ خواہ کبیر ہوں خواہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں مگر حالت نزع
سے پہلے کی توبہ معتبر ہے، چنانچہ اس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے اور جب تک آفتاب مغرب
کی طرف سے نہ نکلے تب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہوگا۔ چنانچہ احمد اور ابوداؤد اور دارمی نے
روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ توبہ نہیں منقطع ہوتی۔ یہاں تک کہ مغرب
سے آفتاب نکلے جس روز مغرب سے آفتاب نکلے گا اسی روز کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی انسان
کو چاہیے کہ توبہ میں دیر نہ کرے اور توبہ کے بھروسہ پر گناہ پھیر نہ کرے کیونکہ شاید توبہ
نصیب نہ ہو یا توبہ خاص دل سے میسر نہ آوے۔

فائدہ۔ لغت میں توبہ رجوع کرنے کو کہتے ہیں اور اس توبہ کے چند اقسام ہیں ایک توبہ
گناہ سے ہوتی ہے کہ گناہ سے نیکی کی طرف رجوع کیا۔ اور یہ عام کی توبہ ہے اور ایک
غفلت سے توبہ ہوتی ہے کہ غفلت چھوڑ کر یاد الہی کی طرف رجوع کیا اور یہ خاص بندوں کی
توبہ ہے اور اس کو اوبہ بھی کہتے ہیں اور ایک توبہ ہے غیر اللہ کی طرف خیال اور التفات کرنے
سے یہ اخص الخواص عارفوں کی توبہ ہے یہ جو مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے میرے دل میں غین یعنی کچھ کدورت آجاتی ہے سو اس سے دن بھر میں اللہ

فائدہ۔ آریہ اور عیسائیوں کے نزدیک بندہ کسی قدر توبہ کرے روئے زاری کرے خدا ہے کہ بخشتا نہیں بخش سکتا ہے۔

سے سو بار بخشش مانگتا ہوں انتہی۔ سو اس توبہ اور استغفار سے یہی آخرت میں توبہ مراد ہے کہ خیالات بشریہ سے توبہ استغفار کیا کرتے تھے کس لئے کہ بالاتفاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبیرہ اور صغیرہ سے قبل التوبۃ اور بعد توبت کے پاک تھے۔ اور کبھی کوئی گناہ حضرت سے نہیں سرزد ہوا اللہ نے آپ کو معصوم رکھا۔ قرآن مجید میں یہ جو آیا ہے **وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ** کہ اپنے گناہوں کی معافی چاہ لیغْفِرْ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا أَخَّرَ اور تاکہ اللہ تیرے پہلے گناہ اور پچھلے بخش دے سو یہاں بھی گناہ سے یہی غین مراد ہے جو کہ آپ کے علوشان کے برخلاف تھا یہ گناہ قرار دیا گیا اور اس کو اللہ نے معاف کر دیا اور آئندہ جو تبقاصنکے بشریت کبھی ہو جاوے تو وہ بھی معاف فرمایا۔ قرآن میں یہاں گناہ سے مراد کبار صغائر نہیں جیسا کہ یہود اور نصاریٰ اپنی عداوت قلبی سے مراد لیتے ہیں۔ اور آپ کو گناہ گار قرار دیکر قابلِ شفقت نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اگر گناہ سے یہاں کبار صغائر مراد ہوں تو گویا اللہ تعالیٰ آئندہ گناہ کرنے کی حضرت کو اجازت دیتا ہے کہ پہلے اور پچھلے گناہوں کے معاف کرنے کا وعدہ کرتا ہے سو یہ امر رسالت کے بالکل خلاف ہے۔

دنیا میں سب کی | اور دنیا میں سب کی دعا قبول کرنا ہے اور حاجتیں روا فرماتا ہے
حاجت روائی کرنا ہے | خواہ کافر ہو یا مومن دنیا میں ان سب کی دعا قبول کرتا ہے۔

(حاشیہ ص ۱۵۸) غین لغت میں ابر کو کہتے ہیں ایک ابرسا آپ کے دل پر کبھی ہو جاتا تھا بعض علمائے اس ابر کی تفسیر یوں کی ہے کہ آپ کا دل آئینہ تھا۔ امت کے گناہ بولہ کا۔ اس میں جب عکس پڑتا تو آپ استغفار کرتے اور فی الحقیقت یہ استغفار امت کے لئے ہوتا تھا۔ اور بعض نے یوں کہا ہے کہ آپ کے ہر ساعت درجات بڑھتے رہتے تھے کما قال تعالیٰ **وَالْخَيْرَاتُ** جیر لک من الاولیٰ کبھی آپ پہلی حالت کو اعلیٰ سمجھ لیتے تھے بعد اس کے جب اس مرتبہ سے بڑھ جاتے تو اس کے خلاف معلوم ہوتا اس وقت اپنے حال پر ندامت کرتے اور ایک پردہ سادل پر ہو جاتا۔ اس سے استغفار کرتے بعض نے کہا ہے کہ غین سے مراد آپ کی حالت سُکر ہے کہ محبت الہی میں طاری ہو جاتی تھی۔ پس جب حالت صحو میں آتے تو اس سے استغفار فرماتے اور اسی سبب سے کہتے ہیں کہ حسنات الابرار سیئات الاحرار اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا دل آئینہ تھا جب کوئی شخص خاص آپ کے دل کا مقابل ہو جاتا تھا تو کچھ اس کے کردار آپ کے دل پر عکس ہوتے پھر اس سے آپ استغفار فرماتے چنانچہ تائید کرتی ہے حدیث اس کی وہ حدیث کہ آپ نے فرمایا تھا کہ مقتدیوں کے حالات سے مجھے نماز میں متشابہ ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگرچہ افضل المخلوقات تھے لیکن بشر تھے۔ سو کبھی بہ تقاضائے بشریت آپ کو یاد الہی سے کچھ ذرا سی غفلت ہو جاتی تھی تو وہ آپ کیلئے بسبب علوشان کے گناہ تھا اور اس سے آپ کے دل پر پردہ سا آ جاتا تھا اس سے استغفار فرمایا کرتے تھے اور قرآن میں

اور تمام مخلوقات کی حاجات روا کرتا ہے کیونکہ اگر وہ نہ کرے تو پھر نہ کوئی خالق افعال ہے نہ خالق جو اہر ہے کہ وہ کرتا ہو۔ کفار اپنے زعم میں یوں جانتے ہیں کہ ہم بتوں سے مانگتے ہیں وہ ہمارے کام پورے کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کو اپنے منہ پر سے مکھی دوڑ کرنے کی بھی قدرت نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس جو لوگ اللہ کے سوائے کسی اور سے حاجات طلب کرتے ہیں وہ انہیں کو حاجات روا جانتے ہیں لیکن وہ اللہ رحمہ اللہ کہ جو رب العالمین ہے خود دیتا ہے اور جو مانگتے ہیں اسے قبول کرتا ہے پھر آخرت میں اس امر کا بدلہ ان کو دے گا کہ ہم دیتے تھے اور تم بتوں کی یا اور کسی کی طرف سے سمجھتے تھے اب ان اوروں سے لو اگر انہیں کچھ طاقت ہے پھر آخرت میں خاص اپنے مومنین بندوں کی دعائیں قبول فرمائے گا اور انہیں کی حاجات پوری کرے گا اور کافروں کو یہ سنا دیا جائے گا فَادْعُوا وَمَا دَعَاءُ الْكَافِرِينَ اَلَا فِي ضَلَالٍ لَّيِّنٍ تَمَّ اِنْ جِہَنَّمِمْ مِیْنِ نَّہَاۤیْتِ بِمِیْقَرَارِیْ سِی دَعَا كِرُو كِی تُو كِرُو لَی كِنِ كَا فِرُو كِی دَعَا ہِ كِی ہُو تِی ہِے قَبُو ل نَہِی كِی ہُو كِی اُو ر ا س مَ مْنُو ن كِی ہِی ت اَیَاتِ قُرْآنِ مِی مَوْجُو د ہِی كِی - دَعَا كِرُو كِی لَے قُرْآنِ مِی قُرْمَا نَا ہِے اُدْعُو نِی اَسْتَجِیْبُ لَكُمْ كِی مَہْجِے دَعَا كِرُو مِی قَبُو ل كِرُو كِی - گَا - سَلْمُ نَے رَوَا یْتِ كِیَا ہِے كِی نَبِی صَلِی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نَے فرمایا ہِے اللہ بندے كِی دَعَا قَبُو ل كِرْتَا ہِے یہَاں تِك كِی جَلْدِی نَ كِرے اُو ر قَطْع رَحْمِ یَا كِنَا ہِے كِی دَعَا نَ مَنگے یعنی جَلْدِی نَ كِرْنَا چَا ہِیے - اُو ر قَطْع رَحْمِ یَا كِنَا ہِے كِی دَعَا مَانگنی نَ چَا ہِیے اِن صُو رتُوں مِی دَعَا قَبُو ل كِم ہُو تِی ہِے اُو دَا وُد، تَرْمِذِی اُو ر اِبْنِ مَاجِیْنِے رَوَا یْتِ كِیَا ہِے كِی تَمَّہَا رَا رُب بَرَّا حِیَا وَا لَا اُو ر كِرِیْم ہِے كُو شَرْم اَتِی ہِے Kِی ہِنْدَہ اَكِی طَرَف ہَاتھ اٹھادے اُو ر وہ اَكُو خَالِی ہَاتھ پھِی ر دِیُو كِے -

فائدہ۔ اس کے یہی معنی نہیں کہ ہر ایک کی ہر وقت اللہ تعالیٰ ضرور دعا قبول کر ہی لیتا ہے بلکہ اس میں یہ دونوں وصف ہیں دعا بھی قبول کرتا ہے حاجتیں بھی پوری کرتا ہے بیکار خدا نہیں کہ اس کو عالم پیدا کرنے کے بعد کچھ اختیار باقی نہ رہا جیسا کہ فلاسفہ یورپ اور بعض ہنود نے سمجھ رکھا ہے ۱۲ مسند فائدہ یہ مراد نہیں کہ سب کی دعائیں قبول کرتا ہے بلکہ بعض جن کو مناسب جانتا ہے فائدہ آریہ کا خدا یا الیٹور نہ دعا قبول کر سکتا ہے نہ از خود کچھ دے سکتا ہے بندے کے کام کا بدلہ بے خود و اختیار ملتا ہے ۱۲ مسند۔

شرط قبولیت دعا دعا میں قبولیت کے لئے بڑی بات یہ ہے کہ دل سے مانگے اور قبول ہونے کا بھی اس وقت یقین کر لیوے کیونکہ اللہ بندے کی آرزو نہیں توڑتا۔ ترمذی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے یوں فرمایا ہے اَدْعُوا اللَّهَ وَانْتُمْ مُوقِنُونَ بِاَلَا جَائِدَةٍ كَتَمَ اللَّهُ سَعْدًا وَاسْ حَالٍ مِیْنِ كَم تَمِیْنِ قَبُولِ هُو جَانِی هُو جَانِی هُو جَانِی اور بے دلی کی دعا اللہ قبول نہیں کرتا اور جس وقت بے قرار ہو کر مانگتا ہے تو جلدی قبول کرتا ہے اور احادیث میں دعا کرنے کے بہت فوائد اور فضائل آئے ہیں بلکہ اس کو عبادت کا مغز فرمایا ہے۔

دعا کا اثر دعا کے اثر ظاہر نہ ہونے میں کبھی کبھی حکمت ہوتی ہے کہ اس کو بندہ نہیں جانتا ہونے میں حکمت اس کا بلکہ بھی اللہ قیامت میں دیتا ہے اور کبھی بعض اشخاص کے لئے یوں دیر ہوتی ہے کہ وہ اور زیادہ مانگے کہ انجام اللہ اس کو اس کا مدد بھی دیوے اور جتنی مدت دعا مانگی ہے وہ اس کی عبادت میں لکھی جاوے کہ آخرت میں کام آوے اگر جلدی دنیا تو یہ عبادت اس کے نصیب نہ ہوتی اور اسی وجہ سے اچھے بندوں کی بعض دعا میں بہت دیر کرتا ہے پچا پچہ یعقوب علیہ السلام نے چالیس برس کے قریب یوسفؑ کے لئے دعا مانگی پھر اتنی مدت کے بعد ظاہر کیا اور بعض شخصوں کے لئے اثر ظاہر کرنے میں کچھ امتحان ہوتا ہے غرض بہت سبب دیر کے ہو جایا کرتے ہیں لیکن بندہ مانگتا نہ چھوڑے۔

وہ کسی چیز کا پابند و مجبور نہیں جو کچھ بندے کے حق میں بہتر اور اصلاح ہو اللہ کو اس کا کرنا واجب نہیں۔ اگرچہ وہ اپنی رسی اور کربھی سے اکثر بندوں کی بھلائی ہی کرتا ہے لیکن یہ اس پر ضرور نہیں کہ خواہ مخواہ اس کو کرے جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں ورنہ کسی کافر مفلس کو پیدا نہ کرتا کیونکہ اس کو دنیا اور آخرت میں حسارہ ہے بلکہ اس کے لئے یہ بہتر تھا کہ دنیا اور آخرت میں نعمت دنیا حالانکہ ہزار ہا سخت کافر دنیا میں افلاس اور بیماری اور صدمہ ہا طرح کی خواری میں یہ حالت کفر مر گئے اور دوسرے اس کا کسی بندے پر احسان اور امتنان ثابت ہوتا کیونکہ اگر اس نے کسی کو دین و دنیا کی نعمتیں دیں تو اس چیز کو کیا جو اس پر واجب تھی سو یہ کیا احسان ہے تیسرے ابو جہل لعین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم

پر اللہ کا احسان برابر ہوتا تو کچھ زیادہ شکر گزار ہی حضرت پر نہ ہوتی کیونکہ اس نے جو دونوں کے لئے صلح تھا وہ کیا اور اپنے واجب سے فارغ الذمہ ہوا الغرض صلح کو اللہ پر واجب کہنے سے اور بہت سے سخت اعتراض لازم آئے ہیں کہ معتزلہ انکے جواب سے بالکل عاجز ہیں۔

مناظرہ ابو الحسن و ابو علی جہانی | چنانچہ شیخ ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ نے ابی علی جہانی معتزلی سے پوچھا کہ تین بھائی تھے ان میں سے ایک مؤمن صالح ہو کر اور ایک کافر ہو کر مر اتیسرے نے لڑکپن میں وفات پائی ان کا کیا ہوا؟ ابی علی نے کہا مؤمن صالح کو جنت اور کافر کو دوزخ ملی اور تیسرے کو نہ عقاب نہ ثواب ہے ابی حسن نے کہا اگر تیسرا بھائی یہ کہے کہ مجھے بڑا کر کے مؤمن صالح بنا کے کیوں نہ موت دی کہ میں جنت میں جانا آرام پانا کیونکہ اس کے حق میں تو یہی خوب تھا ابی علی نے جواب دیا کہ اللہ اس کو بھلا جواب دے گا اگر تو بڑا ہوتا گناہ کرتا جہنم میں رکھتا تیسرے جن میں یہی خوب تھا کہ تجھے لڑکپن میں موت دی ابی حسن نے پھر کہا اگر کافر یوں کہے مجھے مؤمن صالح کر کے کیوں نہ مارا کہ جنت میں جانا یا لڑکپن میں مارنا تھا کہ دوزخ سے بچتا۔ اس کے حق میں یہ بہتر نہ تھا کہ جہنم میں جاوے تو اللہ اس کا کیا جواب دے گا؟ پس ابی علی معتزلی کو جواب نہ آیا اور اسی دن سے معتزلی کی غلطی ہو گئی ناکس پر واضح ہو گئی اور ان کی اس مسئلہ میں کیا حماقت دیکھتے ہو جس قدر فرق اہل سنت کے مخالف ہیں ان کے ہاں ان سے بھی زیادہ کج فہمیاں ہیں۔

موت کی تخلیق | اللہ تعالیٰ نے موت کو پیدا کیا ہے جس سے متعلق ہوتی ہے اس کو مردہ بنا دیتی ہے۔ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ ایک روز یہاں سے جانا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ** یعنی ہر ایک موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ **رَكُلٌ مِّنْ عَلَيْهَا فَأَيُّنَ** اور جو زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے لیکن کلام اس میں ہے کہ موت کوئی وجودی چیز ہے کہ جس طرح اور مخلوقات الہی ہے جیسا کہ بخار وغیرہ امراض یا عدی چیز ہے کہ زندگی کے دور ہوئے کو کہتے ہیں سو اکثر کے نزدیک وجودی ہے اور مخلوقات کی طرح اور دلیل ان کی یہ آیت ہے **تَخْلُقُ الْمَوْتِ وَالْحَيَاةَ**۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے موت کو اور حیات کو اور بعض کہتے ہیں عدی ہے اور خلق کے معنی بھڑایا اور اندازہ کیا ہے فائدہ۔ موت کے بعد میت کی روح اہل کے جسم سے جدا ہوتی ہے اور حقیقت میں اس جدائی کا نام موت ہے یہ جسم جو بمنزلہ مرکب کے تھا اگلے طرح جاتا ہے اور روح کو جس کو حکما نفس نامی

کہتے ہیں قائم رہتی ہے سو اس کو جزا و سزا دی جاتی ہے اس امر میں کل متفق ہیں۔

ہنود کا عقیدہ | چنانچہ ہنود کہتے ہیں کہ جو لوگ اس جہان میں بے بندگی و عبادت یعنی کمالات حاصل کئے بغیر مرتے ہیں تو وہ پھر کسی اور بدن میں جو اس کے عمل کے مناسب تھا آتے ہیں اگر یہاں درختا تو شیر کے بدن میں اور بزدل تھا تو خرگوش کے قالب میں ظہور کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس ایک جسم کے بعد دوسرے جسم میں جاتا ہے جب وہ اپنے کمالات حاصل کر چکتا ہے اور کدورت سے صاف ہو جاتا ہے تو پھر عالم قدس میں ملائکہ کے ساتھ رہتا ہے اور اس کو وہ آواگون یعنی تناسخ کہتے ہیں۔ حکما کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جو لوگ کمالات علمیہ و عملیہ حاصل کر چکے ہیں وہ عالم قدس میں جاتے ہیں اور جن کو کدورت جسمانی یعنی جہالت و بد اخلاقی سے صفائی نہ تھی تو وہاں عذاب پاتے ہیں یعنی افسوس و غم کھاتے ہیں اور اس کو وہ روحانی دوزخ کہتے ہیں اور جسمانی دوزخ سے اس کو سخت بچاتے ہیں۔

اہل کتاب کا عقیدہ | اہل کتاب کے ہاں فقط اس قدر ہے کہ جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں وہ نجات پاتے ہیں ورنہ تکلیف اٹھاتے ہیں اور کچھ مفصلاً احوال نہیں البتہ انجیل مکاشفات یوحنا میں دوزخ اور جنت اور کچھ دہاں کے عذاب و ثواب کی بھی تصریح ہے کہ کچھ ذکر اس کا آگے آئے گا لیکن قرآن نے کہ سب کی تکمیل کے لئے بعد میں آیا ہے اس امر عظیم کو جو کتب سابقہ میں وضاحت و تفصیل سے بیان نہ تھا بیان کر دیا۔

اہل اسلام کا عقیدہ | لہذا اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں قوت نظریہ و قوت عملیہ میں کامل ہیں قوت نظریہ کے کمال سے یہ مراد ہے کہ موافق شرع کے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو جانتے ہیں اور رسول کو برحق مانتے ہیں اور جس قدر چیزوں کی رسول نے خبر دی ہے ان کو سچا جانتے ہیں اور اس کو ایمان کہتے ہیں اور قوت عملیہ کی تکمیل سے یہ مراد ہے کہ اپنے اخلاق کو درست کرتے ہیں یعنی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے رسول کی معرفت منع کی ہیں ان سے بچتے ہیں اور جن کا حکم دیا ہے ان کو بجالاتے ہیں، تو وہ لوگ مرکز عالم قدس یعنی علیین میں کہ جو بوزخ ہے حشر تک رہتے ہیں بعد خراب ہونے اس عالم کے یعنی قیامت کے بعد کہ جب ان کو کمال ترکیب حاصل ہو جاتا ہے عالم قدس کے اعلیٰ طبقے میں کہ جس کو جنت شاد کہتے ہیں جاتے ہیں اور وہاں ہمیشہ رہیں گے اور ہر قسم کی لذت حاصل کریں گے اور جو لوگ علم و عمل میں ناقص تھے اور نقصان دہ طرح پر تھا ایک

یہ کہ خدا کا کسی کو کسی صفت میں شریک سمجھایا اس کی کسی صفت کا انکار کیا یا اس کے رسول یا اس کی فرمائی ہوئی بات کو جھوٹ سمجھایا اس کے ساتھ اور کو برابر کیا اور اس کو کفر اور شرک کہتے ہیں تو وہ ہمیشہ وہاں عذاب پاوے گا اور طرح طرح کے عقوبات اٹھائے گا۔ اور عجب میں کہ دونوں کا اول درجہ ہے رہے گا۔ اور بعد حشر کے جہنم کی آگ میں تڑکیہ کے واسطے ڈالا جاوے گا جس طرح کہ چکیٹ کو آگ سے دور کرتے ہیں اسی طرح ان کو کریں گے لیکن جو تمام چکیٹ ہو گیا اس کو چکیٹ سے صفائی نہ ہوگی سو اسی وجہ سے یہ لوگ ہمیشہ جلتے رہیں گے قرآن میں ایک جملہ اسی بیان میں کیا ہی اعجاز رکھتا ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهُ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهُ کہ فلح پانی جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا۔ اور خسارہ میں رہا جس نے آلودہ کیا اس کو اور دوسرے نقصان یہ کہ یا تو علم میں کچھ نقصان ہو کہ بعض امور کو برخلاف یقین کر لیا جیسا کہ اہل سنت کے غیر اور فرقت اسلام کے بعض بعض معتقدات ہیں یا عمل میں نقصان کیا کہ خدا کے اوامر و نواہی پر عمل نہ کیا اخلاق کو خراب کر لیا تو وہ بھی اس عالم میں عذاب پاویں گے بھران کی نجات کی یہ صورت ہوگی کہ جس کا جس قدر نقصان ہے اسی قدر تکلیف دیکر اس کا تڑکیہ کیا جائے گا بعض کو عالم برزخ میں صفائی ہو جائے گی بعض کو کہ جن کا نفس کدورت سے زیادہ ملوث ہے آگ جہنم سے صفائی ہوگی پھر جب تڑکیہ ہو چکے گا تو عالم قدس میں مل جاوے گا۔ یا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاصہ سے اور بعض کو نبی علیہ السلام کی شفاعت سے صاف کر دیگا اور عالم قدس میں ملاوے گا۔

تثیب | عالم آخرت کو ہر کوئی آنکھ سے دیکھ کر تو آیا ہی نہیں کہ اپنے مشاہدہ کو سند بنا لے کہ اب اس کے دریافت کی دو ہی صورت ہیں یا تو حکماء مشائخ اپنی عقل کے زور سے بدلیل ثابت کریں سو اس عالم کا مجملہ احوال تو بلا شک عقل سلیم سے دریافت ہو سکتا ہے لیکن تفصیل سے دریافت کرنے میں عقل قاصر ہے اور کیوں۔ قاصر ہو حالانکہ اس عالم کے سدہ امور معلوم نہیں جیسا کہ مقدمہ کتاب میں بیان ہوایا حکماء اشرافین اپنے اشراف سے دریافت کریں سو یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ نبی کا نفس اشراف و مکاشفات میں سب نفوس سے کامل اور مرئی ہوتا ہے اور اس کے اشراف کے آگے اوروں کا اشراف اس طرح خیرہ ہے کہ جس طرح ذرہ آفتاب کے روبرو دکھو لگا نبیاریہم السلام کو وحی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ نذر لویہ فرشتہ ان پر تعیبات

ظاہر فرماتا ہے اور یوں بھی ان کو عیاناً دکھلا دیتا ہے اور ان کو خلق کے لئے ہادی بنا کر بھیجتا ہے اس لئے غلطی نہ ہونے میں آپ ان کا محافظ و حامی ہوتا ہے سو نہ ان کے مشاہدات میں غلطی ہونے دیتا ہے نہ حسیات میں بخلاف اور اشراقیوں کے کہ ان کے اشراق بلکہ کبھی عیاناً میں بھی غلطی ہو جاتی ہے لہذا ایک دوسرے کے رائے میں مخالفت ہوتا ہے اور یہ بھی ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں بلکہ سب کے امام ہیں سو آپ کو عالم آخرت عیاناً یا با خدا نے دکھلایا بھی ہے اور بذریعہ وحی خبر بھی دی ہے پس جہاں تفصیل عالم آخرت میں باہم اختلاف ہے وہاں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم امام الاشرافین معلم النبیین کا قول سند ہے اور سب ان کے مقابلہ میں غلط ہیں اب حضرت کے بیان کے موافق اس عالم کا بیان کیا جاتا ہے

باب دوم

فصل اول قبر | مرنے کے بعد قبر میں منکر و تکیہ فرشتوں کا سوال کرنا ایمان داروں،
 کے متعلق | نیکو کاروں کو راجتیں ملنا اور کافروں اور بدکاروں کو عذاب ہونا برحق ہے
 کیونکہ یہ امور سب ممکن ہیں عقل سلیم ان کو محال نہیں جانتی اگر کوئی محال کہے تو دلیل بیان کرے ہاں جو داس کے بجز صادق نے کہ جس کی نبوت اور صداقت پہلے ثابت ہو چکی ہے اس کی خبر دی ہے اور نصوص قرآنیہ اس پر دلالت کرتے ہیں لہذا کسی مخالف کا اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں قول معتبر نہیں المختصر بعد مرنے کے اعمال کی جزا اور سزا برحق ہے قرآن احادیث اس پر دلالت کرتے ہیں۔

دلیل عقلی | عالم آخرت پر یہ ہے کہ سب اہل عقل کے نزدیک مسلم ہے کہ خدا تعالیٰ عادل ہے اور وصف عدالت اس کو حاصل ہے اب ہم کہتے ہیں کہ خدا آدمی ایسے ہیں کہ انہوں نے وہ بڑے کام کئے ہیں کہ جو سب کے نزدیک مسلم ہیں یعنی کفر و شرک بھی کیا ہے اور خدا تعالیٰ میں صدمہ عیوب بھی ثابت کئے ہیں پھر بندگان خدا پر ظلم بھی کیا ہے ہاں جو داس کے تمام عمر ان کی عیش و آرام سے گزر گئی اب اگر ان کو کہیں اور جگہ سزا اور ان مظلوموں کو جو ان سے تو خدا تعالیٰ کی عدالت میں فرق آئے پس ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد جزا اور سزا ہے اور یہی مدعا ہے۔
 عالم برزخ اور عالم حشر | اہل اسلام کے ہاں عالم آخرت کے دو طبقے ہیں اول

بعد مرنے کے حشر تک دوم قیامت سے ابدالاً باذنک اول طبقہ کو عالم برزخ دوسرے طبقہ کو عالم حشر کہتے ہیں اب ہم وہ آیات ذکر کرتے ہیں جن سے عالم برزخ کا ثبوت ہوتا ہے

قال اللہ تعالیٰ التَّارُ لِعِزِّ ضَوْنٍ عَلَيْهَا عَدْوًا وَعِشْيًا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا
 آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ۝ صبح اور شام کفار فرعونی آتش دوزخ کے سامنے لئے جاتے ہیں اور جس روز قیامت ہوگی حکم ہوگا کہ فرعونوں کو سخت عذاب میں داخل کر دیں

یہاں سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی جزا اور سزا کے دو درجے ہیں ایک مرنے کے بعد سے قیامت تک کہ جس کو عالم برزخ کہتے ہیں اور اس درجہ میں جزا اور سزا پوری پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس درجہ میں فرعونوں کے لئے آگ کے سامنے پیش کیا جانا فرمایا اور قیامت میں سخت عذاب کی تصریح فرمائی ہے اور دوسرا قیامت سے لے کر ابدالاً باذنک اور اس درجہ کو حشر و نشر کہتے ہیں اور اس میں پوری جزا و سزا ہوتی ہے کہ جس میں اشد العذاب کا لفظ وارد ہے

وقال تعالیٰ أَعْرَقُوا فَأَوْخِلُوا نَارًا ۝ یعنی قوم لوط غرق کی گئی اور جہنم آگ میں داخل کئے گئے اور زبان عرب میں قار تعقیب کے لئے آتی ہے اور تراخی نہیں چاہتی ثابت ہوا کہ ڈوبتے ہی آگ میں داخل کئے گئے بلا تراخی اس سے عالم برزخ ثابت ہوا کیونکہ مرنے کے بعد سے حشر تک کے زمانے کو عالم برزخ کہتے ہیں۔ اور ابھی حشر ہو نہیں چکا کہ عذاب پر محمول کیا جاوے

وقال تعالیٰ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أَعْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْقَوْا إِلَهُم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں ان کو مردہ نہ گمان کرو بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں خوش ہیں اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے اور جو ان کے خویش اقارب ابھی ان کے پاس نہیں پہنچے مر کے بلکہ زندہ ہیں سو ان کے احوال سے ان شہداء کی یہ خوشی سنائی جاتی ہے کہ ان پر بھی کچھ خوف نہیں اور نہ وہ رنج میں پڑیں گے۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مرنے کے بعد نیکیوں کو یہ کچھ راعتیں ملتی ہیں اور جو لوگ ان کے خویش و اقارب دنیا میں نیک ہیں ان کو وہاں ان کی فکر ہے کہ دیکھے وہ مر کر کہاں جاتے

ہیں سو ان کے حال سے بھی ان لوگوں کو وہاں مژدہ سنایا جاتا ہے وہ بھی مر کر تمہارے پاس آویں گے اور یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ معاملہ ان سے حشر سے پہلے کا ہے اور یہی مدعا ہے و قال تعالیٰ قَبْلَ ادْخَالِ الْجَنَّةِ قَالَ لَبَّيْتُ قَوْمِي لِيَعْلَمُوْنَ بِمَا عَصَرْتُ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنْ الْمَكْرُمِيْنَ ۝ لَعْنَةُ جِبِّ حَبِيْبٍ نَّجَارٍ كُوْفَارٍ نَّهْيْدُ كَرِيْمًا تُوَانٍ كُوْحَمٍ هُوَا كِهْجَتِ مِيْنِ دَاخِلِ هُوَسٍ وَهْ جَنَّتِ مِيْنِ كُنَّ تُوَانِ كُوْ يِهْ اَرَزُوْ هُوْنِيْ كِهْ كَاشِ مِيْرِيْ قَوْمِ مِيْ سِ كُوْ جَانِ لِيْتِيْ كِهْ مَجْهِيْ مِيْرِيْ رَسْبِيْ نَجَشِ دِيَا اُوْرِكْرِيْنِ مِيْنِ مَجْهِيْ دَاخِلِ كِيَا كِهْ اَسْكَ بَعْدُوْ هِيْ اِيْمَانِ لَانَّ اَلْمُخْتَصِرِيْهَ اَيَاتِ اُوْرَانِ كِهْ مَاسُوْنِيْ اُوْر اَيَاتِ سِيْ يِهِيْ ظَاہِرِ هُوْتَا هِيْ كِهْ مَرْنِيْ كِهْ بَعْدِ نِيْكَ اُوْر بَدِ كُوْحَشْرِيْ سِيْ پِہْلِيْ مَجْهِيْ جَزَا رُوْسْرَا مَلْتِيْ هِيْ اُوْر يِهْ اَمْرِ ظَاہِرِيْ كَسْ لِيْ كِهْ مَوْتِ سِيْ اَهْلِ النَّسَانِ جُوْرُوْحِ بِيْ فَنَّا هِنِيْسِ هُوْتِيْ بَلْكَ بَدَنِ سِيْ جُدَا هُوْ جَانِيْ سِيْ جَلِيْسَا كِهْ عَقْلِ وَنَقْلِ اِسْ كِيْ شَاہِدِيْ سِيْ اِگْرَ اِسْ كُوْحَشْرُوْ لَشْرِيْ مِيْنِ جَزَا رُوْسْرَا هُوَا كَرْتِيْ تُوَا تِنِيْ مَدْتِ اِسْ سِيْ پِہْلِيْ اِسْ كُوْ مَعْطَلِ رَكْحَنَا اللّٰهِيْ كِيْ عَدَالَتِ كِهْ خِلَافِ هُوْتَا دِهْ جُوْ بَعْضِ شَيْعِيْهْ اُوْر لِعَبْضِ مَعْزَلِيْہِ كِهْ كِتْنِيْ هِيْنِ كِهْ مَرِيْ كِهْ اَدْمِيْ بِنَزَلِ جَمَادَاتِ كِهْ هُوْ جَانَا هِيْ اِسْ كُوْ سْرَا جَزَا هُوْنَا مَحَالِ هِيْ اِسْ كُوْحَشْرِيْ مِيْنِ جَزَا رُوْسْرَا مَلِيْ اِسْ كِهْ پِہْلِيْ نَبِيْسِ سُوْ يِهْ قَوْلِ اَيَاتِ وَ اَحَادِيْثِ وَ جَمْہُوْرِيْ كِهْ خِلَافِ هِيْ اَسْلَمِيْ ذَا بِلِ لِحَاظِ نَبِيْسِ۔

عالم برزخ کے ثواب و عذاب کا ثبوت احادیث کی خوب تشریح ہو جاوے صحیحین میں اللہ سے روایت ہے

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مردے کو قبر میں دہر کر اس کے اہل و عیال پھرنے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی تھپک سنتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے ہیں اور اسے بھٹلا کر پوچھتے ہیں کہ تو ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جانتا تھا اگر مومن ہے تو کہتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں پھر اس کو کہتے ہیں کہ تو پہلے اپنا دوزخ کا ٹھکانہ دیکھ کہ اس کے بدے اللہ نے جنت میں جائے دی ہے تو اس کو دوزخوں جگہ نظر آتی ہیں اور اگر مردہ منافق یا

فائدہ - اور یہ بھی آیا ہے اخر جوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الہون کہ روح قبض کرنے والے فرشتے کہتے ہیں کہ اپنی جان نکالو تو آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جاوے گا موت کے وقت حشر پر نہیں ہوا پس مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے قرطبی کہتے ہیں اس پر جمہور اتفاق ہے قسطلانی کہتے ہیں مرنے کے بعد روح زندہ رہتی ہے۔ اور ہر انسان جسم کا لباس اترا جاتا ہے اس کو برہنہ اور اس کا رہنا ہے مگر نظروں سے غائب ہو کر جہان میں پھرا کر پاک روح ہے تو علیین میں جو عالم بالا ہے اور اگر ناپاک ہے کہ جس کو لذت و شہوات کی ظلمت نے گھرا لیا تو جہنم میں رہتی ہے جو عالم سفلی میں ہیبت ناک اور پراندہ جگہ ہے اور یہی دوزخوں جگہ اصلی قبریں ہیں۔

۱۲ مسند -

کافر ہے۔ تو وہ ان کے جواب میں کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا جو کچھ اور لوگ ان کو کہتے ہیں میں بھی کہہ دیا کرتا تھا تب فرشتے کہتے ہیں تو نے نہ جانا نہ مانا تب اس کے لوہے کے گرزوں سے ایسا مارتے ہیں کہ اس کی چیخ سوائے جن و انس کے سب سنتے ہیں امام مسلم نے زید بن ثابت سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار بعلبکہ پر سوار بنی نجار کے باغیچے کے پاس سے ^{سوار} ہو کر نکلے اور ہم لوگ آپ کے ساتھ تھے کہ یکایک آپ کا بعلبکہ ایسا بدکا کہ قریب تھا کہ گر پڑتے پھر دیکھا تو وہاں پانچ چھ قبریں تھیں آپ نے پوچھا کوئی ان قبر والوں کو جانتا ہے؟ ایک نے عرض کیا۔ ہاں میں جانتا ہوں آپ نے پوچھا کس زمانے کی قبریں ہیں؟ اس نے عرض کیا یہ لوگ شرک کے زمانے میں مرے ہیں تب آپ نے فرمایا کہ یہ قبر والے عذاب میں مبتلا ہیں اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ تم آئندہ مرے کو دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتے جو عذاب میں مبتلا ہوں تمہیں سنو اتنا پھر آپ نے ہماری طرف منہ پھیر کے فرمایا پناہ مانگو اللہ کی عذاب قبر سے ہم نے کہا الہی تیری پناہ ہے عذاب قبر سے پھر فرمایا پناہ مانگو اللہ کی ظاہر اور باطن فتنوں سے ہم نے کہا الہی تیری پناہ ہے ظاہر اور باطن کے فتنوں سے فرمایا پناہ مانگو فتنہ دجال سے ہم نے کہا الہی تیری پناہ ہے فتنہ دجال سے ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میت کو قبر میں دفناتے ہیں تو اس کے پاس سیاہ رنگ نیلی آنکھوں کے دو فرشتے آتے ہیں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں وہ مردے سے پوچھتے ہیں تو ان کو یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کہا کرتا تھا؟ وہ کہتا ہے وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ تب وہ کہتے ہیں میں پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ تو یوں کہے گا پھر اس کی قبر ستر در ستر گز کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کو منور کیا جاتا ہے۔ پھر اس کو کہتے ہیں کہ اب تو سو جا آرام کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے گھر جانے دو کہ وہاں اپنے اہل و عیال کو بھی اپنے اس حال کی خبر کراؤں وہ کہتے ہیں کہ سو جس طرح سے دولہا سوتا ہے کہ سوائے دلہن کے کسی اور نہیں جگاتا یہاں تک کہ تجھے

سہ یا تو بسبب اس کے کہ روح مجرد ہے بعد مکان نہیں آنحضرت اس کو اپنی جگہ میں قبر سے دکھائی دیتے ہیں یا حضرت کی تصویر دکھلا کر یاد کر کے پوچھتے ہیں ۱۲ منبر۔

خدا تیری قبر سے اٹھا دے یعنی حشر تک یہاں آرام کر اور اگر مردہ منافق ہے تو جو اب میں کہتا ہے جو کچھ ان کو اور لوگ کہتے تھے میں نے بھی سن کر وہی کہہ دیا۔ اب میں کچھ نہیں جانتا تب وہ کہتے ہیں ہم کو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ تو یوں کہے گا پھر زمین کو حکم ہوتا ہے کہ تو اسکو بھینچ لے تب زمین اس طرح بھینچتی ہے کہ اس کی ادھر کی پسلیاں ادھر نکل جاتی ہیں پھر ہمیشہ اس کو قبر میں عذاب رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قبر سے اٹھا دے امام احمد اور ابو داؤد نے برابر بن عازب سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے تھے کہ مرد کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اس کو بٹھلا کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے کہ رب میرا اللہ ہے پھر کہتے ہیں دین تیرا کیا ہے وہ کہتا ہے دین میرا اسلام ہے پھر کہتے ہیں یہ شخص جو کہتا ہے پاس آیا تھا (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہے وہ کہتا ہے وہ اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم، تب وہ کہتے ہیں تو نے کابے سے جانا وہ کہتا ہے اللہ کی کتاب کو پڑھا اور پڑھ جانا۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اللہ کے اس قول میں جو ثابت رکھنا آیا ہے اس سے اسی جگہ ثابت رکھنا مراد ہے یُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الْآيَةَ ثَابِتٌ رُكْنًا هُوَ اللَّهُ مَوْتُونَ كَوَيْسَ قَوْلٍ بِرُكْنٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ فَرَمَا يَكُ الْوَاقِعِ وَالْآسْمَانِ كِي طَرَفٍ سَعِ كَهْتَا هُوَ سَجَا هُوَ مِيرَا بِنْدَهُ اس كَعِ وَاسَطَةِ جَنَّتِ كَا فَرَشٍ بِجَهَاؤِ اُوْرَا سِ كُو جَنَّتِ كَعِ كِطْرَةِ پِهْنَاؤِ اُوْر جَنَّتِ كِي طَرَفِ اس كَعِ لَعِ دَرُوَا زِه كَهْوَلِ دُو۔ پس دروازہ کھل جاتا ہے اور وہاں سے سرد ہوا نہیں اور خوشبو نہیں آتی ہیں اور جہاں تک اس کی نظر جاتی ہے وہاں تک اس کی قبر کشادہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں کافر کا حال لکھا ہے کہ اس کو جو اب نہیں آتا اور مومن کے برخلاف سب معاملات اس سے عمل میں آتے ہیں اختصار کے لئے تمام حدیث کو نقل نہ کیا ابن ماجہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مردے کو قبر میں رکھتے ہیں تو اس کو آفتاب غروب ہوتا ہو اور کھائی دیتا ہے تب بیٹھ کر آنکھیں ملنے لگتا ہے اور کہتا ہے (منکر دیکھو) مجھے ذرا چھوڑو میں نماز پڑھ لوں۔ الغرض اس احوال میں اس کثرت سے احادیث ثابت ہیں کہ سب کامشور مشترک حدیث کو پڑھ کر پتہ چلا ہے۔

علیین اور سجین | احادیث میں جہنم کا مقام علیین اور سجین بھی آیا ہے کہ

ملائکہ مومنین کی ارواح کو قبض کر کے جنت کے حریروں میں لپیٹ کر نہایت تعظیم و تکریم سے ساتویں آسمان تک لے جاتے ہیں پھر وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ علیین میں اس کو لے جاؤ۔ پس وہ جہاں اور مومنین کی ارواح ہیں وہاں آتا ہے وہاں کے مومنین اس سے دنیا میں اپنے اپنے اقارب کا حال دریافت کرتے ہیں اور اس کے آنے سے نہایت خوش ہوتے ہیں کہ حسب طرح کوئی کسی غائب کے آنے سے خوش ہوتا ہے۔ احمد اور انسائی نے اس کو روایت کیا ہے۔ اور شہیدوں کے لئے جنت میں رہنا بھی ثابت ہوا ہے اور کافر و منافق کی روح کو فرشتے نہایت شدت کے ساتھ قبض کر کے بدبو کے ٹاٹ میں بند کرتے ہیں اور آسمان کی طرف لاتے ہیں سو وہاں اس کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھلتا۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ اسے سجین میں جہاں اور کفار کی ارواح معذب ہیں لے جاؤ وہاں لے جا کر عذاب میں گرفتار کرتے ہیں مومن حشر تک علیین میں آرام اٹھاتے ہیں اور کافر حشر تک سجین میں عذاب پاتے ہیں ان احادیث میں اور جن میں کہ قبر کے اندر ثواب و عقاب ثابت ہے کچھ مخالفت نہیں یہ حال عام مومنین کا ہے اور شہیدوں کو قبل حشر بھی جنت میں جائے ملتی ہے اور اسی طرح جو شخص ان سے بھی زیادہ رتبہ میں ہیں جیسا کہ انبیاء و صدیقین یا جس کو اللہ چاہے اس کو بھی جنت میں مقام ملتا ہے ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء۔

ملیروں کے چند شبہات | شبہ قبر میں کسی مردہ کو آج تک ثواب و عذاب میں کہ جن کا ذکر احادیث اور ان کے جوابات میں آیا ہے مبتلا نہیں دیکھا نہ کسی کی قبر کی وسعت معلوم ہوئی کہ شہر و شہر گزر کشادہ ہوگئی ہو علیٰ ہذا القیاس۔ جواب۔ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ اصل میں انسان روح ہے اور بدن اس کے تابع ہے ثواب و عذاب بھی عالم برزخ میں روح کو ہوتا ہے جب تم کو وہ شخص ہی نظر نہیں آتا تو اس کے ثواب و عذاب کیونکر نظر آویں گے جس قسم کا وہ شخص ہے اسی قسم کے اس کے لئے عذاب و ثواب ہیں ویسے ہی اس کے کپڑے ہیں ویسا ہی اس کا فرش ہے اسی قسم کے اس پر گزر پڑتے ہیں اسی قسم کے سانس بچھو وہاں ڈستے ہیں جس طرح کہ روح

۱۔ کیونکہ جب یہ ثابت ہوا کہ قبر سے خاص وہ گڑھا مارا نہیں کہ جس میں جسم دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے خواہ کوئی پانی میں غرق ہو خواہ آگ میں جل جاوے تو اس کی وہی قبر ہے۔ اس صورت میں علیین و سجین میں عذاب و ثواب ہوتا ہے۔ قبر میں عذاب و ثواب ہے۔ کچھ مخالفت نہیں ۱۲ مستند۔

جسم عنصری نہیں اس کے ثواب و عذاب بھی عنصری نہیں اسی واسطے وہ نظر نہیں آسکتی یہ جو اب تحقیقی ہے اور تمہارے شبہ کی بنا اس پر ہے کہ تم نے میت کو جس کو ثواب و عذاب ہوتا ہے اس خاک کے ڈھیر کو جو آں کا مرکب تھا عرف عام کا اعتبار کر کے سمجھ لیا اور اسی قسم کے عنصری عذاب ثواب تم نے اس کے لئے فرض کئے پھر تم نے جب اس کو ان سے خالی پایا تو تمہیں شبہ ہوا۔

الزامی جواب - اور الزامی گفتگو اس طرح پر ہے کہ خواب میں کوئی شخص تمہارے روبرو کچھ ثواب و عذاب دیکھے یا اپنی جائے نہایت تنگ دیکھے یا میدان وسیع میں جاوے یا کوئی مہیب چیز اس کو نظر آوے سو یہ سب ممکن ہے حالانکہ اس کا جسم تمہارے روبرو پڑا ہے۔ اس پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم اس کو پتہ جانتے ہو؟ اور خواب میں اس عالم میں یوں بیدار ہے خواب میں روح جسم سے بدستور متعلق رہتی ہے فقط توجہ اس کی ادھر نہیں رہتی۔

اس پر وہ یہ کچھ معاملات دیکھتی ہے اور ان کو تم پتہ جانتے ہو پھر جب روح جسم سے بالکل الگ ہوگئی اور پھر وہاں اس پر کچھ اس عالم کے حالات گزرے اس کو تم خلاف عقل اور خلاف مشاہدہ کیوں قرار دیتے ہو؟ جس طرح تم خواب میں تنگ اور وسیع مکان میں ہونا مسلم رکھتے ہو اسی طرح اس کی قبر کی کشادگی اور تنگی کو بھی مسلم رکھو کیونکہ قبر کے تنگ اور وسیع ہونے سے ہماری یہ مراد نہیں کہ یہ گڑھا کہ جسم کو جس میں چھپا یا ہے وہ تنگ اور وسیع ہوتا ہے بلکہ اس عالم میں روح پر تنگی اور کشادگی ہوتی ہے اور اصل قبر اس کی وہی ہے ہاں عرف عالم میں اس جسم کے اعتبار سے اس گڑھے کو بھی قبر کہتے ہیں۔

شبہ - بعض لوگوں کو آگ میں جلا دیتے ہیں اور بعض پانی میں غرق ہو جاتے ہیں بعض ہوا میں معلق لٹکتے رہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس پھر ان کے لئے قبر نہ ہوتی اور نہ منکر و نیکر کا سوال جو اب جو خاص قبر میں ہوتا ہے وہ بھی نہ ہوگا۔

جواب - ابھی ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ گڑھا قبر اصل نہیں جس کو تم قبر سمجھتے ہو بلکہ مراد وہ ہے جو اب بیان ہو چکا خواہ کوئی غرق ہو یا جلے یا کوئی جاندار اس کو کھا جائے اس کی روح سے بہر طور یہ معاملات پیش آتے ہیں اور وہاں ہی منکر و نیکر اس سے سوال و جواب کر لیتے ہیں اور وہاں ہی اس کی روح پر کشادگی اور تنگی وغیرہ ثواب و عذاب ہو چکتے ہیں خلاصہ عقیدہ اسلامی اس مسئلہ

میں یہ ہے کہ جیسا انسان اس منزل فانی کو چھوڑتا ہے تو وہ دوسرے عالم میں پہنچتا ہے اس عالم غیر محسوس میں نیکیوں کا مقام عالم بالا یعنی علیین ہے اور بدوں کا سجن جن کی رو میں کافرتی ظلمت کی وجہ سے اوپر نہیں چڑھ سکتیں۔ وہ اس ناپاک جگہ میں ڈلے جاتے ہیں تو عرف شرع میں اسی عالم کا نام ہے جہنم کے بودار روح کو ان کے ابدان سے پھر متعلق کیا جاوے گا اور نیا آسمان اور نئی زمین پیدا ہوگی تب تو نیک جنت میں اور بد دوزخ میں رہیں گے جہنم تک کا زمانہ عالم برزخ کہلاتا ہے جہنم اس عالم کی کامل ترقی اور ظہور کی ہے اور کبھی مرنے کے بعد جسم پر بھی عذابِ ثواب کے آثار نمایاں ہو چلتے ہیں بندوں کی عبرت اور رغبت کے لئے اور کالمین کی روحوں کا عالم عنسری میں کبھی تصرف بھی نمایاں ہو جاتا ہے رو میں مرقی نہیں نہ اس جہان میں دوبارہ جنم لینے آتی ہیں جساکہ ہنود کا گمان ہے اس عالم میں روحوں پر جو کچھ کیفیت گزرتی ہے اس کی بجز صادق علیہ السلام نے خبر دی ہے جو عقلاً بھی کسی طرح محسوس نہیں۔

شبہ۔ جہان میں ایک روز صد ہا آدمیوں کے مرنے کا اتفاق ہوتا ہوگا پھر کوئی مشرق میں اور کوئی مغرب میں پس سب ایک وقت میں دو فرشتے کیونکر سوال کرتے ہیں؟

جواب جس طرح عزرائیل علیہ السلام کے بہت سے ملائکہ روح قبض کرنے میں تابع ہیں وہ ہر کوئی روح قبض کرتے ہیں اسی طرح منکر نیکر ایک جماعت کا نام ہے اس میں دو فرشتے جا کر ہر جگہ سوال کر لیتے ہیں۔

فائدہ۔ قبر میں میت سے اس قسم کے سوال سے بہت سی حکمتیں ہیں کہ ان کو وہی خوب جانتا ہے۔

فائدہ۔ بعض شخصوں سے قبر میں سوال نہیں ہوتا۔ چنانچہ طبرانی نے ابو ایوب سے انہوں نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص کفار کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے پھر غالب ہو جائے یا شہادت پاوے تو قبر میں منکر و نیکر کے فتنہ سے محفوظ رہے گا اور امام احمد اور ترمذی نے عبد اللہ بن عمر سے انہوں نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو مسلمان جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن مرا گیا فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے اور مسلمانوں کے نابالغ لڑکوں سے اور شہیدوں سے بھی سوال نہ ہوگا۔ الغرض جس سے سوال کرنے کا حکم الہی ہوگا اس سے منکر و نیکر سوال کریں گے۔ اور جس کے لئے حکم نہ ہوگا اس سے سوال نہ ہوگا اس کو بے سوال قبر میں ثواب اور راحت و عیش دیا جاوے گا۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ عَط۔

سب کفار اور بعض گنہگار مومنین اسل کفار کا قبر میں معذب ہونا احادیث سابقہ الذکر سے
 معلوم ہو چکا ہے اور بعض مومنین کا گناہ سے قبر میں معذب

ہونا ان احادیث سے ثابت ہے۔ بخاری اور مسلم نے ابن عباس رضی سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم ایک بار دو قبروں کے پاس سے ہو کر گزرتے تو فرمانے لگے کہ یہ دو شخص عذاب میں گرفتار ہیں
 لیکن کچھ بڑی بات کے سبب ان کو عذاب نہیں بلکہ ان میں سے ایک چغلی کیا کرتا تھا اور ایک پشیاپ
 سے کم تجتیا تھا۔ پھر آپ نے ایک کھجور کی شلخ چیر کر آدھی ایک کی قبر پگاڑ دی اور آدھی دوسرے کی
 قبر پر جب لوگوں نے اسکی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ شاید ان کے ستر رہنے تک اللہ ان کے عذاب
 میں تخفیف کرے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں شخص کافر تھے دوسری وجہ سے ایک یہ کہ حضرت نے ان
 کے عذاب کا سبب یہ گناہ بیان فرمایا اگر کافر ہوتے تو کفر کی وجہ سے عذاب کرنے میں ایسے گناہ کا ذکر
 بے محل تھا۔ دوسرے کافر کے لئے بعد کرنے کے آپ تخفیف نہ چاہتے حاکم نے بسند صحیح ابو ہریرہ سے
 روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے مسلمانوں پشیاپ سے بچا کرو کیونکہ اگر عذاب
 اس کے سبب ہوتا ہے ترمذی نے ابن عباس رضی سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ
 سورہ تبارک الہی عذاب قبر کو روکتی ہے اور پڑھنے والے کو قبر کے عذاب سے نجات دیتی ہے داری نے
 خالد بن معدان سے روایت کیا ہے کہ تجات دینے والی سورت الم تنزیل کو پڑھا کرو کیونکہ میں نے سنا ہے
 کہ ایک شخص بڑا گنہگار اس کو کثرت سے پڑھا کرتا تھا مر نیکی کے بعد یہ سورت بازو پھیلا کر عذاب روکنے کو اس
 پر گہری اور کہنے لگی کہ اے رب پر مجھے بہت پڑھتا تھا اس کو بخش دے رب نے اس کی شفاعت قبول
 کی اور حکم دیا کہ اس سورت کے ایک ایک حرف کے بدلے میں اس کے ایک ایک گناہ معاف کرو اور ایک
 ایک اجر دو۔ فائدہ۔ عالم مثال میں دنیا کے اعمال ایک صورت خاص میں ظہور کرتے ہیں نیک اعمال جو روضہ
 طوبی کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور بد اعمال سانپ چھو طوق و زنجیر آگ وغیرہ بن جاتے ہیں اور یہ بتا
 الشکی قدرت سے بعید نہیں کہ جس نے مورد محض کو ایک صورت خاص میں ظاہر کر دیا وہ اعراض
 کو جو اہر بھی بنا سکتا ہے اور جس صورت میں چاہے لاسکتا ہے۔ **اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ**۔

اس میں اس طرف ایسا ہے کہ ستر چیز میں بناتی روح باقی رہتی ہے جو تسبیح و تقدیس کرتی ہے اس کی یہ برکت صاحب قبر کے
 لئے باعث رحمت ہے اسی سے مسلمانوں میں قبروں پر پھول رکھنے کا دستور ہو گیا بعض کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں صرف آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کا خاصہ مختص تھا جو رحمت الہی نے ان کے خشک ہونے تک تخفیف عذاب کا وعدہ کر لیا تھا ۱۲ مت۔

ورمومنین گو وہاں | مومنین کے لئے عیش و آرام کا ہونا اور لعنہ کا قبر میں پانا بھی پہلی احادیث
بیش و آرام ہے | اور آیات تنبہت ہو چکا ہے پس جو مومنین کامل ہیں ان کے لئے تو یہ مظاہر

ہے اور جو ناقص یعنی گنہگار ہیں ان کو بھی چاہے گا تو قبر میں نجات و راحت دیکھا گو وہ بے توبہ کے
رے ہوں فائدہ۔ قبر میں جن گنہگار مسلمانوں کو عذاب ہوتا ہے وہ کبھی بقدر ان کے گناہ کے ہو کر
پھر موقوف ہو جاتا ہے اور کبھی چند مدت کے بعد بچا سکے کہ بقدر گناہ پورا عذاب ہو لیں ہی اللہ اپنے
فضل سے رہائی کر دیتا ہے اور کبھی دنیا کے لوگوں کی دعا اور صدقہ و خیرات سے دور ہو جاتا ہے بالخصوص
جمعہ کے روز تو ہر مومن گنہگار کی رہائی ہو جاتی ہے اور اسی طرح رمضان میں رستگاری ہوتی ہے
پھر جب جس کے لئے اللہ چاہتا ہے رہائی ہو جاتی ہے لیکن کافر کے لئے کوئی چیز نفع نہیں دیتی۔
وہ ہمیشہ ہرنخ میں اور ابداً بآباد حشر میں گرفتار رہے گا۔ گاہ۔ اَللّٰهُمَّ بِنَحْنًا مِنَ النَّارِ۔

ضعفہ قبر کا بیان | ضعفہ قبر کبھی نیک بندوں کو بھی ہوتا ہے ضعفہ گھبراہٹ اور تنگی کو

کہتے ہیں سو تھوڑی دیر کسی گناہ کے سبب یا کسی نعمت کے شکریہ ادا کرنے کے سبب یہ ذرا سی
دیر کے لئے کبھی اچھے بندوں کو بھی تنگی ہو جاتی ہے پھر اسی وقت دور ہو جاتی ہے چنانچہ امام احمد
نے جابر رضی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن معاذ کے جنازہ پر تشریف لائے پھر
جب نماز پڑھ کر ان کو قبر میں دفنایا اور مٹی برابر کی تو حضرت نے بڑی دیر کھڑے ہو کر تسبیح کی پھر کسی نے
آپ سے اس کا سبب پوچھا فرمایا اس نیک بندے پر قبر کی تنگی ہوئی تھی پھر اللہ نے کھول دی۔
گویا اس لئے تسبیح و تکبیر کی اول سنائی نے عبداللہ بن عمر رضی سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد
کی نسبت یہاں فرمایا تھا کہ اس کی موت سے عرش کو حرکت ہوئی اور آسمانوں کے دروازے ان کے لئے
کھولے گئے اور شہداء فرشتے ان کے جنازے پر آئے ان کو بھی تھوڑی دیر تنگی قبر کی معلوم ہوئی تو اور کا گیا
مرتبہ ہے بہت ہی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ کسی نے آنحضرت سے سعد بن معاذ کے
ضعفہ کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ پیشاب سے پاک رہنے میں ان سے کچھ کمی ہو جاتی تھی بہت ہی
نے عائشہ رضی سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ جب سے آپ نے منکر نکیر و ضعفہ قبر
کا ذکر کیا ہے میرے دل کو چین نہیں۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ منکر و نکیر کی آواز مسلمان کے کان میں سی

فائدہ۔ یہ زمان ایام مخصوص میں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ان ایام میں زیادہ ظہور ہوتا ہے۔ ۱۲۰ مسنہ۔

۱۲۱ کثرت الصدقہ فی حال الموتی والقبور۔ ۱۲۲ مسنہ ۱۲۳ تسبیح سبحان اللہ کہنے کو کہتے ہیں۔

نرم معلوم ہوگی جیسا آنکھ میں سرمہ اور ضغطہ بقر ایسا ہوگا کہ جیسا کوئی درد سر کی شکایت کرے تب اس کی مال نہایت مہربانی سے اس کے سر کو نرم نرم دبا کے فائدہ علمائے مسلمان کے گناہ معاف ہونے کے دس سبب لکھے ہیں اول توبہ کرنے سے دوم استغفار سے تیسرے نیک اعمال سے چوتھے دنیا میں کسی بلا میں گرفتار ہونے سے پانچویں ضغطہ بقر سے چھٹے مسلمانوں کی دعا کرنے سے ساتویں اس کے کہ مسلمان اس کی طرف سے صدقہ دیوں آٹھویں قیامت کی سختی سے نویں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دسویں اس معاف ہوتے ہیں کہ اللہ آپ رحمت کر کے بخش دیوے پس ضغطہ بقر بھی مومن کو اسی سبب سے زندہ ہے بشریت جو کبھی گناہ ہو گیا ہو اس معاف ہو جائے بعض کو اللہ ضغطہ بقر سے بھی محفوظ رکھے گا چنانچہ انعم نے حلیہ میں عبد اللہ بن سحر سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص مرض موت میں قفل ہو اللہ صغٹہ بقر سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے روز ملائکہ ہاتھوں ہاتھ اسے پل صراط سے اُتار کر جنت میں جا دیں گے۔

البصالی ثواب | زندہ مومنوں کی دعا اور صدقہ دینے سے مردہ مومن کو نفع پہنچتا ہے۔ اگر مردہ مومن عذاب میں مبتلا ہو گا تو اس کو دعا اور خیرات سے تخفیف ہو جائیگی یا بالکل معاف ہو جائے گا اور اگر عذاب میں مبتلا نہیں تو اس دعا اور خیرات سے اس کے وہاں درجات زیادہ ہو جائیں گے بہر طور اس کو نفع ہوتا ہے اور قرآن و احادیث و اجماع صحابہ اس پر دلیل ہے قال تعالیٰ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ لَقَدْ يُؤْتُونَ رَبَّنَا تُغْفِرُ لَنَا ذُنُوبَنَا وَالَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ اور واسطے ان لوگوں کے کہ جو انصار و مہاجرین کے بعد آئے اور کہتے ہیں کہ الہی ہم کو بخش اور جو ہم سے پہلے مومن ہیں ان کو بخش اور یہ ظاہر ہے کہ یہ دعا اموات کو بھی شامل ہے اگر اس دعا سے سابقوں کو کچھ نفع نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو بعد والوں کی مدد میں ذکر نہ فرمانا بلکہ یہ دعا فعلی عیث گنا جاننا اور جہانے کی نماز پڑھنا حضرت صلعم کے عہد سے اب تک جمہور اسلام کے ہاں چلا آتا ہے اگر عیث کو اس سے کچھ نفع نہیں تو گویا ایک فضول امر ہے اور کس طرح سے فضول ہو سکے۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نسبت نہایت تاکید فرماتے ہیں اور عیث کو نفع ہونے کی صراحت کرتے ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں آنحضرت سے منقول ہے کہ جس عیث سے مسلمان نماز پڑھیں اور اس کے لئے شفاعت کریں تو اللہ ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے

۱۔ ہمارے مذق کی تنگی اقرار کی موت اس کے ظلم کی جانحی کی تکلیف سب اسی میں داخل ہیں یہ ایک کفارہ ہے ۱۲ امت

ورد دوسری جا سلم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس میت پر پالیس آدمی جو مشرک نہ ہوں نماز پڑھیں تو اللہ ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے اور طبرانی نے وسط میں انس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ میری اُمت پر اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ جو قبر میں گنہگار داخل ہوں گے بسبب دعا اور استغفار مسلمانوں کی قبر سے بے گناہ ہو کر اٹھیں گے اور صدقہ کے نافع ہونے میں بہت سی احادیث وارد ہیں چنانچہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ میری ماں بیکار ہے، وصیت کئے مر گئی اور مجھے گمان ہے کہ اگر کچھ وہ بولتی تو وصیت کرتی اب اس کو ثواب ہوگا اگر میں صدقہ دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہوگا۔ بخاری نے روایت کی ہے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں فوت ہو گئی ہے اگر اب میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو اسے نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں ہوگا سعد نے کہا اب میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا باغ میری ماں کی طرف سے صدقہ ہے امام احمد اور اصحاب سنن اربعہ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ماں کے لئے پوچھا کہ ان کو کون سا صدقہ نافع ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پانی کا صدقہ نافع ہے۔ پس سعد نے ایک کنواں کھدوا کر اپنی ماں کے نام سے صدقہ دیا۔ طبرانی نے اوسط میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر والے کسی میت کی طرف سے بعد موت کے صدقہ دیتے ہیں تو ہر تیل نور کے طباقوں میں لگا کر اس کے پاس لے جاتے ہیں اور وہ نہایت خوش ہوتا ہے اور اس کے پاس والے کہ جن کے پاس کسی نے ہدیہ نہیں بھیجا عمالین ہوتے ہیں بیقی اور ولیمی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مردہ قبر میں غریق کے مانند دعا کا منتظر رہتا ہے پس جب ماں یا باپ یا دوست خالص کی طرف سے اسے دعا پہنچتی ہے تو اس کو دنیا و ما فیہا سے محبوب سمجھتا ہے اور بلا شک زندوں کی دعا کو قبر میں پہاڑ کی مانند بنا کے سمجھتا ہے اور زندوں کی طرف سے مردوں کے لئے استغفار تحفہ ہے غرض اور بہت احادیث اس ضمنوں کی کتب احادیث میں وارد ہیں اگرچہ اخبار احاد ہیں لیکن مجموعہ سے ثبوت یقینی ہو جاتا ہے اور سلف سے خلف تک کسی نے اس کا انکار نہیں کیا ہے۔

معتزلہ اور ان کا جواب | لیکن معتزلہ منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر آدمی خاص اپنے اعمال سے نفع و ضرر اٹھاتا ہے
 کیونکہ قرآن میں **وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى** آیات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے **النَّاسُ مَجْزُؤُونَ بِأَعْمَالِهِمْ**
 فرمایا ہے جو اب آیت کا یہ ہے کہ اول تو یہ آیت ہمارے مدعا کے مخالف ہی نہیں کیونکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جس چیز کی انسان
 نیت کرے گا اس کے کام سے وہی چیز ملے گی چنانچہ حدیث میں آیا ہے **لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى** یعنی ہر آدمی کو وہی ملتا ہے
 جس کی وہ نیت کرتا ہے تو اب کی نیت سے کرے گا تو اب پاویگا اور نامداری کے لئے کرے گا تو اس کا بدلہ وہی
 دیا جاوے گا۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ دوسروں کے اعمال سے مرے کو نفع نہیں پہنچتا دوم یہ جواب ہے کہ یہاں
 لام تملیک اور استحقاق کے واسطے ہے یعنی انسان کو استحقاق اور تملیک اپنے ہی اعمال میں ہے اس سے ثابت
 نہیں ہوتا کہ دوسرے کے اعمال سے اس کو نفع نہیں پہنچتا یا لام للانسان میں علی کے معنی میں ہے پس اس آیت سے
 اور جس قدر آیات و احادیث اس معنوں کی ہیں مثل **كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ** کسب سے مراد ہے کہ کسی آدمی کو کسی
 کی بدی نہیں پہنچتی کیونکہ یہ خلاف عدالت ہے بدی میں ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں سزا پاوے گا کسی کا عمل اور کو ضرر نہ
 دیگا لیکن نیکی میں حکم نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی مومن کا عمل ضائع نہیں کرتا جس شخص نے کسی کے لئے کچھ نیکی
 کمائی تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے اس شخص کو بھی کہ جس کے لئے نیکی کی ہے محروم نہیں رکھتا اور اس
 نیکی کرنے والے کو بھی اجر دیتا ہے۔

فقہی تفصیل | مالی عبادت کے ثواب پہنچنے میں سب اہل سنت متفق ہیں ہاں بدنی عبادت میں
 اختلاف ہے امام شافعیؒ انکار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ انہیں اولے کے عموم سے
 ثابت کرتے ہیں دوسری اور بہت احادیث ان کے لئے ہیں چنانچہ بخاریؒ اور مسلمؒ نے
 عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص روزہ اپنے ذمہ
 پر لے کر مر جاوے تو اس کی طرف سے کوئی قرابت اور ادا کر دیوے مسلم نے روایت کیا ہے کہ ایک
 عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا کہ میری ماں پر دو مہینے کے روزے واجب تھے اگر اس کی طرف سے
 میں ادا کر دوں آیا کافی ہو جائے گی اپنے فرمایا ہاں پھر اس نے کہا کہ میری ماں نے کبھی حج نہ کیا تھا اگر میں اس کی طرف سے کر دوں

سب آدمیوں کو جزا دی جائے گی ان کے اعمال پر ۱۲ مہینے ہر آدمی ساتھ اس چیز کے کہ کیا ہے گزرا ہے ۱۲ مہینوں کے
 نزدیک بھی میت کو ثواب پہنچتا ہے نصاریٰ کے نزدیک عسی تمام امت کے لئے کفارہ ہیں ان کے گناہ حضرت عیسیٰ نے اٹھائے پس
 جب وہ اس امر محال کے قائل ہوتے تو یہ کیا محال ہے کہ دوسروں کی نیکی سے جو کسی کی نیت سے کی جائے خدا اس کو نفع دیوے۔
 کیونکہ نیکی کا اجر تو اس کے ہاں سے یقیناً ملتا ہے اس اجر کو اس نے جب غیر کیلئے پایا تو اللہ نے اس کو دے دیا اور قطع نظر اس کے کہ اصل اسلام
 پر یہ خاص فضل خدا ہے کہ دوزخ کی نیکی سے مرے کو نفع دیتا ہے اور جو عقلاً اس کو محال کہے دلیل لاوے ۱۲ مہینے اور یہ کہ نہیں
 واسطے آدمی کے مگر جو کچھ اس نے کیا ۱۲ مہینے۔

وہ اس کو کافی ہوگا، آپ نے فرمایا ہاں روزہ کا بدنی عبادت ہونا تو خود ظاہر ہے لیکن حج بھی بدنی عبادت ہے کیونکہ جس قدر ارکان حج ہیں ان میں کہیں روپیہ کی ضرورت نہیں کس لئے جو کہ قربانی کی طاقت نہیں رکھتے ہیں ان کو روزے رکھنے کا حکم ہے روپیہ فقط کعبے پہنچنے کے لئے شرط ہے اور اسی سبب سے فقیر پر بھی مکے میں پہنچنے سے حج واجب ہو جاتا ہے اور اسی لئے سب اہل مکہ پر فرض ہے بدنی عبادت کا نفع پہنچنا میت کو صاف ثابت ہو گیا کس لئے کہ میت پر کوئی چیز واجب نہیں رہتی فقط زندگی میں تکلیف شرعی تھی پھر میت کی طرف سے واجب ادا کرنے کے یہی معنی ہیں کہ میت حیات حیات کے واجبات ترک کرنے کے سبب جو ماخوذ تھا اس وارث کے ادا کرنے سے رہا ہو گیا اور یہی نفع ہے پس جب یہ ثابت ہو کہ کل مالی عبادت کا ثواب اور بدنی میں حج اور روزے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے تو جمیع فقہاء اس بات پر متفق ہو گئے کہ قرآن کے پڑھنے اور اعتکاف اور نوافل وغیرہ عبادت بدنیہ کا بھی ثواب میت کو پہنچتا ہے چنانچہ بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مردے کو بند کر کے نہ رکھا کرو۔ جلدی لے جایا کرو اور اس کے سر کی طرف سے سورہ بقرہ کا اول اور اس کے پاؤں کی طرف سے سورہ بقرہ کا اخیر پڑھا کرو اور امام احمد اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے معقل بن یسارؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے مردوں کے پاس سورہ البیس پڑھا کرو خلال نے شعبیؓ سے روایت کیا ہے کہ انصار میں جب کوئی مرجاتا تھا تو اس کی قبر پر قرآن پڑھا کرتے تھے ابو محمد حمرقندی نے حضرت علیؓ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جو شخص قبرستان میں جا کر گیارہ بار قتل ہوا اللہ پڑھے مردوں کی روح کو بخش دے تو اس کو بھی جس قدر مرے وہاں ہیں ثواب ملے گا ابوالفہم سعد بن علی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قبرستان میں جا کر سورہ فاتحہ اور قتل ہوا اللہ اور اللہم اللہ کا تہ پڑھے کر سب مردوں کی روح کو بخش دے تو تمام مومنین اور مومنات قیامت کو اس کے شفع ہوں گے عبدالعزیز صاحب خلال نے اپنی سند سے انسؓ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جو شخص قبرستان میں جا کر سورہ البیس پڑھے مردوں کے غداں میں تخفیف ہو جاوے اور جس قدر مردے ہیں

لے سورہ بقرہ کا اول الم ہے اور اخیر اللہ مافی السموات کا رکوع تو ایک اہل کا اور ایک اخیر کا رکوع پڑھنا چاہیے ۱۲ منہ

اس قدر اس کو بھی ثواب ملے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اجیاء العلوم میں امام احمد بن حنبلہ سے روایت کیا ہے کہ اگر قبرستان میں جا کر سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ اور معوذتین بار پڑھ کر اہل مقابر کی روح کو بخش دے تو ان کی روح کو ثواب پہنچے گا نقل کیا ہے کہ ثنار اللہ محدث پانی پتی علیہ الرحمۃ نے ترجمہ کشف الصدور جلال الدین سیوطی میں واللہ اعلم۔ فائدہ اگر کوئی کافر کسی کافر مردہ کے لئے دعا کرے یا صدقہ دے یا کسی مومن مردے کے لئے دعا کرے یا صدقہ دے ہرگز نفع نہ دیکھا کیونکہ کافروں کے سب اعمال جبط ہیں اور بعد مردنے کے کافر کو تخفیف نہیں ہوتی کہ کسی کی دعا یا صدقہ سے تخفیف ہو جائے اور اسی طرح اگر مومن کسی کافر مردہ کے لئے دعا کرے یا صدقہ دیوے وہ بھی اس کو نفع نہ دے گا۔ فقط مومن کی دعا یا صدقہ مومن ہی کو نفع دیتا ہے فائدہ۔ جو لوگ عالم برزخ میں ہیں خواہ وہ ثواب میں ہوں خواہ عذاب میں حشر تک وہاں ہی رہیں گے جب عالم فنا ہو چکے گا اور پھر مردے زندہ ہو کر حساب و کتاب دیں گے ثواب والوں کو جنت میں اور عذاب والوں کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔ اور پھر وہاں کسی کو فنا نہیں چنانچہ تفصیل حشر کی اور حساب و کتاب کی وہاں دوزخ جنت میں رہنے کی اور علامت قیامت کی تیسرے حساب میں مذکور ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ لیکن یہ نہیں ہے کہ مر کے انسان پھر اسی دنیا میں کسی قالب میں آجائے۔ اور وہاں اپنے اعمال کی سزا دیا جائے جس طرح کہ اکثر ہنود کہتے ہیں اور ان کا تئناخ نام رکھتے ہیں کیونکہ یہ تئناخ قرآن و احادیث اور ادلہ عقلیہ سے جو کتب حکمت میں مذکور ہیں باطل ہے لہذا تمام عقلاء اس کو باطل کہتے ہیں وقال اللہ تعالیٰ۔ وَمِنْ ذُنُوبِهِمْ يَدْعُونَ إِلَىٰ يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۗ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَىٰ الصَّٰغِرِينَ ۗ یعنی قیامت تک مردوں میں ایک حجاب رکھا ہوا ہے کہ اس کے سبب پھر کے نہیں آتے اس امر میں احادیث بھی بکثرت وارد ہیں اور اہل اسلام میں سے کوئی فرقہ اس کا قائل بھی نہیں ہو لہذا اس قدر پر ایشیا مگر کرتا ہوں اور ادلہ عقلیہ کا کتب فلسفہ میں حوالہ دیتا ہوں جسے ذیل عقلی مطلوب ہو وہاں دیکھ لے اس مختصر میں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں

باب سوم

فصل اول علامات قیامت ہیں | قیامت کی علامتوں کی جس قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

لے یہ روایات خبر احاد اور بعض ضعیف ہیں اس لئے اس عقیدے کے منکر کو کافر نہ کہا جائے ۱۲ مسند۔

ردی ہے سب جتنی ہیں کس لئے کہ یہ سب چیزیں فی نلفہ ممکن ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خبر دی ہے۔ اور پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب خبریں حق ہوتی ہیں پس یہ بھی حق ہیں اور ممکن ہونا ان کا اظہار من الشمس ہے کوئی دلیل ان کے محال ہونے کی کسی کے پاس نہیں۔ بلکہ اہل کتاب کے ہاں خود یہ علامات قیامت مذکور ہیں چنانچہ کتاب خرقیل باب ۳۹ میں یا جوح ماجوح کا آنا اور پھر واپس سے ان کا مرجانا اور ان کے تیر و مکان سے سات برس تک لوگوں کا ایندھن جلانا صاف مذکور ہے اور مکاشفات یوحنا میں دجال اور داتہ الارض اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی مذکور ہے پس ان کو محال اور خلاف عقل کہنا یا شک و شبہ کرنا بے جا ہے۔ اور سر یہ ہے کہ جس طرح ہر عظیم الشان چیز کے فنا یا پیدا ہونے کے لئے اول علامات اور آثار ہوا کرتے ہیں اسی طرح فنا و عالم کے لئے بھی ہیں کہ اس عالم کا فنا ہونا عظیم الشان امر ہے اور بعض علامات کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشین گوئی کے خبر دی ہے اور ایک ایک کی بیان فرمائیے ہیں۔ جس صحابی کے جس قدر یاد رہیں اس لئے اسی قدر بیان فرمائیں جیسا کہ دلالت کرتی ہے اس پر حدیث کی حدیث کہ آنحضرت نے خطبہ پڑھا اور قیامت تک کے جتنے فتنے ہوں گے سب کی خبر دی۔ جس نے یاد رکھا اس کو یاد ہیں اور جس نے بھلا دیا سو نہ یاد رہا اس کے اور میں جب کوئی بات پیش آتی ہے کہ پہلے سے میں اس کو بھول گیا تھا اس طرح پہچان لینا ہوں کہ جس طرح کوئی کسی غائب کو کہ جب سامنے آئے پہچان لیتا ہے راوی البخاری و مسلم۔

علامات صغریٰ | اور وہ علامات و آثار دو قسم ہیں ایک علامات صغریٰ دوسرے علامات کبریٰ۔ علامات صغریٰ کی تفصیل یہ ہے امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت نے عوف بن مالک سے فرمایا تھا کہ قیامت سے پہلے یہ چھ علامات ہیں اول میری موت پھر بیت المقدس کا فتح ہونا پھر ایک عام دیا ہوگی یہ دونوں علامات حضرت عمر کے عہد میں ہو چکیں۔ فتح بیت المقدس بھی ہوگی اور ایک وہی ایسی پڑی تھی کہ جب مسلمانوں کا لشکر گاہ عمواں تھا نین روز میں شہر آرمی مرگے پھر زیادہ ہونا مال کا کہ سودیہ کو آدمی حقیر جانے لگا یہ ہوا حضرت عثمان کے عہد میں جب بہت سے ملک فتح ہوئے۔ پھر ایک فتنہ کہ عرب کے گھر گھر میں داخل ہو گا وہ فتنہ عثمان کے فتنے کا تھا پھر ایک صلح ہوگی

تم میں اور نصاریٰ میں پھر وہ عدد کریں گے اور اسی نشان کہ ہر نشان کے ساتھ بارہ ہزار
 لشکر ہوگا۔ لیکر تم پر چڑھائی کریں گے بخاری اور مسلم نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما
 سے یوں روایت کیا ہے کہ علامات قیامت یہ ہیں علم اٹھ جائے گا۔ جہل زیادہ ہوگا۔ زمانہ
 شراب خوری کی بڑی کثرت ہوگی۔ عورتیں بہت مرد کم ہوں گے یہاں تک کہ بیس عورتوں کا
 کاروبار کرنے والا ایک آدمی ہوگا۔ صحیح مسلم میں جابر سے نقل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا ہے جھوٹے لوگ بہت کثرت سے ہو جائیں گے۔ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ سے روایت
 ہے کہ بڑے بڑے کارناما اہل لوگوں کے سپرد کئے جائیں گے۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت
 ہے کہ لوگ مصائب دنیا کی کثرت سے موت کی آرزو کیا کریں گے۔ ترمذی نے ابو ہریرہ سے
 روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سردار لوگ ہمساد کی غنیمت کو
 اپنا حصہ سمجھیں گے اور کسی کی امانت کو مال غنیمت سمجھ کر دبا بیٹھیں گے اور زکوٰۃ دینے کو
 جرم مانہ سمجھیں گے۔ علم دنیا کے لئے پڑھیں گے۔ مرد عورت کا مطیع مال کا نافرمان ہو جائیگا
 اور بار کو نزدیک اور باپ کو دور کر دے گا۔ مسجدوں میں شور کریں گے چلا دیں گے۔ فاسق
 لوگ قوم کے سردار ہو جائیں گے اور رذیل لوگ قوم کے ضامن ہوں گے اور بدی کے خوف سے
 آدمی کی تعظیم کریں گے۔ بابے علانیہ ہو جائیں گے۔ شراب خوری ہوا کرے گی امت کے پہلے
 لوگوں پر کھیلے لوگ لعنت کریں گے۔ پس اس وقت انتظار کریں گے سخت آندھی کا کہ سُرخ رنگ لٹی
 ہوگی اور زلزلے اور خسف اور سُرخ اور قذوف کا اور دیگر علامات اس طرح پے درپے آئیں گے جس طرح ہمارے
 کرب کے واسطے آئے ہیں المختصر بڑے کا ظہور میں آویں گے اچھے کارا ٹھٹھے جاویں گے اور اس کے
 ساتھ تمام تمام ملکوں میں بادل کی طرح پھیلیں گے بعض احادیث سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ ان
 دنوں میں سلطان اسلام لول کو نصاریٰ کے ایک فریق کے ساتھ جنگ پیش آویگی اور ایک وئی نصاریٰ

۱۲ مسند دانی ہے ۱۲ مسند شاید یہ اس وقت ہوگا جب امام مہدی کے وقت میں سبب
 جہاد کے مسلمان کثرت شہید ہو جائیں گے عورتیں بہت باقی رہ جائیں گی ۱۲ مسند فائدہ۔ اس کا سبب کہ لوگوں کی روحانی قوتیں کم ہوتی
 جاویں گی جسمانی خواہشیں بڑھ جائیں گی۔ روحانی معلموں کا اثر کم باقی رہے گا یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اس عالم کا فنا کرنا
 مقصود ہوگا۔ روحانی برکتیں اور نائزگیاں اٹھائی جائیں گی۔ ۱۲ مسند ۱۲۔ زلزلہ جھوٹا خسف زمین میں دھنسا۔
 سُرخ و قذوف کا بدل جانا۔ قذوف پتھر پستنا ۱۲ مسند۔

موافقت کیے گا۔ مخالف لوگ قسطنطنیہ پر غالب آجائیں گے تب وہ سلطان شہر چھوڑ کر ملک شام
 بس آجائیگا اور اس فرقہ موافق کی موافقت میں پھر ان مخالفین سے جنگ عظیم ہوگی آخر لشکر اسلام
 مالبا آدے گا نصاریٰ موافقین میں سے ایک شخص کہے گا کہ صلیب غالب آئی ایک شخص لشکر اسلام
 میں سے خفا ہو کر اس کو مارے گا اور کہے گا بلکہ ابن محمدی نے مالبا یا وہ نصرانی اپنی قوم کو جمع کریں گے اور
 نذر کر کے اہل اسلام کے قتل کو آمادہ ہوں گے اور بہت سے مسلمان اور سلطان شہر چھوڑ کر جاویں گے
 پناہ پناہ ابو داؤد نے ذی حجر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم روم سے صلح
 امن کر کے اپنے مخالفوں سے جنگ کرو گے غنیمت اور امن سے تم ایک بڑے جنگل میں کہ وہاں ٹیلے
 ہیں آؤ گے پس ایک نصرانی کہے گا کہ صلیب غالب آئی ایک مسلمان خفا ہو کر اس کو مکا مارے گا
 پھر تمام نصرانی جمع ہو کر غدر مچائیں گے اور جنگ کریں گے خدا اس جماعت اسلام کو شہادت دیگا
 اتنی دوسری جائے ابو داؤد نے ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
 اس وقت ایک بادشاہ کے مرے سے اختلاف پڑ جاوے گا۔ تمام حدیث آگے آتی ہے پس ان
 احادیث کے ملانے سے یہی مطلب سمجھا جانا ہے الحاصل اس جنگ کے بعد وہ نصاریٰ ملک شام
 پر قبضہ کر لیں گے اور ان مخالفین سے مل جاویں گے۔ اور خیرترک ان کا عمل ہو جاوے گا۔
 بعد اس کے مسلمانوں میں بڑی ہل چل پڑ جاوے گی۔ اور گھر آ کر یہ تلاش امام مہدیؑ مدینہ میں آویں گے
 اور امام مہدیؑ یہ سمجھ کر کہ مبادا مجھے لوگ خلیفہ بناویں اور یہ امر عظیم میرے سپرد کر دیں مدینہ
 سے مکہ چلے جاویں گے۔

علامات کبریٰ واضح ہو کہ مہدی لغت میں ہدایت یافتہ کو کہتے ہیں ان تین سے بہت سے
 مہدی ہو چکے ہیں اور بہت سے تازمانہ مہدی موعود ہوں گے لیکن وہ مہدی کہ جن کا
 ذکر احادیث میں بکثرت ہے وہ ایک شخص خاص ہیں جو وصال موعود کے وقت میں ظاہر
 ہوں گے۔ اور اس سے پہلے نصاریٰ سے جنگ کر کے فحشیا ہوں گے۔ حلیہ مبارک ان
 کا یہ ہے۔ قدمائل بدرازی تو ہی الجبہ زنگ سفیدی سرخی مائل چہرہ کشادہ ناک باریک و بلند

۱۔ روم سے نصاریٰ ہیں کیونکہ ترقی اس مذہب کی آئی ملک سے ہے ۱۲۔ اس سے یہ بڑے جنگل شام کی زمین ہے
 ۱۳۔ منہ فائدہ۔ یہ اخبار بھی فرادی فراوان احادیث اس لئے کسی خاص خبر کا انکار باسی وجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سے اس کا ثبوت نہیں دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ ۱۴۔ منہ۔

زبان میں قدمے لگنت کہ جب کلام میں تنگ ہوں گے تو زانو پر ہاتھ ماریں گے۔ اور علم آپ کا لدنی ہوگا چالیس برس کی عمر میں ظاہر ہوں گے بعد اہل کے سات یا آٹھ برس تک علی اختلاف الروایت زندہ رہیں گے۔ نام آپ کا محمد والد کا نام عبداللہ الشمان کا نام آمنہ ہوگا جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے مدینہ کے رہنے والے ہوں گے یہ علامات اکثر احادیث میں مذکور ہیں چنانچہ بعض کا ذکر کرتا ہوں ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا تمام نہ ہوگی جب تک کہ میری اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا مالک نہ ہوگا کہ اس کا نام میرا نام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا پس نام حضرت کا محمد عبداللہ کے بیٹے لقب مہدی ہوگا۔

شیعہ کہتے ہیں امام مہدی موعود حسن عسکریؑ کے بیٹے ہیں اور مدت سے پیدا ہو چکے کفار کے خوف سے ایک غار میں چھپے بیٹھے ہیں روایت کیا ہے ابوداؤد نے علیؑ سے کہ انہوں نے امام حسنؑ کو فرمایا یہ میرا بیٹا موافق فرمانے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سید ہے اور اس کی اولاد کے ایک شخص تمہارے نبی کی مانند اخلاق میں نہ بالکل صورت میں پیدا ہوگا۔ پھر تمام حدیث نقل کی کہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیکے۔ اس سے ثابت ہوا کہ شیعہ کا مہدی موعود نہیں کیونکہ شیعہ امام حسینؑ کی اولاد سے ہے نہ امام حسنؑ کی اور نیز امام مہدی کی شان یہ نہیں کہ کفار سے باوجود مسلمانوں کی بہت بڑی بڑی سلطنتیں موجود ہوں چھپ کر بیٹھ جائیں اسی طرح اکبر کے عہد میں سید محمد جو پوری نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا جن کے مرید اب تک دکن میں موجود ہیں ان کا مہدی بھی وہ مہدی نہیں کیونکہ جس قدر علامات امام مہدی کے ہیں ان میں سے کوئی بھی محمد جو پوری میں نہ پائی گئی نہ ان کے عہد میں و حال موجود تھا نہ نصاریٰ سے مقابلہ ہوا نہ اشاعت دین ہوئی نہ اس جیسے دو بار کسوف و خسوف ہوا نہ مکہ میں ان لوگوں نے بیعت کی بلکہ کل علمائے مکہ نے ان کے پیروں کے قتل کا فتویٰ دیا اور امر پر ان کا قتل کرنا واجب ٹھہرایا اسی طرح اور بہت سے لوگوں نے مہدیت کا دعویٰ کیا تھا۔

امام مہدی کے پہلے حدیث میں حضرت نے یوں فرمایا کہ عرب کا مالک ہوگا حالانکہ امام مہدی متعلق تفصیل تمام زمین کے مالک ہوں گے اس کی وجہ ہے کہ عرب اسلام کا مرکز اور پایہ تخت ہے

اس لئے اس کا ذکر کافی ہو الوداد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المہدی
منی اجلی الجہتہ اتنی الالف بلاء الارض قسطا وعدلا کماملت ظلمار جورا یملک سبلح سنین۔
کہ مہدی میری اولاد میں سے ہے کشادہ پیشانی بلند بینی پھر دیکھا زمین کو عدل و انصاف سے جیسے کہ
بھگتے تھے جو رذلم سے المختصر امام مہدی مدینہ سے مکہ میں آئیں گے۔ لوگ ان کو پہچان کر ان سے
بیعت کریں گے اور اپنا بادشاہ بنا دیں گے اس وقت غیب سے یہ آواز آئے گی۔ ہذا خلیفہ
اللہ المہدی فاستمعوا واطیعوا کہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے اس کی بات سنو اور اطاعت کرو اور دوسری
علامت یہ ہوگی کہ اس سال جو رمضان ہوگا اسی چاند اور سورج کا گہن ہوگا کذا ذکرہ مولانا رفیع الدین
رحمہ اللہ تعالیٰ ابدال و عصائب آکر ان سے بیعت کریں گے۔ اور عرب کی فوج ان کی مدد کو جمع ہوگی
اور کعبہ کے دروازہ کے آگے جو خزانہ مدفون ہے کہ جس کو تاج الکعبہ کہتے ہیں نکالیں گے اور مالوں کو
تقسیم فرمائیں گے جب یہ خبر مسلمانوں میں منتشر ہوگی تو ایک امیر خراسانی کہ جس کی فوج کا سپہ سالار ایک شخص
منصور نامی ہے امام مہدی کی مدد کو آئے گا چنانچہ الوداد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ماوراء النہر یعنی ملک خراسان سے ایک شخص حارث حراث کہ جس کی فوج کے آگے ایک شخص منصور
ہوگا محمد کی اہلبیت یعنی امام مہدی کی مدد کو آویگا جیسا کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی ہے
وہ کریگا ہر مسلمان پارس کی مدد واجب اور امام احمد اور بیہقی نے دلائل النبوتہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں
روایت کیا ہے کہ جب تم سیاہ نشان دیکھو کہ خراسان کی طرف سے آئے ہیں تو ان کی طرف متوجہ ہونا کیونکہ ان
میں خدا کا خلیفہ مہدی ہے یہاں مہدی سے نائب مہدی مراد ہے جو شخص ان سے راہ میں بدوؤں یا نصاریٰ
میں سے مزاحم ہوگا سب کو صاف کرتے ہوئے امام مہدی کے پاس آویں گے اور انہیں دنوں میں ایک شخص
کہ ذممن اہل بیت اور بظرا ظالم ہوگا البوسفیان کی اولاد میں سے کہ جسکی نھضیال قبلیۃ بنو کلب ہوگا دمشق
کے اطراف میں حاکم ہوگا۔ وہ امام مہدی کے قتل کے لئے ایک فوج جرائی بھیجے گا کہ وہ فوج مکہ اور مدینہ کے
درمیان بمقام بیداز میں خسف ہو جاوے گی کل دشمن باقی رہیں گے ایک وہ کہ امام مہدی کو خبر
دیگا۔ دوسرا وہ کہ اس سفیانی کو اطلاع کریگا بار دیگر وہ سفیانی خود فوج کشی کرے گا سو وہ مغلوب و مہرور
ہوگا چنانچہ الوداد نے ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک بادشاہ
کے مرنے سے اختلاف پڑ جائیگا تو ایک شخص مدینہ کا رہنے والا بھاگ کر مکہ میں آئے گا اہل مکہ اس کو

گھر سے بلا کر حالانکہ وہ انکار کرتے ہوں گے رکن اور مقام کے درمیان بیعت کریں گے اور شام کی فوج اس پر چڑھائی کریگی بلکہ اور مدینہ کے درمیان مقام بیدایین زمین میں دھنس جائے گی جب لوگ یہ حال دیکھیں گے تو ابدال شام سے اور عصاب عراق سے آکر ان سے بیعت کریں گے پھر ایک قوم قریش کا جس کی نخبیال قبیلہ کلب ہوگا امام مہدی پر فوج بھیجے گا کہ وہ سب مغاؤب ہو جاویں گے اور امام مہدی اور ان کے اتباع غالب آویں گے اور یہ فوج کلب کہلا دیگی امام مہدی سنت نبوی پر عمل کریں گے اور زمین پر خوب اسلام پھیلائے گا۔ اور سات برس امام مہدی زندہ رہیں گے پھر انتقال کریں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے القصد امام مہدی مع لشکر اسلام مکہ سے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کو آویں گے پھر وہاں سے مدینہ میں دمشق میں پہنچیں گے اور نصاریٰ اسی نشان کہ ہر نشان کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی لیکر مقابلہ کو آویں گے جیسا کہ روایت کیلئے اس کو امام بخاری نے اور دمشق کے قریب وابق یا اعماق میں آ بیٹریں گے اور ان کے مقابلہ کو امام مہدی دمشق سے فوج لے کر باہر لگیں گے وہ کہیں گے کہ جن مسلمانوں نے ہمارے لوگ پکڑے ہیں ان کو میرے حوالہ کر دو ہم انہیں کو قتل کریں گے۔ امام مہدی فرماویں گے واللہ ہم ہرگز اپنے بھائیوں کو نہ دیں گے پس مسلمانوں کے تین فریق ہوں گے ایک نصاریٰ کے خوف سے بھاگ جاویں گے انکی توبہ خدا کبھی قبول نہ فرمائے گا بستی حالت کفر میں مر جاویں گے اسلام نصیب نہ ہوگا اور ایک فریق شہید ہو جاوے گا۔ اور عند اللہ افضل شہدار کا مرتبہ پادے گا اور تیسرا فریق فتح پائے گا۔ اور ہمیشہ فتنہ سے امن میں رہے گا روایت کیا اس کو امام مسلم نے مگر صحیح مسلم میں بجائے شہر دمشق لفظ مدینہ بمعنی شہر آیا ہے لیکن اس کو علمائے دمشق ہی کہا ہے لہذا اس کو لکھ دیا اور تفصیل اس فریق کے فتیاب ہونے کی نصاریٰ پر علیہا کہ امام مسلم نے یہ روایت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے یوں ہے کہ امام مہدی جب اس جماعت سے مقابل ہوں گے تو مسلمان یہ قسم کھائیں گے کہ ماریں گے یا مر جاؤں گے شام تک جنگ ہوگی آخر دونوں فریق اپنی اپنی خرد گاموں میں لوٹ جاؤں گے دوسرے روز پھر بہت لوگ قسم کھا کر امام مہدی کے فریق میدان جنگ میں آویں گے دن بھر لڑتے رہیں گے بہت سے جوان خرد کی داد دے کر شہادت کا پیمانہ پیریں گے آخر دونوں فریق لوٹ جاویں گے۔ تیسرے روز پھر جماعت کثیرہ کی طرح قسم کھا کر میدان جنگ

میں آدے گی تمام روز کشت و خون رہے گا ہر دو فریق آخر شام کے وقت اپنے اپنے خمیوں میں جا دیں گے۔ چوتھے روز جو کچھ اہل اسلام باقی رہ گئے ہیں امام کے ہمراہ ہو کر میدان جنگ میں آویں گے اور دلیرانہ اس طرح جنگ کریں گے کہ نصاریٰ کے کشتوں کے پتے لگا دیں گے یہاں تک کہ اگر ان لاشوں پر پرنڈاڑے گا تو اس سرے سے دوسرے سرے تک نہ جاسکے گا آخر نصاریٰ کی بڑی شکست ہوگی بہت سے جہنم والے ہوں گے باقی ماندہ سرسیمہ ہو کر جاگیں گے پھر امام مہدی النعمان بشارت دلاور ان اسلام کو عطا فرما دیں گے۔ اور مال غنیمت کو تقسیم کریں گے لیکن لوگوں کو اس سبب سے کہ ان کے خویش و اقارب بہت سے شہید ہوں گے اس سے کچھ خوشی نہ ہوگی یہاں تک کہ جس قبیلے کے سو آدمی تھے ایک رہ گیا ہو گا پس وہ کس غنیمت سے خوش ہو گا اور کس میراث کو تقسیم کرے گا؛ بعد اس کے امام مہدیؑ بلاد اسلام کا انتظام اور لشکر جمع کرنے کا اہتمام کر کے قسطنطنیہ پر چڑھائی کریں گے تاکہ ان نصاریٰ کو جنہوں نے سلطان کو وہاں سے نکالا تھا شکست دیوں اور تفصیل اس کی موافق روایت ابو ہریرہؓ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کہ روایت کیا ہے اس کو امام مسلم نے یوں ہے کہ جب امام مہدیؑ مع فوج کثیر قسطنطنیہ کو آگھریں گے تو اولاد اسحق کے ستر ہزار مسلمان اس کو گھیر لیں گے۔ اور اس کے ایک جانب دریا اور دوسری طرف خشکی ہے پس جب اولاد اسحق آواز کلا الہ الا اللہ والہ الا اللہ اگبر۔ بلند کریں گے تو دریا کے طرف کی دیوار گر پڑے گی پھر جب دوسری بکیر کہیں گے تو خشکی کی طرف کی دیوار گر پڑے گی پس جب تیسرے بار بکیر کلا الہ الا اللہ والہ الا اللہ اگبر کہیں گے تو راہ کھل جاوے گی اور شہر میں گھس آویں گے اور کفار کو قتل کریں گے اور تلواروں کو درخت زیتون سے لٹکا کر مال غنیمت تقسیم کرتے ہوں گے کہ اتنے میں کوئی پکارے گا کیا بیٹھے ہو دجال تمہارے گھروں میں آگیا ہے جب اس کی تحقیق کو لکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ یہ خبر جھوٹ بلکہ آواز شیطانی تھی پھر جب لشکر اسلام لوٹ کر شام کی طرف آئے گا تو دجال نکلے گا الحاصل بعد فتح قسطنطنیہ کے دجال نکلے گا ایک بار اس کے نکلنے کی جھوٹی خبر مشہور ہوگی تو امام مہدیؑ اس سوار

فائدہ۔ اہل سنت کے عقائد میں سے یہ ہے کہ اخیر زمانہ میں امام مہدیؑ ظاہر ہو کر کفار کو مغلوب اسلام کو فوجی کریں گے۔ باقی اور تفصیل جو مذکور ہوئی خیراماد سے ثابت کی گئی ہے فہم ہی کہیں چند حدیث کے ٹکڑوں کو ملا کر تخریب سے ایک بات نکالی گئی ہے ان باتوں پر یقین نہ کرنے سے اسلام سے خارج نہیں ہوتا یہ اور بات ہے اگر اس بات سے یوں جو جو خبریں خبر صادق نے دی ہیں گو وہ ہم تک کسی ذریعہ سے پہنچی اور ان کے سمجھنے میں کسی ہم سے غلطی ہوئی ہوگی سب برحق ہیں ضرور ہو کر رہیں گی یہی بات بیگزلامات قیامت میں ملحوظ ہے ۱۲۔

اس کی تحقیق کو بطور طبیعت کے کہ جن کو غلط عام میں تلاوت کہتے ہیں بھیجیں گے۔ مسلم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ ان سواروں کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ سچا پتا ہوں اور وہ اس وقت کے سب روئے زمین کے سواروں سے افضل ہوں گے پس معلوم ہو گا کہ یہ خبر غلط ہے ابھی دجال نہیں نکلا۔ تب امام مہدی بہ آہستگی ملک کا بندوبست کرنے ہوئے شام میں آویں گے پھر دجال نکلے گا۔

دجال کا حال | دجال مشتق ہے دجل سے کہ جس کے معنی لغت میں خلط اور مکر اور تلبیس کے ہیں يقال دجل الحق بالباطل اور کبھی دجل کذب کے معنی میں آتا ہے معنی دجال کے لغت میں مکار اور جھوٹے کے ہیں ان اعتبار سے بہت سے دجال ہوں گے۔ یعنی جس میں یہ وصف بد پایا گیا وہ دجال ہے۔ چنانچہ ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین۔ الحدیث کہ میری امت میں تیس جھوٹی نبوت کا دعویٰ کریں گے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور ایک روایت میں دجالون کذابون آیا ہے لیکن دجال موعود وہ ایک شخص خاص ہے قوم یہود سے لقب اس کا مسیح ہوگا۔ داہنی آنکھ کوڑھوگی انگوٹھ کے دانہ کی مانند ناخن نہ ہوگا اور بال اس کے نہایت پیچیدہ چھٹیوں کے بال کی مانند ایک بڑا گدھا اس کی سواری کا ہوگا۔ اور اس کے ماتھے کے پچوں بیچ کافر یعنی کف رکھا ہوگا کہ جن کو ہر ذی شعور پڑھ لیگا اب میں وہ احادیث ذکر کرنا ہوں کہ جس میں اس کے اوصاف مذکور ہیں بخاری اور مسلم نے اس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی نسبت یوں فرمایا ہے الا انہ اعدو وان ربکم لیس باعدو مکتوبین عینیدہ کف رکہ وہ کوڑھیم ہے اور رب تمہارا کوڑھیم نہیں اور اس کی دونوں بہوؤں کے درمیان کف رکھا ہوا ہے اور ایک روایت میں شیخین نے یوں روایت کیا ہے الدجال رعد عین لہمئی کان عینہ عینہ طانیہ کہ دجال کی داہنی آنکھ کافی ہے جیسا کہ انگوٹھ کا دانہ اچھا ہوا بخاری و مسلم نے عبداللہ بن عمر سے ایک حدیث طویل نقل کی ہے اور اس میں دجال کی نسبت یہ جملہ ہے ثم اذا اتا بوجہ جعد فط اعدو العین الحدیث پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ جس کے بہت بال پیچیدہ اور آنکھ کافی تھی۔ الحدیث وہ اول ملک شام اور عراق کے درمیان ظاہر ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے گا اس کے بعد وہاں

میں آوے گا۔ اور ستر ہزار یہودی اس کے تابع ہوں گے اور وہاں وہ حدیثی کا دعویٰ کرے گا جیسا کہ ظاہر مؤلف ہے حدیث ترمذی اور ابو داؤد سے اور اس کے ساتھ آگ ہوگی کہ جس کو وہ دوزخ کہے گا اور ایک باغ ہوگا کہ جس کا نام بہشت رکھیگا اور حقیقت میں جس کو وہ جنت کہے گا دوزخ ہوگا اور جس کو دوزخ کہے گا جنت کی تاثیر رکھتی ہوگی جیسا کہ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے پس وہ زمین میں دائیں بائیں فساد ڈالنا پھرے گا۔ اور زمین میں بادل کی طرح پھیل جائے گا اور اس کے ظہور سے پہلے بڑا سخت قحط ہوگا پس وہ عجیب سے عجیب کرشمے دکھا کر لوگوں کو اپنے دام میں لاوے گا۔

دجال سے استدراج کا ظہور پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ کفار کے ہاتھ سے بھی خوارق عادات ظاہر ہوا کرتے ہیں کہ ان کو استدراج کہتے ہیں سو یہ امور بھی دجال سے بطور استدراج کے ظاہر ہونگے اور یہ امور دجال سے خدا تعالیٰ کے ارادے سے ظاہر ہوں گے۔ اور ان افعال کا حقیقت میں اللہ تعالیٰ فاعل ہوگا لیکن ظہور ان کا دجال کے ہاتھ پر ہوگا تاکہ بندوں کا امتحان ہو جائے اور کافر اور مومن۔

خالص اور بے خالص میں امتیاز ہو جائے الغرض مع لشکر بے شمار ملک میں فتور و فتنہ و التنا ہوا ہر جگہ پھرے گا اور جہاں مسلمان محصور ہوں گے وہاں ان کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل روٹی و پانی کا کام دے گی یعنی تسبیح و تہلیل سے ایذا بھوک و پیاس کی دور ہو جائیگی جیسا کہ مردی ہے مشکوٰۃ میں پھر وہ یمن سے مکہ کی طرف آئے گا لیکن بسبب محافظت ملائکہ کے مکہ میں نہ آسکے گا پھر وہاں سے مدینہ منورہ کا قصد کرے گا اور مدینہ کے قریب اُحد پہاڑ کے پاس ڈیرہ کرے گا اور مدینہ کے اس وقت سات دروازے ہوں گے ہر دروازہ پر دو فرشتے محافظ ہوں گے اس سبب سے دجال اندر نہ جاسکے گا۔ جیسا کہ روایت کیا ہے بخاری نے تب وہاں سے شہر دمشق کی طرف کہ جہاں امام مہدی علیہ السلام ہوں گے روانہ ہوگا امام مہدی صاحب لشکر اسلام کا قلب و یمنہ و میسرہ درست کر کے اس سے جنگ کے لئے مستعد ہوں گے کہ اتنے میں عصر کے وقت دمشق کی جامع مسجد کے شرعی کنارہ پر دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ دہرے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔

دجال کے کرشمے جن کا ذکر بعض احادیث میں آیا ہے حیرتناک اس قیامت کے علامات میں سے ایسے گمراہ کرنے والے کا خروج بھی دنیا کی ہر بادی کا باعث ہے حضرت عیسیٰ کا نازل ہونا امام مہدی کا ظہور اور ان کے عہد میں برکات کا پایا جانا اور دجال کا ظاہر ہونا جیسا نبیوں کی کتاب مکاشفات یوحنا سے پایا جاتا ہے۔ سمجھنے والے ان مکاشفات سے سمجھ سکتے ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کا نزول | عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبی ہیں بے باپ کے اللہ تعالیٰ نے

اپنی قدرت کاملہ سے ان کو پیدا کیا ہے وہ شب و روزین حق کے پھیلانے میں مصروف تھے اس وقت کے یہودیوں کو ان پر حسد آیا ایک مکان میں ان کو قتل کے لئے گھیر کر لے گئے، خدا کی قدرت چھت بھٹ گئی۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ملائکہ آسمان پر لے گئے اور ان میں سے ایک شخص جو اندر آیا تھا وہ عیسیٰ کی شکل میں ہو گیا اس کو یہود نے عیسے سمجھ کر قتل کیا پس جب سے عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہیں دجال کے قتل کو دنیا میں آویں گے جیسا کہ دلالت کرتی ہیں ان پر احادیث صحیحہ اور کتاب مکاشفہ انجیل سے بھی ان کا اثبات ہے اور تفصیل اس کی جیسا کہ مسلم سے روایت کیا ہے یوں ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا وہ شہر دمشق کے شرقی سفید منارے پر زرد حلقے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے جب سر نیچا کریں گے تو پسینے سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھادیں گے تو موتیوں کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے پھر امام مہدی سے ملاقات کریں گے امام بہ تواضع پیش آویں گے اور کہیں گے اے نبی امام ہو کر نماز پڑھائیے تب حضرت عیسیٰ فرمادیں گے نہیں بلکہ تمہیں امامت کرو۔ اور میں خاص دجال کے قتل کو آیا ہوں مسلم کی ایک روایت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسے امامت کریں گے اور روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی کو اس امت کی تعظیم و تکریم کے لئے امام بنادیں گے جو علمائے اس کی تطبیق یوں کی ہے کہ اول روز تو امام مہدی علیہ السلام نماز پڑھاویں گے تاکہ تکریم امت ہو پھر عیسیٰ علیہ السلام بہ سبب اس کے کہ وہ نبی ہیں واللہ اعلم اور عیسیٰ علیہ السلام دجال کے قتل کو آمادہ ہوں گے جیسا کہ مسلم کی روایت سے ثابت ہوتا ہے حضرت عیسے کے دم میں یہ تاثیر ہوگی کہ جس کافر کو وہ ہوا لگ جاویگی مر جاوے گا۔ اور ہوا ان کی وہاں تک جاویگی کہ جہاں تک ان کی نظر پڑے گی۔ پس وہ دجال کا تعاقب کریں گے اور باپ لڈ کے پاس اسے جا گھریں گے اور نیزہ سے اس کو قتل کر کے اس کا خون لوگوں کو دکھلائیں گے اور اگر اس کے قتل میں حضرت عیسے جلدی نہ کرتے تو وہ کافر نمک کی طرح خود بخود گھل جاتا۔ پھر شکر اسلام دجال کے لشکر کو کہ جو اکثر یہودی ہونگے بہت قتل کریگا۔

۱۔ پیش لام اور تریدال سے شام کے کسی پہاڑ کا نام ہے بعض کہتے ہیں کہ شام میں یہ ایک گاؤں ہے ۱۲ منہ۔

فائدہ۔ ابو داؤد نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جنگ عظیم میں کہ جو نصاریٰ سے ہوگی اور فتح قسطنطنیہ میں کہ جو اہل اسلام فتح کریں گے چھ برس کا فاصلہ ہوگا۔ پھر ساتویں برس وصال نکلے گا اور ایک روایت میں بجائے چھ برس کے چھ مہینے کا فاصلہ آیا ہے۔ مگر اول روایت صحیح زیادہ ہے البتہ جب دجال اور اس کی فوج پامال ہو چکے گی تو امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک کی سیر کریں گے اور جن کو دجال کی مصیبت پہنچی تھی ان کو تسلی دیں گے اور ان کے نقصان کا الطاف و عنایت سے تدارک کریں گے۔

کما رواہ مسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکم دیں گے کہ خنزیر قتل کئے جاویں اور صلیب کہ جس کو نصاریٰ پوجتے ہیں تو زردی جاٹے اور کسی کافر سے چیز یہ نہ لیا جائے بلکہ وہ اسلام لائے کما رواہ البخاری و مسلم پس اس وقت تمام روئے زمین پر دین اسلام پھیل جائے گا کفر مٹ جائے گا۔ جو روز ظلم جہان سے مٹ جائے گا اور جیسا کہ ابو داؤد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

حضرت امام مہدی کی خلافت سات برس ہوگی۔ اور بعض روایات میں آٹھ اور بعض میں نو بھی آیت ہے بعد اس کے امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا سے تشریف لے جاویں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان ان کی نماز پڑھ کر دفن کریں گے۔ اس حساب سے کل عمران کی سینتالیس یا اڑتالیس یا انچاس برس کی ہوگی بعد اس کے تمام انتظام حضرت عیسیٰ کے اختیار میں ہوگا۔ اور عالم اچھی حالت پر ہوگا کہ یکایک حضرت عیسیٰ کو وحی آوے گی کہ میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جائیں لے ایک ایسی قوم نکالی ہے کہ کسی کو اس کے سامنے مناسب جنگ و طاقت لڑانی کی نہیں ہے کما رواہ مسلم۔

یا جوح و ما جوح | واضح ہو کہ یا جوح و ما جوح ایک قوم کا نام ہے جو یافت بن نوح علیہ السلام کا بیان! کی اولاد میں سے ہیں۔ ذوالقرنین بادشاہ نے ان کے رستے کو جو دو پہاڑوں کے درے میں سے تھا مستحکم بند کر دیا تھا اخیر زمانے میں وہ دیوار لٹ جادے گی اور یہ قوم غارت گر پھیل پڑے گی۔ کوئی ان سے مقابلہ نہ کر سکے گا۔ آخر آسمانی بلا سے خود بخود مر جائیں گے ان کے تیر و کمان سے سات برس تک لوگ آگ جلاؤں گے احادیث صحیحہ میں یہ بیان مفصل آیا ہے اور کتاب خرقہ کی ۳۸-۳۹ باب میں صراحت سے مذکور ہے فائدہ۔ یا جوح و ما جوح دو لفظ معرب ہیں شاید ان کی اصل یا گاگ میگاگ ہو جن کا کتاب دانیال میں بھی ذکر ہے یہ لوگ منگولیا اور منچوریا کے وحشی اور

درندے کفار تھے۔ جو حضرت مسیح علیہ السلام سے مدہا برس پیشتر اور حضرت کرمان کے ملکوں پر ادھر عربی پہ
تاخت و تاج کیا کرتے تھے۔ جب ذوالقرنین جو کین کا بادشاہ تھا فتح کرنا ہوا یہاں آیا لوگوں کے کہنے
سے اس نے جبل الطے میں اسی گھائی کو بند کر دیا تھا بعض کہتے ہیں بحیرہ خضر کے متصل جو جبل فتق ایک
پہاڑ ہے وہاں کے لوگ ہمدان اور موصل تک آکر تاخت و تاج کرتے تھے فارس کے کسی بادشاہ نے
جس کو کتاب دانیال کے ۸ باب ہیں دو سینک کے مینڈھے سے تعبیر کیا ہے اور اس کا ترجمہ عربی میں
ذی القرنین ہے اس پہاڑ کی گھاٹیوں کو بند کر دیا جس کو در بند و باب الابواب کہتے ہیں مستحکم بنا
اب تک قائم ہے قریب قیامت کے ٹوٹے گی۔ تب یہ لوگ یا جوح ماجوح اس زمانے میں کہلاتے
تھے اخیر زمانہ میں پھر ان ملکوں میں یورش کریں گے اور ملک شام و فلسطین کو غارت کریں گے۔
شہر مقدس کو آگیریں گے یہود میں کتاب دانیال کے بموجب ذی القرنین ایک عماما تھا جس کے
لے لوگوں نے بطور امتحان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذی القرنین کا حال دریافت کیا جس
کے جواب میں ذی القرنین اور دیوار یا جوح ماجوح کا ذکر آیا کتاب دانیال میں ہے کہ میں نے
تو اب میں دیکھا کہ اس دو سینک والے مینڈھے کو (یعنی ایرانی بادشاہ کو) ایک سینک والے
مینڈھے نے جو کچھیم سے آیا مار ڈالا جس سے مراد سکندر ہے جس نے شاہ فارس کو ہلاک کیا تھا
سکندر کو ذی القرنین قرار دینا بڑی غلطی ہے اور کتاب دانیال کے بھی مخالف ہے قوم یا جوح ماجوح
کی ہلاکت کے بعد پھر زمین میں خیر و برکت ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ ایک ناز کو ایک گھر کے
آدمی شکم سیر ہو کر کھا دیں گے اور ایک بکری کے دودھ سے ایک گھر کے لوگ سیر ہو جاویں گے
المختصر اس زمانے میں نہایت برکت ہوگی عداوت و کینہ نہ رہے گا۔ اور لوگوں کو مال کی کچھ پروا نہ
رہے گی یہاں تک کہ ایک سجدہ کرنا دنیا و مافیہا سے اچھا جائیں گے اگر کوئی کسی کو مال دیوے
گناہ لیوے گا۔ رواہ مسلم یہ خیر و برکت سات برس تک رہے گی۔ پھر عیسیٰ دنیا سے انتقال کرینگے۔

فائدہ۔ مہدی ہونے کے تو بہت لوگ مدعی ہو چکے تھے مگر مسیح بن کر نازل ہونے کا کوئی مدعی نہ ہوا تھا۔ لیکن
پندرہ برسوں سے ایک پنجابی کو یہ خلل دماغ ہوا کہ اس نے مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اور احادیث و آیات کو تاویل
کرنا شروع کیا مگر جب اس دعوے پر تو ائمہ شیعہ نہیں ہوتے لگیں تو مثیل مسیح ہونے کا مدعی ہوا کہ میں ان کے مانند ہوں
پھر جب سوائے زبانی جمع و خرچ کے مماثلت نامہ اور مختصہ میں بھی ظاہر نہ ہو سکی تو اب مجدد ہونے کا مدعی ہو گیا
ہست سے سادہ لوح ان کے بھی دائم تیز دیر میں آگے۔ یہودی ہم اللہ استغفر اللہ ۱۲ مرتبہ۔

مشکوٰۃ میں ابن الجوزی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ ۵۴ برس زندہ رہیں گے پھر مر جاویں گے اور میری قبر کے پاس دفن ہوں گے کہ قیامت کو میں اور عیسیٰ ابن مریم اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے بیچ میں ایک قبر سے اٹھیں گے مگر صحیح مسلم میں یوں آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سات برس زندہ رہیں گے۔ پس دونوں روایتوں کی مطابقت یوں ہے کہ آسمان سے آکر کل سات برس رہیں گے نکاح کریں گے اولاد ہوگی آخر وقت مبارک میں دفن ہوں گے اور نزول سے پہلے عمر اڑتیس برس کی ہوگی کل پینتالیس برس ہوتے ہیں۔

ذکر خلافت جہجہ | اور عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد ایک شخص جہجہ کو خلیفہ مقرر کر جاویں گے چنانچہ بخاری اور مسلم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ قیامت نہ ہوگی کہ ایک شخص فحطان کا لوگوں کو اپنے غصے سے نہ ہانکے گا۔ یعنی حکومت نہ کرے گا۔ اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ دنیا نہ تمام ہوگی جب تک بادشاہ نہ ہوئے گا ایک شخص کو جس کو جہجہ کہیں گے آنحضرت علیہ السلام کے کہ وہ شخص فحطانی جس کا نام جہجہ ہے اچھی طرح عدل کے ساتھ حکومت کرے گا۔ لیکن شر و فساد و کفر الحاد زیادہ پھیلنا شروع ہوگا اسی طرح دو تین شخص یکے بعد دیگرے حاکم ہوں گے پس جب کفر و الحاد زیادہ پھیل جاوے گا تو اس زمانہ میں ایک مکان مشرق میں اور ایک مکان مغرب میں کہ جہاں منکر تقدیر رہتے ہوں گے وہیں جاوے گا۔

ذکر دھان | اور ان ہی دنوں میں آسمان سے ایک دھواں نکلے گا کہ مومنین کو زکام سا معلوم ہوگا۔ اور کافروں کو نہایت تکلیف ہوگی کہ کسی کو ایک دن کے بعد کسی کو دو دن کے بعد کسی کو تین دن کے بعد ہوش آویگا کسی کو چوتھے روز اور کل چالیس روز یہ دھواں رہے گا اور سلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت نہ ہوگی جب تک کہ وہ علامات نہ دیکھو گے پس ذکر کیا دھواں اور دھواں اور دابة الارض اور آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا اور عیسیٰ کا نازل ہونا۔ یا جوج ماجوج کا لکنا اور تین جگہ زمین میں خسف ہونا ایک مشرق میں ایک مغرب میں ایک جزیرہ عرب میں اور سبکے چھپے ایک آگ کہ مین سے نکلے گی اور لوگوں کو محشر کی طرف بھاریگی لیکن بخاری نے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود فرماتے تھے کہ اس دھواں سے وہ دھواں مراد ہے کہ جب قریش میں حضرت کی بد عمار سے چند سال کا قحط پڑا تھا تو بھوک کے مارے آسمان

کی طرف دہواں سالنظر آتا تھا اور بسبب ضعف بصر کے دھندلا دکھائی دیتا تھا واللہ اعلم۔

طلوع آفتاب کا بیان | اور انہیں دنوں میں کہ ذی الحجہ کا مہینا ہوگا۔ یوم النحر کے بعد رات نہایت دراز ہوگی۔ یہاں تک کہ بچے چلا چلا کر اٹھیں گے اور مسافر تنگ دل ہو جاویں گے اور مویشی چراگاہ میں جانے کے لئے نہایت شور کریں گے لیکن صبح نہوگی یہاں تک کہ لوگ ہدیت اور فلق سے بیقرار ہو کر مالہ وزاری کریں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے جب کہ اس رات کی درازی تین یا چار رات کے برابر ہو جائے گی۔ اور لوگ نہایت مضطرب ہوں گے تب قرص آفتاب ٹھوڑے سے نور کے ساتھ عیسا کہ گن کے وقت ہوتا ہے مغرب کی جانب سے طلوع کر لیگا اور اتنا بلند ہو کر کہ جتنا چاشت کے وقت ہوتا ہے پھر غروب ہو جاوے گا۔ اور پھر حسب دستور قدیم مشرق سے طلوع کیا کرے گا۔ لیکن اس کے بعد کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی پس اگر کافر ایمان لاوے گا یا گنہگار کسی گناہ سے توبہ کرے گا تو یہ ایمان اور یہ توبہ قبول نہ ہوگی۔ احادیث صحیحہ میں یہ مضمون بکثرت آیا ہے چنانچہ بخاری اور مسلم نے ابی ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت نہ ہوگی جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ کرے گا۔ پس جب وہ طلوع کرے گا۔ اور لوگ اس کو دیکھیں گے تو ایمان لاویں گے مگر اس وقت کا ایمان نفع نہ دیگا۔ الحدیث مسلم نے ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آفتاب غروب ہوا تو فرمایا کہ تو جانتا ہے یہ کہاں جاتا ہے میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے فرمایا یہ جا کر زبر عرش اللہ کو سجدہ کرتا ہے جب حکم ہوتا ہے تو پھر دورہ کرتا ہے اور قریب ہے کہ اذن مانگے گا۔ لیکن اس کو اجازت نہ ہوگی بلکہ تو جہاں سے آیا ہے وہیں جا یہ حکم ہوگا تب یہ مغرب سے طلوع کر لیگا الحدیث۔

دابة الارض کا بیان | مغرب سے آفتاب طلوع ہونے کے دوسرے روز حادثہ پیش آوے گا کہ مکہ میں جو ایک پہاڑ ہے جس کو صفات کہتے ہیں زلزلہ آ کر شق ہو جاوے گا اور ایک جالور کہ جس کی

ف آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا محال عقلی نہیں بعض اس کی تاویل کرتے ہیں کہ دہواں اور غبار ایسا ہوگا کہ بالکل رات معلوم ہوگی اور سخت پریشانی اور ہیبتناک آواز اور زلزلہ ہوگا پھر جب یہ کھل جائے گا تو آفتاب غروب معلوم ہوگا جس کو یہ سمجھیں گے کہ مغرب کی جانب سے نکلا ہے پھر ٹھوڑی دیر بعد وہ اصلی عادت کے موافق غروب ہو کر صبح کو پھر اصلی حالت پر طلوع کرے گا اور یوں بھی اس قادر مطلق کے اختیار میں ہے جس طرح سے چاہے حرکت دے سکتا ہے ۱۲ منہ سے آفتاب کا سجدہ کرنے سے انقیاد مراد ہے فلکیا میں ہر چیز کے ساتھ ملانکہ (کہ جن کو حکماء نفوس کہتے ہیں) متعلق ہیں اصل وہی متحرک اس روز جانب مخالف میں حرکت دیں گے ۱۲ منہ

میں یہ صورت ہوگی باہر آدے گا اور لوگوں سے کلام کرے گا خدا کی قدرت کا کثر معلوم ہوگا۔ فائدہ۔
 آیت الارض کا نکلنا اور کلام کرنا احادیث و آیات سے ثابت ہے اور یہ ثبوت بھی حدوات کو پہنچ گیا ہے۔
 پناچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَإِذَا دَفَعْنَا الْقَوْلَ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ
 أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ (یعنی جب کہ واقع ہوگا لوگوں پر خدا کا حکم (یعنی قیامت کا
 وقت قریب پہنچے گا) ان کے لئے ہم زمین سے ایک جانور نکالیں گے کہ کلام کرے گا ان سے کہ لوگ
 اللہ کی آیات پر یقین نہ لاتے تھے اور مسلم نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 فرماتے تھے کہ قیامت کی اول علامات میں سے آفتاب کا مغرب سے نکلنا اور دابہ کا چاشت کے وقت
 لوگوں پر ظاہر ہونا ہے الحدیث اور دوسری جا مسلم نے ابی ہریرہؓ سے یوں روایت کیا ہے کہ نبی صلی
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قیامت کی تین علامات پائی جائیں گی کسی کا پھر ایمان لانا کہ اس نے
 پہلے یقین نہ کی تھی اور ایمان نہ لایا تھا نفع نہ دے گا اور وہ تین علامات یہ ہیں آفتاب کا مغرب سے
 طلوع ہونا۔ دجال کا ظاہر ہونا۔ دابۃ الارض کا نکلنا اور طلوع آفتاب اور خروج دابہ سے نفع نہ
 ہونے کا قافلہ ہوگا۔ یعنی بعد طلوع شمس اور بعد نکلنے دابہ کے سو برس کے بعد قیامت آجائیگی۔
 ہوا کا بیان بعد نکلنے دابہ کے چند عرصے کے بعد شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی۔
 جس سے کوئی اہل ایمان اور اہل خیر زمین پر نہ رہے گا سب اس سے مر جاؤں گے یہاں تک کہ اگر کوئی
 پہاڑ کے غار میں چھپے گا تو وہاں بھی وہ ہوا پہنچے گی اور اس کو مارے گی بعد اس کے بد لوگ جو
 نیکی اور بھلائی نہ جانیں گے باقی رہ جائیں گے۔ الحدیث رواہ مسلم۔
 کفار جہنم کا بیان بعد اس کے حبشہ کے کفار کا ظہور ہوگا۔ اور ملک میں ان کی سلطنت
 ہو جائے گی اور وہ حلی خاندان کو گرا دیں گے اور اس کے بیچے سے خزانے نکالیں گے۔

سلا اس جانور کی شکل و صورت میں علماء کے متغیر اقوال ہیں اور اس جانور کی طرف مکا شفات پونٹ کے۔ اب کے جب
 میں اشارہ ہے اور جہاں کہ اسی جگہ میں جھوٹے نبی سے لیکر کیا ہے۔ ۱۲ فائدہ آیت میں جو دابۃ الارض آیت ہے اس کے
 معنی ہر جانور ہے۔ اکثر علماء نے تو دیگر روایات کے اعتماد پر عجیباً غریب مخلقت جانور ظاہر فرمایا ہے جو دنیا بھر
 میں پایا جاتا ہے گا۔ اور لوگوں سے کلام کرے گا کس لئے کہ لوگ خدا کی عجائب قدرتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے اب
 قائل ہوں گے اور بعض کہتے ہیں دابۃ الارض ضرور پیدا ہوگا مگر یہ ایک مبہم بات ہے جس سے بعض نے مراد لیا ہے کہ کوئی
 نیروشہل پیدا ہوگا اور دنیا کو نیروشہل سے ملزم کرنا پھر گا دابۃ الارض اس کے سریع الیر ہونے کی طرف اشارہ ہے جس کے اسباب پیدا

اس وقت ظلم و فساد پھیلے گا۔ چوپایوں کی طرح لوگ کوچہ و بازار میں ماں بہن سے جماع کیا کریں گے قرآن کاغذوں سے اٹھ جائے گا کوئی اہل ایمان دنیا پر نہ رہیگا اور آپس کے جو ظلم شہر اُچار ہو جائیں گے قحط و وبا کا ظہور ہوگا۔ ابو داؤد نے عبداللہ ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: لَا يَسْتَحْرِجُ كَثْرَةَ الْكُفَّةِ إِلَّا ذُو السُّوْلِقَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ کہ کعبہ کا خزانہ چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی نکلے گا۔ فائدہ۔ کعبہ کو جو دار میں فرمایا ہے اور وہاں اللہ کی خاص عبادت ہوگی سو یہ قبل ان علامات قیامت کی ہے نہ مطلقاً کیونکہ مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت نہ ہوگی جب تک کہ پھر لات و عزرائلہ پوجا جائے عائشہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ دین سب غالب رہے گا۔ پھر کیونکر یہ ہوگا۔ حضرت نے فرمایا ہے کہ یہ ایک زمانہ معین تک رہے گا آخر ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی کہ جس سے سب مومن مرجا و نیگے پھر بے لوگ باقی رہیں گے اور اپنے آبا و اجداد کے دین میں ہو جائیں گے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے قیامت نہ ہوگی جب تک کہ دوس کی عورتیں اپنے بت جاہلیتہ ذی الخلقہ کے گرد نہ پھرنگی یعنی اس کی عبادت نہ کریں گی بعد اس کے ملک شام میں کچھ ارضانی دامن ہوگا تب لوگ تجارت و حرفہ وغیرہ گھربار چھوڑ کر اونٹوں اور دیگر سواروں پر سوار ہو کر وہاں جاویں گے یہاں تک لوگوں کی کثرت ہوگی کہ کسی اونٹ پر دو کسی پر تین کسی پر چار کسی پر پانچ شخص تک سوار ہوں گے۔

آتش کا بیان | بعد چند مدت کے جنوب کی طرف سے ایک آگ اٹھے گی کہ لوگوں کو گھیر کر جبار کہ بعد مرنے کے حشر ہوگا یعنی ملک شام کی طرف لاؤگی جب شام کے وقت لوگ بھڑ جابا کریں گے آگ بھی بھڑ جاؤگی پھر جب آفتاب بلند ہوگا وہ آگ اس کے پیچھے چلے گی۔ جب لوگ شام کے ملک میں پہنچ جاؤنگے تو وہ آگ غائب ہو جاؤگی چنانچہ مسلم نے حذیفہ بن اسید

فائدہ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے مطابق ظاہر ہو چکے ہیں کی طرف سے ایک آگ اٹھی تھی جو کو سور تک پہنچ تھی لکن سی پھر سب کو جلاتی تھی اور ملک شام کی طرف بڑھتی جاتی تھی رات کو اس کی روشنی میں دور کی چیزیں دکھائی دیتی تھیں شہینا دو شہینے تک رہی مدینہ کے پاس سے ہو کر گزری علماء نے بچشم دید اس کی کیفیت لکھی ہے ۱۲ منہ سے سویق تصغیر سابق بمعنی پنڈلی کے ہے اہل حبشہ کی پنڈلیاں اکثر چھوٹی اور باریک ہوتی ہیں ۱۲ منہ سے ۱۵ دوس عرب ہیں ایک قبیلہ کا نام ہے ۱۲ منہ۔

اسی سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس علامات قیامت روایت کئے ہیں۔
 میں آخریہ ہے۔ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمِينِ تَطْرُقُ النَّاسَ إِلَى مَحْشَرِهِمْ، کہ ایک آگ یمن سے
 جنوب میں واقع ہے نکلے گی۔ لوگوں کو محشر کی طرف کہ وہ ملک شام ہے ہانک کر لے جاویگی
 کے بعد پانچ برس تک پھر لوگوں کو خوب عیش و آرام ملیں آوے گا اور شیطان آدمی کی صوت
 میں آکر کہے گا تم کو حیا نہیں آتی۔ وہ کہیں گے اب تو کیا کہتا ہے تب وہ کہے گا بتوں کی عبادت
 دو۔ تب لوگ بتوں کی عبادت کریں گے۔ اس میں ان کو روزی کی فراخی اور فراخ دستی حاصل ہوگی۔
 یسا کہ روایت کیا اس کو مسلم نے الغرض جب دنیا پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا جیسا کہ
 روایت کیا اس کو مسلم نے تب صور پھینکیگا۔ قیامت ہو جاویگی الحاصل لوگ اس وقت عیش و
 رام میں ہوں گے۔ کوئی کسی کام میں کوئی کسی میں مصروف ہوگا کہ یکایک جمعہ کو کہ روز عاشورہ
 وگا علی الصبح لوگوں کے کان میں ایک باریک آواز آویگی لوگ متحیر ہوں گے کہ یہ کیا ہے
 برفتہ رفتہ وہ آواز بلند ہوتی جاویگی یہاں تک کہ کڑک اور عدد کے برابر ہوگی تب لوگ
 رنے شروع ہوں گے کہ تفصیل اس کی آتی ہے فائدہ آنحضرت سے ظہور مہدی تک جو علامات
 ظاہر ہوں گی ان کو صغریٰ اور امام مہدی سے نفع سونگ جو ظاہر ہوں گی ان کو بکری کہتے
 ہیں اور ابتداء قیامت کا رخ سورہ ہے۔ اور نفع ننانی سے لے کر کل زمان آئینہ کو عالم حشر اور
 عالم آخرت بھی کہتے ہیں۔

صور پھونکنے کا بیان | بعد ان سب علامات کے صور پھینکیگا اس سے کل عالم فنا ہو جائے
 گا۔ صور ایک چیز تری یا بکل کی مانند ہے میکائل اس کو منہ سے بجاویں گے اس کی آواز
 سے ہر چیز فنا ہو جاویگی چنانچہ ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا ہے کہ صور ایک سینک سا ہے اس میں چھوٹک ماری جاوے گی صحیح مسلم میں آجس کا نقل
 صد کی ایک آواز ایک شخص کے کان میں پڑے گی کہ وہ اپنے اونٹ کے حوض کو لپٹا ہوگا سنتے ہی ہوش
 ہو جائے گا۔ اور پھر سب آدمی بے ہوش ہو جائیں گے وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَرَىٰ
 وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ یعنی دیکھے گا تو لوگوں کو بے ہوش پڑے اور وہ بے ہوش ہوں گے بلکہ اللہ کے

فدایہ کا بکلت یا جحیم کا ظاہر ہونا قرآن سے ثابت ہے وہاں کا ظاہر ہونا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا اور مہدی کا ہونا اور دیگر علامات صرف
 احادیث و ثابت ہیں کچھ معنی تو اس کو پہنچ گئی ہیں باقی احادیث جن سے یقین کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا اور عقائد کا دار مدار یقینات پر ہوتا ہے اس لئے

سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ پس دمدم آواز زیادہ ہونے لگی کہ باہر کے وحشی جانور شہروں میں آویں گے اور شہروں کے لوگ گھبراہٹ سے جنگل میں جاویں گے کما قال تعالیٰ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ اور جب وحوش میں نقل پڑ جائیگی پس جب سب جاندار چیریں مہر جاویں گی تب آواز زیادہ ہونے کے سبب درخت اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ یعنی ہو جائیں گے اس روز پہاڑ دھنی ہوئی اون کی مانند پھر جب آواز تیز ہوگی تو آسمان کے تارے اور چاند سورج ٹوٹ کر گریں گے اور آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اور زمین بھی معدوم ہو جائے گی إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ۔ جس وقت کہ آسمان پھٹ جائے وَالْأَرْضُ مَدَدٌ اور جب زمین کھینچی جائے إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا النُّجُومُ انكدرت جس وقت کہ سورج لپیٹا جائے اور جس وقت ستارے بے نور ہو جائیں فَإِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ وَسَحَابَاتُ الْأَرْضِ وَالْجِبَالُ كَذُكَا كَذَّةً وَاحِدَةً فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَالنَّشَقِطِ السَّمَاءِ پس جب کھوپکا جائے صور میں ایک ہی دفعہ اور اٹھائی جائے زمین اور پہاڑ پس ایک ہی بار توڑے جائیں پس اس روز ہو جاویں گے ہونے والی یعنی قیامت اور پھٹ جائے گا آسمان۔ فائدہ۔ بعض علما کہتے ہیں کہ فنا کلی سے آٹھ چیز مستثنیٰ ہیں کہ ان کو فنا نہ ہوگی عرش و کرسی و لوح و قلم و بہشت و دوزخ و صور و ارواح لیکن ارواح پر ایک قسم کی بے ہوشی طاری ہوگی اور بعض علما فرماتے ہیں کہ سوائے باری تعالیٰ کے ہر چیز فنا ہوگی اور ان چیزوں پر بھی ایک دم بھر کے لئے فنا آویگی المختصر جب فقط اللہ تعالیٰ باقی رہے گا کما قال تعالیٰ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ اور باقی رہ جائے گا ایک اللہ بزرگی اور جلال والا اس وقت فرمادے گا لَمِنَ الْمَلِكِ الْيَوْمَ کہ آج کس کا ملک ہے پھر جب کوئی جواب نہ دے گا تو پھر آپ ہی فرمادے گا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ کہ ملک ایک اللہ قہار ہی کا ہے فائدہ۔ اہل کتاب کے نزدیک بھی اس عالم کا فنا ہونا اور پھر دوبارہ پیدا ہونا اور ہر ایک سے حساب لیا جانا ثابت ہے چنانچہ انجیل کی وہ عبارتیں کہ جن سے یہ مضمون ثابت ہے نقل کرتا ہوں مگر حکیمانہ کے نزدیک محال ہے اور یہ قول ان کا اس پر مبنی ہے کہ یہ عالم خدا سے بے اختیار اور ارادے کے صادر ہوا ہے لہذا قدیم ہے سویہ قول ان کا باطل ہے اور دلیلیں اس کے بطلان کی صدر کتاب میں ہو چکی ہیں پس جب یہ باطل ہوا تو جو اس پر مبنی ہے وہ بھی باطل بنا الفاسد علی الفاسد ہے اور کہیں نہ ہو یہ الہام انبیاء کے مخالف ہے۔

۱۔ کمال قال تعالیٰ کل شیء فی ہالک الا وجہہ۔ یعنی ہر چیز اس کے سوا ہلاک ہوگی ۱۲ صحت۔

دوسری مرتبہ صور کا پھول کا جانا اس سے ہر چیز پھر دوبارہ موجود ہو جائے گی۔ بعد نفع صور اول کے
بیب چالیس برس کی مقدار عرصہ گزے گا اور اتنی مدت ظہورِ احدیت صرفہ کا ہو چکے گا تو خدا تعالیٰ
سراپیل کو زندہ کرے گا سو وہ صور پھونکیں گے جس سے اول ملائکہ حاملینِ عرش پھر جبرائیل و
میکائیل و عزرائیل اٹھیں گے۔ پھر نئی زمین و آسمان چاند و سورج موجود ہوں گے پھر ایک مہینہ
بر سے گا کہ جس سے مثل سنہ کے زمین کا ہر ذی روح جسم کے ساتھ زندہ ہو گا اور اس دوبارہ پیدا
لینے کو شرع میں بعث و نشر کہتے ہیں اور اس کے ثبوت میں اکثر آیات و احادیث وارد ہیں از انجملہ یہ
آیات ہیں۔ **اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۗ لِيُعِيدَهُ ۗ** یعنی اللہ نے اول بار پیدا کیا عالم کو وہ پھر دوسری بار پیدا کرے گا۔
لَمَّا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ لِّغَيْبٍ ۗ وَعَدْنَا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ۗ جس طرح شروع کی تھی ہم نے
پہلی پیدائش دوبارہ کریں گے ہم اس کو وعدہ ہے ہمارے ذمہ پر تحقیق ہم کیے والے ہیں **وَإِنَّ السَّاعَةَ**
الَّتِي كُنتُمْ فِيهَا رَبِّبْنَا وَاللَّهُ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ اور یہ کہ تحقیق قیامت آنے والی ہے اس
میں شک نہیں ہے اور یہ کہ اٹھائے گا اللہ تعالیٰ ان کو کہ جو قبروں میں ہیں **وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ** اور پھول کا جاگے گا صور پس اسی وقت لوگ قبروں سے اٹھ
کر اپنے رب کی طرف چلیں گے انجیل مکاشفات یوحنا باب ۲۰۔ آیت ۱۲ میں بھی لوگوں کا دوبارہ زندہ ہو کر
حساب کے لئے کھڑا ہونا ثابت ہے (پھر میں نے دیکھا کہ مردے کیا چھوٹے کیا بڑے خدا کے حضور کھڑے
ہیں۔ اور کتابیں کھولی گئیں اور ایک کتاب جو زندگی کی تھی کھولی گئی اور مردوں کی عدالت جس طرح
ان کتابوں میں لکھا تھا اس کے مطابق کی گئی یہاں سے مجھلا حشر بالاجساد اور حساب سب ثابت ہے
اور اسی کتاب کے باب ۲۱ کی پہلی آیت میں یوں ہے (پھر میں نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو
دیکھا کیونکہ اگلا آسمان اور اگلی زمین جانی رہی اور سمندر بھی مطلق نہ رہا) یہاں سے بھی عالم کا فنا ہونا
اور پھر دوبارہ پیدا کیا جانا ثابت ہے اور اکثر کفار سے حضرت کی اس پر بحث رہا کرتی تھی وہ محال
جانتے اور خلاف عقل بیان کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں اس کا اثبات فرماتا تھا **مَا قَال**
تَعَالَىٰ - يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن تَرَابٍ ذَمٌّ مِّن تَطْفِئَةٍ -
لوگو اگر تم کو بعثت میں کچھ شک ہے۔ پس ہم نے تم کو مٹی سے پھر لطف سے پیدا کیا۔ تب
ہم نے تم کو معدوم محض سے موجود کر دیا دوبارہ پیدا کرنا ہم کو پھر کیا مشکل ہے ؟

اسی مضمون کی اور بہت سی آیات ہیں شبہ اگر کسی جاندار کو کسی جاندار نے کھایا اور وہ جو بدن ہو گیا پس جس کو کھایا ہے اگر اس کو جمیع اجزاء زندہ کریں گے تو کھانے والے کا جمیع اجزاء محشور ہوا باطل ہو جائے گا کیونکہ اس کے بعض اجزاء میں یہ بھی داخل تھا اور اگر کھانے والے میں اس کو محشور کریں گے تو آکل جمیع اجزاء یہ محشور ہوا مگر ماکول کا محشور ہونا جمیع اجزاء یہ باطل ہو گیا حالانکہ تم قائل ہو ہر حیوان کے کل اجزاء بدن کو جمع کر کے اس میں روح ڈالی جائے گی جو اب کل اجزاء بدن سے مراد ہماری اجزاء اصل یہ ہیں جو اول سے آخر تک باقی رہتے ہیں اور یہ کھایا ہوا حیوان اس کھانے والے کے اجزاء اصل یہ میں داخل نہیں پس اس کو اپنے اجزاء اصل کے ساتھ جدا اور اس کو اس کے اجزاء اصل کے ساتھ جدا اٹھا دیں گے شبہ حدیث میں آیا ہے کہ دوزخی کی دہاڑا اُحد پہاڑ کے برابر ہو اور کئی گز کا موٹا اس کے بدن کا چمڑا ہو جاوے گا پس جہنمی کا وہ بدن کہ جو دنیا میں ہے اس بدن کے جو جہنم میں ہو گا غیر ہو کیونکہ وہ اتنا بڑا نہ تھا پس جب ایک روح دو بدلوں کے ساتھ متعلق ہوتی تو تاسخ پایا گیا حالانکہ اہل اسلام تنازع کا انکار کرتے ہیں جو اب جہنم کا بدن اس پہلے بدن سے غیر نہیں بلکہ زیادہ عذاب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ اسی دنیا کے بدن کو اتنا بڑا کر دے گا دوسرے تانا میں یہ شرط ہے کہ دنیا میں دو بدلوں مغائر سے باری باری ایک روح متعلق ہوئے پس یہ شرط یہاں فوت ہے کیونکہ ایک بدن دنیا میں اور ایک آخرت میں پایا گیا پس اگر ان دو بدلوں کو غیر کہا کہیں تب بھی تنازع ثابت نہیں ہوتا شبہ حکماء نے دلیل سے ثابت کیا ہے کہ معدوم چیز کا بھی موجود ہونا محال ہے پس یہ بدن معدوم ہو کر کیونکر موجود ہوں گے؟ جو اب حکماء کی دلیل بالکل غلط ہے اسکی غلطی ثابت کر دی گئی جس کو دیکھنا ہو کتب کلامیہ میں دیکھ لے پس معدوم کا موجود ہونا محال ثابت ہوا۔

تفصیل حشر تفصیل بوقت کی حدیث میں یوں آئی ہے کہ سب سے اول میں اٹھوں کجا پھر حضرت عیسیٰ پھر اور انبیاء پھر صدیقین پھر شہداء پھر صالحین پھر اور مومنین یہ کہتے ہوئے اٹھیں۔
 اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ ط اِنَّا رَبِّنَا لَلْغَفُورُ الشَّكُورُ ط۔ پھر کفار اور مشرک
 یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے يَا وَيْلَتَا مَنْ يَعْتَدِيْنَ صَوْفَ دَنَا۔ اور ہر جماعت اپنی اپنی مشعل
 کے۔ اِنَّا نَكِيْ جَاوِجِيْ كَمَا قَالَتْ تَعَالَى وَاِذَا اَللُّهُمُّسُ زُوْجَتْ۔ نیوں کا الگ گروہ ہو گا اور بدوں کو

اجاعت ہوگی علیٰ ہذا القیاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کو میں ابو بکرؓ اور
 ان کے ساتھیوں کا پھر یقیع میں آؤں گا پس وہاں سے لوگ میرے ساتھ ہوں گے اس کے بعد میرے
 من مکہ اور مدینہ کے لوگ آویں گے اور ہر شخص جس حال میں مرا ہے اس میں اٹھے گا شہیدوں کے زخموں
 سے خون بہے گا زعفران کی رنگت اور بڑھوگی اور جو حج میں مرا لبتیک کہتا ہوا اٹھے گا اور شرابی
 شہ کی حالت میں اٹھے گا صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شخص برہنہ بے ختنہ
 ٹھیکگا۔ پس سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو جنت کا سفید حذ پہنایا جاوے گا ان کے بعد
 صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہتر کپڑے پہنائے جاویں گے ان کے بعد اور رسولوں اور انبیاء
 ان کے بعد مؤذنون کو پہنائے جاویں گے۔

ومن وکافر کے | پھر نیکی و بکی کا حساب ہوگا۔ مومن کو نامہ اعمال دائیں طرف سے اور کافر کو بائیں
 اعمال کا محاسبہ | طرف سے دیا جائے گا۔ قال تعالیٰ وَكُلُّ الْاِنْسَانِ اِلَیَّ رَاغِبٌ وَخَرَجْتُ
 ۱۰ یَوْمَ الْقِیَامَةِ کِتَابًا یَلْقَا مَنْشُورًا اور ہر ایک آدمی کی گردن میں ہم نے اس کا عمل نامہ باندھ دیا
 ہے اور قیامت کو ہم اس کے لئے اس کو کتاب بنا کر لکھالیں گے کہ وہ آدمی اس کتاب کو کھلا ہوا
 دیکھے گا۔ اِقْرَأْ کِتَابَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَنٰیذِکَ حَسْبِیْہَا۔ حکم ہوگا پڑھا اپنی کتاب کو اپنے حساب
 کے لئے آج تو ہی کفایت کرتا ہے اپنے حساب کو قَامًا مِّنْ اَوْتٰی کِتَابَہٗ بِمِیْنٰہِ فَسَوْفَ یُحَاسِبُ
 حَسَابًا یَسِیْرًا وَّیُنْقَلِبُ اِلٰی اٰہْلِہِ مَسْرُورًا وَاَمَّا مَنۡ اُوْتِیَ کِتَابَہٗ وَّرَآءَ ظُہْرِہٖ فَسَوْفَ
 یَدْعُوۡا شُرَکَآءَہٗ لِیَصَلِّیۡ سَعِیْرًا ط۔ پس جس کو نامہ اعمال داہنے ہاتھ کی طرف سے ملا اس کا حساب
 آسان کیا جائے گا اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف جنت میں خوش ہو کر آوے گا اور جس کو
 نامہ اعمال اس کے پیچھے پیچھے سے ملا وہ جلدی مانگے گا موت اور داخل ہوگا آگ میں صحیحین
 میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ قیامت میں
 بندے کو اپنے قریب بلا کر اور سب اہل محشر سے چھپا کر آہستہ سے یوں فرمائے گا کہ فلاں فلاں گناہ
 تم نے کیا ہے یا نہیں؟ وہ کہے گا ہاں یا رب یہاں تک کہ بندے سے اقرار کر لے گا اور بندہ
 اس وقت اپنے دل میں خیال کرے گا کہ آج میں ہلاک ہوا پس اللہ فرمائے گا کہ میرے جس طرح دنیا میں
 تیرا پردہ فاش نہ کیا اسی طرح اب سبھی تجھ کو بخش دیا۔ اس کو اس کی نیسیکیوں کی کتاب دیا لیگا اور

منافق اور کافر کو سب خلق کے روبرو بلا کر رسوا کرے گا اور ایک شخص پکار کر براوازہ بلند کہے گا ان لوگوں نے اللہ پر جھوٹا باندھا تھا اور سن لو جھوٹے پر خدا کی مار ہے امام احمد نے ابی ہریرہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندے کو اپنے پاس بلا کر کہے گا اپنے اعمال کی کتاب پڑھ جب یہی نہ دیکھے گا تو ننگیں ہوگا۔ اور ڈکے گا۔ اللہ فرماوے گا میں نے تیرا یہ گناہ بخش دیا وہ پھر سجدے میں گر پڑے گا لوگ فقط اس کو سجدہ کرتے ہوئے ہی دیکھیں گے اور یہ جانیں گے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور یہ خبر نہ ہوگی کہ اس میں اور اللہ میں کیا معاملہ گزرا یہ حساب لیسیر ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ حَسْبُنِيْ حِسَابًا يَسِيْرًا۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا کہ حساب لیسیر کیا ہے فرمایا حساب لیسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نامہ اعمال دے کر بخش دیوے اور جس سے حساب میں سختی ہوئی تو پکڑا گیا۔ حدیث شریف آیا ہے کہ اول اللہ تعالیٰ جانوروں میں فیصلہ کر دے گا جس سینگ والے نے بے سینگ والے کو مارا ہے وہ بھی اس کو اسی طرح سے مارے گا۔ پھر ان سب کو حکم ہوگا کہ خاک ہو جاؤ خاک ہو جاؤ اس وقت کافر حسرت سے کہے گا۔ يٰدَيِّتِيْ كُنْتُ تَرَابًا اے کاش میں بھی آج خاک ہو کر نجات پاتا بعد اس کے بندوں میں فیصلہ کرے گا تب ایک فرشتہ براوازہ بلند پکار کر کہے گا کہ جو شخص جس کو پوجتا تھا اس کے پاس جاوے پس سب بت اور تختان اور جھنڈے پوجنے والوں کو ان کے معبودوں کے ساتھ بشرطیکہ وہ معبود انبیار اور اولیاء اور ملائکہ نہوں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے اس کے بعد انبیار میں اور ان کی امتوں میں فیصلہ ہوگا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نوح کو پوچھے گا تم نے اپنی امت کو میرے احکام پہنچائے تھے وہ کہیں گے ہاں یارب میں پہنچا چکا ہوں پھر ان کی امت سے پوچھیں گے کہ نوح نے تم کو ہمارے احکام پہنچائے تھے وہ انکار کریں گے پھر نوح سے گواہ طلب ہونگے نوح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو قرار دیں گے پس تم لوگ نوح کی گواہی دو گے کہ انہوں نے حکم پہنچائے تھے پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شٰهَدًا عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَتِ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شٰهِيْدًا۔ پس جب کفار اور مشرکین سے حساب لے کر ان کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو پھر مسلمانوں کو حساب ہوگا

سے اور اسی طرح تم کو امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی اور درمیانہ امت بنایا کہ تم اور وہی گواہی دو اور میں تمہاری گواہی

اول درالض سے سواں ہوگا اور فالض میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اگر نماز مقبول ہوگی تو اور اعمال کو بھی دیکھا جائے گا پھر نبردوں کے حقوق کا فیصلہ ہوگا۔ ان میں سب سے پہلے خونریزیوں کا حساب ہوگا قاتل کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے دودھ میں پانی ملا کر بیچا تھا تو حکم ہوگا کہ الگ کرے جس شخص نے کسی کو مارا تھا یا اس کا مال لیا تھا یا گالی دی تھی یا اس کی آبروریزی کی تھی تو مجرم کو بمقدار جرم سزا ملیگی۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی سب نعمتوں سے سوال کرے گا۔ لَمَّا قَالَ لَمَّا نَسْتَسْتَلِنَ رُؤُوسِنَا مِنَّا نَعْبُدُكَ عَيْنِي بِمِثَرِ الْبَتَّةِ بِوَجْهِ جَاؤُكَ نَعْمَتُونَ سَعَى وَقَالَ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ ذَلِكَ كَانَ عِنْدَكَ مَسْتَوْكَاظًا۔ اور کان اور آنکھ اور دل ان سب انسان پر چھایا ہے۔ سوال ہوگا کہ کان سے اچھی باتیں دین کی سنی نہیں یا راگ بلبے عیبت و بہتان و محسوس اور آنکھ سے اچھی چیزیں دیکھی نہیں یا منہیات پر نظر ڈالتا تھا؟ اور دل میں خاص اللہ کی محبت رکھتا تھا یا مال و زر و وزن و فرزند غیر اللہ پر عاشق تھا؟ اور اسی طرح عمر سے سوال ہوگا کہ اس کو کس چیز میں صرف کیا اور اسی طرح مال سے سوال ہوگا کہ کہاں سے کمایا تھا اور کہاں خرچ کیا تھا؟ اگر وجہ حلال سے کمایا تھا اور پھر اچھے کاموں میں خرچ کیا تو نجات پاوے گا ورنہ حکم ہوگا کہ اسے جہنم میں لے جاؤ۔ بادشاہ سے رعیت کے عدل و انصاف کی نسبت اور بیوی سے میاں کے مال و اسباب عزت و حرمت کی نسبت اور غلام سے مولیٰ کے مال کی نسبت سوال ہوگا پھر اگر بادشاہ یا قاضی نے عدل نہیں کیا یا بیوی نے میاں کے مال میں خیانت کی یا اس کے غائب میں کسی غیر مرد سے کچھ کار بد کیا یا غلام نے مولیٰ کے مال میں خیانت کی ہوگی تو حکم ہوگا آگ میں ڈال دو و علیٰ ہذا القیاس مرد سے اس کی عورتوں اور اولاد کی نسبت سوال ہوگا اگر عورتوں میں عدل و انصاف نہ کیا ہوگا یا ان کو اور اولاد کو احکام الہی پر چلنے کی تاکید نہ کی ہوگی یا ان کو دین کے ضروریات مسائل نہ سکھائے ہوں گے تو اسے عذاب ہوگا مگر جس سے حساب لیسیر ہوا اس نے نجات پائی ورنہ ہلاک ہوا جہنم میں گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گناہ تین قسم کے ہوں گے ایک شرک کہ وہ ہرگز نہ بخشتا جاوے گا دوسرے حقوق الہی کی کمی زیادتی سوال اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کے معاف کرنے میں کچھ پردانہ کر لیا تبسیرے حقوق العباد سوان میں بلاشبہ فیصلہ اور قصاص ہوگا اور حق دار کو حق دلایا جائے گا۔

ذکر میزان | اور میزان قائم کی جاوے گی جس کے مبدان میں اللہ کے حکم سے ایک ترازو کھڑی ہوگی
 کیفیت اس کی اللہ ہی جانتا ہے لیکن وہ ان دنیا کی ترازوؤں کی مانند نہیں ہے کہ جس سے اناج
 وغیرہ اشیاء کا وزن کرتے ہیں جس کا نیکی کا پلہ بھاری رہا اس کو جنت ہے اور جس کا بدی کا پلہ بھاری
 رہا۔ اس کو دوزخ اور جس کے دونوں پلے برابر ہوں گے تو وہ شخص کچھ مدت اعراف میں رہے گا پھر
 اس کی رحمت سے جنت میں جائے گا اور اعراف کا ذکر آگے آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ قال تعالیٰ
 وَالْوِزْنَ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ يَعْنِي قِيَامَتِ كَواعمال کا تلسنا حق ہے وَكَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ
 فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكُنْ بِهَا عَابِدًا
 اور رکھیں گے ہم ترازو میں عدل کی قیامت کے دن پس نہ ظلم کیا جائے گا کسی پر کچھ اور اگر آدمی
 کا عمل رائی کے دانہ کے برابر ہوگا تو ہم اس کو بھی لاویں گے اور کفایت ہیں ہم حساب لینے والے
 فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ
 هَاوِيَةٌ پس جس شخص کی بھاری ہوگی تول پس وہ اچھے عیش میں ہے اور جو کوئی کہ ہلکی ہوگی اس
 کی تول تو اس کی جگہ ہاویہ جہنم ہے احادیث صحیحہ بھی میزان کے بیان میں بکثرت ہیں فرائض میں
 اول نماز کا وزن ہوگا اگر کمی ہوگی تو نوافل سے پوری کی جاوے گی علیٰ ہذا القیاس زکوٰۃ روزہ
 وغیرہ فرائض کا وزن ہوگا اگر وہاں کمی ہوگی تو نوافل سے پوری کی جائے گی۔ علیٰ ہذا القیاس۔
 زکوٰۃ روزہ وغیرہ فرائض کا وزن ہوگا۔ اگر وہاں کمی ہوگی تو صدقہ نفل سے اس کو پورا کریں گے۔
 اور روزہ فرض کو روزہ نفل سے پورا کریں گے۔ سوال معترض کہتے ہیں ترازو اور وزن سے مراد انداز
 اعمال ہے کیونکہ اعمال اعراض ہیں اگر ان کا عادیہ ممکن ہو تو پھر ان کا وزن ناممکن ہے جواب۔
 ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ میزان کی کیفیت معلوم نہیں مگر یہ ظاہر ہے کہ وہ دنیا کی میزانوں کی مانند نہیں ہے
 جب وہ دنیا کی موازن کی مانند نہیں تو اس میں اعراض کا وزن کیا محال ہے؛ ہاں اس قسم کی ترازو پیرا لبتہ
 ناممکن ہے اور اس کے ہم بھی قائل نہیں ہیں ان اعراض کا اللہ تعالیٰ قیامت میں اس سے لوگوں کو
 اندازہ کر کے دکھائے گا دوسرے اگر یہ بھی تسلیم کر لیں کہ وہ اسی قسم کی ترازو ہے تو اعمال عالم مثال
 میں ایک صورت پکڑتے ہیں جیسا کہ ہم پہلے اس کا ثبوت کر چکے ہیں اور بہت احادیث صحیحہ سے
 بعض علماء کہتے ہیں کہ موازن کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر شخص کے لئے جدا میزان اور جدا پل ہوا جائے گا بعض کہتے ہیں
 جمع ہوا۔ اشیاء وزن ہر شخص کے ہے اور میزان ایک ہی ہوگی ۱۲ من۔

صورت پکڑنا ثابت ہے پس ان کا اس عالم مثال کی صورت میں وزن کرنا ممکن ہے قیامت میں اللہ اعمال کو ان کی صورت میں ظاہر کر کے وزن کر دکھائے گا اور اگر یہ بھی تسلیم نہ کر دو تو احادیث میں آیا ہے کہ نامہ اعمال تو لے جائیں گے۔

حشر پر سوالات اور جوابات | مخالفوں کے اور چند شبہات حشر بالا جساد کی نسبت اور ان کے جواب ذکر کرتا ہوں شبہ مسلمان حشر بالا جساد کے قائل ہیں کہ ہر حیوان اپنے دنیا کے جسم کے ساتھ زندہ ہو کر حشر میں آویگا جیسا کہ بیان سابق سے واضح ہوتا ہے حالانکہ یہ زمین بحساب اہل جغرافیہ اس قدر بھی وسیع نہیں کہ اس پر ہزار برس کے کل انسان اگلے پھلے آجاویں پھر یہ ہزاروں برس کے کل انسان اور حیوان بلکہ ملائکہ کہ ان کی کئی صنف ہوں گی اور تخت رب العالمین اس پر کس طرح آوے گا۔ جواب:- یَوْمَ تَبْدَلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ جس روز بدلی جاوے گی یہ زمین اور زمین سے اور آسمان اور آسمان سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس زمین کو بدلیگا اور نئی نہایت وسیع زمین کہ جس پر سب آسکیں پیدا کرے گا اس کو کشادہ اور وسیع بناوے گا کہ جس میں سب اولین و آخرین اور ملائکہ اور جنت اور دوزخ اور عرش رب العالمین آجائے شبہ۔ قیامت کا دن جیسا کہ قرآن میں آیا ہے پچاس ہزار برس کا کیونکر ہوگا؟ جواب۔ جب یہ ثابت ہوا کہ اللہ اپنی قدرت سے اس زمین کو اس قدر وسیع کرے گا کہ تمام اہل محشر اس میں آجائیں گے پس اس کی فصلا کے موافق آفتاب بھی بڑی دیر میں دورہ تمام کرے گا کیونکہ جس قدر بسبب وسعت زمین کے دائرہ اُفق وسیع ہوگا اسی قدر قوس بہاری کہ جو آفتاب پیدا ہوتی ہے وسیع ہو جاوے گی یہاں تک کہ وہ روز پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا۔ لکن قال تعالیٰ كَانَ مِقْدَارُهَا مِائَتَيْ سِنِينَ فَتَسْأَلُهُمْ فِي ذَلِكَ يَوْمٍ مِّنْهُمْ سِتِينَ سِنِينَ اور اس کی درازی میں صد ہا حکمتیں ہونگی بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ جو قرآن میں قیامت کے دن کی بابت آیا ہے کہ وہ پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا اور کہیں آیا ہے کہ ہزار برس کے برابر ہوگا کہیں آیا ہے کہ اس روز لڑنے کے بوڑھے ہو جاوے گے یہ سب تعبیرات ہیں اس روز کی شدت

سے چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ اور بغوی اور احمد اور ابن حبان اور حاکم نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت میں میری امت میں سے ایک شخص کو لادیں گے اور تم ان سے بڑے اور اعمال کہ جو ان کا اس کی نظر ہوا ہے کھول کر دکھاؤ گے اور کہیں گے دیکھو ہمارے کرامت کا بتین نے غلطی سے تو نہیں کھلایا وہ کہیں نہیں آسے پس اللہ فرمادے گا ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے ہمارے ہاں تیری ایک نیکی بھی ہے تب ایک کتاب لادیں گے کہ اس میں اشہد ان لا الہ الا اللہ محمدان محمدنا محمدہ درمولہ کھلاوگا۔ کہے گا الہی اس قدر دفتروں کے مقابلہ میں یہ کیسا ہے اللہ فرماتے گا تجھ پر ظلم نہیں ہوگا پھر وہ دفتر ایک پلے میں اور یہ دفتر دوسرے پلے میں رکھا جائے گا اور پچارے گا ان کا پلہ اور بھاری ہوگا۔ اس دفتر کا پلہ کہیں نہیں کھلتا پس نہ بھاری ہوگا کوئی چیز اللہ کے نام پر نہیں

اور دہشت سے جو لوگوں کو حسب اعمال پیش آویگی مصیبت کے دن کی درازی اور رنج کی رات کا طول ہر ایک محاورہ میں مستعمل ہے جس کا جس قدر رنج اسی قدر درازی اسی طرح جن کو وہاں فرحت و سرور ہے وہ روزان کے نزدیک بہت تھوڑا معلوم ہوگا۔ المختصر اس روز کے طال و فرحت کا مختلف اشخاص کے لحاظ سے مختلف مقدار کے ساتھ بیان ہوا ہے لیکن سب کا خلاصہ جس پر ایمان لانا چاہیے یہ ہے کہ عالم فنا ہوگا پھر بارگہ پیدا ہوگا ہر شخص دوبارہ زندہ ہوگا عدالت کا تخت رب العالمین قائم ہوگا۔ ہر شخص اپنے نیک و بد کام کا نتیجہ دیکھیگا۔ انسان کے اعمال کا دفتر اس کے روبرو لایا جاوے گا۔ اس کے اعضا شہادت دیں گے ملزم جہنم میں ڈالے جائیں گے نیک جنت میں ابدال آباد رہیں گے یہ خلاصہ ہے تمام باتوں کا اس میں کسی اہل اسلام کا اختلاف نہیں۔

خدا پرست سب پرست اور اس کے قریب قریب مکاشفات یوحنا بھی ہے اور تمام انبیاء اور دہریہ میں فرق سالیقین کا یہی عقیدہ تھا اور خدا پرست قومیں اسی کی قائل ہیں برحلاف بت پرست اور جاہل قوموں کے کہ مرنے کے بعد انسان کی دوسری زندگی کی بابت ان کے عجیب عجیب خیال ہیں جو ان کی قوت متوہمہ ادراک ناقص سے پیدا ہوئے ہیں ہندو کہتے ہیں مگر اپنے اعمال کے موافق اسی دنیا کے میدان میں دوسرے جسموں میں متنازع کے روڑوں میں ٹکریں مارتا پھرے گا اور پھر کئی مدت کے بعد مکتی ہوگی۔ پھر اس میں بھی وہ مختلف بیان ہیں کہ جن کے سننے سے درد سر پیدا ہوتا ہے۔

عموماً بت پرست قوموں کا اسی کے قریب قریب عقیدہ ہے۔ دہری اور لامذہب جو اس عالم کا بانی و مدبّر طبائع اجسام کو مانتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے قائل نہیں ان کے نزدیک انسان مکرر نیست محض ہو جاتا ہے نہ اس کو ثواب نہ عذاب نہ بار دیگر اور عالم میں دوسری زندگی حاصل کرے گا۔

کے کافروں کا بھی یہی عقیدہ تھا جس کے رد میں قرآن مجید کی بہت آیات مختلف سورتوں میں ہیں اور فطری دلائل سے حشر کاشیات اور انسان کی نئی زندگی پانچ پہلی زندگی کے نیک و بد اعمال کا ثمرہ اٹھاتا بیان کیا ہے دوسرے عالم میں دو وسیع مکان بنائے ہیں نیکوں کے لئے جنت جس کی وسعت اور فرحت اور نعمتوں کا قرآن نے عمدہ عمدہ تشبیہوں اور استعاروں میں بیان کیا ہے اور بہت نعمتیں اور حور و قصور کا وہاں موجود ہونا بیان فرمایا ہے دوسرے جہنم یعنی دوزخ جس کی تنگی اور شدت اور اندھیری اور اس کے اندر قسم قسم کی روحانی اور جسمانی تکالیف کہ جن کو سن کر دل پانی

پانی ہوتا ہے کس عمدگی سے بیان فرمائے ہیں کہ انسان کے نفسِ بد کے لئے جو میدانِ لذت و شہوات میں شربِ مہاربن کر لینے کو پسند کرتا ہے روک دیا ہے حکما راہبین و حکما را اسلام صوفیہ کرام کا بھی یہی عقیدہ ہے جنہوں نے روحانی ریاضتوں کے مشاہدہ بھی کر لیا فائدہ بعض شخصوں کو اللہ تعالیٰ بے حساب جنت میں داخل کرے گا چنانچہ صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجھے ایک بڑا ابوہ کہ جس نے زمین کے کنارے بھر پئے دکھلائی دیا۔ اور کہا گیا کہ یہ تیری امت ہے ان میں سے تترنرار حیات بہشت میں جاوینگے ترمذی اور ابوداؤد نے اپنی امامت سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ اللہ نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ تترنرار آدمی تیری امت میں سے بلا حساب بہشت میں داخل کروں گا اور ہر ہزار کے ساتھ تترنرار اور ہوں گے اور تین حثیات اللہ کے حثیات سے۔

حوض کوثر | محشر میں مومنین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کا پانی پیوں گے۔ قیامت کو ہر نبی کیلئے ایک حوض ہوگا۔ اور ہر ایک نبی کی امت کی جدا جدا علامت ہوگی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کا نام کوثر ہے۔ وہ سب حوضوں سے بڑا ہے اور وضو کی جائے سے حضرت کی امت کے اعضاء نہایت روشن ہوں گے۔ پس یہ علامت آپ کی امت کی ہوگی۔ جب لوگ قبروں سے اٹھائے جاویں گے تو نہایت شدت کی پیاس ہوگی ہر نبی اپنی اپنی امت کو اس علامت سے پہچان کر اس کا پانی پلاویگا۔ صحیحین میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حوض کی درازی ایک مہینے کی راہ ہے اور اس کے کنارے برابر ہیں اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس کی بو مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اور اس کے آجڑے آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہیں جو ایک بار اس کا پانی پئے گا پھر پیاسا نہ ہوگا۔ یعنی محشر کے میدان میں اس کو پیاس نہ لگے گی۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے حوض کی مسافت اٹھ اور عدن کی مسافت سے زیادہ ہے اور وہ برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اس کے آجڑے اتنے ہیں کہ جتنے آسمان کے تارے اور مرتد لوگوں کو اپنے حوض سے اس طرح دور بانکوں گا کہ جس طرح کوئی غیر کے اونٹوں کو اپنے تالاب سے دور کرتا ہے لوگوں نے پوچھا کیا اس روز آپ ہم کو پہچان لیں گے فرمایا ہاں ہم لوگوں میں سب

۱۲ حثیات دونوں ہاتھ کے لپ کو کہتے ہیں ۱۲ منہ ۱۵ ایلہ شام میں ایک جگہ کا نام ہے اور عدن جنوب میں ایک شہر ہے دونوں میں کسی منزل کا فاصلہ ہے پس حضرت مسلم کے حوض کوثر کا ایک کنارہ دوسرے سے اس مسافت سے بھی زیادہ دور ہے ۱۲ منہ مرتد اس کو کہتے ہیں جو ایمان لاکر پھر کافر ہو جاوے۔

امتوں سے جدا ایک نشانی ہوگی اور وہ یہ ہے کہ وضو کی جگہ سے تمہارے اعضاء روشن ہوں گے جن لوگوں کو کہ آپ اپنے حوض سے دور کریں گے وہ مرتدا اور کافرا و مشرک ہوں گے بعض علماء کہتے ہیں کہ اسلام کے گمراہ فرقے مثل شیعہ و خوارج و معتزلہ وغیرہ کے بھی اس نعمت سے محروم رہیں گے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت علیؓ اس روز لوگوں کو پانی پلا دیں گے ان کے ساتھ اور صحابہ بھی شریک ہوں گے غرض حوض کوثر کا ذکر اور بہت احادیث میں وارد ہے سو اس کو بھی حق جاننا چاہیے بعض علماء کہتے ہیں کہ قرآن میں جو کوثر آیا ہے اس سے خیر کثیر مراد ہے یعنی ہر قسم کی سعادت پس حوض کوثر کا ثبوت صرف احادیث سے ہے اور اس کا طول و عرض اور دیگر کیفیات خبر احادیث سے ثابت ہیں جو مرتبہ ظن میں ہیں فائدہ بعض علماء کہتے ہیں کہ پل صراط پر گزرنے کے بعد حوض پر اہل محشر آویں گے اور بعض کہتے ہیں کہ حساب سے پہلے لیکن ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بعض کو قبر سے اٹھتے ہی وہ پانی ملے گا اور بعض کو گناہوں کے سبب دیر میں ملے گا۔ یہاں تک کہ بعض کو پل صراط پر گزرنے کے بعد اور بعض کو دوزخ سے خلاصی پا کر جنت میں جانے سے پہلے ملے گا۔

پل صراط | پھر سب کو پل صراط پر چلنے کا حکم ہوگا پس نیک اپنے اپنے اعمال کے موافق بہت جلدی نکل جاویں گے اور بد لوگ کٹ کر گر جاویں گے میدانِ حشر کے گرد دوزخ محیط ہوگی جنت میں جانے کے لئے اس دوزخ پر ایک پل ہوگا کہ بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا سب کو اس پر چلنے کا حکم ہوگا مومن بہت جلدی گزریں گے اور چھٹی کٹ کر گر جاویں گے۔ بخاری اور مسلم نے اپنی ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ کی پیٹی پر ایک رستہ ہوگا سب رسولوں سے پہلے اپنی امت کے ساتھ میں اس پر سے گزروں گا اور اس وقت سوائے انبیاء کے اور کوئی نہ کلام کرے گا اور انبیاء کا یہ کلام ہوگا۔ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ یعنی اے اللہ سلامت رکھنا سلامت رکھنا اور جہنم میں کلابیٹ سعدان کے کانٹے کی مانند ہوں گے کہ درازی آکی الشہی کی

فائدہ۔ پل صراط کا ثبوت قرآن کی ظاہر عبارت سے نہیں ہاں احادیث صحیحہ سے ہے ۱۲ منہ ۱۷ مرتد اس کو کہتے ہیں جو ایمان لاکر پھر کافر ہو جاوے ۱۲ منہ ۱۷ کلابیٹ کلوب کی جن ہے اور کلوب آنکڑے کو کہتے ہیں جس طرح کہ نان بائیل کے پاس تنور میں سے روٹی نکالنے کے واسطے ہوتے ہیں ۱۲ منہ ۱۷ سعدان ایک درخت کا نام ہے کہ اس کے کلٹے بہت بلدار ہوتے ہیں سو وہ آنکڑے جیسے ہوں گے ۱۲ منہ۔

معلوم ہے پس وہ لوگوں کو بقدر اعمال پکڑیں گے۔ بعض کو بالکل پکڑ کر نیچے گرا دیں گے اور بعض کا گوشت پھیل ڈالیں گے لیکن اس کو اللہ نجات دے گا۔ صحیحین میں ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ مومن آنکھ کی جھپک میں نکل جائے گا۔ اور بعض بجلی کی مانند اور بعض تیز ہوا کی مانند اور بعض پرند جالوروں کی مانند اور بعض تیز گھوڑے کی مانند اور بعض تیز اونٹ کی مانند جلد گزریں گے اور پھر اظہار پر اندھیرا ہو گا سوائے ایمان کی روشنی کے اور روشنی نہ ہوگی۔ جیسا کہ اس آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ **يَوْمَ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ الَّذِينَ آمَنُوا أَمْ نَقْتَسِسُ مِنْ لُزِجِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا أَوْلِيَاءَكُمْ فَوَضُّبَ بَيْنِهِمْ لِبُورٍ لَّهُ بَابٌ هَبَّاطٌ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرٌ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ** اب اس دن کہیں گے منافق مرد اور منافق عورت مومنوں سے ہمارا انتظار کرو کہ ہم بھی تمہاری روشنی میں چلے گا پھر جاؤ اٹے وہاں سے لوراؤ پس ان کے پیچ میں ایک دیوار کھڑی کی جائے گی۔ اس کے دروازے میں سے مومن بہشت میں چلے جاویں گے اور منافق پھر عذاب میں مبتلا ہوں گے اس وقت منافق حسرت سے مومنوں کو یہ کہیں گے **الْمَنَّاكَ مَعَكُمْ كَمَا دَبْنَا فِيهَا** ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ جواب تم نے ہمارا ساتھ نہ دیا مومن کہیں گے **بَلَىٰ وَلَكِنَّكُمْ فَتَنَّا بِمِ الْأَفْسُكُمُ وَتَرَبُّصَتُمْ وَأَرْتَبْتُمْ دُونَكُمْ** اَلَا مَا نَحْنُ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ بِهَا تَمَّ سَاحَتُمْ تھے لیکن فتنہ میں ڈالا تھا تم نے اپنی جالوں کو اور منتظر رہتے تھے تم ہمارے لئے برائی کے اور شک کیا تم نے دین میں اور فریب میں ڈالا تم کو تمہاری آرزوں نے یہاں تک کہ آگیا حکم اللہ کا یعنی موت آئی اور مومنوں کے لئے وہاں لوراؤ ہو گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ لَئِي لُورَهُمْ لَبِيحَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَيَاجِزُهُمُ اللَّيْلُ حَسْرَةً** روز کہ نہ رسوا کرے گا اللہ نبی کو اور لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں ساتھ ان کے لوران کا اس روز دوڑتا ہو گا ان کے آگے اور دائیں طرف۔ فائدہ شریعت اس عالم میں پل صراط کی صورت میں ظاہر ہوگی جس طرح کہ اور چیزیں وہاں اپنی اپنی صورتوں میں ظاہر ہوں گی پس جن لوگوں کو اس عالم میں شریعت پر چلنا آسان تھا ان کو وہاں پل صراط پر عبور کرنا آسان ہو جائے گا اور ان کو پل صراط بڑا چوڑا صاف راستہ نظر آویگا اور موافق استعداد عمل کے کوئی بجلی کی مانند اور کوئی ہوا کی مانند اور کوئی گھوڑے

فائدہ منافق وہ ہے کہ ظاہر میں مسلمان اور چھپا ہوا کافر ہو ۲۰۷

کی مانند جلد وہاں سے نکل کر حیزت میں سیدھا چلا جائے گا جیسا کہ احادیث میں اس کی مزاحمت ہے اور اسی لئے شریعت کو الصراط المستقیم کہتے ہیں کہ اس پر چلنے والا سیدھا جنت میں جاتا ہے اور جن لوگوں کو شریعت پر چلنا یہاں جس قدر مشکل اور دشوار تھا وہاں اسی قدر ان کو اس پر چلنا دشوار ہو جائے گا۔ اور بال کی مانند باریک ان کے لئے وہ پُل صراط ہو جائے گا جیسا کہ ابن مبارک اور ابن ابی الدنیانے روایت کیا ہے کہ پُل صراط قیامت کو بعض پر بال سے باریک اور بعض پر پیدان کی مانند فرج کیا جاویگا۔ بعض اہل ہوا جو پُل صراط کا اس دلیل سے انکار کرتے ہیں کہ پُل صراط پر چلنا ممکن ہو تو پھر نیک بندوں کو ناحق تکلیف دینا ہے بالکل غلطی پر ہیں ان کو پُل صراط کی حقیقت معلوم نہیں۔

ذکر شفاعت ابنی صلی اللہ علیہ وسلم گناہ گاروں کی شفاعت کریں گے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بیان میں بیشتر احادیث وارد ہیں کہ سب کا مضمون ملا کہ حدوات کو پہنچ گیا ہے اذا غلغل یہ احادیث ہیں بخاری اور مسلم نے انس سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے روز نہایت بیقراری اور اضطراب سے لوگ جمع ہو کر آدم علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے چلو خدا سے ہماری شفاعت کر و آدم کہیں گے یہ میرا کام نہیں تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کے بڑے دوست ہیں پس ابراہیم کے پاس آکر کہیں گے ابراہیم بھی کہیں گے کہ میرا یہ کام نہیں تم مو سے علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ سے کلام کیا کرتے تھے ان کے پاس آویں گے وہ بھی کہیں گے کہ یہ میرا کام نہیں تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں پس عیسیٰ کے پاس آویں گے وہ کہیں گے یہ میرا کام نہیں ہے تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ لوگ مجھ سے کہیں گے تب میں قبول کر دوں گا۔ اور کہوں گا ہاں میں اس کے قابل ہوں میں اپنے رب سے اگر اذن چاہوں گا مجھے اجازت ہوگی اور میں روبرو اللہ مجھے اپنی اس قدر تعریفیں کرنی سکھا دیگا کہ

۱۔ معزلہ پُل صراط کے معنی جس کا احادیث میں ذکر ہے کچھ اور ہی لیتے ہیں ۱۲ منہ فایذ قرآن مجید کی آیات بھی آپ کی شفاعت کبریٰ کی طرف اشارہ کر رہی ہیں وَتَسْوَفُ لِعِبَادِكَ ذُبُوقَاتُ دُحْنٍ وَغَيْرَ ۱۲ منہ ۱۔ اکثر تفسیر حدیثوں میں یوں آیا ہے کہ آدم یوں کہیں گے تم نوح کے پاس جاؤ وہ اول نبی ہیں کہ زمین پر بھیجے گئے وہ کہیں گے ابراہیم پاس جاؤ لہذا شاید راوی سے یہاں نوح رہ گئے ورنہ اس سے پہلے حدیث میں جو تہی التی سے مروی ہے نوح ہیں ۱۲ منہ ۲۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی روح یوں کہتے ہیں کہ ظاہر میں اد کوئی سامان ان کی ولادت کا نہ ہو اس واسطے خاص اللہ کی طرف نسبت کئے گئے اور اللہ کے کن کلمہ کے کہنے سے ہوئے تھے سو اس لئے کلمہ اللہ کہا گئے دہرہ ایک شہنشاہ اللہ کی روح اور کلمہ ہے ۱۲ منہ۔

نہیں آتی ہیں میں سجدہ میں آگروں گا اور ان تعریفوں سے اللہ کو سزا ہوں گا پھر مجھے حکم ہوگا کہ
 سے محمد سزا اٹھا اور کہہ تیرا کہا سنا جاوے گا اور مانگ جو مانگے گا وہ تجھ کو ملے گا اور شفاعت کر تیری شفاعت
 بول ہوگی میں کہوں گا یا رب اُمّتی اُمّتی۔ پس حکم ہوگا کہ جس کے دل میں جو کے دانہ کے برابر بھی
 ایمان ہے اُس کو بھی دوزخ سے نکال پس میں جا کر ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور پھر اگر اسی طرح جہنم میں جہنم
 روں گا پھر حکم ہوگا سزا اٹھا تو جو کہے گا وہ سنا جاوے گا اور جو مانگے گا تجھ کو ملے گا اور شفاعت کر قبول کی
 جائے گی تب میں کہوں گا یا رب اُمّتی اُمّتی پس حکم ہوگا کہ جس کے دل میں سے باران کے دانے کے برابر بھی
 ایمان ہو اُسے جہنم سے نکالوں میں جا کر نکالوں گا پھر اگر اسی طرح سجدے میں حمد و ثنا کروں گا پھر حکم ہوگا سزا اٹھا تو
 جو کہے گا وہ سنا جاوے گا اور جو مانگے گا تجھ کو ملے گا اور شفاعت کر قبول ہوگی پس میں کہوں گا یا رب اُمّتی
 اُمّتی پس حکم ہوگا جاوے جس کے پاس ادنیٰ کا ذی بھی رانی کے دانہ کے برابر ایمان ہے اُسے جہنم سے نکالو۔
 پس میں جا کر نکالوں گا پھر میں چوتھے بار آ کر سجدے میں ویسی ہی حمد و ثنا کروں گا پس حکم ہوگا سزا
 اٹھا اے محمد کہ توجہ کہے گا وہ سنا جاوے گا اور مانگ دیا جاوے گا اور شفاعت کر قبول ہوگی تب
 میں کہوں گا اے رب جس نے فقط لا الہ الا اللہ کہا ہے اس کے لئے بھی اجازت ہے کہ اس کو جہنم سے
 نکالوں اللہ فرماوے گا کہ یہ کچھ تیرے کہنے پر موقوف نہیں مجھے اپنی عزت اور جلال اور کبر بانی اور عظمت
 کی قسم ہو جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے میں اس کو دوزخ سے نکالوں گا انہی پس اُس حدیث کے بھی یہ
 ہی معنی ہیں کہ جس میں یوں آیا ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا جنت میں جاوے گا اگرچہ چوری اور زنا
 اُس سے ہو گیا ہو یعنی انجام جنت میں جاوے گا۔ بخاری نے ابی ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے صدق دل سے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا وہ میری شفاعت سے خوب
 نفع پاوے گا ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 میری اُمّت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والے کے لئے بھی میری شفاعت ہوگی۔ ترمذی

لہ ایمان سے مراد ان سب مواضع میں عمل صلح ہے کیونکہ آخر میں جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اس کی نجات ہوگی اور حالانکہ اس کلمہ سے
 ایمان حاصل ہوتا ہے پس جو لوگ حضرت کی اُمّت میں سے گنہگار تھے اور بہت ہی کم ان کے پاس اعمال صالح تھے اور وہ دوزخ میں ڈالے گئے تھے
 اول مرتبہ آسمان کو نکالیں گے پھر اسی طرح جس کسی پاس کچھ بھی عمل خیر ہوگا اس کو بھی جہنم سے باہر لائیں گے اخیر میں پس سوائے ایمان کے بالکل
 اور کوئی عمل خیر نہ ہوگا اور جہنم سے باہر کئے جاویں گے اور حضرت کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے اور اسی طرح اور متوں کے متوں کو بھی آپ شفاعت کریں گے ۱۲ منہ

اور ابن ماجہ نے عوف بن مالک سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ میرے پاس ایک شخص رب کی طرف سے آیا اور کہا کہ تجھے اختیار دیا ہے کہ یا تو اپنی نصف امت کو جنت میں لے جا یا شفاعت اختیار کر لے پس میں نے شفاعت کو اختیار کیا پس جس نے ترک کیا ہو گا اس کو میری شفاعت پہنچے گی انتہی الغرض اور بہت کثرت سے اس باب میں احادیث آئی ہیں کہ قیامت کے دن سید المرسلین کو تاج کرامت پہنا کر مقام محمود میں بٹھلایا جاوے گا کہ جس کی تمام انبیاء اولین و آخرین آرزو کریں گے اور جس کو اللہ کے جلال کے مارے کسی فرشتے یا نبی کا حوصلہ اللہ سے کلام کر نیکانہ پڑے گا اُس اور تمام اولین و آخرین کی آنکھیں سید المرسلین کی طرف ہوگی اور حضرت خنی اللہ کی شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام خلایق کو حضرت کا اعزاز و اکرام دکھا دیگا جو حضرت کہیں گے قبول فرماوے گا پس اس روز ہر ایک جان لے گا کہ یہ سید المرسلین و انبیاء ہیں اور محبوب بہا العالمین ہیں جو ان کے دامن تلے آیا اس کو اللہ نے معاف کر دیا آپ کی شان کا تو ذکر کیا ہے بلکہ آپ کی امت کے علماء اور شہداء اور اولیاء بھی شفاعت کریں گے چنانچہ ابن ماجہ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ قیامت کو تین گروہ شفاعت کریں گے انبیاء علماء پھر شہداء راہبوں اور انبیاء بھی جب حضرت شفاعت کا دروازہ کھلوا دیں گے اپنی امت کے لئے شفاعت کریں گے ترمذی اور دارمی اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن ابی جعدان سے روایت کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے قبیلہ بنی تمیم سے بھی زیادہ لوگ جنت میں جاویں گے ترمذی نے ابو سعید سے انہوں نے نبی صلعم سے روایت کیا کہ بعض شخص میری امت میں سے ایک بڑے انبوه کی شفاعت کریں گے اور بعض ایک قبیلہ کی اور بعض چالیس آدمی کی اور بعض ایک شخص کی شفاعت کرے گا یہاں تک کہ جب جنت میں داخل ہوں گے۔ ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دوزخیوں کے پاس سے کوئی جنتی گزرے گا دوزخی اس سے کہیگا اے فلاں کیا تم مجھے نہیں پہچانتے میں وہ ہوں کہ جس نے تم کو ایک بار پانی پلایا تھا اور بعض کہے گا میں وہ ہوں کہ جس نے تم کو وضو کا پانی دیا تھا ایسے وہ ان کی شفاعت

لہ بنی تمیم عرب قوم کا نام ہے کہ اس میں ہزار آدمی ہیں ۱۲ منہ

کے جنت میں لے جاوے گا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو بلوغ سے پہلے مر گئے ہیں اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے اور بعض شخص کی قرآن یا کوئی عمل شفاعت کرے گا۔ فائدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض کی قبر میں شفاعت کر کے نجات دلائیں گے۔ بعض کو حشر میں شفاعت کر کے دوزخ میں جانے سے باز رکھیں گے بعض کو دوزخ سے شفاعت کے نکالیں گے بعض کی جنت میں ترقی درجات اور رفع مراتب کے لئے شفاعت کریں گے۔ شفاعت کی چار قسمیں ہیں معتزلہ ان پچھلی قسم کی شفاعت کا اقرار کرتے ہیں اور پہلی تینوں قسم کا انکار کرتے ہیں اور ان کے انکار کی اصل یہ ہے کہ ان کے نزدیک گناہ کبیرہ کرنے سے مومن نہیں بہتا اور غیر مومن کے لئے شفاعت بالاتفاق نہیں اور صغیرہ کرنے سے عذاب نہیں ہوتا۔ وہاں شفاعت کی حاجت نہیں پس اب ترقی درجات کے سوائے اور شفاعت ممکن نہیں اور ہم پہلے قرآن و احادیث سے ان کی اس اصل کو باطل کر چکے ہیں کہ جس پر انہوں نے یہ چند باتیں بنا رکھی ہیں جس کو دیکھنا ہو فصل ایمان میں دیکھ لے۔ فائدہ بعض شخصوں کی شفاعت کا حضرت نے خاص وعدہ کر لیا ہے ان میں ایک وہ ہے جو حضرت کے مزار شریف کی زیارت کرے ایک وہ ہے کہ جو حضرت پر لثرت سے درود بھیجے ایک وہ ہے کہ جو ثواب جان کر مکہ یا مدینے میں وفات پائے اور کافروں اور مشرکوں کے لئے بالاتفاق آپ کی یا کسی اور کی شفاعت نہ ہوگی جس طرح دنیا میں سرکار کے ساتھ مقابلہ کرنے والے کی کوئی شفاعت نہیں کرتا۔ اور بعض گنہگار مسلمانوں کے لئے بھی نہیں ہوگی چنانچہ حضرت نے فرمایا ہے کہ قدریہ اور مرجیہ کو میری شفاعت نہ ہوگی اور بادشاہ ظالم کی بھی میں شفاعت نہ کروں گا اور شرع سے تجاوز کرنے والے کی بھی شفاعت نہ کروں گا اس کو ظاہر پر محمول کیا جاوے اور اہل کبائر میں سے یہ لوگ مستثنیٰ کئے جاویں یا شفاعت ترقی درجات ان کے لئے نہ ہوگی واللہ اعلم۔

فصل ۱۲۔ اعراف کے بیان میں

جنت اور دوزخ کے درمیان ایک مکان ہے کہ اُس کو اعراف کہتے ہیں وہاں کے لوگ اہل جنت اور اہل دوزخ کو دیکھیں گے اور ان سے کلام کریں گے۔ قال تعالیٰ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ اور درمیان جنت اور اہل دوزخ کے ایک پردہ ہوگا وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كَلَّا سَيُبَسِّئُهُمْ اور اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے کہ وہ ہر ایک جنتی اور دوزخی

کو ان کے چہرے سے پہچانتے ہوں گے وَنَادُوا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامَةٌ أَنْتُمْ كَمَا بُدِّخُوا
هَذَا هُمْ يُكْتَبُونَ اور اعراف والے جنتیوں سے پکار کر کہیں گے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ اور
اعراف والے ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے لیکن طمع رکھتے ہوئے وَاِذَا صُوفُوا
الْبَصَارَهُمْ تَلَقَّوْا أَصْحَابَ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لِمَ جَعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ اور جب پھر
جاتی ہیں ان کی نظریں دوزخیوں کی طرف تو کہتے ہیں اے ہمارے رب مت کر ہم کو قوم ظالموں
کے ساتھ اعراف کا ہونا اور اعراف پر آدمیوں کا ہونا تو بالالتفاق ہے اور قرآن سے ثابت ہے
لیکن اعراف پر کون لوگ ہوں گے اس پر اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں شہداء یا مومنین کاملین
یا ملائکہ آدمیوں کی صورت میں اعراف پر ہوں گے اور فضل و کرامت کے سبب دوزخ و بہشت کے
ثواب و عذاب کی سیر دیکھیں گے اور اپنے مکانات جنت میں دیکھ کر خوش ہوں گے اور بطور سیر
کے اعراف پر بیٹھے ہوں گے اکثر علماء کہتے ہیں کہ اہل اعراف وہ لوگ ہوں گے کہ جن کی بدی اور
نیکی برابر ہوگی نہ دوزخ کے مستحق ہوں گے اور نہ جنت کے لیکن جنت کی طمع رکھتے ہوں گے
آخر اللہ کے فضل سے جنت میں جاویں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا
خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ حکم ہو گا اہل اعراف کو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اب تم
پر کچھ خوف نہیں اور نہ تم کو کچھ غم ہے بعض کہتے ہیں اہل اعراف وہ مومنین ہیں جن کے پاس نہ نبوت
نہ پہنچی تھی یا کفار کی اولاد صغار ہے پس یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے انجام کار جنت
میں داخل ہو جاویں گے اور صحیح قول اکثر کا یہی ہے کیونکہ جنت کی طمع رکھنا اور دوزخ سے
پتہ مانگنا اور آخر ان کے لئے یہ حکم ہونا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ جیسا کہ ان آیات سے
ہے صاف دلالت کرتا ہے کہ اہل اعراف اپنے اختیار اور خوشی سے وہاں نہ ہوں گے بلکہ مجبوراً وہاں
رہتے ہوں گے اور جنت میں جانے سے روکے گئے ہوں گے پس شہداء یا کامل مومنین یا ملائکہ نہیں
ہو سکتے اسکی تائید کرتی ہے وہ حدیث کہ جس کمال الدین یوسف نے بدو السافرہ میں لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
سارے اعراف عرف کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بلند جگہ اسی لئے عرف القمر میں عرف الدیکان کی چوٹی کو کہتے ہیں جہاں
کے نزدیک یہ ایک بلند حجاب ہے عام قدس و علم ظلمات میں وہاں مساوی الاعمال لوگ یا ملائکہ گواہ یا ابرار لوگ ہوں گے جن کو
وزجاج اعراف بمعنی معرفت کہتے ہیں ای علی معرفتہ اہل الجنة والنار یعرفون کل واحد سیما ۱۴ از تفسیر حقانی

یا ہے اعراف ایک دیوار ہے دوزخ اور بہشت کے درمیان اور اہل اعراف گناہوں کے
سب وہاں مجبوس ہوں گے حکم آہی سے دیوار پر چڑھ کر حینت والے لوگوں کو سفید اور روشن منہ
بچھ کر پہچان لیں گے اور دوزخیوں کو سبب ان کی سیاہ رونی کے معلوم کر لیں گے پس اہل جنت کو دیکھ کر
نت میں جانے کی طمع کریں گے اور دوزخیوں کو دیکھ کر ان کے حال سے پناہ مانگیں گے آخر
اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے بہشت میں داخل کرے گا اور توحات کیہ میں بھی یہی لکھا ہوگا کہ اہل اعراف
ساوی العمل المیزان ہوں گے کسی جانب کے ترجیح نہ ہوگی پس وہ اعراف میں ہیں گے آخر ان کو سیدہ
نے کا حکم ہوگا پھر یہ نیکی زیادہ ہو جائیگی اور اُس کے سبب جنت میں جاویں گے لیکن سب اہل اعراف
س بات پر متفق ہیں کہ آخر اعراف والے جنت میں جاویں گے جیسا کہ اُدْخِلُوا الْجَنَّةَ اس پر دلالت
رتا ہے اور یہ نہیں کہ اہل اعراف وہاں ہمیشہ رہیں تاکہ جنت اور دوزخ میں ایک واسطہ قرار دیا جائے
وہ تیسرا مقام علاوہ دوزخ و جنت کے ہمیشہ کو ثابت کیا جائے جیسا کہ اہل اعراف کہتے ہیں۔

فصل ۱۳ اور دوزخ کے بیان میں

بدوں کو جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ جہنم میں طرح طرح کے عذاب کھیں گے جہنم میں کفار اور بعض مسلمان گناہ
داخل ہوں گے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا، لیکن مومنین بقدر گناہ وہاں عذاب پا کر یا حضرت کی شفاعت سے
سے نجات پاویں گے اور آخر جنت میں آویں گے کفار ہمیشہ وہاں رہیں گے چنانچہ اس کا ذکر آتے اِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ ہم
کی سختیاں اور عذابات قرآن و احادیث میں تفصیل سے بہت جاندار ہیں لیکن کچھ مختصراً بیان کرتا ہوں
تاکہ کتاب خالی نہ رہ جائے قال تعالیٰ وَالَّذِينَ كَفَرُوا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ
الْمَصِيرُ اِذَا الْاَقْوَامُ فِيهَا سَمْعُوا لَهَا سَهِيْقًا وَهِيَ تَفُوْرٌ تَكَادُ تَمَيِّزُ مِنَ الْغَيْظِ ط
اور جن لوگوں نے کہ اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ہے اُن کو جہنم کا عذاب ہے اور کیا بُری جگہ ہے
جہنم جب ڈالے جاویں گے جہنم میں تو جہنم کا شور سنیں گے اور جوش مارتی ہوگی جہنم قریب ہے
پھٹ پڑے غصے کے مارے اِنْ شَجْرَةَ الزَّقُوْمِ طَعَامٌ الْاَشِيْمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبَطْوْنِ
كَغَلِي الْحَمِيْمِ خَذُوْهُ فَاَعْتَلُوْهُ اِلَى سَوَاءِ الْجَحِيْمِ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَاْسِهِمْ مِنْ
عَذَابِ الْحَمِيْمِ تحقیق زقوم کا درخت گناہگاروں کا کھانا ہے پگھلے ہوئے مانے کی مانند ہوگا۔
پیٹ میں گرم پانی کی مانند جوش مارتی دوزخی کے واسطے حکم ہوگا کہ اس کو پکڑو اور گھسیٹ کر بیچ دوزخ

میں لے جاؤ پھر اُس پر گرم پانی کا عذاب ڈالو ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ایک قطرہ زقوم کا
 دنیا میں آپڑے تو اہل دنیا کی زندگی اُس سے فاسد ہو جائے وَحَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ
 فِي الْأَصْفَادِ سِرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطَرَانٍ وَتَعْشَىٰ وَجُوهَهُمُ النَّارُ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا
 كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ اور دیکھے گا تو اس روز گناہ گاروں کو جکڑے ہوئے
 زنجیروں میں کپڑے ان کے گندک کے ہوں گے اور ڈھانک لیگی ان کے مونہوں کو آگ تک بدل
 دیوے اللہ ہر شخص کو اس کے عمل کا اشد جلد لینے والا ہے حساب جہنمی شتر گز کی زنجیروں میں جکڑے
 ہوں گے احادیث میں آیا ہے کہ جہنمی کی زنجیر کی گرمی سے پہاڑ موم کی طرح پگھل جائے اگر پہاڑ پر
 رکھی جائے اور رال کے لباس پہنا کر آگ میں ڈالے جاویں گے جس سے اور زیادہ آگ بھڑکتی ہے
 مِنْهُ تَكَ آگ میں ڈوب جائیں گے مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمَ وَيُسْقَىٰ مِنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا
 يَكَادُ يَسْلُغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ط وَمِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ
 غَلِيظٌ اور آگ کے دوزخ ہے اور پلایا جاوے گا ایسا پانی کہ وہ پیپ ہوگی ایک ایک گھونٹ
 پیوگا اس کو لیکن گلے سے نہ اُتار سکے گا اور آوے گی اُس کو ہر جگہ موت لیکن نہ مرے گا وہ اور آگ کے اس
 ہوگا عذاب سخت ترمذی نے روایت کیا ہے کہ دوزخیوں کے زنجیروں کی پیپ کا اگر ایک ڈول بھر کہ
 دنیا میں ڈال دیوے تو تمام دنیا کے لوگ اس کی بدبو سے سڑ جاویں پس ایسی سخت چیز ان کو پلانی
 جاوے گی اور ان عذابوں سے موت کا سار کھ ہوگا لیکن موت نہ آوے گی کہ مر کہ چھوٹ جاویں وَإِنَّ
 جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ اور
 تحقیق ان سب کفار کے رہنے کی جگہ ہے کہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے جہنم ہے کہ اس کے سات
 دروازے ہیں ہر ایک دروازے کے لئے آدمیوں میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے دوزخ کے سات
 طبقے یہ ہیں۔ لَطْفِي حَطْمَةٌ سَعِيرٌ سَقْرٌ حَيْمٌ ہاویہ جہنم پس ان ساتوں طبقوں میں کم زیادہ عذاب
 ہے ہر قوم موافق گناہ کے ان میں جدا جدا داخل کی جاوے گی بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے
 کہ ادنیٰ دوزخ کا عذاب یہ ہوگا کہ آگ کی نعلین دوزخی کو پہنائی جائیں گی ان سے اُس کا دماغ
 ہانڈی کی طرح اُبلے گا پس وہ جائے گا کہ سب سے زیادہ مجھ کو عذاب ہے حالانکہ سب سے کم اس کو عذاب ہوگا
 الغرض دوزخیوں کے لئے وہاں طرح طرح کے عذاب ہوں گے آگ کے مرکا آگ کا زرش زقوم کھانی کو پیپ پینے کو

رک کے کپڑے پہننے کو کہ جس کے سبب سے اور زیادہ آگ لگے گی اگر جل کر ایک چمڑی دُور
 جاوے گی تو اسی وقت دوسری جگہ تیار ہو جاوے گی اور گلے میں ایسے گرم طوق و زنجیر ہوں گے
 جن کی گرمی سے پہاڑ موم ہو جاوے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی
 آگ سے ستر حصے زیادہ گرم ہے یہ بات ظاہر ہے کس لئے کہ پھونس کی آگ کوئلے کی آگ سے
 تیز ہوتی ہے پس دوزخی موت مانگیں گے تو موت نہ آوے گی وَكَادُوا يامُلُّوا لِيَقْضِيَ عَلَيْنَا رَبُّكَ
 مَا لَكُمْ مَّا كَشُوتُمْ پکاریں گے دوزخی دوزخ کے داروغہ کو اے مالک (اس کا نام ہے تیار بسم کو
 موت دیکھے مالک کہے گا تم ہمیشہ یہاں رہو گے موت سے تم کو نجات نہیں اور جہنمی اللہ سے دعا کریں گے
 ہم کو اب دوبارہ دنیا میں بھیجے اب کبھی نافرمانی نہ کریں گے اللہ فرماوے گا یہ مہرگز نہ ہو گا مکاشفات
 دجنا کے ۱۸ باب میں دجال اور شیطان اور اس کے تابعین مشرکوں کا جہنم میں داخل ہونا مذکور ہے اور
 دوزخ کو آگ کی جھیل سے جو گندگ سے روشن ہو تعبیر کیا ہے اور اسی کتاب کے ۲۱ باب میں یوں ہے
 نیت ۸۔ اور نہ ڈرنے والوں اور بے ایمانوں اور نفرتیوں اور خونہوں اور حرام کاروں اور جا دو گروں
 اور بیت پرستوں اور سارے جھوٹوں کا حصہ اسی جھیل میں ہو گا جو آگ اور گندگ سے جلتی ہے، باب
 آیت ۱۰ اور شیطان جس نے انہیں فریب دیا تھا آگ اور گندگ جھیل میں ڈالا گیا جہاں وہ درندہ
 جانور اور جھوٹا نبی ہے (یعنی دجال) اور وہ رات دن ابدالابد عذاب میں رہیں گے) اور تو راست میں
 دوزخ کے سات طبقوں کا ذکر آیا ہے الہی توفیق عمل صالح کی دے اور عذابِ آخرت سے پناہ میں
 رکھو۔ (کفار کو بھی وہاں سے نجات نہ ہوگی) کیونکہ بہت جگہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے خَالِدِينَ
 فِيهَا اور کہیں اَبَدًا ذکر فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ وہاں رہیں گے اور کہیں لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ
 فرمایا ہے کہ کبھی ان کو اللہ نہ بخشے گا اور کہیں یوں فرماتا ہے کہ وہ جہنم میں رہیں گے یہاں تک
 کہ سوئی کے ناکے میں سے اونٹ نکل جاوے علیٰ ہذا القیاس ہمیشہ رہنے کے لئے کثرت سے
 وعید وارد ہوئے ہیں اور احادیث میں بھی اس کی بہت جگے تصریح ہے جیسا کہ پہلے گزرا
 اور تمام امت کا اس پر اتفاق ہے۔ اور عقل بھی تسلیم کرتی ہے کیوں کہ

لے اگرچہ پہلے یہ بیان آپکا ہے لیکن تصریح کے لئے مکرر ہوا ۱۱۱۱ھ شیخ محمد الدین عربی نے البتہ اپنے اجتہاد سے ثابت کیا ہو کہ
 اتہا کو کفار بھی بخشے جاویں گے مگر یہ قول ان کا نصوص قرآنی اور احادیث صحیحہ جماع است کے مقابلے میں قابل تاویل ہے اس کے ظاہری معنی ہرگز نہیں منہ

کفر اور شرک نہایت سخت جرم ہے اس کے مقابلہ میں سزا بھی نہایت سخت ہونی چاہیے سو وہ ہمیشہ بہنم ہے رَبَّنَا ادْخِلْنَا الْفِرْدَوْسَ وَاَجِرْنَا مِنَ النَّارِ

فصل ۱۴ جنت کے بیان میں

مؤمنوں کو جنت ملے گی وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے اور طرح طرح کے عیش و آرام دیکھیں گے۔ بعد حساب کے اچھے لوگوں کے لئے جنت میں رہنے کا حکم ہو گا وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے مگر قال تعالیٰ ادْخِلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تَحْبِرُونَ داخل ہو جاؤ بیعت میں تم اور تمہاری بیویاں زینت کرتی ہوئی یطاف علیہم بصرحای مرق ذہب و الکواب و فیہما ما تشہیہ الانفس و تلذ الاغین یعنی پھرنیکے اُس کے اُس پاس خام رکا بیاسونے کی اور بخورے لئے جنت میں ہے وہ چیز کہ جسکو دل چاہیگا اور آنکھیں لذت پاؤنگی و اَنْتُمْ فِیْهَا خَالِدُونَ اور تم سہمیں ہمیشہ رہنے والے ہو ان الذین امنوا و عملوا الصالحات کانت لہم جنات الفردوس نزلاً جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے ان کے لئے جنت الفردوس ٹھہرنے کی جائے ہوگی خالیدین فیہا لایبغون عنہا حوالاً وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ چاہیں گے وہاں سے جگہ بدلنا غرض اور بہت سی جائے قرآن اور احادیث میں ہمیشہ رہنے کا ذکر آیا ہے اور تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص ایک بار جنت میں جائے گا پھر وہاں سے نہ نکلا جاوے گا سو وہاں اہل جنت ابد الابد رہیں گے اور جنت کے عیش و آرام اور نعمتوں کا قرآن احادیث میں بہت جائے ذکر ہے اور خوب تفصیل ہے لیکن کچھ مختصر یہاں بھی لکھتا ہوں تاکہ کتاب خالی نہ رہ جائے قال تعالیٰ وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ اور جو شخص اپنے رب سے ڈرے گا اس کے لئے جنت ہوں گی ذواتا اذن اور وہ دونوں بہشت شائخوں والی ہیں فِیْہَا مِنْ کُلِّ فَاكِهَةٍ رَوْحَانٍ اور ان دونوں بہشتوں میں ہر میوہ کی دو قسم ہیں مُتَّكِنِينَ عَلٰی فُرُشٍ بَطَائِنُہَا مِنْ اَسْتَبْرَقٍ وَجِنَاتٍ الْجَنَّتَيْنِ ذَاتِ الْجَنَّتِیْنِ لَکَاۤءُ ہوتے ہوں گے ایسے پھولوں پر کہ استران کا تافتہ ہو گا اور میوے دونوں بہشتوں کے جھکے ہوتے ہوں گے فِیْہِنَّ قَصِرَاتُ الطَّرْفِ لَمْ یَظْمِثْہُنَّ اِسْنٌ قَبْلَہُمْ وَلَا جَانٌّ ان دونوں بہشتوں میں حورین نیچی نگاہ والیاں ہوں گی کہ ان سے پہلے کبھی ان کو نہ کسی آدمی نے چھوا ہے نہ جن نے کَانَہُنَّ اَبْقٰتُ وَاَلْمَرْجَانُ گویا کہ وہ حوریں یا قوت اور مونگا ہیں یعنی ایسی صاف اور خوب صورت ہیں رنگ

لہ: اور یہ بھی ہے کہ کفر و شرک و عانی مرض بتا جو ان کو فرد و شرک کے لئے گواہ الابد تک جنتا کبھی جدا ہو نہ لائے تھا اس لئے اس کو کفر بھی دیکھی ہی ابدی ہوتی ۱۲ امہ

وَمِنْ أَدْوَانِهِمَا جَنَّاتُ أُورَانٍ وَوَجْنَتُونَ كَمَا سَوَّاهُ دُونَ جَنَّتِ هُنَّ وَأَمَّا مَنَ وَهَ نَهَابَتِ مَنَ هُنَّ
 فِيهَا عَيْنَانِ لَمَّا حَتَّى أُورَانٍ دُونَ بَهَشْتُونَ فِي دَوْشَتِي هُنَّ اِبْلَتِي هُنَّ فِيهَا
 فَاصِحَّةٌ وَنَخْلٌ وَرَبَابٌ أَنْ دُونَ فِي مِيوِي أَوْ كَهْجُورِي وَرَانِي فِيهَا خَيْرَاتٌ حَسَنَاتٌ
 ان میں اچھی عورتیں خوبصورت ہیں لَمْ يَطِثُهُنَّ الرَّسُّ قَبْلَهُ حُرُوجًا أَنْ كَمْ هَاتُوكَا
 ہے اُن عورتوں کو اُن سے پہلے کسی آدمی نے نہ جن نے مُشَكِّثِينَ عَلِيٌّ رُذْرُوبٌ حُضْرِيٌّ وَعَبْقَرِيٌّ
 حَسَانِ تِكِيہ لگائے ہوئے سبز اور عمدہ قالینوں پر علی سُرْرِيٌّ مَوْضِعُهُ مَثَلِيٌّ عَلَيْهِمَا مَتَقَابِلِيْنَ
 سونے کے تاروں سے بنے ہوئے پلنگوں پر تکیہ لگائے آتے سامنے بیٹھے ہوں گے
 وَدَانِ مَخْدَعُونَ بِأَلْوَابٍ وَأَبَارِيقٌ وَكَاسٌ مِّنْ مَّعِينٍ لَّا يَصُدُّعُونَ عَنْهَا وَلَا يَنْزِفُونَ
 فَالِكَلِمَةِ مِمَّا يَتَخَيَّرُونَ وَنَحْمِ طَيْرٍ قَدِ تَأْتِي شَتَهُونَ ہمیشہ اُڑ کے رہنے والے آبجورے اور آفتابے
 اور پیالے صاف شراب کے کہ نہ اُس سے اُن کو سرور ہوگا نہ اس سے بہکیں گے اور جس قسم کے
 ميوے کہ وہ پسند کریں گے اور جس پر نہ کا گوشت کہ وہ چاہیں گے اُن کے پاس لئے پھریں گے وَحُورٌ
 عِينٌ كَأَمْشَالِ اللَّوْلُؤِ الْمَكْنُونِ اور واسطے ان کے عورتیں ہیں گوری بڑی آنکھوں والیاں
 جیسا کہ موتی سیب میں چھپا ہوا جزاءِ بِنَاتِكَ لَوْ لَا يَسْتَلُونَ یہ بدلا ہے اُن کے عمل کا لَائِسْمَعُونَ
 فِيهَا لَعْرًا وَلَا تَأْتِي شَتَهُونَ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا نَسْنَسْنَ فِي أَوْعِي كِي وَهَانَ بِيهَوْدَهْ اُورْگناہ کی
 بات مگر آپس میں سلام سلام کہنا یعنی جنت میں ایک دوسرے کو سلام کیے گا فقط یہ تو سننے
 ہیں آوے گا باقی گالی گلوچ رہے فحش کی بات وہاں سننے ہیں نہ آوے گی صحیحین میں ابوہریرہ
 سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندوں
 کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ اُن کو نہ کسی نے دیکھا نہ سنا ہے اور نہ کسی کے
 خیال میں گزری ہیں اور چاہو تو اس آیت کو پڑھو فَلَا تَقْلُبَنَّ لَفْسٌ مَّا آخَفَى لَهُمْ مِنْ قُرْآنٍ
 أَحَدِينَ نَهَيْتُ خَبْرِي كُوْا سَ حَبْرِي كِي كِي جُومِنِي كِي لِي جُحِيَارُ كِي كِي كِي اُن کی آنکھیں
 ٹھنڈی ہو جاویں گی صحیحین میں ہے کہ جنت میں سوار کے کوڑا ڈالنے کی جگہ بھی دنیا و ما فیہا
 سے اچھی ہے یعنی سوار جب گھوڑے سے اترتا ہے تو عام جگہ کوڑا ڈال دیتا ہے تو جنت
 کی وہ جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر ہے بخاری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ اگر

جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت زمین کی طرف جھانکے تو جنت سے زمین تک سب روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور حور کے سر کی اڑھنی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اگر سو برس تک سوار اس کے سایہ میں چلے تو بھی اٹھانہ ہو صحیحین میں ابی موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جنت میں مومن کے لئے ایک موتی کا ایک خیمہ اتنا بڑا ہوگا کہ اس کا عرض ساٹھ میل کے برابر ہوگا اور ایک روایت میں یہ درازی طول کی آئی ہے اور اس کے ہر ایک گوشہ میں مومن کی بیویاں ہوں گی کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھے گی مومن سب کے پاس جاوے گا اور دو جنت چاندی کی ہیں کہ ان کے برتن اور کل سامان چاندی کا ہے اور دو جنت اور ان کا کل سامان سونے کا ہے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں اور ہر ایک درجہ میں آسمان و زمین کے فاصلہ کے برابر فاصلہ ہے اور فردوس سب کے اوپر ہے اس میں سے جنت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے پس تم جب مانگو تو اللہ سے فردوس مانگو صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو جنت میں جاوے گا بڑی نعمتیں پائیگا فقر و فاقہ نہ اٹھا دیکانہ کبھی اس کے کپڑے میلے ہوں گے نہ جوانی جاوے گی، ترمذی نے معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے کہ بہشتی لوگ بے ریش ہوں گے سب کی آنکھوں میں قدرتی سرمہ لگا ہوگا بتیس^{۳۲} یا تینتیس^{۳۳} برس کی عمر ہوگی۔ فائدہ پہلے زمانہ میں بتیس^{۳۲} تینتیس^{۳۳} برس کی عمر میں بتدار شباب ہوتا تھا سو حضرت کی یہ مراد ہے کہ جنت کے لوگوں کی عمر بتدار شباب معلوم ہوگی مسلم نے انس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جنت میں ایک بازار ہے ہر جمعہ کو وہاں جنتی لوگ جایا کریں گے شمالی ہوا چل کر ان کے منہ اور کپڑوں پر مشک اڑا کر ڈال دیگی اس سے ان کا حسن و جمال اور زیادہ ہو جاوے گا پھر جب لوگ کہ اپنے گھر آیا کریں گے تو ان کے گھر والے کہا کریں گے کہ واللہ تمہارا آج حسن و جمال زیادہ ہو گیا ہے وہ ہیں بخدا ہمارے بعد تمہارا بھی حسن و جمال بہت بڑھ گیا ہے۔ جنت کے عیش و آرام کا احادیث و قرآن میں بہت

ف جنت دو قسم کی ہوگی ایک جسمانی دوسری روحانی وہاں کی جس قدر چیزیں ہیں اس عالم کی چیزوں سے غیر ہیں۔

صرف سمجھانے کے لئے ان کے مناسب و مشابہہ ایشار کے ناموں سے تعبیر کیا ہے ۱۲ منہ

ذکر ہے جسے تفصیل مطلوب ہو وہاں دیکھ لے یا اللہ جس کے لغیب کرے گا وہ وہاں خود جا کر دیکھے گا۔

انجیل سے جنت کا بیان | مکاشفات یوحنا کے باب ۱۱ اور ۱۲ میں بھی جنت کا بیان ہے کہ جس کو شہر مقدس کے ساتھ تعبیر کیا ہے چنانچہ باب ۱ کی آیت ۱ میں یوں ہے (پھر میں نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو دیکھا کیونکہ اگلا آسمان اور اگلی زمین جاتی رہی تھی) آیت ۲ (اور مجھ یوحنا نے شہر مقدس نئی یروشلیم کو آسمان سے دہن کی مانند سزگار کر کے خدا کے پاس سے اتارتے دیکھا) آیت ۴ (اور خدا ان کی آنکھوں سے ہر ایک آنسو پوچھ گیا اور پھر موت نہ ہوگی اور نہ غم اور نہ نالہ اور نہ پھر دکھ ہوگا کیونکہ گلی چیزیں گزر گئیں) اور یہ بیان موافق ہے آیات قرآنیہ کے جن کا ذکر ابھی گزرا آیت ۱۱ اور اس کی دیوار شیم کی بنی تھی اور وہ شہر خالص سونے کا شفاف شیشے کی مانند تھا) آیت ۱۹۔ (اور اس شہر کی دیوار کی نیویں ہر طرح کے جواہر سے آراستہ تھیں۔ پہلی شیب دوسری نیلم تیسری شیب چراغ کی چوٹھی زمرد کی پانچویں عقیق کی چھٹی لعل کی ساتویں سنہری پتھر کی آٹھویں فیروزے کی (خ) آیت ۲۱ مختصراً (ہر ایک دروازہ ایک ایک موتی کا اور ہر ٹک خالص سونے کی شفاف شیشے کی مانند) آیت ۲۳۔ مختصراً (اور وہ شہر سورج کا محتاج نہیں اور نہ چاند کا کہ وہ اسکو روشن کریں کیونکہ خدا کے جلال نے اُسے روشن کر رکھا ہے) یہ مطابق ہے قرآن و حدیث کے کما قال (لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا قَمَرًا) اور کوئی چیز ناپاک یا نفرت انگیز یا جھوٹ اُس میں کسی طرح نہ آوے گی) قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْتِيهَا مِنَّهَا سَاعَاتٌ يَغْفِرَ فِيهَا لِلَّذِينَ اتَّخَذُوا ذُنُوبَهُمْ حَسَنَاتٍ) اور وہ اس کا منہ دیکھیں گے (یعنی ہا) میں نہ آوے گی۔ باب ۲۲۔ آیت ۱۰ (پھر اس نے آب حیات کی ایک صاف ندی مجھے دکھا جو بلور کی طرح شفاف اور خدا اور پرہی کے تخت سے نکلتی تھی) شاید یہ نہر تسنیم کا بیان ہے جو عرش سے نکلتی ہے۔ آیت ۴۔ (اور وہ اُس کا منہ دیکھیں گے) یعنی ہا دیدار الہی ہوگا جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے۔ آیت ۵ (اور وہاں رات نہ ہوگی اور چراغ اور سورج کی روشنی کے محتاج نہ ہوں گے اور وہ ابد الابد بادشاہت کریں گے) قرآن میں بھی خلود اور خالدین فیہا آیا ہے کہ وہاں اہل جنت ہمیشہ رہیں گے۔ پس یہ تفصیل مکاشفات یوحنا شاگرد عیسیٰ علیہ السلام سے ثابت ہے اور کتاب مکاشفات عیسا ئیوں کے نزدیک

مجموعہ اناجیل میں داخل ہے۔ عیسائیوں کا کوچہ و بازار میں کھڑے ہو کر یہ طعن کرنا کہ آنحضرت نے یوں ہی خالی جنت و دوزخ لوگوں کے بیچ اور ڈرانے کو بیان کر دی اور حقیقت میں کچھ بھی نہیں بالکل بجا اور خلاف نقل اور عقل ہے فائدہ دوزخ اور جنت کی حقیقت میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں روحانی بعض کہتے ہیں جسمانی مگر یہ نزع لفظی ہے کیونکہ جسمانی ہونے کے قائل ہیں وہ ایسا جسم نہیں کہتے کہ جو قابل فنا و تغیر ہو بلکہ جسم لطیف کہ جس کو روح سے تعبیر کرتے ہیں اور جنت و دوزخ میں ثواب و عقاب کے لئے انسان کے اعمال مناسب صورت میں ظہور کرتے ہیں اچھے اعمال حور و قصور میں جاتے ہیں برے سانپا پھو کی صورت میں آگے آتے ہیں کیا خوب فرمایا ہے کسی نے ہفت دوزخ چیتا اعمال بتا ہفت جنت چیتا اعمال خشت : اللّٰهُمَّ هَبْ لَنَا جَنَّتَ الْفِرْدَوْسِ ۔

دوزخ اور جنت اب بھی موجود ہیں | کس لئے کہ حوا اور آدم علیہ السلام کا قصہ

کہ وہ جنت میں رہے تھے پھر وہاں سے نکالے گئے جیسا کہ قرآن میں موجود ہے اس پر صاف دلالت کرتا ہے، دوسرے قرآن کی بہت سی آیات اس مطلب کو ثابت کرتی ہیں لکن قال تعالیٰ اَعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ کہ جنت پر ہیر گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے اور دوزخ کی نسبت فرماتا ہے۔ اَعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ کہ دوزخ کافروں کے لئے تیار ہو چکی ہے تیسرے بہت سی احادیث صحاح اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت نے شب معراج میں جنت اور دوزخ کو دیکھا اور ایک حدیث خسوف شمس میں ہے حضرت نے فرمایا تھا کہ میں دوزخ کی لپٹ سے سناڑ میں پیچھے ہٹا تھا اور خوشہ جنت کے لینے کے قصد سے بڑھا تھا اور اگر وہاں کا ایک خوشہ لے لیتا تو تم اس کو ابد الابد تک کھاتے پھر بھی وہ کم نہ ہوتا چنانچہ صحاح میں یہ حدیث موجود ہے اور شہدار ہمدان اور احد کے لئے آپ نے فرمایا تھا کہ جنت میں ہیں العرض اسی قسم کی احادیث سب مل کر حد تو اترو کہ پہنچ گئی ہیں جو تھے جن آیات سے کہ ہم نے عالم برزخ کا اثبات لکھا تھا وہ جنت اور دوزخ کے موجود ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور اسی لئے تمام صحابہ اور تابعین اس پر متفق تھے کہ جنت اور دوزخ اب بالفعل موجود ہیں ۔

معتزلہ کہتے ہیں اب موجود نہیں بلکہ قیامت کو موجود ہونگی اس لئے اللہ تعالیٰ جنت کی نسبت یہ فرماتا ہے تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فُسَادًا ۔ اس آیت کے

گھر کو بنا بیس گے ہم ان لوگوں کے واسطے کہ جو دنیا میں اپنا علو چاہتے ہیں نہ فسار دویم جنت
 اگر بالفعل موجود ہو تو اللہ کے اس قول کے موافق کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ کہ سوائے ذات
 باری کے ہر چیز ہلاک ہو نہ والی ہے جنت کا ہلاک ہونا لازم آوے حالانکہ بالاتفاق جنت کی کوئی چیز
 فنا نہیں ہوگی کما قال تعالیٰ اَمْكُهَا ذَا اَنْتَ جَنَّتْ كَمَا نَظَرْتُمْ رَسْمًا لَمْ يَمُوتْ لَمْ يَمُوتْ
 جواب تَجْعَلُ حَالٍ اور استقبال دونوں معنی میں مستعمل ہے پس ہم نہیں تسلیم کرتے ہیں کہ وہ استقبال کے
 لئے آیا ہے کہ جس تم اپنا مدعا ثابت کرتے ہو دو کے اگر یہ بھی تسلیم کیا جائے تو تَجْعَلُ کے معنی نفاک ہے
 نہ تَخْلُقُ کے پس اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اس دار آخرت کا مالک ان لوگوں کو کروں گا کہ جو دنیا
 میں فساد اور علو نہیں چاہتے تبصرے اگر یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ جعل خلق کے معنی میں ہے تو یہ
 آیت اس آیت کے کہ جس میں اَعْدَتُ كَالنَّظْمِ كُورِ ہے معارض ہوگی اور آدم کا قصہ اور عالم
 برزخ کی آیات اور جمیع احادیث بلا معارضہ باقی رہیں گے پس ہم ان سے استدلال کریں گے
 دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ جنت کے کھانوں کے دوام سے مراد یہ ہے کہ ان کی
 نوع قطع نہ ہوگی جب ایک پھل کھا چکے جھٹ دوسرا موجود ہو جاوے گا سو یہ اس کی نشانی
 نہیں کہ ایک لحظہ بھر اس قول کے صادق آنے کے لئے ہلاک ہو جاوے علاوہ اس کے ہلاک
 اُس کو نہیں چاہتا کہ وہ شے فنا ہو جاوے بلکہ قابل نفع نہ ہے اور اگر یہ بھی تسلیم کیا جاوے تو
 کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ کے یہ معنی ہیں کہ ہر شے ممکن ہے اپنی ذات کے لحاظ سے اس کے لئے وجود
 ضروری نہیں کہ موجود ہے تو اللہ کے وجود سے ہے اور جو امکانی وجود ہے اس کے مقابلہ میں منزلہ عدم کے ہے۔
اہل جنت کو فنا نہیں ان کے رہنے والوں کو اور ان کی چیزوں کو کبھی فنا نہیں۔
 کبھی جنت اور اہل جنت کو فنا نہیں کیونکہ ان کی نسبت اللہ تعالیٰ قرآن میں خَالِدِينَ فِيهَا اَبَدًا قَائِمًا
 شبہ قرآن میں بھی احادیث میں بھی آیا ہے کہ جنت میں چاندی سونے کے اسباب یا مکانا یا موتی کا خیمہ
 ہوگا اگر یہ عقل کے نزدیک محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ سائیل کا ایک موتی کا خیمہ پیدا کر دے یا اور نعمتیں کہ
 جس کا اہل اسلام ذکر کرتے ہیں وہاں پیدا کر دے کیونکہ اس کی قدرت یہ باہر نہیں ہے لیکن یہ تو عقل کے
 نزدیک ہرگز مسلم نہیں کہ سونا چاندی وغیر معدنیات یا عنبر کی چیزیں ہمیشہ ہیں وابد تک قیام پذیر ہوں۔
 جواب ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ دنیا بالکل معدوم ہو جاوے گی اور یہ زمین کسی اور زمین

سے بدلی جاویگی سونا وغیرہ معدنیات بھی نہ رہیں گے پس جہاں شارع نے سونا چاندی اور موتی وغیرہ چیزیں جنت کے بیان فرمائی ہیں وہ ان معدنیات کی قسم نہیں ہیں پس جنت میں جو چیزیں کہ یہاں کی سونے اور چاندی یا موتی کے مشابہ کسی وصف میں تھیں سمجھانے کے واسطے ان کو سونے یا چاندی یا موتی سے تعبیر کیا ہے ورنہ وہاں کے موتیوں کے آگے یہاں کے موتیوں کی کیا حقیقت اور وہاں کے سونے اور چاندی کے آگے اس سونے چاندی کی کیا قدر؟ اور اسی امر مخفی کے لئے شارع نے فرمایا کہ جس کو نہ کسی کی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا نہ اس کا کسی کے دل میں خیال آیا ہو وہ چیز اللہ تعالیٰ نے تیار کی ہے پس یہاں کی چیزوں اور وہاں کی چیزوں میں فقط نام میں شرکت ہے ورنہ ان کی حقیقت اور ان کی باہمت جداگانہ ہے اور اگر شارع وہاں کی چیزوں کو اور نام سے تعبیر کرتا تو کوئی نہ سمجھتا۔

جنت میں دیدار الہی | جنت میں موافق اعمال کے ہر شخص کو اللہ کا دیدار ہوگا۔ کوئی ہر وقت مشاہدہ جمال کبریائی میں مستغرق رہے گا اور کوئی دن بھر کوئی ہفتہ کی مقدار میں کوئی مہینے کی مقدار میں کوئی تمام عمر میں ایک بار اللہ کو دیکھے گا اور صحیح یہی ہے کہ عورتوں کو بھی دیدار ہوگا اور دلیل اس کے لئے یہ ہے کہ یہ دیدار ہی نفسہ ممکن ہے کوئی دلیل اس کی محال ہونے پر قائم نہیں ہوئی پس جن آیات احادیث میں اس کی صراحت ہے ان کے ظاہری معنی لئے جاویں گے قال تعالیٰ وُجُوہٌ یُّوَصِّدُ نَاظِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ یعنی بہت سے لوگ قیامت کو شاد و خرم ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھیں بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سَتَرُونَ رُؤُوسَكُمْ عَنَّا یعنی تم اپنے رب کی آنکھوں سے دیکھو گے اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ہم حضرت کے پاس بیٹھے تھے اور اس روز چاند نکلا ہوا تھا آپ نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تم اپنے رب کو اس طرح صدا دیکھو گے کہ جس طرح اس چاند کو دیکھتے ہو الغرض یہ حدیث مشہور ہے اس کا برہ صحابہ میں سے کس صحابہ نے روایت کیا ہے اور تمام امت اس پر متفق ہے کہ قیامت میں دیدار الہی حق ہے اور سب میں جس قدر آیات ہیں سب کے معنی ظاہری مراد ہیں البتہ بعد میں معتزلہ سے دیدار الہی کا انکار ثابت ہوا اور ان آیات کی تاویلات کرنا انہیں شرع کیا اور ان کے سب شبہات عقلیہ میں سے بڑا قوی شبہ دیدار الہی کے نہ ہونے پر یہاں کہ آنکھ کسی چیز کو دیکھنے کیلئے چیز ظاہری ہے معتزلہ کا شبہ اول | اول یہ کہ جس کو دیکھے وہ کسی مکان میں ہوئے دوم وہ کسی طرف میں ہو سوم دیکھنے والے کے سامنے ہو کیونکہ سچھے ہوگی تو نظر نہ آویگی چہاں کہ ان لوگوں کے درمیان تو بہت مسافت

ہو کیونکہ دور کی چیز نظر نہیں آتی نہ نہایت قریب کیونکہ جو چیز بالکل آنکھ کے پاس ہوتی ہو وہ بھی نہیں دکھائی دیتی۔ یہ ہے کہ وہاں تک شعاع بصر بھی پہنچے اور یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی نسبت محال ہیں کس لئے کہ ان چیزوں سے جسمیت ثابت ہوتی ہے۔

جواب یہ سب شرطیں جسمانیات کے دیکھنے کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسمانیات سے جدا ہے پس اس کے لئے یہ شرطیں ثابت کرنا قیاس مع الفارق ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جنت میں مومنین کو اپنی آنکھیں عطا فرما دینگا کہ جس سے وہ اس کو بدون ان شرط کے دیکھیں گے اور نقلی شبہ معتزلہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے لَا تَدْرِكُهُ الْبَصَارُ کہ اس کو آنکھیں دریافت نہیں کر سکتیں اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو الف لام استغراق کے لئے نہیں پس یہ معنی نہیں ہوئے کہ کل ابصار اس کو نہیں دریا کر سکتیں بلکہ بعض دریا کر سکتی ہیں دوسرے ادراک سے کہ جس کی نفی کی ہے کامل مراد ہے کہ بالکل احاطہ کر لیں پس یہ نہ ثابت ہوا کہ کسی وجہ پر اس کو بصر دریا نہیں کرتی تیسرے اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر جگہ بصر اس کو دریا نہیں کرتی جس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی وقت بصر سے معلوم ہو سکتا ہے بلکہ اسی آیت سے اللہ کا دیکھنا ممکن معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مدح میں ہے اور مدح یہ ہے کہ دیکھنا اس کا ممکن ہو لیکن وہ بسبب حجاب کبریائی اور جلال کے نظر نہ آوے اسی لئے کہ تَرَانِي فرمایا اور کُنْ اُرْسِي نہیں ذکر کیا کہ تو اے موسیٰ مجھے دیکھ نہیں سکتا نہ یہ کہ میں دکھائی نہیں دے سکتا۔

دوسرا شبہ | اور دوسرا نقلی شبہ یہ ہے کہ جہاں کسی نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی طلب کی ہے تو اس کے جواب میں اللہ نے استعظام و استکبار ظاہر فرمایا ہے چنانچہ موسیٰ کی قوم نے کہا تھا کہ جب تک خدا کو نہ دیکھ لیں گے تب تک ہم ایمان نہ لائیں گے تو ان کو بجلی نے ہلاک کیا یا موسیٰ نے کہا تَهَارِبِ اَرَبِيْ اَنْظُرُ اِلَيْكَ کہ اے اللہ تو مجھ کو دیدار دکھلا تو جواب میں فرمایا کُنْ تَرَانِي کہ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکیگا اس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰ کی قوم عناد اور کبر کی طور پر اللہ کا دیدار چاہتی تھی اس لئے ان کو نہ ہوا اور اگر ناممکن ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام ہی خود ان کو منع کر دیتے جس طرح کہ بت کو خدا بنانے سے منع کر دیا تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا دیدار کا سوال کرنا خود دلالت کرتا ہے کہ دیدار الہی ممکن ہے کیونکہ اگر محال ہوتا تو پھر موسیٰ کا طلب کرنا موسیٰ کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے کہ ان کو اس قدر بھی معلوم نہ تھا کہ اللہ کا دیکھنا محال ہے اور اس کی نسبت موجب عیب ہے یا ایسے امور محال کا سوال انبیاء علیہم السلام

کی نشان سے تعبیر ہے دوسرے اللہ نے جواب میں موسیٰ کو فرمایا کہ اگر پہاڑ ٹھہر رہا تو بھی مجھے دیکھ لے گا پہاڑ کے قیام پر رویت کو معقول کیا حالانکہ پہاڑ کا قیام محال نہیں تو رویت الہی بھی محال نہیں لیکن دنیا میں بشر کو اس کے دیکھنے کی طاقت نہیں اس لئے موسیٰ کو منع کر دیا اور یوں فرمایا کہ تو مجھے دیکھ نہیں سکتا اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ خدا کسی کو نظر نہیں آسکتا کیونکہ ممکن تھا کہ اس وقت موسیٰ کو دیدار کی طاقت نہ ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم معراج میں رفوع و دیدار الہی میں اختلاف کرنا ممکن ہونے پر دلالت کرتا ہے فائدہ خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جیسا کہ سلف سے منقول ہے ممکن ہے چنانچہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد حنبل سے منقول ہے کہ انہوں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا لیکن معتزلہ بھی اس کا انکار نہیں کرتے کیونکہ خواب میں دیکھنا مشاہدہ باطنی ہے نہ رویت بصری اور اسی جائے سے علماء متفق ہیں بجز انبیاء علیہم السلام کے کہ جو شخص دنیا میں اللہ کو آنکھ سے دیکھنے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے یہ بحث علم کلام کے مطولات میں بڑی تفصیل سے مندرج ہے جس کو زیادہ تحقیق منظور ہو وہاں دیکھ لے۔

خاتمہ الكتاب

فصل اول | مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایک شخص کو امام بنائیں مسلم نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے امام زمانہ نہ پایا تو اس نے جاہلیت کی موت پائی یعنی جس زمانہ میں امام موجود نہ ہو تو اس زمانہ کے مسلمانوں کی جاہلیت کے زمانہ کی طرح موت شراب ہے اس سے امام بنانے کی بہت تاکید ثابت ہوئی۔ دوم بہت سے دین کے واجبات

سے اصطلاح میں امام مسلمانوں کے حکم کو کہتے ہیں کہ جس میں سب شیخین پائی جاویں اور مجتہدین اور بڑے علماء اور سادات عظام کو امام اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ لغت میں امام پیشوا کہتے ہیں سو یہ لوگ دین کے پیشوا ہوتے ہیں اور نماز کے مقتدا کو بھی اسی وجہ سے امام کہتے ہیں اور نماز کی امامت کو امامت صغریٰ کہتے ہیں اور اصل میں یہ بھی حکم کا کام ہی ۱۲ منہ سے کس لئے کہ جب شرعی اور باقاعدہ دار نہ ہوگا تو تنقید احکام و انتظام ملت اقامت حادہ و قصاص رفع شرع اور دین رفع فساد مفسدین جو دین اور دنیاوی معاملات میں خلل اندازی کرتے ہیں کچھ نہ ہوگا سب نئی برکات کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا وہی جاہلیت کی تاریکی گھیرے گی عبادت و خیرات کے بھی دروازے بند ہو جائیں گے محبت اخوت، ہمدردی میں فرق آجائے گا کوئی قوم کام نہ کر سکے گی اس تاریکی کے زمانہ سے کونسا بدتر زمانہ ہوگا پھر یہی جاہلیت کی موت ہی ۱۲ منہ

امام پر موقوف ہیں اور جس چیز پر کوئی واجب موقوف ہو تو یہ چیز بھی بضرورت واجب ہو جاتی ہے اور وہ واجبات یہ ہیں مسلمانوں کے منازعات کا فیصلہ کرنا - عیدین اور حجہ کا قائم کرنا - حدود شرعی جاری کرنا - شکر اسلام کی تیاری کرنا - غنائم کا تقسیم کرنا - صغار اور صغیر مسلمانوں کی پرورش کرنا - علیٰ ہذا القیاس اور بہت سے امور ہیں کہ بدون حاکم کے ان کا عمل میں لانا ممکن نہیں اور اسی سبب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا حاکم بنا لیا۔ تب حضرت کی تجہیز و تکفین کی اور اسی جگہ سے اسلام کے تمام فرقوں کا اس بات پر اتفاق ہے ہاں معتزلہ اللہ پر واجب کہتے ہیں کہ اس کو عزو ہے کہ مسلمانوں میں سے کسی کو حاکم کرے تاکہ اسلام کے جمیع امور بخوبی ادا ہوتے رہیں اور مسلمان لوگ خراب نہ ہو جائیں ورنہ امام ہونے کی صورت میں لوگ خود سر ہو جائیں گے۔ غیر لوگ ان کو اپنا محکوم بنا کر ہزار ہا امور دینی ان سے ترک کر دیں گے اور یہ بچا ہے ان کے ہاتھوں میں ذلیل ہو جائیں گے پس اسلام بھی ذلیل ہو جائے گا۔ حالانکہ اسلام کو سب دنیوں سے غالب رکھنے کا وعدہ اس نے کر لیا ہے یا یوں ہی ایک دوسرے پر جو رجوع جفا کر کے ضعیف ہو جائیں گے اور صد ہا طرح کی خرابیاں جو حاکم کے نہ ہونے سے ہوتی ہیں پیش آدینگی لیکن اہل حق کے نزدیک اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں۔ ہاں مسلمانوں پر ضرور واجب ہے کہ وہ اتفاق کر کے ایک شخص کو اپنے میں سے حاکم بنا دیں تاکہ یہ مفاسد جو مذکور ہوئے لازم نہ آویں۔

سوال۔ اگر کوئی مسلمان حکومت عامہ رکھتا ہو اور اس میں امامت کی شرط نہ پائی جاوے کیا وہ بھی کافی ہے؟
جواب۔ ہاں کافی ہے لیکن جب مسلمان اپنے اختیار سے قائم کریں تب ایسے شخص کو اختیار کریں کہ جس میں

جملہ شرط امامت موجود ہو امام کی شرطیں یہ ہیں۔

شرائط امامت امام مسلم، حر، مرد، عاقل، بالغ، قریشی، صاحب سیاست، احکام شرعی جاری کرنے والا اور دارالاسلام کی محافظت پر قادر اور سب لوگوں پر ظاہر ہو پس جس شخص میں یہ صفات پائی جاویں اس کو اہل اسلام متفق ہو کر اپنا حاکم بنا دیں اور اس کی تالیفاری کریں اب ان شرط کی تفصیل کرتا ہوں مسلمان ہونا امام کیلئے اسلئے شرط ہے کہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے مَا جَعَلَ اللَّهُ لِكُفْرَيْنَ عَلَىٰ الْكُفْرَيْنِ سَبِيلًا کہ اللہ نے کافروں کے لئے مسلمانوں پر حکومت نہیں

بنائی پس کافر کو مسلمانوں کا حکم ہونا نہیں پہنچتا۔ حرؓ اس لئے کہ غلام اول تو اپنے مولیٰ کی خدمت سے فارغ نہیں ہوتا دوسرے لوگوں کی آنکھوں میں حقیر ہوتا ہے اور مرد اس لئے کہ عورتیں ناقصا الدین والعقل ہوتی ہیں وہ حکومت کے قابل نہیں عاقل اس لئے کہ دیوانہ حکومت کا اہل نہیں بالغ اس لئے کہ لڑکا تدبیر امور و مصالح جہوں سے قاصر ہے قریش ہونا اس لئے شرط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الامۃ من قریش کہ امام قریش ہی ہونا چاہیے اور یہ حدیث اگر جب خبر احاد ہے لیکن جب کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصاریہ کے مقابلہ میں حجت بنا کر روایت کی اور اس کے بعد پھر کسی نے اس کا انکار بھی نہ کیا تو گو یا مجمع علیہ اور متفق علیہ ہو گئی لیکن خوارج اور بعض معتزلہ کے نزدیک امام کا قریش ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ جو مسلمان اس کے قابل ہو وہ امام ہو سکتا ہے اور امام کا قریش ہونا شاید حضرت نے اس لئے مقرر کیا ہو کہ امام نبی کے سے غرض انتظام ہے اور لوگوں ۔۔۔ کی عادت یوں ہے کہ وہ سردار کے بعد اس کے ہم قوم کو مانتے ہیں بغیر انکار کر بیٹھتے ہیں اور سردار سب کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ قریش تھے اس لئے آپ نے یہ فرمایا واللہ اعلم اور امام کا صاحب سیاست ہونا اور احکام کے جاری کرنے پر قادر ہونا اس لئے شرط ہے کہ بدول ان کے وہ غرض کہ جس کے لئے اس کو امام بنایا ہے حاصل نہیں ہوتی اور امام کا سب لوگوں کے نزدیک ظاہر ہونا اس لئے شرط ہے کہ اگر امام لوگوں سے پوشیدہ ہو اور کسی کی اس کے پاس آمد و رفت نہ ہو تو اس کا ہونا نا برابر ہے جس غرض کے لئے اس کو امام کیا تھا وہ اس سے حاصل نہیں۔

عقیدہ شیعہ امامیہ | شیعہ امامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق علی رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کے بعد ان کے بیٹے حسنؑ ان کے بعد ان کے بھائی حسینؑ ان کے بعد ان کے بیٹے زین العابدینؑ ان کے بعد ان کے بیٹے محمد باقرؑ ان کے بیٹے جعفر صادقؑ ان کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ کاظمؑ ہیں ان کے بعد ان کے بیٹے علی رضاؑ ان کے بعد ان کے بیٹے محمد تقیؑ ان کے بعد ان کے بیٹے علی نقیؑ ان کے بعد ان کے بیٹے حسنؑ عسکریؑ ان کے بعد ان کے بیٹے المقلد بہ مہدیؑ ہیں اور امام مہدیؑ دشمنوں کے خوف سے پہاڑ میں چھپ کر بیٹھ گئے ہیں کبھی

۱۱۔ حرؓ اسے کہتے ہیں جو کسی کا غلام نہ ہو ۱۲۔ امت ۱۳۔ حضرت صلعم کی وفات کے بعد انصار چاہتے تھے کہ ایک امام انصاری ہو سو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے ان کو منع کر دیا ۱۴۔ غار بمن رائے میں جو عراق میں واقع ہے ۱۵۔

موقع پاکر نکلیں گے اور ان کے بارہ امام یہی ہیں اب ہم ان شیعہ سے ہم دو بات پوچھتے ہیں
 اول یہ کہ تم امام سے کیا مراد لیتے ہو؟ اگر یہی معنی ہیں تو اس معنی سے سوائے حضرت علی رضی
 اللہ عنہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ان حضرات میں سے کوئی بھی حاکم نہ تھا بلکہ اس وقت
 کے ظالم حاکموں کے خوف سے یہ سب بزرگوار چھپے پھرتے تھے خود شیعہ کی کتابوں میں اس کی
 خوب تصریح ہے ہاں مہدی رضی اللہ عنہ قریب قیامت کے پیدا ہوں گے اور امام بنائے جائیں گے
 اور اگر تمہارا مطلب یہ ہے کہ یہ بزرگان دین اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسلئے
 یہ لوگ حاکم بنانے کے قابل تھے سو یہ ہمارے نزدیک بھی مسلم ہے مگر اس سے ان کا امام ہونا
 ثابت نہیں ہوتا شیعہ نے امامت کے عہدہ کو لوگوں کے انتخاب پر موقوف نہیں رکھا جو حسن
 خدمات و لیاقت و دیانت پر نظر کر کے کثرت رائے سے انتخاب کیا جائے بلکہ وہ اس کو آسانی
 عہدہ جانتے ہیں جو نبوت کے قریب قریب ہے اس لئے امام کو صاحبِ وحی و الہام و معصوم
 مانتے ہیں وہ عیسائیوں کے پوپ کے مشابہ نئے احکام علت و حرمت بھی جاری کر سکتا ہے
 اول تو یہ عہدہ کسی آیت یا حدیث یا اجماع امت سے ثابت نہیں بلکہ شیعہ کی افراطِ محبت نے
 یہ خیال پیدا کر دیا دوم اس کی بھی کوئی دلیل کسی کے پاس نہیں کہ امام زین العابدینؑ کی اولاد
 میں سے پھر باقرؑ کی اولاد میں سے پھر جعفرؑ کی پھر موسیٰ کاظمؑ کی وہی شخص امام ہے جس کو
 یہ کہتے ہیں اس کا دوسرا بھائی نہیں اس لئے شیعہ کے کسی فرقے ہو گئے کسی کو کوئی کسی کو امام
 بنائے لگا اگر اس غلو کا نام محبت اہل بیت ہے تو شیعہ کو مبارک ہے کہ پیغمبر کے چچا عباسؑ اور
 ان کی اولاد کو اور پیغمبر صلعم کی بیویوں اور خاص خادموں اور جانشینوں کو کافر و مرتد بنایا جاوے
 اور حسینؑ کی اولاد میں سے بھی ایک بھائی کو امام کہا جائے دوسرے پر نیرا ہوا امام حسنؑ اور ان
 کی اولاد کو بڑائی سے یاد کریں محبت اہل بیت ہم کو ہے کہ سب سے ہے شاید شیعہ صحابہؓ کے برابر کہنے
 کو اور محرم میں تعزیر بنانے اور سر پہ بھیس اڑانے اور شادیوں کی طرح تاشے مرنے بجائے اور تعزیروں
 کے ساتھ جوان عورتوں کا بناؤ سنگا کر کے ہر گل و کوچے میں گشت کرنے کو اور امام باقرؑ میں

لے بعض کہتے ہیں کہ حضرت حسینؑ کے بعد مسجد میں حنفیہ امام تھے بعض امام زین العابدینؑ کے بعد ان کے پیروید کو امام برحق مانتے
 ہیں پھر ان کی اولاد میں یہ سلسلہ قیامت تک باقی سمجھتے ہیں۔ اور اس فرقہ کا نام زیدیہ ہے یہ صحابہ پر نیرا نہیں کرتا پھر ایک گروہ اہل
 بن جعفر صادقؑ کو امام کہتا ہے نہ موسیٰ کاظمؑ کی بھی اولاد میں سلسلہ امامت مانتا ہے اس گروہ کا نام اسمعیلیہ ہے جن کی کئی
 سو برس پہلے میں حکومت رہی قرامطہ بھی اس گروہ کی ایک شاخ ہے اور ہر فرقہ ایک دوسرے کو کافر جانتا ہے بسبب انکار کرنے اپنے امام کے

بیٹھ کر سر پہننے ماتم داری کرنے کو اور مرثیہ خوانی کرنے اچھلنے کودنے کو کہ جس پر غیر اقوام ہنستی ہیں اہل بیت کی محبت کہتے ہیں تو خیر یہ محبت انہیں کے پاس ہے ہم اس محبت سے بری ہیں واللہ ہم کو ان کی وہ محبت دے کہ جس سے وہ بھی ہم سے خوش ہیں اور اللہ اور رسول بھی راضی رہیں آمین آئین دوسری بات یہ ہے کہ جب صد ہا برس سے امام مہدیؑ ڈر کر پہاڑوں میں چھپے بیٹھے ہیں اور اہل اسلام پر صد ہا طرح کی آفات و بلیات جو امام کے نہ ہونے سے ہوتی ہیں نازل ہو رہی ہیں اور ہو چکی ہیں ایسے وقت میں ان کے امام ہونے کے کیا فائدہ دیا؟ امام اس لئے ہوتا ہے کہ لوگ جا کر اپنی ضروریات اس سے روا کریں ان کے پاس نہ تو کوئی مظلوم جا سکتا ہے نہ کوئی فریادی پہنچ سکتا ہے بلکہ ہزار ہا بیچارے اسی انتظار میں مر گئے ہوں گے اگر ان کے بعد آپ آئے تو بقول شخص سے پس ازانکہ من نام پچہ کار خوزی آمد : کس کام آویں گے؟ اچھا یہ ماننا کہ وہ عیسیٰ اور خضر کی طرح صد ہا سال سے زندہ ہیں لیکن ایسا کیا خوف ان پر غالب آیا کہ ان کے بعد ایران و ہندوستان میں خصوصاً شیعہ کی بڑی بڑی سلطنتیں ہو چکی ہیں پھر بھی وہ باہر تشریف نہ لائے نہ کسی کو کبھی کبھی اپنے حال سے خبردار کیا۔ خیر امامت کا دعویٰ نہ کرتے اپنے آباؤ اجداد کی مانند لوگوں پر ظاہر تو ہوتے اللہ تعالیٰ شیعہ کی عقل کو درست کرے۔

امام کی تعریف امام کے لئے سب اہل زمانہ سے اچھا ہونا یا ہاشمی یا علوی ہونا یا معصوم ہونا شرط نہیں۔ اپنے سب اہل زمانہ سے اچھا ہونا اس لئے شرط نہیں اول تو جس کا سب اہل زمانہ سے اچھا ہونا یقینی ہو ملنا مشکل کیا بلکہ محال دوسرے امامت ایک مسلمانوں کی خدمت ہے بسا اوقات کم رتبہ کا آدمی اعلیٰ رتبہ کے آدمی سے اس خدمت کو اچھی طرح ادا کر سکتا ہے ہاشمی یا علوی ہونا اس لئے شرط نہیں کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروقؓ اور عثمانؓ ذی النورین رضوان اللہ علیہم اجمعین قطعی امام تھے حالانکہ یہ نہ ہاشمی تھے نہ علوی بلکہ قریش تھے ہاں اگر ہاشمی یا اولاد فاطمہؑ کو امام بنایا جاوے تو اولیٰ ہے معصوم ہونا اس لئے شرط نہیں کہ شرط ہونے کے لئے کوئی دلیل قطعی چاہیے اور اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہاں ہونے کے واسطے دلیل کا نہ ہونا کافی ہے کمالاً نفعی۔

امام کی معزولی فسق یا جور سے امام کو معزول نہ کرنا چاہیے۔ اگر امام سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے خواہ کبیرہ خواہ صغیرہ یا کسی پر وہ ظلم کر بیٹھے اس سبب سے مسلمانوں کو نہ چاہیے کہ اس امام کو ہر طرف کر دیں

ہاں اس کو حتی المقدور اس سے باز رکھیں کیونکہ ہر طرف کرنے میں فتنہ عظیم ہے کس لئے کہ وہ صاحب شوکت ہے اس کی طرف بھی ایک جم غفیر ہو گا مسلمانوں میں قتال و جدال واقع ہو گا دوسرے جب امام کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں تو گناہ کے سبب اس کا معزول کرنا محض بیجا ہے اسی سبب سے سلف خلفاء راشدین کے بعد ائمہ فاسقین اور جاہلین کی بھی اطاعت کرنے سے اور ان کے ساتھ جمعہ اور اعیاد پڑھنے رہے اور ان پر چڑھائی کرنے کو برا سمجھنے تھے لیکن امام شافعی کے نزدیک فسق و فجور سے امام کو معزول کر دینا چاہیے اور اسی طرح ہر قاضی اور امیر کو ہر طرف کر دینا چاہیے کیونکہ ان کے نزدیک اصل یہ ہے کہ فاسق اہل ولایت نہیں پس جب کہ اس نے اپنے نفس کی رعایت نہ کی تو اوروں کے حقوق کیا بجالا دے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک فسق ولایت ہائی رہتی ہے یہاں تک کہ باپ فاسق کو اپنی بیٹی کے نکاح کرنے میں ولایت ہے اور وہ اس کا ولی ہے کتب شافعیہ میں یوں لکھا ہے کہ فسق سے قاضی کو معزول کرنا چاہیے اور امام کو نہیں اور فرق یہ ہے کہ اس کے معزول کرنے میں آثار فتنہ ہیں امیں نہیں اور روایت نوادر میں علماء ثلاثہ یعنی امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ اور زفرؒ سے بھی منقول ہے کہ نہیں جائز ہے قضاہ فاسق کی اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اجماع بھی اس بات پر ہے کہ جس مقدمہ میں قاضی نے رشوت لے کر فیصلہ کیا وہ فیصلہ نا جائز ہے اور وہ قاضی عہدہ قضاہ سے دور ہو گیا زیادہ تشریح اس مسئلہ کی سطوات میں ہے لیکن خلاصہ یہ ہے کہ اگر امام کے معزول کرنے میں فتنہ نہ ہو تو اولیٰ ہے کہ اس کو معزول کر کے دیندار متقی کو امام بناویں اور عصمت شرط نہ ہونے کا اثر یہ ہے کہ محض فسق و فجور سے امام عہدہ امامت سے دور نہیں ہوتا واللہ اعلم۔

امامت ابو بکر صدیقؓ امام برحق بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ جس روز بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی سب صحابہ انصار و مہاجرین نے بنی ساعدہ کے چھتے میں جمع ہو کر ابو بکر صدیق کو بالاتفاق امام بنایا سب نے اور علیؓ نے علیؓ سے الاشہاد ان سے بیعت کی اگر اس خلافت کے ابو بکر صدیق مستحق نہ ہوتے تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتفاق نہ کرتے خصوصاً انصار و مہاجرین جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول پر جان و مال کو فدا کر دیا تھا اور وہ بمقابلہ کسی کی نہ سنتے تھے اور قرآن میں جا بجا

ان کی خوبیاں مذکور ہیں جن کا ذکر آتا ہے پس ان کی تسلیت کیونکر تصور کیا جاوے کہ انہوں نے امر باطل پر اتفاق کیا تھا اور جو نص کہ حضرت علیؑ کی خلافت پر تھی اس کو نہ مانا دوسرے اگر وہ مستحق نہ ہوتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم علیؑ کے لئے فرما جاتے تو خود علیؑ ان سے تکرار کرتے اور اس سند کو پیش کرتے جیسا کہ معاویہؓ سے کیا تھا اور خود بیعت نہ کرتے جاتے انصاف ہے کہ تمام صحابہ کو جن کی قرآن میں ثنا ہے اور خود حضرت علیؑ شہیر خدا امر ناحق کو کس طرح اختیار کرتے اور ابوبکر صدیقؓ سے کس طرح ڈر جاتے پس اب جو ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ برحق نہ کہے۔ تو وہ تمام صحابہ اور حضرت علیؑ کو ناحق پر کہتا ہے لغو واللہ منہ۔

امامت عمر فاروقؓ | بعد ان کے حضرت عمر فاروقؓ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات قریب پہنچی تو انہوں نے ایک کاغذ میں حضرت عمر کا نام لکھوا کر اس کاغذ کو بند کر کے لوگوں کو جمع کر کے فرما دیا کہ جس شخص کا نام اس میں لکھا ہے اس سے بیعت کرو اور اس کو خلیفہ بناؤ پس جس کے پاس وہ کاغذ آنا گیا وہ بیعت کرتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ کاغذ حضرت علیؑ کے پاس آیا فرمایا میں نے جس کا اس کاغذ میں نام ہے اس سے بیعت کی خواہ عمرؓ ہی ہو پس سب مہاجرین و انصار اور علیؑ جبراً رضی اللہ عنہم کے اتفاق سے حضرت عمرؓ الخطابؓ خلیفہ ہوئے واضح ہو کہ اگر حضرت صدیق اکبرؓ غاصب یا حق دانے والے ہوتے تو اپنے بیٹے کو خلیفہ کرتے اور اگر وجاہت سے تمام صحابہ نے ان کو خلیفہ کیا ہوتا تو وہ ان کے بیٹے کو بھی ان کے خلیفہ بنانے سے خلیفہ مان لیتے جیسا کہ سب نے یزید کو مان لیا تھا۔

امامت عثمانؓ | ابی کے بعد عثمان بن عفانؓ جب حضرت عمرؓ کو ابو لؤلؤ مجوسی غلام نے صبح کی نماز میں زخمی کیا حضرت عمرؓ سے لوگوں نے کہا کہ اپنے بیٹے عبداللہ کو خلیفہ کر دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس کو میں اس خدمت کے قابل نہیں پاتا لیکن ان چھ شخصوں کو پسند کرتا ہوں ان میں سے جس کو چاہو خلیفہ بنا لینا۔ وہ چھ یہ ہیں علیؓ، عثمانؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم جمعین پھر ان پانچ شخصوں نے عبدالرحمن بن عوفؓ کو مختار کر دیا کہ تم ان میں سے جسے چاہو خلیفہ مقرر کرو وہم کو وہ منظور ہے پس انہوں نے عثمان بن عفانؓ کو اختیار کیا پھر سب انصار و مہاجر نے متفق ہو کر ان سے بیعت کی اور ان کو خلیفہ بنایا ان کی خلافت پر سب کا

لے یہ اس لئے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت مزاج مشہور تھے امامت۔

اتفاق ہوا۔ واضح ہو کہ صحابہؓ کے عہد میں خلافت محض مسلمانوں کی خدمت مکتی خلیفہ کے لئے جس قدر ان کا خرچ ضروری ہوتا تھا اسی قدر بیت المال میں سے ملتا تھا لہذا خلفائے راشدینؓ کے پاس کوئی سامان بادشاہت کا نہ تھا بلکہ اور لوگوں سے بھی مکان و لباس وغیرہ چیزوں میں کترتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نہایت چٹے پرانے کپڑے پہنا کر نے اور مٹی کے چبوترے پر بوریے بدون بیٹھ کر معاملات صحابہ کی رائے سے فیصلہ کیا کرتے تھے پس اس لئے وہ اس خدمت کو بدون اہل کے نہ دیتے تھے۔ شیعہ نے ان کی خلافت کو شاید سلطنت پر قبضہ کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں ابو بکرؓ اور عمرؓ نے علیؓ کا حق دیا۔ باغ فدک سیدۃ النساء فاطمہؓ زہراؓ کو نہ دیا شیعہ یہ خیال نہیں کرتے اگر خلافت کچھ ایسی چیز ہوتی تو ہر خلیفہ اپنے بیٹے کو پیچھے خلیفہ کرتا غیر کے پاس نہ جاتے دتیا۔ مال و اسباب سے اپنا گھر بھر لیتا عیش و آرام شاہانہ کرتا۔ اصل یہ ہے کہ وہ خدمت مکتی جس سے ادا ہونے دیکھی اس کو اہل اسلام نے اتفاق کر کے امام بنا دیا۔ ہاں پیچھے بادشاہت ہو گئی تھی اس لئے حضرت حسنؓ نے ترک کیا۔

امامت علیؓ ان کے بعد حضرت علیؓ بن ابی طالب جب عثمانؓ کو عراق اور مصر کے باغیوں نے شہید کیا اور مدینہ میں فتنہ برپا ہو گیا سب انصار و مہاجرین نے جا کر حضرت علیؓ سے کہا انہوں نے اول انکار فرمایا آخر جب کبار الصحابہ نے نہایت زہرا کیا اور کہا کہ وقت ایسا نہیں کہ آپ خلافت سے انکار کریں اور امت خیر البشر کو پریشان حال رکھیں تب حضرت علیؓ نے قبول کیا۔ سوائے چند لوگوں اہل شام کے سب نے ان کو متفق ہو کر خلیفہ بنا یا اہل شام میں سردار معاویہؓ تھے انہوں نے حضرت علیؓ سے انتظام مملکت ہوتا ممکن نہ سمجھا اس لئے خود خلیفہ ہونا چاہا اور جن باغیوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا وہ کم بخت حضرت علیؓ کی فوج میں آچھپے تھے لیکن کسی کو ان کا اچھی طرح

فنا شیعہ کے جب سے خلافت ہونے کی دو باتیں سبب پیدا ہو گئیں ایک تو یہ کہ امامت کو انہوں نے نبوت کے برابر سامان عہدہ فرض کر لیا جو صحابہ کی کثرت رائے و اتفاق پر موقوف نہ تھا اس غلط فہمی کی تابعدار دوسری بات نے اور یہی کہی کہ وہ حضرت علیؓ کے کسی قول و فعل کو خلفائے ثلاثہ کے عہد میں ہوا راستی پرچوں نہیں کرتے بلکہ لقبیہ قرار دیتے ہیں ظاہر ہے باطن کچھ مصلحت و وقت کی پابندی خواہ دین و طبیعت و عزت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو جس کو آج کل کے دنیا پرست پالیسی کہتے ہیں ہوا فاللہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کی جناب میں یہ بدگمانی جائز رکھنی سخت بدکاری ہے ان بدلوں کے اصول نے خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو باطل کر دیا اور جمہور صحابہؓ و اہل بیت کو گمراہ و خطا کار کہنے پر مجبور کیا مگر نبیؐ کے کلمہ کے ظالم و جاہر بادشاہ ہونے کے جو رجفانے جو فاطمیوں کے ساتھ ہونے اس فراط مکتی کی تجویز کردہ خیال کی اور بھی فلعی کردی۔

پتہ معلوم نہ تھا ایک بار زہرا اور طلحہ رضی اللہ عنہما کو مکہ سے ساتھ لاکے اور بہت سے صحابہ ان کے ساتھ ہوئے کہ چل کر حضرت علیؑ سے صلح کر کے ان کا لڑائی عثمان کو کہ جواب نیا فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں قتل کیجئے جب دونوں لشکر ملے اہل بیت کو ان بائیسوں نے علیؑ کی طرف سے عائشہ کے لشکر میں تیر مارنا شروع کیا تاکہ طرفین میں جنگ ہو جائے اور ہم ہاتھ نہ لگیں سو البیاضی ہو ایہ باعث حضرت عائشہ اور حضرت علیؑ کی لڑائی کا سفاخر پھر صلح ہو گئی اور ایسے ہی معاملات نے معاویہ کو حضرت علیؑ کی خلافت پر آمادہ کیا اور عثمان غنیؓ جو ان کے ہم قوم تھے ان کے انتقام لینے اور اپنی نیک حالی ادا کرنے نے جو عثمان رضی اللہ عنہ کے احسانات بنی امیہ کے ساتھ ہوئے تھے بنی امیہ کو اور بھی بھڑکا دیا معاویہؓ شام کے حاکم تھے صد ہا لاکھ چھل حقیقت سے واقف نہ تھے ان کے بھی ساتھ ہو گئے اس لئے دونوں سرداروں میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں یہی بد نصیب جنگ تھی کہ جس نے اسلام کی چکھڑا تلوا کر اسلام ہی پر لٹ دیا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ معاویہؓ غلطی پر تھے لیکن اس بات پر نہ تو خوارح کی طرح فریقین کو ترا کرنا چاہیے نہ شیعہ کی طرح معاویہؓ اور ان کے لشکر کو کافر و مرتد بنانا چاہیے۔

امامت حسنؑ | ان کے بعد حسن بن علی رضوان اللہ علیہم اجمعین امام برحق ہیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابن ملجم خارجی نے شہید کیا تو سب مہاجرین و انصار اہل مکہ و مدینہ نے اتفاق کر کے سید الشہداء حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو امام بنایا چھ مہینے تک آپ نے خلافت کی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تیس برس پورے ہو گئے حضرت حسنؑ نے معاویہؓ کو بلا کر کہا جی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اصل خلافت میرے بعد تیس برس تک ہے گی۔ سو تیس برس پورے ہونے میں یہ چھ مہینے باقی تھے اب پورے ہو چکے۔ اب سلطنت اور بادشاہت ہو گی یہ مجھ کو منظور نہیں لیجئے آپ خلافت کیجئے ان کے بعد معاویہؓ حکومت کرتے رہے بعد ان کے ان کا بیٹا یزید بد بخت ان کی جائے حاکم ہو اس نالائق دنیا دار نے اس خون سے کہ مبادا پھر حضرت حسنؑ خلافت کا دعویٰ کر بیٹھیں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر ہیں ان کے روبرو مجھے کون پوچھے گا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلو اگر شہید کیا۔

شہادت حسینؑ | اور چند سال بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں شہید کر دیا۔ اس

کم بخت کے بے دین ہونے میں کیا شک ہے لیکن علماء کا اس کے لعنت کرنے میں اختلاف ہے بعض
 اکابر نے کہا ہے لیکن اکثر علماء کے کرام کہتے ہیں کہ نہ کہنے ہی میں احتیاط ہے چنانچہ خلاصہ پنجشنبہ
 کتابوں میں لکھا ہے کہ یربدا اور حجاج پر لعنت نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبلہ
 اور مصلیٰ کی لعنت میں منع فرمایا ہے اور امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ
 شخص خاص کی لعنت میں ڈر ہے بہر حال سکوت اولیٰ ہے یہاں تک کہ اہل بیت کا کافر تو قرآن
 ثابت ہے اس پر بھی لعنت کرنے سے سکوت بہتر ہے دوسرے خاتمہ کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے
 تیسرے اس پر لعنت کرنے سے نہ کچھ اہل بیت کی بخت نہ زیادہ ہوتی ہے نہ کچھ ان کو اس سے
 نفع ہے اس سے بہتر یہی ہے کہ سکوت کرے اور اہل بیت کی روح کو ہدیہ ثواب بھیجے۔

ترتیب خلافت | خلفاء الراشدين میں ایک دوسرے سے علی ترتیباً خلافت افضل ہے اگرچہ یہ
 چاروں خلفاء سب صحابہ سے بالاتفاق افضل ہیں لیکن ان میں بھی ایک دوسرے سے افضل ہے
 پس اول سب سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص آج کے
 برابر نہیں ہے پس ان کے بعد عمر فاروق کا مرتبہ ہے ان دونوں صحابیوں کے سبباً افضل ہونے پر
 تمام صحابہ اور تابعین کا اتفاق ہے اور ان کی فضیلت کی اولہ ان کے نزدیک ثابت ہے بعد
 عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ہے بعد ان کے

ف۔ بات یہ تھی کہ حضرت رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے برسوں کے باہمی جنگ کو جو امت کے بارے میں ان میں اور
 حضرت علی میں ہوتی رہی تھی بند کر دیا معاویہ حضرت علی کی خلافت کو تسلیم نہ کر کے آپ خلیفہ ہونا چاہتے تھے آخر حضرت حسن نے بی بی اور
 دینی مصلحتوں کا لحاظ کر کے معاویہ کی خلافت تسلیم کر لی اور آپس میں جنگ جمل ہوئی کہ جو صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
 مگر خلافت شرط ہونے لے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ کر دیا اس کی خلافت اہل مدینہ اور اہل مکہ اور بہت مسلمان تاراج تھے اور حضرت یزید رضی اللہ
 عنہ اور اکثر نبی ہاشم کریمت کی نظر سے دیکھتے تھے کوفہ کے مسلمانوں نے متحد خط لکھ کر حضرت حسین کو اس لئے بلایا کہ ان کو خلیفہ مقرر کریں پس چند لوگوں
 کے چلے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی یزید کے حاکموں نے اس سارے حال معلوم کر کے وہاں کے لوگوں کو سخت ترس میں ڈال دیا چچا زاد بھائی مسلم کو جو یزید
 کیلئے پہلے سے گئے ہوئے تھے معان کے دونوں فرزندوں کو قتل کر ڈالا کوفہ کے لوگ ڈر گئے اور حضرت حسین کی رضا کی حالت معلوم ہوا تو ایک لشکر چار
 لاکھ گرفتار کر لیا بھیج دیا اور یہ کہہ دیا کہ اگر وہ یزید سے بیعت کرنا منظور کریں تو پھر کھلیفہ نہ دیں ابھی حضرت حسین کوفہ کے دو ایک منزل دور تھے کہ
 لشکر نے ہتھام کر بلا ان کو گھیر لیا اور اپنے بیعت سے انکار کیا جنگ ہوئی جس میں حضرت حسین اور ان کے ہمراہی شہید ہو گئے اس کے بعد یزید
 لشکر و بیہ اور مکہ کی طرف اس غرض سے روانہ کیا کہ لوگوں کو مطیع کریں جو نہ مانیں ان کو سزا دیں اور لشکر نے مدینہ میں آ کر بڑی خونریزی کی اور مکہ میں
 آ کر بھی غمخوار سے دلوں کے بعد آتقی حسین کے انتقام کے بہانہ سے تمام ان خلافت ہوا یزید کے تخت پر مروان اس کا سر بیٹھا پھر اس کے خاندان
 میں نجدنا سو برس تک حکومت رہی جس کو منصور عباسی نے تمام کیا پھر عباسیوں کی کئی سو برس تک حکومت رہی ۱۲۱۱ مسند

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ ہے اہل حق میں سے بعض اکابر کے نزدیک عثمان غنی کو حضرت علی پر فضیلت نہیں۔ بلکہ فقط علامت اہل سنت و الجماعت ہونے کی ان کے نزدیک یہی مقرر ہے کہ شیخین کو سب سے افضل جانے اور عثمان اور علیؓ کو دونوں حضرت کے داماد ہونے سے محبت رکھے شیخ سوائے حضرت علیؓ کے ان تینوں صاحبوں کو برا جانتے ہیں اور خوارج حضرت علیؓ اور عثمان کو برا جانتے ہیں حالانکہ ان کے محامد اور خوبیاں قرآن میں مذکور ہیں انشاء اللہ ہم ان کو نقل کریں گے ان کے بعد وہ صحابہ افضل ہیں جو بدر کی لڑائی میں شریک تھے پھر وہ جو احد کی لڑائی میں شریک تھے پھر وہ جو بیت الرضوان میں شریک تھے یعنی اس موقع میں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصرہ عمرہ مکہ تشریف لے گئے اور کفانے بمقام حدیبیہ آپ کو روک دیا اور عثمان بن مظعون مکہ میں صلح کے لئے گئے تھے ان کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو آپ نے سب لوگوں کے ہمراہ تھے ان بات پر بیعت کرنے کو بلا یا کہ لڑیں گے بیٹیں گے نہیں کبیر کے لئے یہ بیعت ہوئی جس کو سمرہ کہتے ہیں اس لئے ان بیعت کرنے والوں کو اصحاب السمرہ بھی کہتے ہیں۔

خلافت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس برس تک خلافت رہی پھر بادشاہت ہو گئی، تریز اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خلافت میرے بعد تیس برس تک سب کی پھر کٹ کھائی بادشاہت ہو جاوے گی اتنی حضرت حسنؓ تک وہ پوری ہو چکی اور حضرت کی پیشین گوئی کے موافق ٹھہرا میں آیا کہ وہ خلافت جو خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب تھی خاص میں ہی رہے تاکہ ہی اور اس عرصہ میں جس قدر خلفاء حضرت کی گدی پر بیٹھے وہ سب تارک الدنیا عابد زاہد رہے یہاں تک کہ خلیفہ کے درکان یا لباس میں اور غریبوں سے کچھ تمیز نہ تھی بلکہ ان سے بھی شکستہ حال رہتے تھے اور جس قدر ملک کہ اہل اسلام کے قبضہ میں آئے اسی عرصہ میں آئے چنانچہ روم، شام، ایران و مصر وغیرہ بڑی بڑی بھاری بادشاہتیں حضرت عمر کے عہد میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اور جو جو اہل اسلام کے لئے قرآن میں فتح و نصرت و اشاعت دین کی پیشین گوئیاں تھیں سب اسی عہد میں پائی گئیں۔ اور بعد تیس برس کے عروج دنیاوی اور جاہ و شہم بادشاہی نے ظہور پکڑا آپس میں نزاع و قتال شروع ہوا وہ خیر و برکت کم ہو گئی اور اسی سبب سے امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ نے برا جان کر چھوڑ دیا تھا آخر اس کی برائی بڑی

کے ہاتھ پر خوب ظاہر ہوئی۔

سوال۔ بعد تیس برس کے خلافت سے جیسا سلام عالی رہا تو موافق حدیث سابق کے کہ جس نے

اپنا امام نہ پایا جاہلیت کی موت مرالزام آیا کہ پھر بعد کے لوگ سب موت جاہلیت گھرے اور کوئی خلیفہ انکو نہ ملا۔

جواب۔ تیس برس تک ہی خلافت رہنے سے حضرت کی یہ مراد ہے کہ خاص میرے طریقہ کی خلافت کہ جس

میں کمالی اتباع و سنت اور وہ خلافت کامل ہو تیس برس تک نہ رہی نہ یہ ہے کہ بعد میں پھر کوئی

خلیفہ نہ رہے گا کس لئے کہ خلفائے راشدین کے بعد بھی خلفاء ہوں گے۔ چنانچہ خلفائے عباسیہ کو سب خلفاء

کہتے آئے ہیں یا یوں کہا جائے کہ خلافت کہ جو حضرت کی جائے نشینی کا نام ہے تیس برس تک ہو چکی۔

باقی امامت رہی سو امام کے نہ ہونے سے جاہلیت کی موت ہوتی ہے لیکن شیبہ کے نزدیک خلافت

عام ہے اور امامت خاص اسی کو جانشینی کو کہتے ہیں لہذا خلفاء ثلاثہ کو وہ امام نہیں کہتے واللہ اعلم۔

فصل دوم ہر مسلمان کے پیچھے خواہ وہ فاسق ہو خواہ متقی نماز پڑھنا درست ہے کیونکہ ابوداؤد

وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر فاجر اور نیک کے پیچھے نماز پڑھنا

کر لہذا سب صحابہ اور تابعین اور مومن بعد ہم مبتدعین اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنی درست جانتے

ہیں پس وہ جو بعض اکابر سے مروی ہے کہ اہل بدعت کے پیچھے نماز نہ پڑھے یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ

جب تک متقی و نیکار اہل بدعت کے پیچھے نہ پڑھے یا یہ مراد ہے کہ جس شخص کی بدعت یا فسق حد کفر کو

نماز جنازہ اور اسی طرح ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے خواہ فاسق ہو بشرطیکہ

ایمان پر خاتمہ آں کا ہو اہو کیونکہ بہنئی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ہر نیک و

بد کی نماز پڑھا کر دو اور طہرائی نے بھی اوسط میں روایت کیا ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا

ف۔ یہ مراد نہیں کہ بلا اختیار فاسق کو امامت کسی مسجد یا مجلس کے لئے منتخب کیا جائے بلکہ یہ کہ اگر احیاناً وہ امام ہو تو

اس کے پیچھے نماز درست ہے ۱۲ منہ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن خلافت راشدہ تیس برس تک رہی معاویہ کے عہد

میں سلطنت عادلہ تھی اس کے بعد سلطنت عادلہ و جابریہ نعلوں قسم کی تھی۔ بنی امیہ کے تحت لشنیوں اور ان کے بعد

بنی العباس کے تحت لشنیوں نے جو کوئی جو ظلم کیا اس کے وہی ذمہ دار ہیں نہ خلافت اور خلافت راشدہ جمہوری

حکومت تھی خلیفہ ایک صدائجن ہوتا تھا جو کثرت سے کام کیا تھا پھر شخصی ہو گئی اور شخصی بھی کیسی جس کی کچھ انتہا نہیں

مسلمانوں میں پھر جمہوری خلافت جب تک قائم نہ ہوگی ان کے اقبال کا ستارہ پستی سے بلند ہی نہ آدیکھا ۱۲ منہ۔

سب اس کے جنازے کی نماز پڑھیں تمام صحابہ اور تابعین و فاسقوں کے جنازوں کی بھی نماز پڑھنے سے دوسری حقیقت میں یہ نماز استغفار ہے۔ میت کے لئے گنہگار اس کا اور زیادہ محتاج موزوں پر مسح اگر کوئی (خواہ سفر میں ہو خواہ حضر میں) پاؤں نہ دھو دے بلکہ جرابوں پر مسح کرنا درست ہے۔ کرے تو یہ کافی ہے کیونکہ اس کا ثبوت بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے بخوبی پہنچ گیا ہے بلکہ اکثر محدثین نے حدیث مسح کو مستواتر گنا ہے صحاب صحاح ستہ اس کو روایت کرتے ہیں اور قریب ستر صحابی کے اس کے راوی ہیں اور ان میں سے بالخصوص حضرت عمرؓ اور علیؓ اور ابو بکرؓ یعنی اللہ عنہم بھی اس کے راوی ہیں کہ رضی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جو مسح کو جائز رکھے اسکے کفر کا خوف ہے کس لئے کہ یہ تو اتر کو پہنچ گیا ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو اس کو درست نہ جانے وہ اہل سنت سے خارج ہے چنانچہ حضرت انسؓ سے کسی نے اہل سنت کی علامت پوچھی آپ نے فرمایا ہے کہ شیخیوں کی محبت رکھے اور حضرت کے دونوں دامادوں پر کچھ طعن نہ کرے اور موزوں پر مسح جائز سمجھے نفل کیا ہے اس کو شرح عقائد نسفی میں علامہ سعد الدین نے (بنیذ حلال ہے) چھوارے یا انگور کے ثمریت کو کہ اس میں کچھ تیزی ہو جائے بنیذ کہتے ہیں پس اس کو حلال جانا اہل سنت کے قواعد میں داخل ہے البتہ شیعہ اس کو حرام کہتے ہیں ہاں جب نشہ لانے لگے تب اس کا ایک قطرہ بھی بالاتفاق حرام ہے (منعہ حرام ہے) منعہ یہ ہے کہ کسی عود کو کسی قدر مال پر مدت معلیٰ تک بیوی بنا لے یہ بھی ایک قسم کا نکاح تھا سو یہ ایک بار یا دو بار اول اسلام میں داخل ہو گیا تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام کر دیا اس کے حرام ہونے کی احادیث بھی حضرت علیؓ وغیرہ کبار الصحابہ سے بکثرت منقول ہیں جو اس کو درست کہے وہ اہل سنت سے خارج ہے۔

پاخانہ کی راہ سے جماع کرنا حرام ہے | اس کی حرمت بھی بہ کثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں نبی صلی اللہ

ف۔ یہ چند مسائل علم عقائد کے نہیں بلکہ ان کو فقہ سے تعلق ہے مگر یہ اہل سنت وغیرہ اہل سنت کے خلاف مسائل نہیں اس لئے امتیاز کے لئے لکھ دیا ۱۲ منہ ۱۵ بنیذ ڈالنا۔ پانی میں چھوارے ڈال کر تے ہیں اور پھر عرضہ عین کے بعد اس پانی کو قوت کے لئے پیتے تھے اس کو بنیذ کہتے ہیں اگر اس قدر چھوارے اس قدر آں تک ڈالے رکھے کہ پانی پر کف اٹھ آدیں اور ترش ہو جائے تو یہ ممنوع ہے کیونکہ یہ نشہ لانیوالی چیز شراب ہو گئی ۱۲ منہ ۱۵ اگر وقت کی قید لگا کر نکاح کرے گا کہ سببے یاد وہی ہے لکاح کرنا ہوں تو یہ لکاح موقت کہا ہے بعض علماء کے نزدیک موقت اور لکاح موقت ایک ہی ہے (باعتبار)

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص پانخانہ کی راہ سے اپنی بیوی سے جماع کرے گا تو ایسا اس کو اللہ تعالیٰ اس کو نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا اور ایک حدیث میں ایسے شخص پر حضرت نے لعنت کی ہے بعض شیعہ اس کو درست کہتے ہیں اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں قال تعالیٰ لَسَاءَ كَمَا حَرَّثُ لَكُمْ فَأَعْتُوا حَرَثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ یعنی عورتیں تمہاری کھیتی ہیں جہاں سے چاہو اپنی کھیتی کے پاس آؤ یہ عام ہے اس کا جواب یہ ہے کہ خود اسی آیت سے ناجائز ثابت ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں عورت کو کہیتی میں تشبیہ دی ہے کہ جس طرح کھیتی میں بھیل لگتا ہے۔ عورتوں کو بھی بھیل لگتا ہے اور کھیتی میں جوٹنے سے بھیل آتا ہے عورت کو جماع سے حاصل ہونا ہے پس جس راہ سے کہ بھیل نہ ہو تو اس راہ سے استعمال نہ کرنا چاہیے اور یہ سب پر ظاہر ہے کہ پانخانہ کی راہ سے جماع کرنے سے اولاد نہیں ہوتی بلکہ تخم ضائع ہو جاتا ہے اور اس وقت عورت پر کھیتی ہونا صادق نہیں آتا دوسرے اگر جہاں سے چاہو گے لفظ کو عام لو گے تو چاہیے کہ منہ کی طرف سے بھی جائز ہو اور اگر خاص کر دے تو وہی طریقہ خاص مراد ہو گا اور جہاں سے چاہو گے یعنی ہیں کہ خواہ لٹا کر خواہ کھڑے خواہ اور طرح سے قبل میں جماع کرنا تم کو درست ہے نہ کہ یہود جس طرح اذہا کر کے جماع کرنے کو منع سمجھتے تھے منع ہو قرآن میں اس امر کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَأَعْتُوا هُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ یعنی اس راہ سے جماع کرو کہ جس سے تم کو خدا نے حکم کیا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کا حکم بقرنیہ حرث کے قبل کی راہ سے ہے اور اگر قبل دُبر میں دونوں جگہ جائز ہوتا تو اللہ یہ قید نہ لگانا کیونکہ بالاتفاق اس قید کے موضع جماع مخصوص ہے چوتھے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حیض والی عورت سے بسبب ناپاکی کے جماع کو حرام کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دُبر کی راہ سے ناپاکی حیض سے بھی زیادہ ہے اسی لئے تمام صحابہ اور تابعین اس کو برا جانتے تھے۔

مبشر حنبت جس کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے اس کو ہم قطعی حنبتی کہتے ہیں اگرچہ جس نے لالہ اللہ کہا ہو اور وہ اسی پر مراد ہو قطعی حنبتی ہے لیکن کسی خاص شخص کو بدون خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم قطعی حنبتی نہیں کہتے کیونکہ خاتمہ کا اعتبار ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۶۔ بعض کہتے ہیں متو میں لفظ کلمح نہیں ہوتا بخلاف موقت کے اس میں ہونا ہے ۱۲ مسند۔

اور ہر شخص کے خاتمہ کا حال سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا لیکن جب لوگوں کو حضرت نے جنتی کہا ہے سو خاتمہ کا ذکر نہیں رہا البتہ ہم ان کو قطعی جنتی کہتے ہیں سو حضرت نے بہت سے لوگوں کا نام لے کر جنت کی بشارت دی ہے ان میں سے دس شخص بھی ہیں کہ انکو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ابو بکر جنتی۔ عمر جنتی عثمان جنتی علی جنتی طلحہ جنتی زبیر جنتی عبدالرحمن بن عوف جنتی سعد بن ابی وقاص جنتی سعید بن زید ابو عبیدہ بن الجراح جنتی۔ اور حضرت فاطمہ زہرا اور حسن حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی آپ نے جنتی فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح ترمذی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ جنت میں سب عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین جنت میں جوانوں کے سردار ہیں۔ پس جس کی حضرت نے خبر نہیں دی اس کے جنتی ہونے کا ظن ہے۔

عظمت صحابہ حضرت کے سب صحابہ افضل تھے کسی کی جناب میں گستاخی نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہی لوگ دین کی ترقی کا سبب ہوئے ہیں انہوں نے حضرت کے روبرو اور بعد میں بڑے بڑے کارنامے کئے ہیں اپنے جان و مال کو اللہ کی راہ میں صرف کیا اور جہان میں دین حق کو پھیلا دیا اسلئے قرآن میں اللہ تعالیٰ ان کی خوبیاں اور ان کے درجات ذکر فرماتا ہے قال تعالیٰ وَالسَّالِفُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالنَّصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ عَمَّا كَانُوا فِيهَا أَيْدِيًا ذَلِكِ الْفَوْزَ الْعَظِيمَ ۗ اور آگے بڑھ جانے والوں پہلے ہجرت کرنے والوں اور مدد دینے والوں سے اور ان سے جو ان کی نیکی میں پیروی کرتے ہیں اللہ راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور تبارک ان کے لئے اللہ نے جنت کہ اس کے نیچے ہزیر بہتی ہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ اس میں یہ بڑی مراد ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب مہاجرین و انصار کے لئے چار چیزیں بیان فرمائیں اول یہ کہ اللہ ان سے راضی ہے دوم یہ کہ وہ اللہ سے راضی ہیں تیسرے جنت کی بشارت چوتھے یہ کہ وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بات سب پر ظاہر ہے کہ صحابہ مہاجرین میں سب سے اول اور سابق خلفاء اربعہ ہیں پس ان کے لئے بھی یہ چاروں چیزیں ثابت ہیں۔ جس طرح خوارج کا علیؑ اور عثمانؓ کی نسبت طعن بیجا ہے اسی طرح شیعہ کا خلفائے ثلاثہ کی نسبت طعن کرنا بڑا ہے قال تعالیٰ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا وَإِنِّي سَابِقٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا

أَلْفِ سِتِّ مِائَةٍ أَعْظَمُ دَرَجَةٍ عِنْدَ اللَّهِ وَأَوْلِيَاكَ هُمْ الْفَائِزُونَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ
 مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّتْ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ
 أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ جو لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد
 کیا وہ اللہ کے نزدیک بڑے درجہ میں ہیں اور وہ مراد کو پہنچنے والے ہیں اللہ ان کو بشارت دیتا
 ہے اپنی مہربانی اور رضامندی اور جنت کی کہ اس میں پائدار نعمتیں ہیں رہیں گے اس میں سدا اللہ
 کے نزدیک بڑا اجر ہے جو لوگ کہ حضرت پر ایمان لائے پھر انہوں نے اپنے گھر چھوڑے اللہ کی راہ
 میں جان و مال سے جہاد کیا۔ ان کے واسطے اللہ نے چار چیزوں کی بشارت دیکھی ہے اول
 یہ کہ ان کا اللہ کے نزدیک بڑا درجہ ہے دویم یہ کہ ان کو ان کی مراد ملے گی سویم یہ کہ ان کی واسطے
 اللہ کی مہربانی اور رضامندی اور جنت النعیم ہے۔ چوتھے یہ کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے علی العموم
 یہ بشارت سب صحابہ مہاجرین کے لئے ہے۔ ان میں سے خلفائے اربعہ کے لئے بالخصوص ہے۔
 کیونکہ خلفائے اربعہ یعنی ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی لائے تھے
 اور پھر انہوں نے ہجرت بھی کی تھی کہ مکہ چھوڑ کر حضرت کے ساتھ مدینے میں آئے تھے اور جان و
 مال سے جہاد بھی کیا تھا مال سے جہاد کی تفصیل ہے کہ کئی بار ابو بکر و عمر اور عثمان غنی نے
 اپنے گھر کا اسباب و مال اللہ کے لئے حضرت کے روپر دلا کر دکھایا پھر حضرت نے اس فوج
 کی تیاری کی اور جان سے جہاد کی صورت یہ ہے کہ حضرت کے ساتھ یہ چاروں صاحب ہجرت
 میں شریک حال رہتے تھے جس کا کوئی بھی ان کا رہنہیں کر سکتا ان کے لئے بھی یہ چاروں چیزیں
 ثابت ہیں پھر جو ان کو برا کہے وہ اللہ کے دوستوں کو برا کہتا ہے۔ لکن المرسلون والذین
 آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأَوْلِيَاكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأَوْلِيَاكَ هُمْ
 الْمَفْلِحُونَ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝
 لیکن رسول اللہ اور جو رسول کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور اپنے مالوں اور جانوں سے
 انہوں نے جہاد کیا ہے انہیں لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے
 بھی ہیں ان کے واسطے اللہ نے ایسی بہشتیں تیار کر رکھی ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ
 رہنے والے ہیں اس میں یہ ہے بڑی مراد جو لوگ کہ رسول کے ساتھ ایمان لائے اور انہوں نے

جہاد جان و مال سے کیا ہے ان کے واسطے اللہ تعالیٰ اس آیت میں چار چیزیں ذکر فرماتا ہے اول یہ کہ ان کے لئے بھلائیاں ہیں دوسرے یہ کہ وہ فلاح پانے والے ہیں تیسرے ان کے واسطے اللہ نے جنت تیار کر رکھی ہے چوتھے یہ کہ وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے پس یہ سب صحابہ و انصار و مہاجرین کے لئے بشارت ہے کیونکہ وہ حضرت پر ایمان بھی لائے تھے اور انہوں نے جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کیا تھا یہاں تک کہ بدر اور احد اور حدیبیہ اور فتح مکہ میں یہ لوگ حضرت کے ساتھ تھے اور بعد حضرت کے تمام عرب اور روم اور شام اور ایران اور مصر وغیرہ بڑے بڑے ملک جہاد کر کے فتح کئے گویا اپنی جانفشان سے تمام عالم میں انہیں نے اسلام پھیلا یا ہے اور خصوصاً ان میں سے خلفاء اربعہ کے واسطے یہ بشارت بدرجہ اولیٰ ہے کیونکہ جس قدر سنی انہوں نے کی ہے اور سے اس قدر ظہور میں نہیں آئی سو یہ بھی وعدہ الہی کے بموجب ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور ان کے لئے بھلائیاں اور فلاح ہے پس جو ان کو معاذ اللہ جہنمی کہے یا ان کے واسطے کوئی برائی ثابت کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہتا ہے تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً فائدہ جب مومنین حضرت کے ساتھ اپنے اپنے وطن چھوڑ کر مدینہ میں آئے تو کفار نے شب و روز ان کے قتل و تخریب کے مشورے کرتے شروع کئے بلکہ بارہ مدینہ کو ہر طرف سے آگیرا اور چند روز باہر پڑے رہے۔ پس ان کی چڑھائیوں سے مومنین شب و روز فکر و راندیشہ میں رہا کرتے تھے اور آرزو کیا کرتے تھے کہ کبھی ایسا بھی وقت آئے کہ ہماری حکومت ہوگی اور ہم امن و چین رہیں گے اور کسی کا کچھ خوف و خطر نہ رہے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا کہ ہم تمہیں حکومت دیں گے اور تمہارے لئے امن و چین ہو جاوے گا اور تم کو کسی کا ڈر نہ رہے گا۔ بلکہ اور لوگ تم سے ڈرا کریں گے اور یہ آیت نازل فرمائی۔ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسِّرَنَّ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مَكَانًا سَتَخْلَفُونَ الدِّينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُنَظَّرَنَّ لَكُمْ مِنَ الَّذِينَ دَارُوا فِي الْأَرْضِ الْأَمْنُ وَالْيُسْرَىٰ لَكُمْ وَاللَّيْلُ لِلنَّهْلِ مِنَ الْبَعْدِ حَوْفِهِمْ أَمْثَلُ الْعَبْدِ وَنَبِيٌّ كَأَيْشِرِ كَوْنٍ فِي شَيْئٍ وَ مِنْ كَفَرْتَعْدَ ذَالِكَ فَأَوَّلِيكَ هُمْ الْفَاسِقُونَ ط۔ اللہ نے تم میں سے ان کے لئے کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے

۱۔ روم اسلامی محاورے میں ایشیائے کوچک سے عبارت ہے ۱۲ ص ۱۔

یہ وعدہ کر لیا ہے کہ ان کو زمین پر خلیفہ کرے گا جس طرح کہ تم سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا اور ان کو ان کے دین پر کہ جس کو ان کے لئے اللہ نے پسند کیا ہے قادر کر دیگا اور خوف کے بعد ان کے واسطے امن بدل دیگا وہ میری ہی عبادت کیا کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہ بناویں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کر لیگا وہی فاسق ہے انتہی مقصد سے پہلے ہم چند باتیں بیان کرتے ہیں تاکہ مقصد خوب اچھی طرح واضح ہو جاوے اول یہ ہے کہ جب تک کسی لفظ یا کلام کے معنی حقیقی بن سکتے ہوں ان کو چھوڑ کر مجازی معنی مراد لینا تمام جہاں کے خلاف اور سب اہل عرف کے نزدیک ناجائز ہے دوم یہ کہ اکثر عرب کی زبان میں تین سے کم کو جمع کے لفظ سے تعبیر نہیں کرتے اور زیادہ خواہ کسی قدر ہوں پس ایک یا دو شخص کے واسطے صیغہ جمع کا نہ بولا جائے گا۔ ہاں فارسی اردو میں دو پر جمع کا صیغہ بولتے ہیں سوم منکم میں من کے لفظ کے حقیقی معنی بعض ہیں اور کم ضمیر ان کے واسطے ہے کہ جو منکم کے کلام کے وقت حاضر تھے پس جب یہ ثابت ہو چکا تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ بعض مومنین کے واسطے کہ جو اس آیت کے نازل ہونے کے وقت موجود تھے اور وہ بعض مومنین تین ہوں گے یا تین سے زیادہ ان چار چیزوں کا وعدہ کرتا ہے اول یہ کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا۔ دوم یہ کہ ان کو ان کے دین پر کہ جو اللہ کے نزدیک بھی پسند ہے خوب مضبوط کر دے گا سوم یہ کہ ان کے عہد میں خوف بالکل جاتا ہے گا امن ہو جاوے گا۔ چہارم یہ کہ وہ خلفاء خاص اللہ کی عبادت کریں گے۔ اور شرک سے دور ہوں گے چنانچہ اللہ کے وعدے کے موافق الیاسی ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اول ابو بکر صدیق کو خلیفہ کیا ان کے عہد میں مشرکوں کو عرب سے نکالا گیا۔ اور تمام عرب میں اسلام پھیل گیا اور جو مخالفین تھے ڈر کر ملک چھوڑ گئے اور اہل اسلام میں خوب امن ہو گیا خاص اللہ کی عبادت شب و روز ہونے لگی اور سب ارکان دین بخوبی ادا ہوئے بعد ان کے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا ان کے عہد میں اسلام نے اور زیادہ قوت پکڑی یہاں تک کہ شام و مصر اور ایران اہل اسلام کے قبضہ میں آ گیا، اور بڑی امن چین ہو گئی ہر طرف دین اسلام کے جھنڈے بلند ہو گئے بڑے بڑے بادشاہ عرب کے مالکے ہزار ہا فوج

۱۔ بعض مومنین لفظ من سے سمجھ جاتے ہیں ۱۲ منہ ۵ آیت کے نازل ہونے کے وقت موجود ہونا کم ضمیر مخاطب سے سمجھا جاتا ہے
 ۲۔ تین یا تین سے زیادہ ہونا صیغہ جمع سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ کم اور لفظ من میں ہم اولم اور بعد ان اولم لکن ہے ۱۲

کے ساتھ بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے۔ چنانچہ یہ بات تمام عالم جانتا ہے یہود و نصاریٰ بھی اس کا
 اقرار کرتے ہیں پھر ان کے بعد عثمان غنی کو خلیفہ بنایا ان کے عہد میں اور بہت سے ملک مسلمانوں
 کے قبضے میں آئے اور ایک عالم اسلام کی تلوار سے ڈر گیا ان کے بعد علی مرتضیٰ کو خلیفہ کیا ان کے
 عہد میں بھی بڑی خیر و برکت نے ظہور کیا طول بربر سے چین تک اور عرض بخارا سے لے کر عدن تک
 اہل اسلام کے تحت میں آگیا پس جو شخص ابو بکر اور عمر اور عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وہ
 خلیفہ کہ جس کا اس آیت میں وعدہ ہے قرار نہ دے تب وہ بتلائے کہ اس آیت کے نازل ہونے
 کے وقت جو لوگ موجود تھے ان میں سے دو اور کون خلیفہ ہیں؟ اگر شیعہ کی طرح علی رضی کو وہ خلیفہ
 قرار دیا جائے یا علی کے ساتھ دوسرے خلیفہ جن کو مانا جاوے اول تو اس آیت کے نزول کے
 وقت ان کے موجود ہونے میں کلام ہے ولو سلمنا پھر تیسرا اور کس کو قرار دو گے؟ حسین رضی
 ان کی اولاد کرام کا ایسا خلیفہ ہونا تو درکنار ان کو دشمنوں سے جان بچانا ہی مشکل تھا بلکہ شیعہ کے
 اصول کے بموجب تو ان خلفاء میں حضرت علی رضی داخل ہی نہیں ہو سکتے کیونکہ شیعہ کہتے ہیں کہ علی رضی
 تقیہ کرتے تھے اور ابو بکر اور عمر کے خوف سے فاطمہ کا ساتھ نہ دے سکے پس جب دشمن کا ڈر
 ہوا تو تقیہ کیا تو وہ وعدہ الہی کہاں پایا گیا اور ابو بکر اور عمر رضی اور عثمان کو اس آیت کے خلفاء
 میں داخل کر دو تو پھر ان کو برا کہنا اور خائن اور غاصب قرار دینا غلط ہے کیونکہ اللہ اس
 آیت میں ان خلفاء کے لئے یَعْبُدُونَنِي وَلَا يُشْرِكُون۔ فرماتا ہے پس اس آیت سے
 جس طرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کا اعجاز ثابت ہوتا ہے اسی طرح خلفاء
 اربعہ کی طاعت ثابت ہوتی ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَيَّأَ بِعُونَكَ
 تَحْتِ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَنَّا لَهُمْ فَتْحًا
 قَرِيبًا وَمَعَالِمَ كَثِيرًا يَتَّخِذُونَهَا نُكُورًا وَقَدْ عَلِمِ اللَّهُ أَنَّ لَهُمْ فِتْنَةً عَظِيمًا
 ہو چکا ان مومنوں سے کہ جو اے نبی تجھ سے کیسے کہے درخت کے نیچے بیعت کرتے تھے پھر
 جان لی دل کی بات پھر اتاری ان پر تسکین اور ثواب دیا ان کو فتح قریب اور بہت سی لوٹیں
 کہ وہ ان کو لوٹیں گے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے جو لوگ کہ سال حدیبیہ میں نبی صلی اللہ

لے اس کی تفصیل پہلے ہو چکی وہاں دیکھنا چاہیے ۱۲ منہ عدہ (الفقہ ۲ پ ۲۶)

علیہ وسلم سے بیعت کرنے میں شامل تھے۔ ان سب کے لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ
 یہ چند چیزیں فرماتا ہے اول یہ کہ ان سب سے اللہ راضی ہو چکا دوسرے یہ کہ اللہ نے ان پر
 تسکین نازل کی۔ تیسرے یہ کہ ان سے فتح قریب کا کہ وہ فتح خیر ہے وعدہ کیا ہے چوتھے اور
 بہت سے غنائم کہ وہ روم اور ایران سے حاصل ہوئے ہیں ان کا وعدہ کیا اور یہ ظاہر ہے
 کہ اس بیعت میں خلفائے اربعہ شریک تھے اور فتح خیر بھی ان کے حصہ میں آئی تھی چنانچہ عمرؓ نے
 وہاں کی زمین اخیر عمر میں وقف لکھ کر دی تھی اور ایران و روم وغیرہ غنائم بھی انہیں کے
 سبب سے حاصل ہوئی تھیں وَالْمُزْمَلِیْمَ کَلِمَۃُ التَّقْوٰی وَكَانُوا اٰخِیْنَ بِهَا وَاَهْلَہَا الْاٰیۃ - - -
 اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے لئے جو سال حدیبیہ میں حضرت کے ساتھ تھے فرماتا ہے کہ کلمہ
 تقویٰ ہم نے ان کے ساتھ لازم کر دیا اور وہ اس کے مستحق اصحاب تھے اور یہ ظاہر ہے کہ
 سال حدیبیہ میں خلفاء اربعہ بھی شریک تھے پس بموجب خبر اللہ کے ان کے ساتھ بھی کلمہ
 تقویٰ لازم ہو گیا اور جو چیز کسی چیز کے ساتھ لازم ہوتی ہے وہ اس سے مدۃ العمر دور نہیں
 ہوتی۔ چنانچہ آگ کو حرارت لازم ہے۔ پس آگ بے حرارت کبھی نہ ہوگی اسی طرح خلفائے
 اربعہ سے بھی کلمہ تقویٰ جدا نہ ہوگا جو شخص اصحاب حدیبیہ کو اور خصوصاً خلفاء کو
 یوں کہے کہ حضرت کے بعد معاذ اللہ وہ دین سے پھر گئے اور انہوں نے حق دیا اور خیانت
 کی وہ اللہ کو جھوٹا کہتا ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً قُلْ لِّلْمُحْلِیْنَ مِّنْ اٰلِ عَرَابٍ
 سَتَدْعُوْنَ اِلٰی قَوْمِمْ اٰرِبِیْنَ بَاۡمِیْنٍ شَعْبِیْدٍ لَّفَا تَلُوْا نَهُمْ اَوْ یَسْلُمُوْنَ وَاِنْ نَطِیْعُوْا
 یُوَدِّیْكُمْ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ نَتَوَلَّوْا کَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلِ لُعٰذٍ بِسَعْدِ اَبَا
 اَلِیْمَاۃٍ کہہ دے لے بنی پھیپہ رہ جانے والے گنہگاروں کو کہ ابھی تم ایک بڑے سخت لڑنے والی
 قوم کی لڑائی کے واسطے بلائے جاؤ گے یا تم ان کو قتل کرو گے یا وہ خود مسلمان ہو جائیں گے
 پھر اگر تم نے کہا مان لیا تو تم کو اللہ اچھا اجر دے گا اور اگر پہلے کی طرح پھر گئے تو تم کو بڑے
 دکھ کی مار سے مارے گا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چند خبریں دی ہیں اول یہ کہ وہ بدو
 لوگ کہ جو حدیبیہ میں حضرت کے شریک نہ تھے کسی جنگ کے لئے بلائے جاویں گے دوم
 یہ کہ وہ قوم کہ جس کے جنگ کے لئے ان کو بلاویں گے وہ نہایت زبردست قوم ہوگی

سوم یہ کہ جو شخص ان کو بلائے گا اس کی اطاعت فرض ہوگی کہ مان لینے سے اجر ہوگا۔ اور نافرمانی سے عذاب الیم ہوگا سو مطابق اس خبر کے ایسا ہی ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیلمہ کذاب کی جنگ کے لئے کہ اسکی قوم بھی بہت زبردست تھی اور شام و روم کی جنگ کے واسطے کہ ان کے مقابلے میں عرب نہایت کمزور تھے جیسا کہ شہر کے آگے بکری ابو بکر صدیق نے تمام عرب کے قبیلوں میں غلط بھیجا کہ اب وہ وعدہ آگیا آؤ لڑو اور اجر لو ورنہ عذاب پاؤ گے۔ پس وہ بدوی کہ جو حدیبیہ میں ساتھ نہ تھے وہ بھی اور ان کے ماسوار اور قبائل بھی مدینہ میں جمع ہوئے اول مسیلمہ کو قتل کیا پھر چار سرداروں کو جھنڈے دیکر روم کی طرف بھیجا۔ وہاں انہوں نے اللہ کے حکم کو خوب پورا کیا یہاں تک کہ وہ ملک فتح ہوا پس معلوم ہوا کہ ابو بکر صدیق خلیفہ برحق تھے کہ ان کی اطاعت فرض تھی۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيئَتُهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْبٍ يُضْرَبُ بِهِ الرُّسُلُ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الرُّسُلُ الَّتِي نُرِيكَ فِي الْكِتَابِ کہ اس کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں دیکھتا ہے تو ان کو رکوع اور سجدے کرتے ہوئے وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا کے طالب ہیں ان کی علامتیں ان کے چہروں پر ہیں سجدوں کے اثر سے یہ ان کی صفت تورات میں ہے ان کی صفت انجیل میں ہے بھینسی کیسی کہ نکالی اس نے سوئی اپنی پھرتی دی اس کو پھروٹی ہوئی وہ پھر سیدھی کھڑی ہوئی پھر اپنی جڑ پر کہ اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کساؤں کو انجیل میں حضرت کے اصحاب کی یہ صفت لکھی تھی کہ ایک قوم نکلے گی جیستی کی مانند اول ایک ہی شاخ ہوگی سو وہ صدیق عثمان کا زمانہ ہے پھر قومی ہوگی یعنی عمر سے پھر اس کا پڑ موٹا ہو جائے گا یعنی دولت عثمان سے پھر اپنے پیڑ کے سہارے سے اوپر بڑھے گی یعنی علی کی برکت و شوکت سے۔ پس یہ آیت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے اس میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ چند وصف ذکر کرتا ہے اول یہ کہ وہ کفار پر سخت ہیں دوم یہ کہ آپس میں مہربان ہیں تیسرے یہ کہ رات دن اللہ کے فضل اور رضا کی طلب میں رہتے ہیں

جو تھے یہ کہ سجدوں کے اذار ان کے منہ پر چلتے ہیں پانچویں یہ کہ یہ خوبیاں ان کی تورات میں ہیں اور
 انجیل میں وہ صفتیں ہیں جو پہلے ذکر ہوئیں چنانچہ کفار پر سخت ہونا حضرت عمر کا مشہور ہے اور
 حمدلی عثمان غنی کی مشہور ہے اور شب و روز ہر شخص اللہ کی رضا کا طالب رہا کرتا تھا دنیا و دنیاویا
 سے انہیں کچھ کا رہ نہ تھا۔ اور سجدوں کے آثار حضرت علیؑ کے چہرہ پر ہر شخص کو نظر آیا کرتے تھے پس انجیل
 تورات میں ان کی یہ تمام صفات موجود تھے چنانچہ جب بیت المقدس فتح ہونے میں آیا
 تو وہاں سے فوج کے امیر نے حضرت عمرؓ کی طرف نام لکھا کہ یہاں کے اہل کتاب یہ کہتے ہیں کہ
 جو شخص اس شہر کو فتح کرے گا ہم اس کو خوب پہچانتے ہیں اس کی تمام علامتیں ہمارے ہاں
 لکھی ہوئی ہیں اگر تمہارا سردار وہ ہے تو اسے بلاؤ تاکہ ہم پہچانیں اگر وہی ہو تو ہم خود
 قلعہ کے دروازے کھول دیں گے پس جب حضرت عمرؓ کے پاس یہ نام آیا حضرت علیؑ رضی
 اللہ عنہ سے آپ وہاں پہنچے کفار نے شہر نیاہ پر چڑھ کر ان کو دیکھا۔ اور کہا بیشک یہ وہی ہے
 پھر دروازہ کھول دیا۔ چنانچہ یہ قصہ بعض محققین نصاریٰ نے بھی لکھا ہے اور اگر اب تورات
 انجیل میں صحابہ کی فضیلت نہیں تو کچھ عجیب نہیں کیونکہ انہوں نے اس قسم کی تمام خبریں اپنی کتابوں
 سے نکال ڈالیں چنانچہ پہلے ہم ان کی تحریف ثابت کر چکے ہیں **لَعَنَ اللَّهُ الْكُفَّارَ**۔ یہ اوصاف انکو اسلئے
 عطا کئے ہیں تاکہ کفار ان سے غصہ کریں اور جلیں یہاں سے ثابت ہوا کہ جو شخص اصحاب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے غیظ و غصہ رکھے گا وہ کافر ہے کیونکہ کافروں کو بھی ان سے غیظ و
 غضب ہے سولے ان آیات کے اور بہت سی آیات ہیں کہ جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل

۱۔ تورات سفر استذار کے بتیوں باب کے شرح میں ہے ہر ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اس سے مراد صحابہ ہیں جو فتح مکہ
 میں شریک تھے جن کے ساتھ آپؐ نے تھے اور ٹھیک تعداد اصل لڑنے والوں کی اس روز یہی تھی قدسی کا لفظ
 وسیع المعنی ہے تمام صفات حمیدہ کو شامل ہے اس لئے مثلہم فی التورات کا حوالہ صحیح ہوا انجیل متی کے تیسویں
 باب میں صحابہ کو کہتی ہے دو جگہ تشبیہ دی ہے کہ تم ابھی زمین میں گرے جو پھل لارے کچھ سونگے کچھ ساٹھ گے
 کچھ تیس گئے ابھی زمین سے مراد ملک عرب ہے جن میں اسلام کا نغمہ گرا صدیق کے عہد میں اس کی شاخ نکلی تھی عمر
 کے عہد میں پھل آیا عثمان کے عہد میں ساٹھ گنا یا سب سے علیؑ کے عہد میں صرف تیس گنا
 پھل نکلیے ہیں۔ مثلہم فی الانجیل کے معنی ان محرف کتابوں سے اتنا پتہ لگتا ہے اصل کتابوں میں تو صاف صاف ہوگا

مذکور ہیں لیکن اب کچھ احادیث سے ان کے فضائل ذکر کرتا ہوں۔

مناقب صحابہ | بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرے

از حدیث | اصحاب کو گالی نہ دو اگر کوئی احد سپاڑ کے برابر سونا خرچ کرے گا صحابہ کے آدھیر

جو کے برابر پہنچے گا۔ سنن نسائی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کی تعظیم

کردہ وہ تم سے اچھے ہیں پھر وہ لوگ ہیں کہ جو ان کے بعد ہوں گے جامع ترمذی میں ہے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان نے مجھے دیکھا اس کو دوزخ آگ نہ چھوئے گی اور نہ

اس کو کہ جس نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا ہے جامع ترمذی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ مَنْ أَحْبَبَهُمْ فَبِحَبِي أَحِبَّهُمْ وَمِنْ أِبْغَضَهُمْ فَبِغَضِي الْبِغْضَهِمْ وَمَنْ

أَذَاهُمْ فَقَدْ أَذَىٰ مِنْ أَذَىٰ اللَّهِ الْحَدِيثِ مِيرے اصحاب کے برا کہتے ہیں

اللہ سے ڈرو میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا جو ان سے محبت رکھے گا ان کی محبت سے میں اس

محبت رکھوں گا اور جو ان سے بغض رکھے گا میں ان کے بغض سے میں اس سے بغض رکھوں گا

اور جس نے ان کو ستایا ان نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ کو ستایا اور جس نے

اللہ کو ستایا اللہ اس کو بہت جلد خراب کرے گا شرح السنہ میں انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے مثل اصحابی فی آمنی کا ملیح فی الطعام ولا یصلح الطعام ما لا یصلح

کہ میرے اصحاب کی مثال میری امت میں ایسی ہے جیسا ٹک کھانے میں کہ کھانا بغیر نمک کے

درست نہیں ہوتا۔

مناقب ابو بکر صدیق رض | بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے لو کنت متخذ اخیلاً لا اتخذت ابابکر اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا خلیل کے دو

معنی ہیں اول یہ کہ اس کی محبت دل پہ پیوست ہو جائے سو اس مرتبہ کی محبت حضرت کو اللہ کے سوائے

کسی کو نہ تھی دوسرے وہ کہ اس سے حاجات طلب کی جاوے سو حاجات بھی حضرت اللہ ہی سے طلب کہ

تھے مشکوٰۃ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ

اپنے باپ ابو بکر اور بھائی عبدالرحمن کو بلا کہ میں اس کے لئے لکھ دوں کیونکہ مجھے خوف ہے

اسے بغض نہیں ہے اس کے معنی یوں کہے ہیں کہ میری محبت سے ان کی محبت کی اور میرے بغض سے ان سے بغض رکھا ۱۲۱ منہ

کہ کوئی اور آرزو کرنے والا آرزو کر کے نہ کہے کہ میں ہوں اور اس کو اللہ اور مسلمان قبول نہ کریں یعنی ابو بکرؓ کو بلاؤ کہ خلافت کے وہ مستحق ہیں ان کے نام لکھ دوں تاکہ اور کوئی شخص دعویٰ نہ کرے صحیحین میں ہے کہ ایک عورت نے حضرتؓ سے کچھ سواں کیا آپ نے فرمایا پھر آنا اس نے کہا اگر آپ ہوں تو کس کے پاس آؤں کہا ابو بکرؓ کے پاس آنا اس سے معلوم ہوا کہ حضرتؓ نے اپنے دل میں ابو بکرؓ کو خلیفہ مقرر رکھا تھا ترمذی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے ابو بکرؓ کو فرمایا انت صاحبی فی الخار و صاحبی فی المحوض۔ کہ تو میرا ہم صحبت غار ثور میں تھا اور حوض کوثر پر بھی تو میرا ہم صحبت ہے غار ثور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکرؓ ہی تھے چنانچہ قرآن میں ہے تَاٰتِيْ اٰثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهِ وَكَأَنَّمَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ایک بار ابو بکرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا اَنْتَ عَيْنُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔ کہ تو اللہ کی طرف سے آگ سے آزاد ہو گیا ہے سو جب سے آپ کا لقب عین اللہ ہوا ہے ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل نے مجھے وہ دروازہ جنت کا دکھا دیا ہے کہ جس میں سے میری امت داخل ہوگی۔ ابو بکرؓ نے عرض کیا کیا ہو کہ جب میں بھی آپ کے ساتھ ہوں آپ نے فرمایا اے ابو بکرؓ! تو میری سب امت سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔

مناقب حضرت عمر فاروقؓ صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پہلی امت رضی اللہ عنہم میں محدث ہو کر لے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو عمرؓ ہے۔ محدث اس کو کہتے ہیں کہ جس کے دل پر اسرار غیبی القا ہو دیں سو اکثر اسرار غیبی حضرت عمرؓ سے بہت ظاہر ہوتے تھے چنانچہ منزلوں کی مسافت سے ساریہ کو دیکھ لیا تھا ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے عمرؓ کی زبان پر حق رکھا ہے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا صحیحین میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب عمرؓ کو بعد موت کے چار پائی پر لٹایا اور لوگوں نے ان کے لئے استغفار شروع کیا تو ایک شخص میرے پیچھے میرے مؤذنوں پر ہاتھ رکھ

رسول تھا غار میں دوسرا دو میں کاہتا تھا اپنے ساتھی سے مت علم کہ اللہ ہمکے ساتھ ہے ۱۲ منہ۔

کریوں کہنے لگا کہ اللہ تم پر رحمت کرے مجھے امید ہے کہ اللہ تم کو تمہارے دونوں دوستوں کا
 ملا دیکھا (یعنی بنی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی سے) کیونکہ میں بنی صلعم کو اکثر تمہیں دونوں کا ذکر
 کرتے ہوئے سنتا تھا فرمایا کرتے تھے کہ میں اور ابو بکر رضی اور عمر رضی فلاں جگہ تھے میں اور ابو بکر رضی اور
 عمر وہاں گئے تھے میں اور ابو بکر رضی اور عمر وہاں سے آئے تھے میں نے چھپنے پھیر کر دیکھا تو وہ
 کہنے والے علی بن ابی طالب تھے ترمذی نے انس رضی سے روایت کیا اور حضرت علی رضی سے ابن
 نے نقل کیا کہ بنی صلعم نے فرمایا ہے ابو بکر رضی اور عمر رضی جنت میں سب اولین اور آخرین بڑی عمر کے
 لوگوں کے سردار ہیں سوائے انبیاء اور رسولوں کے یعنی انبیاء اور رسولوں کے سوائے جس قدر
 بڑی عمر کے لوگ اس امت کے جنت میں جاویں گے ان سب کے ابو بکر رضی اور عمر رضی سردار ہوں گے
 جس طرح کے نوجوانوں کے حسن و حسین سردار ہوں گے اور عورتوں کی سیدۃ النساء فاطمہ رضی
 سردار ہوں گی۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین صحیح ترمذی میں ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 ہے کہ ہر نبی کے واسطے دو شخص آسمان والوں میں سے اور دو زمین والوں میں سے
 وزیر ہوتے ہیں پس آسمان کے رہنے والوں میں میرے وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں اور
 زمین کے رہنے والوں میں سے ابو بکر رضی اور عمر رضی میرے وزیر ہیں۔

مناقب عثمان صحیح مسلم میں ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی کے لئے فرمایا ہے
 ذی النورین ملا کہ جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اس سے میں کیوں نہ حیا کر دوں یعنی عثمان رضی سے
 صحیح ترمذی میں ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی کے لئے جنت میں ایک رفیق
 ہے اور میرا رفیق جنت میں عثمان رضی ہے امام احمد نے روایت کیا ہے کہ عثمان رضی ہزار دنیا رہی
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جیش العسرة کی تیاری کے لئے لائے تو حضرت نے ان کو کپڑے
 میں رکھ کر اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا کہ آج کے بعد عثمان رضی کو کوئی عمل ضرر نہ کرے گا
 امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ ایک بار بنی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اور عمر رضی اور
 عثمان رضی اُحد پہاڑ پر چڑھے پہاڑ لرزنے لگا حضرت نے لات مار کر فرمایا کہ پھیراے اُحد تجھ پر ایک

۱۵ بنوک بجانب شام ایک جگہ ہے وہاں کا حاکم نصرانی تھا حضرت نے بسبب اس کی سرکشی کے اس پر چڑھالی کی جب
 گزری اور تنگ دستی بہت تھی اس نے اس فوج کو جیش العسرة یعنی تنگ دستی کی فوج کہتے ہیں ۱۳ منہ۔

بنی اور ایک صدیق اور دو شہید کے سوا اور کوئی نہیں ہے پس بنی تو آپ تھے اور صدیق ابو بکر اور دو شہید عمرؓ اور عثمانؓ تھے۔

مناقب حضرت علیؓ | امام بخاری اور مسلم نے سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ
 رضی اللہ عنہ | علیہ وسلم نے علیؓ کو فرمایا کہ تو مجھ سے اس طرح ہے کہ جس طرح
 موسیٰؑ سے ہارونؑ تھے مگر میرے بعد بنی نہیں ہے یعنی جس طرح موسیٰؑ کے بھائی بڑے کامل
 مرتبہ کے ہارونؑ تھے میرا چھوٹا بھائی بڑے کامل مرتبہ کا تو ہے مگر ہارونؑ بنی تھے تم نہیں۔
 فقط یہ فرق ہے صحیح مسلم میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ مجھے اس کی قسم کہ جس نے
 زمین سے دانہ نکالا اور روح کو پیدا کیا مجھ سے بنی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد کیا
 تھا کہ جو مومن ہوگا وہ تجھ سے دوستی رکھے گا اور جو منافق ہوگا وہ تجھ سے عداوت
 رکھے گا۔ ترمذی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علیؓ مجھ سے ہے
 اور میں علیؓ سے ہوں اور وہ ہر مومن کے ولی ہیں۔ امام احمد اور ترمذی نے زید بن اسلم سے
 روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کا میں مولی ہوں اس کا علیؓ مولی ہے۔
 ترمذی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؓ
 اس کا دروازہ ہے امام احمد نے ام سلمیؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
 کہ جس نے علیؓ کو گالی دی اس نے مجھ کو گالی دی امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
 سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے علیؓ تیری مثال عیسیٰؑ کی ہے۔
 یہود کو ان سے یہاں تک بغض ہوا کہ ان کی ماں کو بہتان لگایا اور نصاریٰ کو ان سے ایسی محبت ہوئی
 کہ جو مرتبہ ان کے لائق تھا وہ ان کے لئے ثابت کیا (یعنی ان کو خدا کا بیٹا کہا) پھر علیؓ نے فرمایا
 میرے معاملہ میں بھی دو شخص ہلاک ہونگے ایک وہ کہ جو مجھ سے یہاں تک دوستی کرے گا کہ جو میرے
 میرے لائق نہیں وہ میرے واسطے ثابت کرے گا ایک ایک مجھ سے عداوت کرے والا کہ وہ میری شان
 کو کم کرے گا اور حسد کے مارے مجھ پر بہتان لگا دیگا پس ایسا ہی ہوا کہ شیعہ کو نصاریٰ کی طرح
 حضرت علیؓ کی یہاں تک محبت ہوئی کہ ان کو اکثر جہلانے خدا سمجھ لیا اور ہر مصیبت کے وقت یا
 علیؓ کو مدد پکارنا شروع کیا اور ان کے نام کے روزے رکھنا اور ان کو حاجت روا مقرر کر لیا اور ان کے مقابلہ

ہیں کیا صحابہ کو جن کی مدح قرآن و حدیث میں ہے بُرا کہنا لعن طعن کرنا شروع کیا اور خوارج اور نواصب نے یہودی کی طرح حضرت علیؑ سے وہ عداوت کی کہ ان پر عثمان غنیؓ کے قتل کا بہتان لگایا اور طرح طرح کے عیوب ان میں ثابت کئے افراط و تفریط سے خالی اہل حق ہیں کہ نہ وہ ان کو شیعہ کی طرح حد سے زیادہ بڑھاتے ہیں اور نہ خوارج و نواصب کی طرح ان کی جناب میں کوئی کلمہ گستاخی لگاتے ہیں۔

الغرض قرآن و احادیث سے حضرت کے صحابہؓ اور اہل بیت کے بہت فضائل ثابت ہیں۔ مسلمانوں کو واجب ہے کہ سب کی دل سے محبت اور سب سے حسن عقیدت رکھے اور سب اُمت میں ان کو افضل اور بہتر جانے اور جب کسی کا نام سے رضی اللہ عنہ کہے کیونکہ ان لوگوں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے ساہا سال حضرت کے ساتھ معاشرت کی ہے قرآن ان کے روبرو نازل ہوا ہے پس یہ لوگ دین کے اصول ہیں انہیں سے پھپھولوں کو دین پہنچا ہے اور قرآن میں یہی لوگ مخاطب بالذات ہیں بدر اور احد وغیرہ جہادوں میں حضرت کے ساتھ انہوں نے بڑی بڑی محنتیں اٹھائی ہیں ان کے لئے اللہ نے قرآن میں جنت کا وعدہ فرمایا ہے معاذ اللہ اگر یہی لوگ بڑے ہیں اور ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے اثر نہ کیا تھا تو پھر کون بھلا ہے اور کس میں حضرت کی صحبت مؤثر ہوتی ہے۔

شیعہ کو کیا ہوا ہے کہ وہ ایسے جھولے ٹھولوں کے اعتماد پر کہ جن کا بسند صحیح ثبوت نہیں یقینی ہونا تو درکنار حضرت کے اصحاب کو کہ جن کی خوبیاں قرآن میں مذکور ہیں اور ان کا ثبوت یقینی ہے بُرا کہتے ہیں اور طرح طرح کے عیوب ان میں ثابت کرتے ہیں اور ان کی عداوت کو اور ان پر لعن طعن کرنے کو اپنا ایمان بنا رکھا ہے اور اہل بیت میں سے بھی بہت لوگوں کو بُرا کہتے ہیں اہل بیت گھروالی کو کہتے ہیں سواد گھروالی بیوی ہوتی ہے اور بعد میں بیٹے بیٹیاں تو اسے نواسیاں بھانجے بھتیجے علیؑ ہذا القیاس سو حضرت کے چچا عباسؓ اور ان کے بیٹے عبداللہؓ کو اور حضرت کی بیویوں کو اور خصوصاً عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو بُرا کہتے ہیں اور حضرت کی بیویوں کو کیا کیا عیب لگاتے ہیں اور کیسے کیسے نالائق

کلمات ان کی شان میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی کسی ادنیٰ شخص کی بیوی کو ایسا کہے تو وہ اس کا کبھی منہ بھی نہ دیکھے واہ حضرت کی روح پر فتوح جنت میں جب یہ حضرت کے اصحاب اور اہل بیت کو اور خصوصاً بیویوں کو برا کہتے ہوں گے کیا خوش ہوتی ہوگی؟ اور کیا اولاد صالح ہے کہ ماں کے لئے کیا کیا عیب ثابت کرتے ہیں اور حیف صد افسوس ہے ان مسلمانوں پر کہ جو ایسے لوگوں سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ تعزیرہ داری میں شریک ہوتے ہیں اور ان سے شنادی بیاہ کرتے ہیں کچھ شک نہیں کہ ایسے لوگوں سے بھی جناب سید المرسلین علیہ السلام ناراض ہوں گے اور ان کو حوض کوثر سے دور ہانکیں گے اور اکثر ایسے لوگوں کی دنیا ہی میں صورتیں مسخ ہو گئی ہیں الہی مجھ کو اور میرے سب احباب اور اقربا کو اور کل مسلمانوں کو حضرت کی اور حضرت کے اصحاب اور اہل بیت کی محبت کامل نصیب کر اور ان کے ساتھ شرفِ آئین آمین یا رب العالمین۔

فصل سوم۔ کلمات کفر کے بیان میں۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کفر شرع میں ایمان کی ضد ہے پس بن چیزوں پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق ایمان تفصیلی میں ضرور ہے ان کے انکار کرنے سے خواہ دل میں انکار کے یا زبان سے کوئی کلمہ ایسا نکالے کہ جس سے مرامتہ یا اشارۃ انکار ثابت ہو جائے یا دل میں شک لانے سے یا کلمات شک زبان سے نکلنے سے خواہ ان سے مرامتہ شک ثابت ہووے یا اشارۃ یا کسی ایسے کار سے کہ جو منافی تصدیق ہو قطعی کافر ہو جاتا ہے عیب تک تو بہ نہ کرے گا مومن نہ ہو گا خواہ یہ شخص آپ کو مومن سمجھے اور عبادات اور ریاضات مشائخہ عمل میں لاوے۔ اور کفار کی طرح ہمیشہ جہنم میں جلے گا تو ذبالہ متہا مومن کو چاہیے کہ ایمان لانے کے بعد اس کی محافظت رکھے اور جن چیزوں سے ایمان جاوے اور کفر لازم آوے ان سے دور رہے کیونکہ ثابت رہنا یہی نجات کے لئے شرط ہے حدیثاً کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے إِنَّ الدِّينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفْتَمُوا فَلَاخَوْا عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ یعنی جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر بھی قائم رہے تو ان کو کچھ غم و خوف نہ ہو گا اس لئے ان کلمات کفر کا کچھ مختصر طور پر بیان کرتا ہوں۔ تاکہ مومنین

خبردار ہو کر پرہیز کریں اور قاعدہ کلیہ اس کا میں ابھی بیان کر چکا ہوں پس موجبات کفر موافق بیان سابق کے چند اقسام ہیں۔

قسم اول | وہ کلمات کہ جو صراحتاً انکار پر دلالت کرتے ہیں مثلاً کسی نے کسی کو کہا کہ نماز پڑھ یا روزہ رکھ اس نے سن کر کہا کہ نماز فرض نہیں یا روزہ فرض نہیں پس یہ شخص کافر ہو گیا کیونکہ نماز روزہ کا فرض ہونا قرآن سے ثابت ہے جس چیز کی فرضیت قرآن کی ظاہر عبارت سے یا حدیث متواتر سے معلوم ہو جائے جو شخص اس کو فرض نہ کہے گا کافر ہو گا اسی طرح جس چیز کا حلال ہونا اس طرح سے ثابت ہو چکا ہے جو اس کو حرام کہے گا کافر ہو گا اسی طرح جس چیز کا حرام ہونا قرآن کی ظاہر عبارت یا حدیث متواتر سے ثابت ہو جو اس کو حلال کہے گا کافر ہو جائے گا پس جس نے کہا کہ خنزیر یا سود کھانا یا زنا یا جھوٹ بولنا یا ناحق قتل کرنا یا ظلم یا سحر کرنا یا شراب پینا یا جوا کھیلنا یا غیبت کرنا حلال ہے کافر ہو گیا اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا انکار کیا مثلاً کہا کہ اللہ ہر چیز پر قادر نہیں یا وہ ہر شخص کی دعا نہیں سنتا یا فلاں فلاں چیزوں کی اس کو خبر نہیں یا وہ ہمیشہ سے نہیں ہے یا وہ کلام نہیں کرتا یا وہ مردہ ہے یا مر جائے گا پس ان سب صورتوں میں کافر ہو گیا یا اس کے لئے کوئی بُری صفت ثابت کرے مثلاً کہا کہ اللہ ظلم کرتا ہے یا اس کے جو دو بیٹے ہیں یا وہ کھانا پیتا ہے یا وہ سوتا ہے ہے یا کسی عورت یا لڑکے سے عشق رکھتا ہے یا جماع کرتا ہے یا اس کے لئے ماں باپ بھائی برادر ہیں یا وہ کسی مرد یا عورت کی شکل میں ہے یا وہ بچیل ہے یا وہ کسی سے ڈر جاتا ہے یا کسی سے مغلوب ہو جاتا ہے یا کسی چیز کو بھول جانا ہے بہت کام کرتے سے تھک جاتا ہے پس ان سب صورتوں میں کافر ہو گیا۔ یا اس کے کسی نام کا انکار کیا اور کہا رحیم یا رحمن یا اللہ مثلاً اس کا نام نہیں ہے کافر ہو گیا یا کسی نبی کا انکار کیا مثلاً کہا کہ موسیٰؑ یا عیسیٰؑ یا محمد مصطفیٰؐ یا آدمؑ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) نبی نہیں ہیں کافر ہو گیا یا کسی کتاب الہی کا انکار کیا یا ان میں سے کسی ایک تھوڑے سے کلام کا انکار کیا کافر ہو گیا۔ یا انبیاء کو جھوٹا کہا یا کتاب الہی کو یا اس کے کسی ایک جز کو جھوٹا کہا کافر ہو گیا۔ یا فرشتوں کا انکار کیا مثلاً یوں کہا کہ فرشتہ کا وجود نہیں اگر ہوتا تو ہمیں بھی دکھلائی دیتا۔ لوگوں کے سنانے کو قرآن میں فرشتہ کا ذکر کیا ہے کافر ہو گیا یا

فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کافر ہو گیا یا حشر کا انکار کیا مثلاً یوں کہا کہ مرنے کے بعد کوئی نہیں جسے گا یا اللہ سے آسمان و زمین فتا نہیں ہو سکتے۔ یا حساب نہ ہو گا یا کہا دوزخ جنت کا فقط لوگوں کے ڈرنے اور خوش کرنے کو ذکر کر دیا ہے ورنہ ہیں نہیں یا جنت و دوزخ کے کسی ثواب و عذاب خاص کا کہ جو قرآن میں مذکور ہے انکار کیا مثلاً کہا وہاں حوریں نہیں یا علماں نہیں یا دوزخ میں زقوم کا درخت نہیں یا کسی دوزخی کے لئے شتر گز کی زنجیر نہ ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس کافر ہو گیا۔ یا اللہ کے کسی حکم کو کہا کہ اس کو میں نہیں مانتا مثلاً کسی نے کہا چلو شریعت سے فیصلہ کرا لیں دوسرے نے کہا میں شریعت کے فیصلے پر راضی نہیں کافر ہو گیا کس لئے کہ ایمان فقط جان لینے ہی کو نہیں کہتے ورنہ کافر بھی اللہ اور رسول کو حق جانتے تھے بلکہ مان لیتا بھی شرط ہے یا کہا اور سب احکام الہی کو تو مانتا ہوں مگر زکوٰۃ یا روزے یا نماز یا حج کے حکم کو نہیں مانتا کافر ہو گیا مثلاً کسی نے کہا کہ تم فلاں بڑے پیشے کو چھوڑ دو اس نے کہا خدا نے ہم کو یہی فرمایا ہے کافر ہو گیا۔

قسم دوم | وہ کلمات ہیں کہ جن سے اشارتاً انکار ثابت ہووے مثلاً انہیں پہلی چیزوں کو اس طرح سے کہے کہ اس سے انکار نہ کرنا ہو مثلاً کسی بنی کی اہانت کی یا ان کی کسی بات پر عیب لگایا یا ان کے کسی فعل پر ہنسی کی یا ان کے حسب و نسب شکل و صورت پر طعن کیا یا کسی نے کہا کہ سب دنیوں پر اسلام حق ہے کسی نے سن کر کہا کہ سب دین حق ہیں کافر ہو گیا یا بخومی یا کاہن کو سچا کہا کافر ہو گیا۔

قسم سوم | وہ کلمات ہیں کہ جن سے شک صراحتاً ثابت ہووے مثلاً کہا کہ مجھے اللہ کے کریم ہونے میں یارحیم یا رزاق ہونے میں شک ہے کافر ہو گیا یا کہا اس کے عادل ہونے میں شک ہے کافر ہو گیا یا کہ مجھے فرشتوں کے یا رسولوں کے یا کتابوں کے وجود میں شک ہے یا قیامت کے ہونے میں شک ہے کافر ہو گیا۔ علیٰ ہذا القیاس جو چیزیں قطعی الثبوت ہیں اگر ان میں شک و شبہ کرے گا کافر ہو جائے گا۔

قسم چہارم | وہ کلمات ہیں کہ جن سے اشارتاً شک ثابت ہووے مثلاً کسی نے کہا کہ قیامت ضرور آئے گی۔ کسی نے سن کر کہا دیکھا چاہیے۔ کافر ہو گیا یا کسی نے کہا جنت میں مومنوں کو بڑی نعمتیں ملیں گی

اور کافروں کو بڑے سخت عذاب ہوں گے اس نے کہا کیا خبر ہے کافر ہو گیا علی ہذا القیاس اگر کسی نے کوئی کلمہ کفر کہا اور اس کو معلوم نہیں کہ یہ کلمہ کفر ہے بعض علماء کے نزدیک جہل عذر نہیں کافر ہو گیا بعض کہتے ہیں نہ جاننا عذر ہے کافر نہیں ہوا۔

قسم پنجم | وہ افعال ہیں کہ جن سے انکار یا شک صراحتہ یا اشارتہ سمجھا جائے مثلاً کسی نے قرآن مجید کی اہانت کی راہ سے نجاست یا آگ میں ڈالا کافر ہو گیا یا اہانت کی راہ سے کعبہ کی طرف پیشاب کیا یا تنہو کا کافر ہو گیا یا اہانت کی راہ سے کسی مسجد کو گرا دیا یا کسی عالم کو مار ڈالا کافر ہو گیا یا شرع کی کسی بات پر گھٹھا کیا مثلاً ایک شخص واعظ قرآن کی نقل کرنے لگا اور چند لوگ اس کے آس پاس بیٹھ کر مہنسی سے اس سے مسائل پوچھنے لگے پس وہ سب کافر ہو گئے یا ثواب جان کر کسی کفر کی رسم کو عمل میں لایا مثلاً زنا رکھنے میں ڈالا یا صلیب ڈالی یا ہنود کی مانند ماتھے پر ٹیکہ لگایا یا ان کے کسی خاص لباس کو پہنایا ہوئی دیوالی نوروز کو منایا ان سب صورتوں میں کافر ہو گیا اگر گناہ جان کر کرے گا تو گنہگار ہو گا کافر نہ ہو گا اور اگر کسی کے خوف سے کر لیا کہ اگر نہ کروں گا تو وہ مجھے مار ڈالے گا یا ضرر پہنچائے گا تب گناہ بھی نہیں یا کسی بت کے نام یا کسی قبر کے نام بیکراذبح کیا یا ان کو سجدہ کیا یا توپ یا تھان یا دریا یا چوترہ یا جھنڈے کے آگے جا لور ذبح کیا یا اللہ کے سوا کسی کو سجدہ یا اور افعال شرک ظہور میں لایا ایمان گیا کافر و مشرک ہو گیا یا قبلہ معلوم ہونے ہوئے بے عند اور طرف منکر کے نماز پڑھی کافر ہو گیا یا کسی امر نہی عنہ کو حلال سمجھ کر کیا مثلاً زنا کو درست جان کر کیا یا شراب کو مباح سمجھ کر پیا یا اور گناہ اسی طور سے کیا کافر ہو گیا یا کوئی شخص مسلمانوں یا کافروں کے عین مقابلے کے وقت کفار کے ساتھ ہو گیا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوا کافر ہو گیا اس لئے کہ یہ جمیع افعال انکار یا شک دین پر دلالت کرتے ہیں فائدہ جس وقت کسی نے کفر کی نیت کی اسی وقت کافر ہو گیا خواہ نیت دس برس کے لئے کی ہوئے مثلاً کسی نے نیت کی کہ اگلے سال کرستان یا یہودی ہو جاؤں گا وہ بھی کافر ہو گیا اللہ سے نڈر ہونا کفر ہے۔ **قَدْ اِيْمَانٌ مِّنْ مَّوَدَّةِ الْاَقْوَامِ الْكٰفِرِيْنَ** اور اللہ کی رحمت سے نا امید ہونا بھی کفر ہے۔ **اِنَّ كَايِيْسًا مِّنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ**۔ ایمان خوف اور پس اللہ سے ڈرنا بھی ہے کہ وہ بے پردا ہے جہنم میں ڈال دے اور کچھ پروا نہ کرے رجاہ میں ہے اور اس سے امید نجات کی بھی رکھے کہ نہایت رحیم اور کریم اور بڑا احسان کرنے

والا ہے جو کہ اس سے مانگتا ہے وہ عطا کرتا ہے اپنے بندوں کو بخش دے گا اور کچھ پروا نہ کرے گا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَدْخِلْنَا جَنَّةَ الْفِرْدَوْسِ۔

تنبیہ | محققین علماء فرماتے ہیں کہ جن چیزوں پر ایمان تفصیلی میں ایمان لانا ضرور ہے جب تک کوئی شخص ان کا انکار یا شک نہ کرے یا کوئی ایسا فعل کہ جس سے انکار و شک سمجھا جائے اس سے ظہور میں نہ آئے کافر نہیں ہوتا پس مفتی کو ضرور ہے کہ جب تک موجبات کفر نہ دیکھے بلکہ دھرمک کسی مسلمان کو کافر نہ بنا دیا کرے اس لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ الرحمۃ سلام کے گمراہ فرقوں کی بھی تکفیر نہیں کرتے تھے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی کسی کو لعنت کرتا ہے یا کافر کہتا ہے ملائکہ اس کلمہ کو آسمان تک لے جاتے ہیں اگر جس کو کہا ہے وہ اس کے قابل ہے تو اس پر ڈال دیتے ہیں ورنہ جس نے کہا تھا آخر وہ کلمہ اس پر پڑتا ہے بعض لوگوں نے ایسا طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ جہاں کسی شخص نے ان کے معتقدات میں سے خواہ وہ خلاف واقع ہی ہو کسی چیز کا ذرا بھی انکار کیا اس کو اسی وقت کافر بنا دیا گو یا کفر و اسلام ان کے معتقدات ملتے نہ ماننے پر منحصر ہے۔

وصیت | ایمان سے زیادہ کوئی نعمت نہیں کیونکہ گنہگار بھی ایمان کی بدولت جہنم سے نجات پائے گا اور آخر کار جنت میں جائے گا پس اس کی محافظت ہر وقت واجب اور اس کی زینت کے واسطے گناہوں سے بچنا عبادت میں مصروف رہنا مناسب ہے اس عالم جسمانی کی ہر چیز فانی ہے وہ عالم جاودانی ہے پس کوئی عاقل یہاں کی کسی چیز سے دل نہ لگائے بلکہ عالم قدس کا مشتاق ہو کر سب در فیض واجب الوجود اصل ہر موجود باری تعالیٰ کی طرف رجوع کرے

دل آرمے کہ داری دل در دیند وگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

اے انسان آلودگی جسمانی کو چھوڑ عالم قدس کی طرف منہ موڑ مستقیم سلطان کو دست سے پہلے ٹوڑ

زود سحر طائر قدم ز سر صدہ سیر کہ دریں دام گبسہ حادثہ آرام میگیر

قدسیاں پہر تو آراستہ عشرت کدہ نس تو دریں غم کہہ چوں غمزہ گانندہ اسیر

دنیا سب میں پھر کوئی دوبارہ نہیں آئے گا جو کچھ کرنا ہے آج کر لو کل خدا جانے کیا ہے ؟ پس اگر کسی کو کہیں سے شبہ ہو جائے تو فوراً کسی عالم ربانی سے صل فرمادے۔ اور اگر

کوئی نہ ملے تو یوں سمجھے کہ اللہ اور اس کے رسول سے کوئی دانا تر نہیں جو کچھ انہوں نے فرمایا
 سب حق ہے یہ میرے فہم کا قصور ہے کیونکہ ہزار ہا امور دنیویہ کی ادراک سے فہم مقصور ہے
 الہی تو نے جس طرح بن مانگے اپنی رحمت کاملہ سے ہم کو ایمان عطا فرمایا ہے اسی طرح اس کو ہر
 آفت سے بھی بچا اور ہم کو جنت الفردوس عطا فرمایا اور دنیا اور آخرت میں کوئی تکلیف نہ دکھلا
 اِنَّكَ بَرُّرَوْفٍ رَّحِيمٌ وَجَوَادٌ كَرِيمٌ اِخْرَجَ عَوَاثُ اَنَّ الْمُحَمَّدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ
 وَالسَّلَامُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَاللَّهِ وَالصَّحَابَةُ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ وَ
 عَلَى جَمِيعِ عِبَادِهِ الصَّالِحِينَ اِلَى يَوْمِ الدِّينِ هُ امِين -

سَيِّدَات

قطعہ تاریخ تالیف مؤلف

چون دریں روز بہ افضل عدا یافت این نسخہ صورت اتمام
 و اشم سال آن کہ کے گفت با من تمام گشت کلام
 سال ۱۳۹۲ ہجری



الْبَيَانُ فِي عُلُومِ الْقُرْآنِ اَرْدُو

اس میں توحید، رسالت اور جملہ اسلامی معتقدات ملانگے، جن ارواح، جنت، دوزخ،
 ما بعد الموت، نجات، فلسفہ، عذاب و ثواب، مخالفین اسلام کے اعتراضات کی تردید اور تمام اسلامی
 اصولوں کو فلسفیانہ رنگ میں بیان کیا گیا ہے اور آریوں، ہندوؤں، عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر مذاہب
 کی مسلم کتب کو سامنے رکھ کر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوائے تمام مذاہب سعادت و نجات ابدی کے لئے ناکافی
 ہیں۔ اس قسم کی جامع کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ کتاب کا حجم سات سو صفحات
 کتابت طباعت بے نظیر ہے۔ قیمت بارہ روپے صرف۔ زیر طبع ہے۔

اداس لاء علوم شرعیہ مقابل مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی

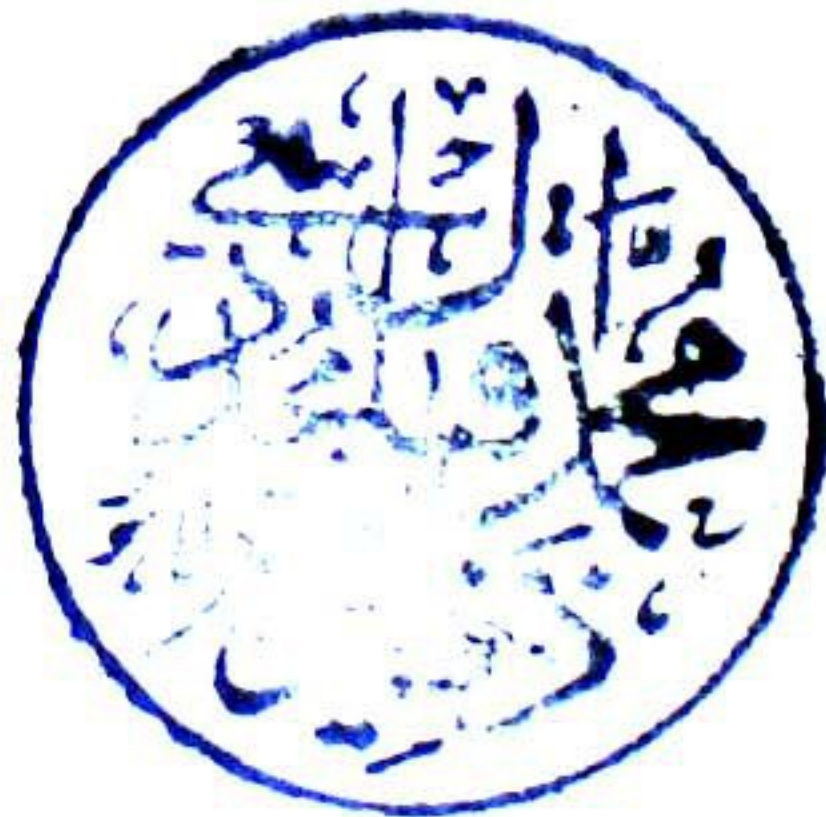
بہارِ اسلامیہ

جلد حقوق بحق نامہ شہر محفوظ ہے

عقائدِ اسلام

مع جی ایچ حقانی

ابو محمد مولانا عبدالحق حقانی



سلوٹم شرعیہ کراچی

بہارِ اسلامیہ
میں لکھی گئی ہے اور اس کے
بغیر کسی اور کتاب میں نہیں
پائی جاتی ہے۔ کثرتِ طالبین

کی زندگی